

سیرت چہارده معصومین علیہم السلام

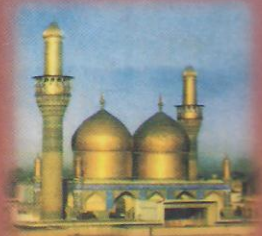
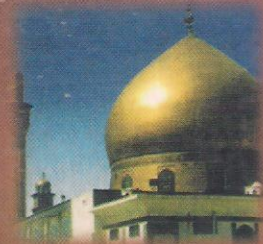
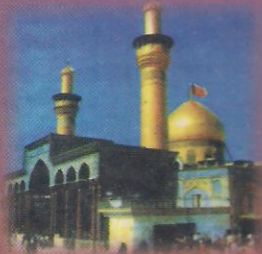
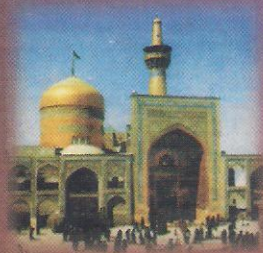
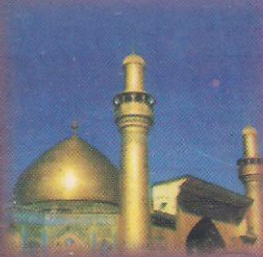
تذکرۃ الخواص

تالیف

العلامة سبط ابن جوزی

ترجمہ

مولانا صفدر حسین محضی



سبیل سکینہ

حدرد آ پارلیف آباد، پونٹ نمبر ۵۱

سیرت چہارده معصومین علیہم السلام

تذکرۃ الخواص

تالیف

العلامہ سبط ابن جوزی

ترجمہ

مولانا صفدر حسین نجفی

ناشر: علی پبلی کیشنز لاہور

سارنگھونہ
۵۱

سبیل سکینہ

Tel: 4124888-4817688 Fax: 4812882

E-mail: smaco@cyber.net.pk

BOOK FAIR
IBNE ZEHRA
INSTITUTE

عرض ناشر

تذکرۃ النجواص کا اردو ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کے مؤلف جناب یوسف بن فرقل بن عبداللہ البغدادی سبط الحافظ ابی الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی الحنفی کوسواد اعظم میں امام کا درجہ حاصل ہے۔ آپ ۵۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۵۳ھ میں رحلت فرما گئے۔ اصل کتاب کو العالم الکبیر السید محمد صادق بحر العلوم نے نجف اشرف (عراق) میں شائع کیا۔ ہم ان کی اجازت سے اس کتاب کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

فاضل مؤلف علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی اس اثنائی کتاب میں چہار دہ معصومین علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بالخصوص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی دیات طیبہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں فضائل معصومین علیہم السلام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے۔ قارئین گرام کے لیے اس کا مطالعہ یقیناً ایمان افزو ہوگا۔

ہم جناب عماد الاعلام ثقہ الاسلام جناب مولانا سید صفدر حسین صاحب قبلہ نجفی مدظلہ العالی کے سپاس گزار ہیں کہ انھوں نے ہماری استدعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اس کتاب کا ترجمہ فرمایا جزاکم اللہ خیر العزاء۔
امید ہے کہ ہماری یہ پیشکش بھی شرف قبولیت حاصل کرے گی!

(ناشر)

1. The first part of the document discusses the importance of maintaining accurate records of all transactions and activities. It emphasizes the need for transparency and accountability in financial reporting.

2. The second part of the document details the various methods and techniques used to collect and analyze data. It covers both qualitative and quantitative research approaches, highlighting the strengths and limitations of each.

3. The final part of the document provides a comprehensive overview of the findings and conclusions drawn from the research. It discusses the implications of the results and offers recommendations for future research and practice.

ترتیب

۶۷	حدیث سلام ملائکہ	۸	عرض مترجم
۶۷	حدیث خلافت امیر المومنین	۹	سوانح سبط ابن جوزی
۶۸	حدیث شاخ سرخ	۱۷	پیش لفظ
۶۸	حدیث مدینۃ العلم	۱۹	حضرت امیر المومنین
۶۸	حدیث سیادت	۳۱	فضائل امیر المومنین قرآن مجید کی
۶۹	حدیث علیؑ اہل جنت سے ہیں		روشنی میں
۶۹	حدیث قتل عمالکہ	۳۰	فضائل امیر المومنین حدیث کی روشنی میں
۶۹	حدیث ردشس	۳۵	حدیث علم
۷۰	حدیث شیعہ بیان امیر المومنین	۳۹	بت شکنی
۷۰	تذکرہ اولاد اطہار	۵۰	حب علیؑ
۷۳	خلافت طاہرہ	۵۰	من کنت مولاً
۷۹	روانگی بصرہ	۵۶	حدیث شب ہجرت
۹۱	واپسی حضرت عائشہ	۵۸	حدیث قربانی
۹۲	جنگ صفین	۵۹	حدیث علیؑ مبنی
۱۰۷	شہادت عمار بن یاسرؓ	۶۰	میرے پیغام کو علیؑ ہی پہنچائے گا
۱۱۳	واقعہ حکیم	۶۲	حدیث طیر
۱۱۶	خوارج	۶۳	خاص نعل (حدیث)
۱۱۹	دومۃ الجندل	۶۳	حدیث سد ابواب
۱۲۷	زہد و ورع	۶۵	حدیث سرگوشی اور وصیت
۱۳۶	کلام الامام	۶۵	حدیث اذیت
۱۳۶	خطبہ منبر	۶۶	قضایائے امیر المومنین
۱۳۸	خطبہ بالغہ	۶۶	حدیث ناقہ
۱۴۰	خطبہ شفقینہ	۶۷	حدیث بارغ

۱۸۵	مناظرہ	۱۲۳	خطبہ مدح رسولؐ
۱۸۵	علوم مختلفہ	۱۲۴	خطبہ سانحہ وفات رسولؐ
۲۰۲	وفات حسرت آیات	۱۲۵	خطبہ در مدح نبی کریمؐ اور آئمہ علیہم السلام
۲۰۵	سبب شہادت	۱۲۶	خطبات پند و نصائح
۲۱۳	تذکرہ جعفر بن ابی طالب	۱۵۵	خطبہ در توصیف صحابہ کرامؓ
۲۱۳	ہجرت حبشہ	۱۵۹	توصیف فقیہ
۲۱۹	شہادت حضرت جعفر طیارؓ	۱۶۰	وصایا
۲۲۰	اولاد جعفر طیارؓ	۱۶۰	وصیت بنام کبیل بن زیادؓ
۲۲۳	اولاد عبداللہ بن جعفرؓ	۱۶۲	وصیت اپنی اولاد کے نام
۲۲۳	تذکرہ امام حسنؓ	۱۶۳	احادیث رسولؐ اور کلام امیر المومنینؓ
۲۲۳	فضائل	۱۶۳	حضرت عمر کا استر اف فضیلت
۲۲۷	پیش آمدہ واقعات	۱۷۴	واقعات قاضی شرح
۲۳۳	تفسیر عجیب	۱۷۴	کلام برائے ابتلا و مصائب
۲۳۱	وفات امام حسنؓ	۱۷۵	قرآن مجید کے متعلق آپ کا کلام
۲۳۱	سبب شہادت	۱۷۵	اہل شام
۲۳۳	اولاد امام حسنؓ	۱۷۶	خوف ظلم
۲۳۷	عبداللہ ابن حسن کی اسیری	۱۷۷	حضرت ابو ذرؓ
۲۵۰	خروج محمد و ابراہیمؑ	۱۷۷	قدروقضا
۲۵۱	شہادت محمد بن عبداللہ بن حسن	۱۷۸	توحید
۲۵۵	شہادت ابراہیم بن عبداللہ	۱۷۹	خطوط برائے امراء لشکر
۲۶۱	سید الشہداء امام حسینؑ	۱۷۹	علم نجوم
۲۶۳	سیرت مبارک	۱۸۱	قضائے حوائج کا تذکرہ
۲۶۸	مسلم بن عقیل	۱۸۱	آپ کا کلام والدین سے نیکی کرنے
۲۷۳	عراق میں امام کا دور		کے بارے میں
۲۷۶	شہادت	۱۸۳	توسخروج

۳۲۵	وفات جناب سیدہ	۲۸۲	شہادت بنی ہاشم
۳۳۹	آنحضرت علیہم السلام کا تذکرہ	۲۸۵	سرہائے شہداء اور اسیران کربلا
۳۵۱	حضرت علی بن الحسین بن علی ابن	۲۸۹	سر مظلوم جانب دمشق
	ابطال	۲۹۳	سر مظلوم کہاں دفن ہوا؟
۳۶۱	شہادت زید	۲۹۵	سر مبارک اور ان اونٹوں کا تذکرہ جن
۳۶۶	حضرت امام محمد باقرؑ		پر اسیران سوار تھے
۳۷۱	حضرت امام جعفرؑ	۲۹۶	واقعہ کربلا کے سلسلے میں ام سلمہ، حسن
۳۷۹	حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ		اصغر بن ربیعہ ابن خثعم وغیرہ کے اقوال
۳۸۳	حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ	۲۹۷	ابن عباس کا خواب
۳۹۱	حضرت امام محمد تقیؑ جواد	۲۹۸	نوحہ جنات
۳۹۲	حضرت امام علی تقیؑ الہادی	۳۰۰	وجہ شفق
۳۹۷	حضرت امام حسن عسکریؑ	۳۰۲	عبداللہ ابن عمر
۳۹۹	حضرت امام مہدیؑ	۳۰۲	یزید کا خطبہ
۴۰۱	مدح آنحضرت	۳۰۵	اولاد امام حسین
۴۰۵	صفات و اخلاق آنحضرت طاہرین	۳۰۶	انتقام
۴۰۶	حکایت	۳۰۸	ابن زیاد
۴۰۷	حکایت	۳۱۰	سلیمان بن مرد
۴۰۹	حکایت	۳۱۳	یزید بن معاویہ
۴۱۰	حکایت	۳۲۳	محمد بن حنفیہ
۴۱۲	حکایت	۳۲۳	ارشادات محمدؐ
۴۱۳	حکایت	۳۳۰	جناب خدیجہ اور فاطمہ زہراءؑ

عرضِ مترجم

تذکرۃ الخواص اور اس نے مصنف لوطی دنیا میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اکثر مومنین کرام نے مجھے متوجہ کیا کہ افادہ اہل اسلام کے لیے اس کتاب کا ترجمہ کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس ذمہ داری کو قبول کیا اور نہایت قلیل مدت میں اس کا ترجمہ کر ڈالا۔ اس سلسلے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

- ۱۔ مؤلف تذکرۃ الخواص حنفی المذہب ہیں اس لیے مترجم کا ہر واقعہ کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
 - ۲۔ اگر کوئی واقعہ یا روایت شیعہ عقائد کے خلاف ہو تو اس سے چشم پوشی کی جائے۔
 - ۳۔ سلسلہ اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کا ذکر عوام بلکہ خواص کے لیے بھی مفید نہیں ہے۔
 - ۴۔ کسی حدیث یا روایت پر مؤلف کی تنقیدی بحث کو اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اکثر مواقع پر جواب واحد ہے۔
 - ۵۔ غیر مناسب روایات اور واقعات کو حذف کر دیا گیا ہے۔
- آخرت میں دعا ہے کہ میری یہ حقیر خدمت بارگاہ اہلبیت عصمت و طہارت میں شرف قبولیت حاصل کرے۔

احقر

سید صفدر حسین نجفی



سوانح..... علامہ سبط ابن جوزی

شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن فرغلی ابن عبداللہ بغدادی سبط حافظ ابو الفرج عبدالرحمن ابن جوزی حنفی ۵۸۱ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ محمد عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ کے صفحہ ۲۳۰ پر ان کے مفصل حالات درج کیے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یوسف نے علم فقہ میں کمال حاصل کیا اور اپنے نانا ابن جوزی سے احادیث کی سماعت کی اور اپنے نانا ہی کی تربیت کی وجہ سے بچپن میں مذہب حنبلی کے پیرو ہوئے پھر موصل اور دمشق کی طرف چلے گئے اور جمال الدین محمود حیسری سے علم فقہ کی تعلیم لی اور حنفی مذہب اختیار کیا۔ سبط ابن جوزی عالم فقیہ اور واعظ تھے۔ لوگ ان کے پاس بیٹھنا پسند کرتے۔ زبان میں انتہائی مٹھاس تھی۔ بحث و مباحثہ کے مرومیدان اور انتہائی ذہین تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے شرح الجامع الکبیر۔ کتاب ایثار الانصاف۔ تفسیر قرآن منتہی السؤل فی سیرۃ الرسول۔ اللوامع فی احادیث المختصر والجامع اور مرآة الزمان ہیں۔ اکیسویں ذی الحجہ ۶۵۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے عبدالعزیز نے اپنے باپ سے تعلیم فقہ حاصل کی اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ماہ شوال ۶۶۶ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد لکھنوی کہتے ہیں کہ ابن خلکان نے عون الدین یحییٰ ابن ہبیرہ متوفی ۵۷۰ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ ”فرغلی عون الدین ابن ہبیرہ کا غلام تھا اور اس نے شیخ جمال الدین جوزی کی بیٹی سے شادی کی تو اس کے ہاں شمس الدین ابوالمظفر یوسف ابن فرغلی سبط ابن جوزی پیدا ہوئے۔ جنھوں نے تاریخ کی ایک کتاب لکھی

خس کا نام مرآة الجنان ہے۔ میں نے دمشق میں اسے بیس جلدوں میں دیکھا ہے۔ اور وہ کتاب مولف کے اپنے خطا کی لکھی ہوئی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسی کتاب مرآة الجنان میں ہے کہ علامہ واعظ مورخ شمس الدین ترکی ثم بغدادی سبط شیخ جمال الدین ابن جوزی کو ان کے نانا نے خود بھی تعلیم دی اور ایک اور جماعت علماء سے تعلیم دلوائی۔ اور ۶۰۰ھ سے کئی سال بعد دمشق کو انھوں نے اپنا وطن بنا لیا۔ وہاں اسے انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی اور ان کی ایک تفسیر کی کتاب آتیس جلدوں میں ہے اور شرح الجامع الکبیر اور اید جلد مناقب ابو حنیفہ میں ہے۔ پھر لہجے میں کہ مجد الدین شیرازی نے کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ سبط ابن جوزی کا والد وزیر عون الدین ابو ہبیرہ کا غلام تھا لیکن بمنزلہ بیٹے لے رکھتا تھا اس لیے اسے آزاد کر دیا اور اس کے لیے شیخ جمال الدین کی بیٹی کی خواستگاری کی۔ شیخ سے انکار ہو گیا۔ پس اس عورت کے لطف سے یوسف مذکور پیدا ہوئے۔ انھیں نانا نے تعلیم دلائی اور مسلک حنفیہ کا پیرو بنا دیا۔ وہ وعظ و نصیحت میں اپنے زمانہ کے منفرد تھے۔ ان کے وعظ و پند سے دل رقیق ہو جاتے۔ ان کا کلام سن کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے وہ اپنے معاصرین سے بڑھ گئے بلکہ بہت سے گزشتہ واعظین سے بھی سبقت لے گئے۔ ان کی مجلس وعظ دلوں اور آنکھوں کے لیے پاکیزگی کا باعث ہوتی۔ ان کے وعظ میں صلحاء، حاکم وقت اور وزراء حاضر میاں رہتے ان کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں لوگوں کی ایک خاصی تعداد ان کے وعظ و پند سے متاثر ہو کر توبہ نہ کرتی۔ بہت سی مجالس میں ذمی کفار شرف بہ اسلام ہوتے مسجد دمشق میں جس صبح کے لیے ان کے وعظ کا اعلان ہوتا رہتا ہی سے لوگ جگہ حاصل کرنے کے لیے مسجد میں آنا شروع ہو جاتے۔ موصوف حنبلی مذہب کے پیرو تھے لیکن ملک معظم عیسیٰ کی ہم نشینی کی وجہ سے بادشاہ نے انھیں اپنی طرف مائل کر لیا اور مذہب ابو حنیفہ کا پیرو بنا دیا۔ ملک معظم مذہب حنفی میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔

نیز محی الدین ابو محمد عبدالقادر ابن ابوالوفا قرظی حنفی مہری نے اپنی کتاب الجوامع المفیدہ فی طبقات الحنفیہ کی جلد ۲ ص ۲۳۵ پر مولف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موصوف نے اپنے نانا سے بغداد میں حدیث روایت کی اور ابوالفرج ابن کلیب اور ابو

حضرت ابن طبرزد سے علم حاصل کیا۔ موصل اور دمشق میں تعلیم حاصل کی اور دمشق و مصر میں سلسلہ بیان حدیث شروع کیا۔ ملوک امراء علماء اور عوام سے وعظ وغیرہ میں قبولیت کی سند حاصل کی۔ وہ اپنی کتاب مرآة الزماں میں لکھتے ہیں کہ شیخ موقف الدین ابن قدامہ حنبلی ان کے وعظ میں حاضر ہوتے تھے۔ موصوف کی تصنیف شرح جامع الکبیر اور ایثار الانصاف میں جبل قالیون میں اکیسویں ذی الحجہ ۶۵۴ھ بروز منگل بوقت شب وفات پائی۔ جبل قالیون شمالی کی جامع مسجد کے سامنے ان کی نماز جنازہ سلطان ملک الناصر صلاح الدین یوسف ابن محمد ابن ملک طاہر غازی ابن یوسف ابن ایوب نے پڑھائی۔

ابن عماد حنبلی نے کتاب شذرات الذہب جلد ۵ ص ۲۶۶ حوادث ۶۵۴ھ میں لکھا ہے کہ اسی سال سبط ابن جوزی علامہ واعظ مورخ شیخ الدین ابوالمظفر یوسف ابن فرغلی ترکی ثم بغدادی ہمسیر کی حنفی سبط شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے وفات پائی اسے اس کے نانانے خود بھی تعلیم دی اور ابن کلیب اور دیگر لوگوں سے تعلیم دلوائی۔ ۶۰۰ھ کے چند سال بعد دمشق میں پہنچا اور وہاں وعظ شروع کیا۔ ان کے لطیف خصائل اور عمدہ وعظ کی وجہ سے انھیں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کی تفسیر اکتیس جلدوں میں ہے جو الجامع الکبیر کے نام سے موسوم ہے اور ان کی کتاب مرآة الزماں ہم باسٹی ہے اور ایک جلد مناقب ابوحنیفہ میں ہے۔ تدریس اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔ بادشاہوں کی نظر میں قابل احترام تھے۔ ملک معظم نے انھیں مذہب ابوحنیفہ کی طرف پھیر لیا۔ اس بارے میں بہت سے لوگوں نے ان پر تنقید کی یہاں تک کہ ایک دفعہ جب وہ منبر پر تھے تو ایک صاحب حال فقیر نے ان سے کہا کہ کسی بڑی شخصیت سے انسان اس وقت تک اعتراض نہیں کرتا جب تک اس میں کوئی عیب نہ دیکھے۔ تمہیں امام احمد میں کون سا عیب نظر آیا کہ تم اس سے روگردان ہوئے تو سبط ابن جوزی نے اس سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ وہ فقیر کہنے لگا۔ میں تو خاموش ہو جاتا ہوں لیکن آپ کوئی کلام فرمائیے۔ موصوف نے جواب دینا چاہا لیکن نہ دے سکے اور منبر سے اتر آئے۔ اگر ان کی کتاب مرآة الزماں کے علاوہ کوئی اور کتاب نہ بھی ہو تو ان کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ اپنی تالیف میں انھوں نے عجب و غریب طریقہ اختیار کیا ہے۔ اول زمانہ سے لے کر ۶۵۴ھ

کے اوائل تک کے حالات لکھے ہیں اور اسی سال ان کی وفات ہوئی ہے۔ میں ذی الحجہ منگل کی رات اپنے مکان واقع جبل الصالحیہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے ان کے دفن کے وقت ملک ناصر بادشاہ شام موجود تھا۔

نیز اسماعیل پاشا بغدادی نے بدیۃ العارفین و اسماء المولفین و آثار المصنفین کی جلد ۲ ص ۵۵۴ پر ان کے حالات زندگی درج کیے ہیں اور اس کی تصانیف میں کتاب اختصار الامام آئمۃ الامصار (یعنی ابوحنیفہ) ایثار الانصاف، ایضاح القوانین، الاصطلاح اور تذکرۃ الخواص من الامۃ فی ذکر مناقب الائمۃ (زیر نظر کتاب) تفسیر القرآن ۲۹ جلد۔ تلخیص الجامع الکبیر الشیبانی فی الفرع۔ مصرۃ الزمان۔ شرح صحیح مسلم۔ کنز الملوک فی کیفیۃ الملوک مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ۳۰ جلد۔ معاون الابریز ۱۹ جلد۔ مختصر الامح فی احادیث المختصر و الجامع۔ فتبی السؤل فی سیرۃ الرسول۔ نہایتہ الصنائع فی شرح المختصر و الجامع کی دوسری شرح کو شمار کیا ہے جیسا کہ مقدمہ الذکر بغدادی نے اپنی کتاب ایضاح الملوکون ذیل کشف ظنون جلد ۱ ص ۲۷۴ پر ان کی کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ بہ ذکر فی مناقب الائمہ کا ذکر کیا ہے۔

نیز یوسف الیان سرکیس نے معجم المطبوعات جلد ۱ ص ۶۸ اور ص ۶۹ پر اس کے حالات نقل کیے ہیں اور اس کی کتب مطبوعہ میں تذکرۃ خواص الامۃ بذکر خصائص الائمہ کو ذکر کیا ہے۔

نیز جرجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ آداب اللغۃ العربیہ میں اس کی کتب میں سے تذکرۃ خواص الامۃ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت علیؑ اور آئمہ شاعر کے حالات میں ہے اور ایران میں ۱۲۸۸ھ میں طبع ہوئی ہے۔

اور بہت سی کتب رجال میں مؤلف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض مولفین اور ان کی کتب حسب ذیل ہیں۔ ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرہ میں ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابوالفداء نے مختصر فی اخبار البشر میں مقرر بنی نے الملوک میں ابن حجر نے لسان المیزان میں ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ میں یافعی نے مرآۃ البیان میں

لعیسیٰ نے الدارس میں ابن عماد نے شذرات الذهب میں قرشی نے الجواهر المصیۃ میں ابن قطلوبغا نے تاج التراجم میں طاش کبریٰ نے مفتاح السعادة میں حاج خلیفہ نے۔ کشف الظنون میں لکھنوی ہندی نے، فوائد بہیہ میں بغدادی نے، ہدیۃ العارفین نیز ایضاً المکتون میں حلہی نے، فہرس مخطوطات الموصل میں کورکیسی عواد نے، المخطوطات التاريخیہ میں عباس عزادی نے، التعریف بالمورخین میں کوربی زادہ محمد بادشاہ نے، کتب خانہ سندھ میں لطفی عبدالبدیع نے، فہرس المخطوطات الصورہ میں کتابی نے، فہرس الفہارس میں سید نے، المخطوطات المصورہ میں اور المکتبہ البدیہ فی فہرس الطب میں اور اصحاب فہرس الهند یوہ میں اور جعفر حسنی نے مجلد مجمع العلمی والعربی میں صلاح الدین المنجد نے مجلہ محمد المخطوطات میں صاحب تاریخ علماء بغداد ابن خلکان نے وفيات الاعوان میں صاحب فہرس التہمیدی جرجی زیدان نے آداب اللغۃ العربیہ اور دائرۃ المعارف اور اسلامیہ میں زرہکی نے اعلام میں کحالیہ نے، مجم المومنین میں یعقوب الیان سترکیسی نے، مجم المطبوعات میں خوانساری نے، روضات الجنات میں اور ہمارے شیخ بزرگ طہرانی نے کتاب ذریعہ میں اور محدث شیخ عباس قمی نے اکتی والا القاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں جن علام سے اجازت قرآنہ سمانہ روایت لی ہے ان کے نام اس ترتیب سے درج ذیل ہیں جس طرح کتاب میں ہیں۔

- ۱- عبداللہ بن ابی مجد حربی سے بغداد میں سال ۵۹۶ھ (ص ۴)
- ۲- ابوالفرج ابن جوزی جد ماوری مؤلف (ص ۸)
- ۳- علامہ زید ابن الحسن بن زید کندی (ص ۱۱)
- ۴- ابو محمد عبدالعزیز بن محمود بزاز (ص ۲۳)
- ۵- عمرو ابن صانی موصلی استاد مؤلف (ص ۲۳)
- ۶- ابوالفرج ابن جوزی جد ماوری مؤلف سے بغداد میں سال ۵۹۶ھ (ص ۴۹)
- ۷- ابوالقاسم عبدالحسن بن عبداللہ بن احمد طوسی (ص ۴۹)

- ۸- عبد الوہاب (ابن عبد اللہ) مقری (ص ۹۲)
- ۹- ابو محمد بزاز (ص ۱۰۴)
- ۱۰- ابو طاہر خزیمی (ص ۱۱۰)
- ۱۱- عبد الملک بن مظفر بن غالب جزئی (ص ۱۱۲)
- ۱۲- احمد بن جعفر (ص ۱۱۳)
- ۱۳- عبد الوہاب بن علی حوضی (ص ۱۱۶)
- ۱۴- عبد الرحمن بن ابی حامد حرابی (ص ۱۱۷)
- ۱۵- ابو الفرج ابن جوزی جد مادری مؤلف (ص ۱۱۸)
- ۱۶- سید شریف ابوالحسن علی ابن محمد حسینی (ص ۱۲۰)
- ۱۷- ابو حفص عمر ابن معمر دارقطنی قراۃ علیہ (ص ۱۲۰)
- ۱۸- علی ابن الحسین (ص ۱۲۲)
- ۱۹- ابوالقاسم تقیس ابناری استاد مؤلف (ص ۱۲۳)
- ۲۰- عبد اللہ ابو محمد حرابی (ص ۱۲۷)
- ۲۱- ابو طاہر خزیمی (ص ۱۲۸)
- ۲۲- عبد الوہاب بن عبد اللہ صقری (ص ۱۳۰)
- ۲۳- عبد اللہ بن علی حوضی (ص ۱۳۱)
- ۲۴- ابوالحسن بن نجار مقری (ص ۱۵۰)
- ۲۵- ابو الفرج بن جوزی جد مادری مؤلف (ص ۱۷۳)
- ۲۶- ابو الفرج بن جوزی جد مادری مؤلف (ص ۲۱۳)
- ۲۷- ابو محمد جوہری (ص ۲۳۳)
- ۲۸- قاضی اسعد ابوالبرکات عبد القوی بن ابوالحالی بن جبار سعدی سے دیار مصریہ
میں ماہ جنادی الاولیٰ ۶۰۹ھ میں سامعا (ص ۲۶۴)
- ۲۹- زید ابن حسن نعری (ص ۲۶۸)

- ۳۰۔ ابو عبد اللہ محمد بن بند بن بختی بغدادی (ص ۳۰۸)
- ۳۱۔ ابوالفرج ابن جوزی جد مادری مولف (ص ۳۰۸)
- ۳۲۔ ابوالجید محمد ابن ابوالکارم قزوینی سے دمشق میں ۶۲۲ھ (ص ۳۱۳)
- ۳۳۔ ابوالفرج ابن جوزی سے سامعا بغداد میں ۵۹۶ھ (ص ۳۱۷)
- ۳۴۔ عمر بن معمر کاتب (ص ۲۳۶)
- ۳۵۔ عبدالوہاب ابن علی حوضی (ص ۳۴۳)
- ۳۶۔ ابو محمد بزاز (ص ۳۴۸)
- ۳۷۔ ابوالفرج ابن جوزی (ص ۳۶۲)
- ۳۸۔ عبدالملک بن مظفر بن غالب جزی (ص ۳۶۷)
- ۳۹۔ ابو محمد عبدالوہاب مقرئ (ص ۳۶۸)
- ۴۰۔ ابوالفرج ابن جوزی (ص ۳۶۹)
- ۴۱۔ عبداللہ بن احمد مقدس قرآۃ عالیہ ۶۰۲ھ (ص ۳۷۰)
- عبداللہ بن احمد مقدس قرآۃ عالیہ ۶۰۲ھ (ص ۳۷۱)
- ۴۲۔ عبداللہ بن احمد مقدس قرآۃ عالیہ (ص ۳۷۱)
- ۴۳۔ ابوالفرج ابن جوزی (ص ۳۷۱)
- ۴۴۔ ابوالفرج ابن جوزی (ص ۳۷۳)

اور مولف اپنی دیگر کتب میں اپنے اساتذہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان کتب کی طرف رجوع کریں۔ محدث ابو محمد عبدالقادر بن ابوالوفا قرشی حنفی مصری نے اپنی کتاب الجواہر المصیہ کی جلد ۲ ص ۲۳۱ پر مولف کے اشعار نقل کیے ہیں لہذا میں نے بھی امام شرف الدین ابویوسف یعقوب ابن احمد طبری نے خبر دی کہ میں نے اپنے استاد امام حافظ کمال الدین ابی حامد محمد بن علی بن محمود محمودی صابونی کے سامنے یہ اشعار پڑھے اور کہا کہ یہ اشعار امام بقیۃ السلف ابو مظفر یوسف بن قرقلی بن عبداللہ بغدادی نے اپنے متعلق بروز جمعرات ۲۰ شعبان ۶۳۲ھ اپنے مکان مرج الرجاج جو دمشق کی پشت پر واقع ہے

سناے۔ ترجمہ اشعار درج ذیل ہے:

- ۱۔ میری مصیبت کو دور کرنے والے تجھ پر میرا بھروسہ ہے اور اے وہ جو میری سختی کے وقت تہائی میں میرا منوس و مددگار ہے۔
 - ۲۔ اور اے وہ کہ میں نے جس کے عہد کو کوئی بار توڑا جو میرے اور اس کے درمیان ہے باوجود اس کے میری رسوائی ظاہر نہ ہوئی۔
 - ۳۔ میری فریاد رسی کر کیونکہ میں نے جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی تھی میری فریاد کو پہنچ کیونکہ میرے گناہوں کے سبب میری مصیبت طویل ہو گئی ہے۔
 - ۴۔ اے میری آنکھ آسلی سناوت کرتی تو میں اپنے اوپر نوہ کرتا اور میرا نوہ اور زاری طویل ہوتے۔
 - ۵۔ لیکن میرے گناہوں کے زخموں نے مجھے ٹھیر رکھا ہے۔ پس میری بدبختی اور قساوت قلب کی وجہ سے آنسو کم ہو گئے ہیں۔
 - ۶۔ میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہوں پس کتنا برا حال ہے میرا اپنی مصیبت اور غفلت کی وجہ سے۔
- مؤلف کا بیٹا عبدالعزیز بن یوسف بن فرغلی اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی جگہ (مدرسہ عربیہ میں جو میدان الکبیر کے نام سے مشہور تھا) درس دیا کرتا تھا اور ماہ شوال کے آخر میں ۶۶۶ھ میں اس نے وفات پائی اور باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔ اس کے حالات محی الدین قرشی نے اپنی کتاب الجواہر المفضیہ جلد ۱ ص ۳۲۲ پر درج کیے ہیں۔

محمد صادق بحر العلوم

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا یا رحمت اور سلامتی نازل فرما ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شیخ امام عالم علامہ فاضل فہامہ وحید عصر فرید دہر جمال دنیا و دین بقیہ علما عالمین برکت ملوک سلاطین یوسف نواسہ شیخ امام عالم زاہد و کامل لسان عرب ترجمان ادب سید ^{مستکسین} ابو الفرج عبدالرحمن بن جوزی خدا اس کی روح کو مقدس اور قبر کو منور فرمائے کہتے ہیں۔

حمد ہے اس خدا کے لیے جو چھوٹی بڑی نعمتوں کا بخشنے والا ہے اور ہر مصیبت کا دور کرنے والا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور بہترین اعتدال میں رکھا۔ اور اسے تمام ذی روح چیزوں پر نکریم و شرف کے لحاظ سے فضیلت دی فصاحت لسانی اسے عطا فرمائی اور بہترین کتب اس پر نازل کیں۔ اس کو کلماتِ ظاہرہ کی معرفت اور مشکل حکمتوں کی پوشیدگیوں اور لطیف تاویلات سے مخصوص فرمایا اور رحمت خدا ہو ہمارے سردار حبیب اور شفیع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو عادل طریق کے ہادی بہترین راستے اور واضح ترین سبیل کے داعی ہیں جو کہ کلمہ حق کی طرف ارشاد کرنے والے عظیم ترین برہان اور روشن ترین دلیل سے تمام مخلوق کے ناصح ہیں۔ قدیم زمانہ سے جن کی نعمت توراہ میں اور اوصاف انجیل میں موجود ہیں۔ تو قیر و تعظیم اور بزرگی کے ساتھ کریم بنا کر تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور رحمت خدا ہو آپ کی آل اصحابِ عمرت اور آپ کی ملت میں سے مخصوص اصحاب پر جو روشن پیشانیوں والے ہیں جنہوں نے آپ کے دین کے قیام پر ہر زمانہ میں نصرت کی۔

(مؤلف)

تذکرۃ الخواص

تذکرۃ الخواص

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام

بعد حمد و ثنا پس یہ کتاب امام عظیم پیکر حلیم سید کریم برادر رسول زوج بتول سیف اللہ المسلمول سید خفاء ابن عم مصطفیٰ امام و عالم دین قاضی و حاکم شرع متین منصف ہر مظلوم از ظالم مصدق در جلوة بجا تم مفرق کتاب مظہر العجائب اسد اللہ الغالب ابو اسحٰنین علی ابن ابی طالب خداوند عالم آپ سے اور آپ کی زوجہ محترم سے راضی رہے اور سیدہ عالم کے پدر بزرگوار پر رحمت نازل کرے اور ہمیں حضور کے گروہ میں محشور فرمائے اور خداوند عالم باقی صحابہ اور اہلبیت سے راضی رہے کے تذکرہ میں ہے۔

نسب مبارک

علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن قحیر بن مالک بن نصر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان ہیں آپ کا سلسلہ عدنان تک متفق علیہ ہے اور عدنان سے لے کر حضرت آدم تک چونکہ اختلاف ہے لہذا ہم نے عدنان تک ہی اختصار کیا ہے۔ جناب ابو طالب کا نام عبدمناف تھا۔ اور جناب عبد اللہ (والد سرکار رسالت) کے سگے بھائی تھے۔ دونوں کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عاتر ہیں۔ عبدالمطلب کا لقب شعیبۃ الحمد ہے کیونکہ ان کے سر پر سفید بالوں کا ایک گچھا تھا۔ آپ کی کنیت ابوالمطہا ہے کیونکہ اہل مکہ ان کی وجہ سے پانی سے سیراب ہوتے تھے لہذا وہ اس کنیت سے آپ کو

پکارنے لگے۔ آپ کو عبدالمطلب اس لیے کہا گیا کہ مکہ میں حاجیوں کے لیے پانی کا انتظام اور مہمانداری آپ کے چچا عبدالمطلب کے ذمے تھی اور یہ مطلب ہاشم کے بھائی تھے اور ہاشم نے مدینہ میں بنی نجار کے گھرانے کی ایک خاتون سے شادی کر لی تھی۔ جس کا نام سلمیٰ بنت عمر تھا۔ اس کے شکم سے شیبۃ الحمد مدینہ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں جناب ہاشم وفات پا گئے۔ شیبہ کی نشوونما مدینہ میں ہوئی۔ اہل مکہ میں سے ایک شخص وہاں سے گزر رہا تھا شیبۃ بچوں کے ساتھ تیر اندازی میں مصروف تھے اور کہتے تھے میں سردار قریش اور ابوالطلحا کا بیٹا ہوں۔ اس شخص نے ان کے متعلق لوگوں سے سوال کیا تو بتایا گیا کہ یہ ہاشم کے فرزند ہیں۔ جب وہ مکہ میں پہنچا تو مطلب کو اس واقعہ سے باخبر کیا وہ فوراً روانہ ہو گئے اور مدینہ میں پہنچ کر انھیں بچوں میں کھیلتا دیکھا تو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ جب مکہ میں پہنچے تو لوگ کہنے لگے کہ یہ مطلب کا غلام ہے۔ مطلب کہنے لگے تمہارا برا ہو یہ تو میرے بھائی ہاشم کا فرزند ہے لیکن یہ نام مشہور ہو گیا۔ جب مطلب فوت ہوئے تو ان کے قائم مقام عبدمناف (ظاہر عبدالمطلب) ہوئے اور جناب ہاشم کا نام عمر وادور ہاشم لقب ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں قحط سالی ہو گئی اور تمام اہل مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے تو جناب ہاشم ان کے لیے روٹی کے ٹکڑوں کا چوراہا بناتے اور انھیں کھلاتے تھے۔ اس سلسلے میں شاعر کہتا ہے:

عمرو العلیٰ ہشم الثرید لقومہ

ورجال مکة مستنون عجاج

(اور بلند ترین عمرو نے اپنی قوم کے لیے ثرید بنایا اور آنحالیکہ مکہ کے لوگ سخت

قرحط میں مبتلا تھے)

اور عبدمناف کا نام مغیرہ تھا اور قصی کا نام زید تھا۔ قصی انھیں اس لیے کہا گیا چونکہ ان کی ماں انھیں مکہ سے دور شام لے گئی تھیں۔ ان کا نام صحیح اور اس کے علاوہ اور نام بھی تھے۔

قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد تھیں کلاب بن مرہ نے ان سے شادی کی وہ

نوت ہوئے تو قصبی ابھی بچہ تھے تو قاطمہ سے ربیعہ بن حزام بن ضبہ نے شادی کر لی اور اسے شام لے گیا۔ قصبی بھی ساتھ تھے جب قصبی بڑے ہو گئے تو ایس مکہ لوٹ آئے اور مکہ پر ان کا تسلط ہو گیا اور انھوں نے قبائل قریش کو مکہ میں جمع کر لیا۔

کلاب کی والدہ ہند بنت سوید بن ثعلبہ تھی اور مرثدہ کی ماں کا نام منشیہ بنت شیبان تھا اور کعب کی والدہ مادیہ بنت کعب تھیں۔ لوی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت خالد بن نضر بن کنانہ تھا۔ غالب کی ماں کا نام لیلیٰ بنت حرت اور فہر کی والدہ جندلہ بنت عامر جرہمیہ تھی۔ قصبی کے بعد فہر ہی تھے جنھوں نے قریش کو دوبارہ مجمع کیا بعض کہتے ہیں کہ نضر بن کنانہ کا لقب قریش ہے اور جو اولاد نضر میں سے نہیں اسے قریشی نہیں کہا جاسکتا۔ اور پہلے قول کی بنا پر جو قصبی کی اولاد سے نہیں وہ قریشی نہیں ہو سکتا اور قریش کے معنی جمع کرنا اور لبیک کہنا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قریش ایک سمندری جانور کا نام ہے جو دیگر سمندری جانوروں کو کھا جاتا ہے اسی کے نام پر قریش کا یہ نام پڑا۔

مالک کی ماں عرابیہ بنت سعد بن قیس غیلان تھیں اور خزیمہ کی سلمہ بنت اسلم قضاعیہ اور مدرکہ کا نام عمر و تھا۔ ان کی والدہ حذاف اور بعض کے نزدیک لیلیٰ بنت حلوان قضاعیہ تھیں اور الیاس کی والدہ رباب بنت جیدت بن معد ہیں اور مضر کی والدہ کا نام سووہ بنت عسک اور نزار کی معانہ بنت حوشم اور معد کی ہوزہ سلمیہ۔

اسم گرامی

علماء میں اختلاف ہے کہ آپ کا نام علی کیسے رکھا گیا۔ مجاہد کا قول ہے کہ ولادت کے وقت آپ کی والدہ نے یہ نام رکھا اور عطا کہتا ہے کہ والدہ نے نام تو حیدر رکھا تھا اور اس کی دلیل آپ کا خیبر کے دن کا یہ قول ہے کہ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ پس جب آپ نے رسول اکرم کے دوش مبارک پر سوار ہو کر بت توڑے تو یہ سب علو رفعت و شرف کے نام علی ہوا۔ مجاہد کا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ نے ولادت کے وقت ہی یہ نام رکھا تھا اور والدہ علی کا علی نام رکھنا حیدر کے ساتھ بھی منافات نہیں رکھتا کیونکہ حیدر شیر کا ایک نام

ہے۔ اس کی گردن اور بازوؤں کی درشتی اور سختی کی وجہ سے۔ اور اسی طرح امیر المؤمنین کا اصلی نام تو علی ہے اور حیدر آپ کی صفت ہے رسول اللہ نے آپ کا نام ذوالقرنین بھی رکھا۔ (حزف سند کے ساتھ) سلمہ ابن طفیل نے حضرت علی سے روایات کی ہے کہ آپ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا یقیناً تیرے لیے جنت میں ایک قصر ہے اور تو اس امت کا ذوالقرنین ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں ذکر کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں بھی ذکر کیا ہے کہ جس میں فضائل امیر المؤمنین جمع کیے ہیں۔ نسائی نے بھی مسند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

آپ کو بطین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ میں علم لبریز تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے اگر میرے لیے مسندِ علم بچھا دی جائے تو میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر آتی بیان کروں کہ جس سے ایک اونٹ کا بار ہو جائے۔

آپ کو انزع بھی کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کو کبھی شرک نے مس نہیں کیا۔ بعض کہتے ہیں چونکہ آپ کے سر کے اگلے حصے میں خود پہننے کی وجہ سے بال نہیں تھے اس لیے نزع کہا گیا۔

آپ کو اسد اللہ اور اسد الرسول بھی کہا جاتا ہے۔ یعسوب المؤمنین بھی آپ کو کہتے ہیں۔ یعسوب شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں۔ وہ سب مکھیوں میں زیادہ کچھدار ہوتا ہے چھتے کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے جب کوئی مکھی وہاں سے گزرتی ہے تو وہ اس کے منہ کو سونگتا ہے اگر اس سے بونے بدآنے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ کسی بدبو دار پودے سے رس لے کر آئی ہے۔ پس اس مکھی کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور چھتے کے دروازہ پر پھینک دیتا ہے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت کا باعث ہو اسی طرح حضرت علی جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیں گے اور لوگوں کو سونگھیں گے جس سے اپنے بغض کی بو آئے گی اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔

کتاب صحاح میں ہے کہ یعسوب شہد کی مکھیوں کا بادشاہ ہے اور اسی لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ اور مؤمنین شہد کی مکھیوں کے مشابہہ ہیں۔ کیونکہ شہد کی مکھی پاک و

طیب چیز کھاتی ہے اور پاک و پاکیزہ چیز اس سے نکلتی ہے۔ علیؑ مومنین کے امیر ہیں اور آپکو ولی، وصی، تقی، قاتل الناکثین والقاسطین، مثل ہارون، صاحب لواء، خالص النعل، کاشف الکرب، ابوالریحانتیں، بیضۃ البلد اور بہت سے القاب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔

کنیت

آپ کی کنیت ابوالحسن ابوالقاسم ابوتراب اور ابو محمد ہے اور نبی کریمؐ نے آپ کی کنیت ابوتراب رکھی اور یہ حدیث مند بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور امام احمد نے ابی حازم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص سہل ابن سعد کے پاس آیا اور کہنے لگا فلاں شخص منبر پر علیؑ کا ذکر کرتا ہے۔ سہل نے کہا وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا وہ آپ کو ابوتراب کہتا ہے اور ابوتراب پر (معاذ اللہ) لعنت کرتا ہے۔ سہل غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ کنیت تو آپ کی رسول اللہ نے ہی رکھی تھی۔ کوئی نام بھی علیؑ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔

زہری کا بیان ہے کہ اس وقت علیؑ کو سب کرنے والا مردان بن الحکم تھا کیونکہ یہ (خبیث) معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔

حاکم ابو عبد اللہ شیشاپوری کا کہنا ہے کہ بنی امیہ اس نام کے ساتھ علیؑ کی تنقیص کیا کرتے تھے حالانکہ یہ نام تو رسول اللہؐ نے رکھا تھا اور امیر المومنینؑ پر خطبہ کے بعد یہ (ملاہین) اپنی حکومت کے زمانہ میں لعنت کرتے تھے اور اس نام سے آپ کا مذاق اڑاتے تھے لیکن درحقیقت یہ تو اس کا مذاق اڑاتے تھے جس نے آپ کا نام رکھا تھا اور خداوند عالم فرماتا ہے کہہ دو اے رسولؐ کیا تم لوگ اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کرتے ہو۔ تم عذر تراشی نہ کرو بیشک تم لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو اور جو کچھ حاکم نے ذکر کیا ہے یہ درست ہے کیونکہ یہ لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کی ہے کہ وہ معاویہ بن ابی سفیان کے دربار میں حاضر ہوئے تو معاویہ کہنے لگا تمہیں ابوتراب کو سب و شتم کرنے سے

کیا چیز روکتی ہے اٹح۔ اس روایت کو ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ یہ کیفیت (سب علی) عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک بدستور رہی۔ پس اس نے سب کی جگہ یہ آیت مقرر کی۔ ان اللہ یا امر بالعدل والاحسان (اللہ عدل و نیکی کا حکم دیتا ہے) جب عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک بادشاہ ہوا تو وہ بھی سب و شتم سے احتراز کرتا رہا۔ جب لوگوں نے اس کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا کہ ہمیں اس سے کیا سروکار ہے! اور پھر یہ کیفیت یونہی رہی اور بعض کہتے ہیں کہ ولید بن یزید نے دوبارہ سب و شتم علی پر شروع کرا دیا تھا۔

شکل و شباهت

آپ متوازن جسم، کشادہ آنکھیں، مضبوط بازو، میانہ قد اور عریض اللحیہ تھے۔ آپ خضاب نہیں لگاتے تھے اور ایک روایت ہے کہ آپ داڑھی پر پہلے ہندی لگایا کرتے تھے پھر اسے ترک کر دیا۔

والد گرامی

ہم آپ (ابوطالب) کا نسب بیان کر آئے ہیں اور یہ کہ آپ عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ اور جب عبدالمطلب کا وقت وفات قریب آیا تو انھوں نے ابوطالب کو اپنا وصی مقرر کیا اور رسول اللہ کے معاملہ میں ان سے عہد و وصیت کی اور محمد بن سعد نے کتاب الطبقات میں علماء کی ایک جماعت سے جن میں ابن عباس مجاہد عطاء زہری ہیں اس سلسلے کے کچھ واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے ان علماء کا بیان ہے کہ عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جبکہ رسول اللہ کی عمر آٹھ سال تھی اور عبدالمطلب کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی اور وہ مقام حج میں دفن ہوئے۔ ام ایمن فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ عبدالمطلب کے تابوت کے نیچے روتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کی عمر وقت وفات اسی سال تھی لیکن پہلا قول اظہر ہے۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی مذبح کے قیافہ شناس لوگوں کی

ایک جماعت نے عبدالمطلب سے کہا جب کہ انھوں نے رسول اللہ کے قدموں کے نشان دیکھے کہ اے ابوالطحا اس کی حفاظت کیجیے کیونکہ ہم نے اس کے قدم سے زیادہ مشابہہ کوئی قدم نہیں دیکھے اس قدم کے ساتھ جو مقام ابراہیم میں موجود ہے تو عبدالمطلب نے ابوطالب سے کہا کہ سنتے ہو یہ لوگ کیا کہتے ہیں یقیناً میرے اس بیٹے کے لیے ایک خاص ملک ہے۔ پھر (یعنی عبدالمطلب کی وفات کے بعد) ابوطالب نے رسول اللہ کی مدد اور کفالت کے لیے بہترین قیام کیا۔ آپ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے اور جدا نہیں ہوتے تھے اور حد سے زیادہ محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے انھیں مقدم رکھتے اور آپ کو اپنے پہلو ہی میں سلواتے اور رسول اللہ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا تمہارا چہرہ با برکت ہے۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ابوطالب مقام ذی الحجاز میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ رسول اکرم بھی تھے۔ جناب ابوطالب کو پیاس لگی تو کہنے لگے اے میرے بھتیجے مجھے پیاس لگی ہے اور پانی موجود نہیں۔ جناب رسالت مآب سواری سے اترے اور زمین پر اڑی ماری تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ ابوطالب نے پانی پیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب ابوطالب نصرت رسول میں کھڑے ہوئے اور بہترین طریقے سے آپ کی حفاظت و مدافعت کرنے لگے۔ تو قریش ابوطالب کے پاس حج ہو کر آئے اور کہنے لگے آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا۔ ہمیں بیوقوف بناتا اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ کرتا ہے۔ پس اسے یا تو ہمارے سپرد کر دیجیے ورنہ تمہارے اور ہمارے درمیان جنگ ہو جائے گی تو ابوطالب نے کہا تمہارے منہ میں خاک ہو خدا کی قسم میں اسے کبھی بھی تمہارے سپرد نہیں کروں گا۔ تو وہ کہنے لگے یہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ سب سے جمیل اور خوبصورت نوجوان ہے اس کو لے لیجئے اور ان کے عوض اپنا بیٹا بنا لیجئے اور محمد ہمارے سپرد کر دیجئے کہ ہم اسے قتل کر دیں تو ابوطالب نے کہا خدا تمہارے چہروں کو تباہ کرے اور تم پر ہلاکت نازل ہو۔ خدا کی قسم تم نے بہت بری بات کہی تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں تمہارے لیے اس کی تربیت کروں اور اپنا بیٹا تمہیں دوں کہ تم اسے قتل کر دو (ایسا کروں) تو خدا کی قسم میں برا شخص ہوں۔ پھر فرمایا کہ اونٹوں اور ان کے بچوں کو الگ کر لو۔ اگر کوئی اونٹنی اپنے بچے کے

علاوہ کسی کی طرف مائل ہو تو میں بھی مجھ کو تمہارے سپرد کر دوں گا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

وَاللّٰهُ لَنْ يُّصَلِّوا إِلَيْكَ يَجْمَعُهُمْ
حَسْبِي أَرْسَهُ فِي التَّرَابِ وَهَيْبَتَا
فَأَصْدَعِ بَأْمَرَكَ مَا عَلَيْكَ غَضَافَةٌ
وَالْبُشْرُ وَتَرْبِذَاكَ عَيْوَنَا
وَعَرَضْتَ دِينَنَا لِمَحَالَةٍ أَنَّهُ
مَنْ خَيْرًا دِيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينَا الْخ

ترجمہ: خدا کی قسم یہ لوگ اپنی پوری تمیعت کے ساتھ تم تک نہیں پہنچ سکتے۔
جب تک کہ میں مٹی کے نیچے نہیں دفن ہو جاتا۔

آپ اپنا امر واضح کر کے بیان کیجئے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور آپ
خوش رہیے اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیے۔

اور آپ نے ایسا دین پیش کیا ہے جو تمام لوگوں کے ادیان سے بہتر دین ہے۔
ابوطالب نے رسول اللہ کی مدد کے لیے آپ کی ولادت کے آٹھویں سال
سے لے کر اعلانِ نبوت کے دسویں سال تک قیام کیا اور یہ بیالیس سال بنتے ہیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ مجھ سے واقفی نے بیان کیا حضرت علیؑ نے کہا جب ابو
طالب نے وفات پائی تو میں نے جناب رسول خداؐ کو جا کر اطلاع دی۔ آپ بہت شدت
سے روئے پھر مجھ سے فرمایا کہ جاؤ انھیں غسل و کفن پہناؤ اور دفن کرو خدا ان پر اپنی
مغفرت نازل فرمائے۔ عباسؓ نے کہا اے رسول خداؐ کیا آپ ان کے لیے بخشش کی امید
رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم میں یقیناً ان کی بخشش کی امید رکھتا ہوں اور
رسول خداؐ ابوطالب کے لیے کئی دن تک دعا و استغفار کرتے رہے اور گھر سے باہر نہیں
کلے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے سامنے سے ابوطالبؓ کا جنازہ گزرا تو

آپ نے فرمایا اے بیچا آپ نے صلہ رحمی کی خدا آپ کو بہترین جزا دے۔
 نیز امین سعد نے ہشام بن عروہ سے نقل کیا ہے کہ قریش اس وقت تک رسول
 اللہ کو اذیت دینے سے رکے رہے جب تک ابوطالب کی وفات نہیں ہوئی۔
 سدی کہتا ہے کہ وقت وفات ابوطالب کی عمر اسی سے چند سال اوپر تھی۔
 حضرت علیؑ نے ان کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

ابا طالب عصمة المستجير
 وغيث المحول و نور الظلم
 لقد هـد فقدك اهل الحفاظ
 فصلى عليك ولى النعم
 ولقائك ربك و رضوانه
 نقد كنت للطهر من خير عم

ترجمہ: اے ابوطالب آپ پناہ ڈھونڈنے والے کی پناہ قحط زدہ کے لیے
 ابر باراں تاریکیوں کے لیے روشنی تھے۔ آپ کے مفقود ہونے سے محافظین رسول کی کمر
 ٹوٹ گئی۔ آپ پر نعمتوں کا مالک رحمت کرے اور آپ کا رب اپنی رضا آپ کو دے کیونکہ
 آپ طاہر و مطہر رسول کے بہترین بیچا تھے۔

(اس کے علاوہ امیر المؤمنین کے اور اشعار بھی ابوطالب کے مرثیہ میں موجود
 تھے لیکن اختصار کے پیش نظر ان کا ذکر نہیں کیا جاسکا)

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ وہ اسلام لائیں مدینہ
 کی طرف ہجرت کی اور مدینہ میں ۴ھ میں وفات پائی ان کے جنازہ پر سرکار رسالت حاضر
 ہوئے۔ نماز جنازہ پڑھی ان کے لیے دعائے خیر کی اپنی قمیص عنایت فرمائی۔ اور وہ قمیص بطور
 کفن انھیں پہنائی گئی۔

زہری کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ فاطمہؑ کی زیارت کے لیے جایا کرتے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے۔ وہ نیک و صالحہ خاتون تھیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت یا ایہا النبی اذا جاءک المومنات یبا ینک الخ (اے نبی جب مومن عورتیں آپ کے پاس آ کر بیعت کریں) فاطمہؑ بنت اسد کی شان میں نازل ہوئی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مکہ سے پابرجہ چل کر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور یہ پہلی خندہ ہیں جنہوں نے خدیجہ کے بعد محمد رسول اللہؐ کی مکہ میں بیعت کی۔

زہری کا بیان ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے محشور ہوں گے تو فاطمہ نے کہا ہائے رسوائی! تو جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ میں خدا سے سوال کروں گا کہ آپ کو لباس کے ساتھ محشور کرے۔

زہری کہتا ہے کہ فاطمہ بنت اسدؑ نے ایک مرتبہ رسول اللہؐ کو عذابِ قبر کے متعلق بیان کرتے سنا تو کہا کہ ہائے کمزوری۔ تو آپ نے فرمایا میں خدا سے سفارش کروں گا کہ وہ اس سے بھی آپ کو محفوظ رکھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں جبکہ علیؑ ان کے شکم میں تھے۔ انہیں دردِ ذہ شروع ہوا تو ان کے لیے دیوار کعبہ شق ہوئی پس وہ اندر داخل ہوئیں اور وہیں علیؑ پیدا ہوئے۔

تذکرہ اولاد

آپؐ کی تمام اولاد ابو طالبؓ سے ہے وہ چھ افراد پر مشتمل ہے چار بیٹے اور دو بیٹیاں۔ بیٹے یہ ہیں طالبؓ، عقیلؓ، جعفرؓ اور علیؓ اور ہر ایک کے درمیان دس سال کا وقفہ ہے۔ ابو طالبؓ کی اولاد میں طالب سب سے بڑے ہیں اور انہیں سے آپؐ کی کنیت ابو طالب ہے۔ طالب اور عقیل کے درمیان دس سال، عقیل اور جعفر کے درمیان دس سال اور جعفر اور علی کے درمیان دس سال کا وقفہ ہے پس علیؓ کی اولاد ابو طالبؓ میں سب سے چھوٹے اور طالب سب سے بڑے ہیں۔

طالب کی کنیت ابو یزید تھی وہ انساب قریش کے عالم تھے۔ جنگ بدر کے دن مشرکین انھیں جبراً رسول اللہ سے جنگ کے لیے لائے تھے۔ جب جنگ بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی تو طالب کا کوئی پتہ نہ چلا نہ وہ مقتولین میں ملے اور نہ قیدیوں میں۔ ان کے کوئی حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

عقیل کو بھی جنگ بدر میں مشرکین جبراً لائے تھے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے۔ کوئی مال ان کے پاس نہ تھا۔ ان کے چچا عباس نے ان کا فدیہ پیش کیا۔ پھر عقیل مکہ میں واپس چلے گئے تھے اور ۷ھ تک وہیں رہے۔ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جنگ موتہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہؐ نے خیبر کے خراج میں سے ہر سال کے لیے ایک سو چالیس وسق انھیں بطور اخراجات کے عطا کیے۔

واقفی کہتا ہے کہ عقیل ۵۰ھ تک زندہ رہے اور اسی سال وفات پائی ان کی بیٹائی جاتی رہی تھی۔ ابن اسحاق راوی ہے کہ رسول اللہؐ نے عقیل سے کہا اے ابو یزید! مجھے تم سے دو قسم کی محبت ہے۔ ایک تو قربت کی وجہ سے اور دوسری اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا تم سے محبت کرتے تھے۔

عقیل کی اولاد میں سے ایک بیٹا یزید ہے کہ جس سے آپ کی کنیت ہے اور دوسرا سعید ہے۔ ان دونوں کی والدہ ام سعید بنت عمرو ہیں۔ جو بنی صحصہ میں سے تھیں۔ اور دو بیٹے جعفر اکبر اور ابو سعید ہیں ان دونوں کی ماں ام البنین کلابیہ ہیں اور مسلم ہیں کہ جن کو حسینؑ نے کوفہ کی طرف بھیجا تھا اور ابن زیاد نے انھیں شہید کیا تھا اور عبد اللہ عبدالرحمن، علی جعفر، حمزہ محمد ہیں۔ رملہ ام معانی، فاطمہ ام القاسم، زینب ام العثمان، جعفر اصغریہ سب مختلف کنیزوں سے پیدا ہوئے۔

باقی رہی ابوطالب کی دو بیٹیاں تو ایک ام ہانی ہے ان کا نام جمعہ تھا اور بعض کے نزدیک فاخہ اور بعض نے ہند کہا اور یہ وہی ہیں کہ فتح مکہ کے دن جن کے گھر میں رسول اللہؐ نے آٹھ رکعت نماز عید قربان کی پڑھی تھی۔ بخاری اور مسلم نے صحیحین میں انھیں ام ہانی سے روایت کی ہے کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہؐ کی خدمت میں گئی۔

آپ غسل فرما رہے تھے اور جناب فاطمہؑ کی چادر سے پردہ کیے ہوئے تھے۔ میں نے آپ پر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ام ہانی بنت ابوطالب ہوں۔ فرمایا مرحبا! جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آٹھ رکعت نماز پڑھی اور آپ نے ایک ہی کپڑا پہنا ہوا تھا لُحی۔

ام ہانی کے شوہر کا نام ابو وہب ہبیرہ بن عمرو بن عائد مخزومی تھا۔ ام ہانی نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جب (ظاہری) خلافت حضرت علیؑ کی طرف منتقل ہوئی تو آپ نے جعدہ بن ہبیرہ کو ایک جگہ کا گورنر بنایا۔ ابوطالبؑ کی دوسری بیٹی کا نام جمانہ ہے اس کے ساتھ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے شادی کی، حمانہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہؐ کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ اور جعفر بن ابی طالبؑ کی سیرت بعد میں انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

سیرت پر بہترین کتب

اسوۃ الرسول (اول تا چہارم) ذکر العباس

چوہ ستارے آثار جعفریہ

ارح المطالب ماثر الباقریہ

سراج المبین در مقصود

الزہراء محمد بن ابی بکر

فہم عظیم جلا العینین فی سیرت امام زین العابدینؑ

فضائل امیر المومنین (قرآن مجید کی روشنی میں)

آپ کے فضائل آفتاب و ماہتاب سے زیادہ مشہور اور بہت زیادہ ہیں۔ میں نے آپ کے صرف وہ فضائل بیان کیے ہیں جو ثابت اور مشہور ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم کے فضائل تو کتاب خدا سے مستنبط ہیں اور دوسری قسم کے فضائل ان احادیث مشہورہ میں سے ہیں جن میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔

مجاہد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے سوال کیا کہ علی ابن ابی طالب کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ تین ہزار ہیں تو ابن عباس نے کہا کہ علی کے فضائل تین ہزار کی بہ نسبت تیس ہزار سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر ابن عباس نے کہا اگر درخت قلمیں بن جائیں اور دریا سیاہی ہو جائیں انسان اور جنات لکھنے اور حساب کرنے میں مشغول ہو جائیں تو بھی امیر المومنین حضرت علی کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ خدا نے قرآن میں کوئی آیت فضیلت نازل نہیں فرمائی مگر یہ کہ علی اس کے راس و رئیس ہیں۔

قرآن مجید کی وہ آیات جو آپ کی شان میں لخص ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ان میں سے سورۃ بقرہ میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔ **وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي كَانَتْ ۖ وَأَتَىٰ الْوَكُوفَ ۚ** اور **كَعَمَلِ الْوَاكِعِينَ ۚ يَنبَغِيٰ لَهُمْ أَنْ يُرْكَبُوا فِيهَا ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ** یعنی نماز کو قائم کرو ذکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پہلا شخص جس نے رسول اللہ کے ساتھ رکوع

کیا وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ پس یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔

۲۔ اور ان آیات میں سے نیز سورہ بقرہ میں خدا کا یہ ارشاد ہے: **الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا و علانیة** یعنی وہ لوگ جو اپنا مال رات اور دن میں چھپ کر اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔

عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت علیؓ کے پاس چار درہم تھے۔ ایک درہم آپ نے رات کے وقت ایک دن کو ایک پوشیدہ طریقے سے اور ایک علانیہ طور پر صدقہ دیا تو یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

۳۔ ان آیات میں سے سورہ آل عمران میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ **قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نسااننا و نساءکم و انفسنا و انفسکم الخ** کہہ دے اسے رسول آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں جیسا کہ مورخین نے ان سے روایت کی ہے کہ اہل حُجران کا ایک وفد سرکار رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں عبدالمسیح۔ عاقب اور پادریوں کی ایک جماعت تھی۔ وہ لوگ آپ سے کہنے لگے موسیٰ کا باپ کون تھا آپ نے فرمایا عمران۔ انھوں نے پوچھا آپ کا باپ فرمایا میرا باپ عبد اللہ بن مطلب ہے۔ وہ کہنے لگے پھر حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون ہے؟ آپ انظار وحی کے لیے خاموش ہو گئے۔ تو خداوند عالم کا یہ ارشاد نازل ہوا **ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب الخ** یعنی بیشک عیسیٰ کی مثال تو آدمؑ ایسی ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ وہ کہنے لگے ہمارے انبیاء کی طرف خدا نے جو وحی کی ہے اس میں تو یہ موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ جھوٹ بولتے ہو پس یہ آیت نازل ہوئی۔ **فمن حاجک من بعد ماجاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم** یعنی جو شخص

تیرے ساتھ کج بخشی کرے تیرے پاس علم آجانے کے بعد تو اسے کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ارنح وہ کہنے لگے آپ نے انصاف کیا ہم کب مہبلہ کریں۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ کل ہوگا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اگر یہ اپنے اصحاب کی ایک جماعت لے کر آئے تو ان سے مہبلہ کر لیجئے کیونکہ (اس سے معلوم ہوگا) کہ یہ نبی نہیں ہے اور اگر اپنے اہلبیت لے کر نکلے تو پھر مہبلہ نہ کرنا کیونکہ یہ سچائی ہے۔ اور اگر پھر اس سے مہبلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور رسول اللہ اس شان سے نکلے کہ علی آگے آگے تھے حسن رسول کی دائیں طرف حسین بائیں طرف اور فاطمہ پیچھے پیچھے۔ پھر آپ نے ان سے کہا آؤ۔ جب انھوں نے یہ کیفیت دیکھی تو ڈر گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، ہمیں معاف کیجئے خدا آپ کو معاف رکھے تو نبی اکرم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مقابلے کے لیے نکلتے تو ساری وادی میں آگ لگ جاتی۔

ابو اسحق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صبح کے وقت اس شان سے روانہ ہوئے کہ حسین کو اٹھائے ہوئے تھے اور حسن کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فاطمہ آپ کے عقب میں چل رہی تھیں اور حضرت علی سب کے پیچھے تھے اور رسول اللہ نے فرمایا جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا۔ تو اسقف نجران کہنے لگا اے نصاریٰ تحقیق میں ایسا چہرہ دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ سے سوال کریں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو ہٹا دے گا ان سے مہبلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر مسلمانوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ تو وہ رسول اللہ سے دو ہزار حلوں پر مصالحت کر کے اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے۔

۴۔ ان آیات میں سے سورہ مائدہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا وہم راكعون تک۔ یعنی بس تمہارے اولی و حاکم

اللہ اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ شعبی نے اپنی تفسیر میں سدی عقبہ ابن ابی حکیم غالب ابن عبد اللہ سے ذکر کیا ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ کے قریب سے ایک سائل گزرا آپ مسجد میں حالت رکوع میں تھے تو آپ نے اسے اپنی انگٹھی عطا فرمائی۔

اور شعبی نے یہ واقعہ سند کے ساتھ ابوذر غفاری سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے نماز ظہر مسجد میں ادا کی۔ رسول اللہ بھی موجود تھے۔ ایک سائل کھڑا ہو گیا اس نے سوال کیا لیکن کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ علی حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگٹی کا اشارہ کیا اس نے آپ کی اس انگٹی سے انگٹھی اتار لی۔ جناب رسالت مآبؐ یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا اے میرے اللہ تحقیق میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ پالنے والے خیرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے۔ موسیٰ کے اس قول تک کہ ہارون کو میرے امر میں میرا شریک قرار دے۔ پس اس پر قرآن نے گواہی دی کہ عقرب ہم تیرے بازوؤں کو مضبوط کریں گے تیرے بھائی سے اور تم دونوں کے لیے سلطنت قرار دیں گے۔ پس تم دونوں تک وہ (تمہارے دشمن) نہیں پہنچ سکیں گے۔ خدا یا میں (محمدؐ) تیرا منتخب نبی ہوں پس میرے لیے میرا شرح صدر کر دے۔ میرے امر کو مجھ پر آسان کر دے اور میرے اہل میں سے میرے بھائی کو میرا وزیر قرار دے اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے۔ ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم آپ کی دعا ابھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ جبریل علیہ السلام اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ پڑھیے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا و ہم راکعون الخ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور علیؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ مسجد میں ایک سائل تھا جس کے پاس انگٹھی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا کسی نے تجھے کچھ دیا اس نے کہا اس نمازی نے یہ انگٹھی حالت رکوع میں مجھے دی پس رسول اللہ نے آواز بجیر بلند کی اور جبریل یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے

نازل ہوئے۔

اس پر حسان بن ثابت نے یہ شعار کہے:

اباحسن تعدیک روحی و سہتجی
وکل بطی فی الہدی و مسارع
فانت الذی اعطیت اذکنت راکننا
ندتک نفوس الخلق یاخیر راکع
بخاتمک ایمعون یاخیر سید
ویاخیر شارثم یاخیر بائع
فانزل نیک اللہ خیر ولایتہ
ربتینہا فی محکمات الثرائع

(اے ابوالحسن تجھ پر میری روح اور جان قربان ہو جائے اور راہ ہدایت میں ہر سستی اور جلدی کرنے والا فدا ہو جائے۔ یہی تو وہ ہے کہ تو نے عطا کی جب کہ تو رکوع میں تھا تجھ پر تمام مخلوق کی جانیں فدا ہوں۔ اے بہترین رکوع کرنے والے اپنی مبارک انگوٹھی دیئے والے اور اے بہترین بیچنے اور خریدنے والے پس اللہ نے تیری شان میں بہترین ولایت نازل کی اور اسے آیات محکمات میں بیان کیا۔

نیز حسان نے یہ اشعار بھی کہے:

من ذابخاسمہ تصدق راکعاً
واسرہانی نفسہ اسراراً
من کان بات علی فراش محمد
ومحمد اسری یوم النہارا
من کان فی القران سمی مومنأ
فی تسع ایات تسلین غزراً

(کون ہے وہ جس نے حالت رکوع میں انگوٹھی صدقہ کے طور پر دی اور یہ راز

اپنے دل میں رکھا۔ کون ہے وہ جو محمدؐ کے ستر پر سویا جبکہ محمدؐ رات کے وقت غار کی طرف جا رہے تھے۔ کون ہے جس کو قرآن کی نو آیات میں مومن کہا گیا ہے جو آیات کثرت سے پڑھی جاتی ہیں)

۵۔ ان آیات میں سے سورہ برأت میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین (یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ علماء تاریخ کا بیان یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ علیؑ اور ان کے اہلبیت کے ساتھ ہو جاؤ) ابن عباس کہتے ہیں کہ علیؑ سید الصادقین ہیں۔

۶۔ ان آیات میں سے سورہ ہود میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے: اقمین کان علیٰ بینة من ربہ ویتلوہ شاهد منہ یعنی کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہے اور اس کے پیچھے ہے اس کا گواہ جو اسی میں سے ہے۔ نقیبنی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ وہ علیؑ ہیں اور یصلوہ شاهد مند کا معنی یہ ہے کہ وہ رسول اللہؐ سے تمام لوگوں کی نسبت زیادہ قریب ہیں۔

اور نیز نقیبنی نے اپنی اسناد سے زاذان کی روایت سے حضرت علیؑ کا ذکر کیا ہے زاذان کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے تو میں اہل توراہ کے درمیان ان کی توراہ سے فیصلہ کروں اہل انجیل کے درمیان ان کی انجیل سے اہل زبور کے درمیان ان کی زبور سے اور اہل فرقان کے درمیان ان کے فرقان سے اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قریش میں سے کوئی شخص نہیں مگر میں جانتا ہوں اس کے لیے آیت قرآنی جو اسے لیے جنت کی طرف سے جاتی ہے یا جہنم کی طرف تو ایک شخص نے عرض کی اے امیر المؤمنین آپ کی شان میں کون سی آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا اقمین کان علیٰ بینة من ربہ ویتلوہ شاهد منہ جس رسول اللہ علیٰ بینة ہیں اور میں شاهد منہ ہوں۔

۷۔ اور ان میں سے سورہ مریم کے آخر میں خدا کا یہ ارشاد ہے ان الذین امنوا و عملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن وذا یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے تو بیشک خدائے رحمن ان کے لیے مودت قرار دے گا۔ ابن عباسؓ نے کہا یہ مودت و محبت علیؑ کی ہے جو خدا نے مومنوں کے دل میں قرار دی ہے۔

ابو اسحق ثعلبی نے اسی چیز کو اپنی تفسیر میں سند کے ساتھ براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ براء کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے یہ کہا کہ دعا کرو خدا یا میرے لیے اپنے پاس ایک عہد قرار دے اور مومنین کے سینے میں میری مودت قرار دے۔ تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۸۔ اور ان میں سے سورہ احزاب میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔ فمنهم من قضیٰ نحبه ومنهم من ينتظر یعنی بعض ان میں سے وہ ہیں جو اپنے وعدہ کو پورا کر چکے اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔

عکرمہ کہتا ہے جو انتظار کر رہے ہیں وہ امیر المؤمنینؑ ہیں آیت تطہیر کا تذکرہ انشاء اللہ بعد میں کیا جائے گا۔

۹۔ ان میں سے سورہ صافات میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ وقفوہم انہم مسئولون یعنی اور ان کو روک لو بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ مجاہد کہتا ہے یعنی محبت علیؑ کا سوال کیا جائے گا۔

۱۰۔ ان میں سے سورہ جاثیہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ ام حسب الذین اجترحو السیات لکن نجعلہم کالذین امنوا و عملوا الصلحت سواء یعنی کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ جنہوں نے برے اعمال کیے ہیں ہم انہیں ان لوگوں کے برابر قرار دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جنگ بدر کے دن حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اور الذین اجترحو السیات سے مراد عقبہ، شیبہ اور ولید بن مغیرہ

ہیں۔ اور الذین امنوا و عملوا الصالحات سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

۱۱۔ سورہ واقعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ یعنی اور جنہوں نے سبقت کی اور سبقت کی۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جس نے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ حضرت علیؑ ہیں اور انہیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۲۔ سورہ مجادلہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَجَّيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِ مَوَّابِينِ يَذِي نَجْوَايَكُمْ صِدْقَةٌ یعنی اے ایمان والو! جب رسول سے سرگوشی کرنے لگو تو سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دو۔ علماء تاویل نے کہا یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ نے ایک دینار صدقہ دیا پھر رسولؐ سے سرگوشی کی۔ ابواسلمیٰ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ابن عباس سے ہے کہ لوگ رسول اللہؐ سوال کرتے تھے اور بہت پریشان کرتے تھے۔ تو خداوند عالم نے اس آیت کے ذریعے ان کی تادیب کی۔ ثعلبی نے مجاہد سے حکایت کی ہے کہ لوگوں کو سرگوشی کرنے سے منع کر دیا گیا جب تک کہ صدقہ نہ دے لیں۔ تو سوائے علیؑ کے کسی نے سرگوشی نہ کی۔ آپ نے ایک دینار پہلے صدقہ دیا اور پھر سرگوشی کی۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا قرآن مجید میں ایک ایسی آیت ہے کہ جس پر نہ جھ سے پہلے کسی نے عمل کیا ہے اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔

ابن عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ کے لیے تین فضائل ہیں اگر ان میں سے مجھے ایک بھی میسر آجاتا تو مجھے سرخ بالوں والے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔ فاطمہؑ کے ساتھ شادی۔ ۲۔ جنگ خیبر کے دن علم کا عطیہ۔ ۳۔ آیتہ نبویؐ۔

۱۳۔ اور ان میں سے سورہ لم یکن (یعنی سورہ بینہ) میں خداوند عالم کا یہ ارشاد اولشک ہم خیر البریۃ یعنی وہ ہی بہترین مخلوق ہیں۔ مجاہد کہتا ہے اس سے مراد حضرت

علیٰ ان کے اہل بیت اور ان کے محبت ہیں اور قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں ہم نے مختصراً ہی پیش کی ہیں۔ بعض آیات کا تذکرہ مختلف ابواب میں بھی کریں گے کہ جس سے مقصد کتاب خارج نہ ہونے پائے۔ مثلاً سورہ جحدہ میں ارشاد ہے۔ افمن کان مومناً کمین کان فاسقاً الا یتوون یعنی کیا جو مومن ہے وہ مثل فاسق کے ہے (نہیں) یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اما الذین امنوا و عملوا الصالحات فلہم جنات الماویٰ نزلنا بما کانوا یعملون یعنی بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے جنات مادی ہیں۔ یہ عطیہ بہ سبب ان کے عمل کرنے کے ہے۔ باقی رہیں احادیث تو ہم ان روایات سے شروع کرتے ہیں جو صحاح اور کتب مشہورہ میں نقل ہوئی ہیں۔

مجالس کی چند بہترین کتب

کتاب کر بلا

خیام آتش

جہاں بنی

مجالس ترابی (حصہ اول)

مجالس اجتہادی

مجالس حسنیہ

فضائل امیر المومنینؑ

احادیث کی روشنی میں

۱۔ امام احمد نے مسند میں سعد بن وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ حضرت علیؑ کو جنگ تبوک کے موقع پر اپنے گھر والوں پر خلیفہ بنا کر چلے تو علیؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر خلیفہ بنا چلے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری قدر و منزلت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں۔ اس حدیث کو مسلم و بخاری نے صحیحین میں درج کیا ہے اور اس پر دونوں کا اتفاق ہے۔

۲۔ مسلم نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد سے کہا کہ تجھے ابوتراب پر سب و شتم کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو سعد نے کہا جب تک مجھے تین باتیں یاد رہیں گی جو میں نے رسولؐ کو کہتے سنی تھیں میں ہرگز علیؑ پر سب نہیں کروں گا۔ اگر میرے لیے ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ مجھے سرخ رنگ والے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ ان میں سے ایک تو سعد نے حدیث راویہ بیان کی جسے ہم بعد میں انشاء اللہ بیان کریں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب خداوند عالم کا یہ کلام نازل ہوا کہ نذاع ابنائنا و ابنائکم السخ تو رسول اللہؐ نے علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو بلایا اور عرض کی خدا یا یہ میرے اہلیت ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا جب آپ ایک جنگ میں جاتے ہوئے علیؑ کو خلیفہ بنا کر گئے تو حضرت علیؑ نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے آپ عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا

کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ مسعودی نے کتاب مروج الذهب اور معاون الجواہر میں ذکر کیا ہے کہ سعد نے جب معاویہ سے یہ بات کہی تو معاویہ کہنے لگا تو میرے نزدیک اس وقت سے پہلے زیادہ قابل ملامت نہ تھا پس تو نے علیؑ کی پیروی کیوں نہ کی اور ان کی بیعت ترک کر کے کیوں بیٹھ گیا؟ پھر معاویہ نے کہا اگر میں نے رسول اللہؐ سے یہ باتیں سنی ہوتیں جو تو نے علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں سنی ہیں تو مرتے دم تک ان کی چاکری کرتا۔

۴۔ امام احمد نے یہ حدیث کتاب فضائل میں جسے امیر المؤمنینؑ کے فضائل میں تصنیف کی ہے ذکر کی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی بردہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نبی اکرمؐ کے ساتھ شیعۃ الوداع تک نکلے اور وہ رورہے تھے اور کہتے تھے کہ آپ مجھے اپنی معیت سے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑے جا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی طرف جائیں اور میں آپ کے ساتھ نہ ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمہیں نبوت کے علاوہ وہی قدر و منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی اور تم میرے خلیفہ ہو۔

۵۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ جب جنگ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علیؑ کو اپنے اہلیت اور ازواج پر خلیفہ بنا کے چلے کیونکہ مدینہ مردوں سے خالی ہو چکا تھا۔ اور منافقین نے یہ بات بنائی کہ رسول اللہؐ حضرت علیؑ کے ساتھ جانے کو پسند نہیں کرتے۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ مقام شیعہ پر رسول اللہؐ سے جا ملے اور علیؑ رورہے تھے اس کے بعد حدیث منزلت کا ذکر ہے۔

۶۔ محمد بن شہاب زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے گھروالوں پر اسی طرح خلیفہ بنا یا جس طرح موسیٰ نے اپنے بھائی کو بنایا تھا۔ جب کہ حضرت موسیٰ میقات کی طرف گئے تھے۔ باقی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان کہ لا نبی بعدی

میرے بعد کوئی نبی نہیں تو یہ اس لیے کہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ علماء تاریخ کا اتفاق ہے کہ تبوک کے علاوہ کوئی ایسا غزوہ نہیں جس میں حضرت علیؓ جناب رسالت مآبؐ کے ساتھ شریک نہ ہوئے ہوں۔ اور یہ بھی اتفاق ہے کہ تبوک میں جنگ ہی نہیں ہوئی جب اس کے متعلق عدی سے سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگا جنگ شجاع اور بہادروں کو مفقود کر چکی تھی۔ کون جنگ کرتا۔ میں کہتا ہوں۔ (مؤلف)

۷۔ احمد بن حنبل نے کتاب فضائل میں حدیث مواخات نقل کی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) مجروح بن زید باہلی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مہاجرین و انصار میں مواخات (بھائی چارہ) قائم کی تو حضرت علیؓ رونے لگے رسول اللہؐ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ عرض کی کہ آپ نے میرا کسی کے ساتھ بھائی چارہ معین نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا تمہیں تو میں نے اپنی ذات کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ پھر حضرت علیؓ سے فرمایا تمہیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ اس کے بعد فرمایا علیؓ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جسے بلایا جائے گا وہ میں ہوں گا پس میں عرش کی دائیں جانب عرش کے سایہ میں کھڑا ہو جاؤں گا اور مجھے جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنایا جائے گا پھر انبیاء کو یکے بعد دیگرے بلایا جائے گا پس وہ عرش کے دائیں بائیں قطار میں کھڑے ہو جائیں گے اور انہیں بھی جنت کے سبز لباس پہنائے جائیں گے اور میری امت قیامت کے دن سب سے پہلے حساب و کتاب کے لیے بلائی جائے گی۔ پھر تجھے میری قرابت اور میرے نزدیک جو تیری قدر و منزلت ہے اس کی وجہ سے سب سے پہلے پکارا جائے گا اور میرا علم تمہارے سپرد کیا جائے گا اور وہ لواء الحمد ہے۔ پس تم آدمؑ اور ان کے بعد کے انبیاء اور تمام مخلوق کے درمیان اس علم کو لے کر چلو گے اور یہ سب لوگ قیامت کے دن اس علم کے سائے میں ہوں گے۔ علم کا طول ہزار سال کی مسافت کے

برابر ہوگا۔ اس علم کا پھر یرا سرخ یا قوت اور اس کی لکڑی سبز موتی سے ہوگی اور اس کے تین نورانی پھریرے ہوں گے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا وسط دنیا میں ہوگا۔ ہر پھریرے پر ایک سطر لکھی ہوگی۔ ایک پر بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسرے پر الحمد للہ رب العالمین تیسرے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تم اس جھنڈے کو لے کر چلو گے حسن تمھاری دائیں طرف اور حسین تمھاری بائیں طرف ہوں گے۔ یہاں تک کہ تم میرے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان عرش کے سایہ میں آ کے کھڑے ہو جاؤ گے۔ اور تمھیں جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور مجھے عرش کے نیچے سے منادی کی آواز آئے گی کہ بہترین باپ تمہارا باپ ابراہیمؑ ہے اور بہترین بھائی تمہارا بھائی علیؑ ہے۔ پس تمھیں بشارت ہوئے علیؑ کہ بیشک عنقریب تمھیں لباس پہنایا جائے گا۔ جب مجھے پہنایا جائے گا اور تمھیں بھی بلایا جائے گا جب مجھے بلایا جائے گا اور تجھے تہجد و سلام کیا جائے گا اور تو میرے حوض کے پانی پلانے کی جگہ پر کھڑا ہوگا۔ اور اسے سیراب کرے گا جسے تو پہچانے گا۔ پس حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں رسول اللہؐ کے حوض سے کچھ جماعتوں کو دور کر دوں گا جو منافق ہوں گے جس طرح اجنبی اونٹوں کو حوض سے دور کیا جاتا ہے۔

۸۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں جابر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا یا علیؑ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالبؑ اور رسول اللہؐ آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے لکھا ہوا ہے۔

۹۔ امام احمد نے فضائل میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) راوی کہتا ہے میں نے اسما بنت عمیس سے سنا وہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرما رہے تھے خدایا میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کہی تھی اور میرے اہلبیت میں

سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا دے اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے
میرے امر میں شریک قرار دے تاکہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں اور تجھے زیادہ یاد
کریں۔ الخ

۱۰۔ اور امام احمد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سعید بن مسیب سے روایت
ہے جب جناب رسالت مآبؐ نے اصحاب کے درمیان صیغہ مواخات و بھائی
چارہ جاری کیا تو فرمایا علی ابن ابی طالبؑ کہاں ہیں پس حضرت علیؑ آئے تو فرمایا
اے علیؑ تو میرا بھائی اور میں تیرا بھائی ہوں پس جب کوئی تیرے مقابلے میں
آئے تو کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں تیرے علاوہ جو بھی یہ
دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

۱۱۔ اور امام احمد نے کتاب فضائل میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد سے) عبد اللہ بن
رونی کہتا ہے۔ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا
فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ آپؐ صحابہ کی طرف دیکھتے اور ہر ایک سے پوچھتے اور
اسے بلا بھیجتے یہاں تک کہ سب آپؐ کے پاس جمع ہو گئے۔ پس آپؐ نے اللہ کی
حمد و ثنا کی اور صحابہ کے درمیان مواخات جاری کی۔ یوں حضرت علیؑ نے عرض کی
کہ میں نہ سمجھ سکا کہ آپؐ نے صحابہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا پس رسول اللہؐ
نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے تجھے
اپنے ہی لیے موخر کیا ہے اور تجھ سے مجھے وہی نسبت ہے جو موسیٰؑ کو ہارون سے
تھی اور تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں
آپؐ کا کس چیز میں وارث ہوں آپؐ نے فرمایا جس چیز کے وارث مجھ سے پہلے
انبیاء ہوئے۔ تو عرض کیا کس چیز کے وارث ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی
کتاب اور احادیث انبیاء اور جنت میں تم میرے قصر میں میری بیٹی فاطمہؑ زہرا
اور میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ ہو گے اور تم میرے رفیق ہو گے۔ پھر آپؐ
نے یہ آیت پڑھی اخوانا علی سوبر متقابلین یعنی بھائی ایک دوسرے کے

مد مقابل تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

۱۲۔ (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ پس حضرت علی ابن ابی طالب آئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور کہا اے رسول اللہ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا لیکن میرے ساتھ کسی کو بھائی نہیں بنایا۔ تو رسول اللہ نے ان سے کہا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ بعض کہتے ہیں گزشتہ حدیث احمد نے کتاب فضائل میں زید بن ابی رونی سے نقل کی ہے۔

حدیث رلیۃ (علم)

۱۳۔ امام احمد نے مسند میں اور مسلم و بخاری نے صحیحین میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سہل بن سعد سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے جنگ خیبر کے دن فرمایا۔ البتہ ضرور علم دوں گا یا یہ علم کل دوں گا اس مرد کو جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا پس لوگوں نے پشت پر لیٹ کر رات گزار دی (یہ سوچ سوچ کر) کس کو علم دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو سب رسول کی خدمت میں گئے۔ ہر ایک یہ آرزو رکھتا تھا کہ علم اسے ملے تو آپ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں عرض کیا گیا کہ وہ آشوب چشم میں جتلا ہیں یا یہ کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ نے فرمایا کسی کو بھیجو جو انھیں لے آئے۔ جب علی آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی پس وہ صبح و سالم ہو گئے گویا انھیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ تو آپ نے انھیں علم عنایت فرمایا۔ حضرت علی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کس طریقہ سے ان سے جنگ کروں؟ آپ نے

فرمایا جیسے جنگ میں جایا کرتے ہو اسی طرح جاؤ اور ان کے میدان میں داخل ہو جاؤ پھر انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اسلام کی رو سے کون سے اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں۔ پس قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تیرے ہدایت کرنے سے ایک آدمی ہدایت حاصل کر لے یا فرمایا خدا تیرے ہدایت کرنے سے اگر کسی کو ہدایت دے تو وہ تیرے لیے سرخ بالوں والے اوتوں سے بہتر ہے اور مسلم میں ہے کہ عمر بن خطاب اس دن کہتے تھے کہ مجھے امارت کا شوق کبھی دامنگیر نہیں ہوا سوائے اس دن کے میں اونچا اونچا ہوتا تھا اس امید پر کہ مجھے بلایا جائے۔ پس رسول اللہ نے علیؑ کو بلایا اور وہ علم انہیں دیا اور فرمایا جاؤ یہاں تک کہ خدا تمہیں فتح دے اور پیچھے کی طرف مڑ کر نہ دیکھنا۔ پس علیؑ تھوڑی دور چلے پھر رک گئے اور پیچھے کی طرف ملتفت ہوئے بغیر کہنے لگے اے اللہ کے رسول کب تک ان سے جہاد کروں۔ فرمایا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور ان مجھ رسول اللہ کی گواہی نہ دیں۔ اور جب یہ گواہی دے دیں تو انہوں نے اپنے خون اور اموال تجھ سے محفوظ کر لیے مگر کسی حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

۱۴۔ امام احمد نے یہ حدیث کتاب فضائل میں ذکر کی ہے اور مزید لکھا ہے کہ پس رسول اللہ نے علم کو اٹھایا اور اسے حرکت دی پھر فرمایا کون اس کو اٹھائے گا جو حق ہے اس کے اٹھانے کا۔ پس فلاں شخص نے کہا میں فرمایا دور ہو۔ پھر دوسرا آیا اور کہنے لگا میں فرمایا دور ہو۔ آپ نے کئی مرتبہ اس گروہ سے ایسا کیا پھر فرمایا قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ کے چہرے کو کرم بنایا البتہ میں یہ علم اسے دوں گا جو بھاگے گا نہیں۔ پس علیؑ علم لے کر گئے اور خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔

علیؑ کہتے ہیں کہ اس روز سے میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں نہ کبھی سردی کی تکلیف محسوس ہوئی اور نہ گرمی کی شدت جب سے کہ رسول اللہ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ آپ گرمیوں کا لباس سردیوں میں اور سردیوں کا گرمیوں میں پہنا کرتے

تھے۔

۱۵۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) بن بریدہ سے روایت ہے کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا۔ پس ابو بکر نے علم کو اٹھایا لیکن فتح نہ ہو سکی۔ دوسرے دن عمر نے اٹھایا وہ پلٹ آئے اور فتح نصیب نہ ہوئی۔ لوگ بہت سختی اور شدت محسوس کر رہے تھے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا جس کو اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتے ہیں وہ فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ یا فرمایا اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا پس ہم نے خوشی سے رات گزاری کہ کل فتح ہوگی۔ پس جب حضورؐ نے صبح کی نماز پڑھائی تو کھڑے ہو گئے۔ علم منگوا یا لوگ صفوں میں بیٹھے تھے۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ پھر صاحب کتاب نے گزشتہ واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں پس علیؑ کے مقابلے میں خیبر سے مرحب نکلا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا:

قد علمت خیبرانی مرحب
شاکسی السلاح بطل مجرب
اذالیرث اقبلت تلہب
اطعن احیانا و حینا اضرب

ترجمہ: اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں مکمل ہتھیاروں والا تجربہ کار بہادر ہوں۔ جب شیر شعلہ جوالہ بن کر آگے بڑھتے ہیں تو میں کبھی نیزہ اور کبھی تلوار سے مارتا ہوں۔ پس علیؑ نے اس کے جواب میں کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ
کلیث غایبات کریہہ المنظرۃ
بمہل الدرا عین شدید القصورۃ
اجرب بالسیف وجوہ الکفورۃ
ضرب غلام ماجدمزورۃ
اکیلکم بالسیف کید السندرۃ

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں بیٹوں میں رہنے والا شیر ہوں۔ میری طرف میدان جنگ میں کوئی دیکھ نہیں سکتا مضبوط بازوؤں والا ہوں۔ سخت قسم کا شیر ہوں۔ کفار کے چہروں پر تلوار مارتا ہوں۔ وہ وار ایک بزرگ قسم کے نوجوان کا ہوتا ہے۔ اور تلوار سے وسیع پیمانہ پر تم سے جنگ کروں گا۔

پھر آپ نے مرحب کے سر پر تلوار سے وار کیا اور اس کے سر کو چیر ڈالا۔ علیؑ کہتے ہیں کہ میں مرحب کا سر لے کر رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور میرے لیے دعا فرمائی۔

نیز امام احمد نے کتاب فضائل میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے اس دن آسمان سے نکمیر کی آواز سنی اور کہنے والے کو یہ کہتے سنا:

لا سيف الا ذوالفقار ولا فتى الا على
ترجمہ: ذوالفقار کے علاوہ کوئی حقیقی تلوار نہیں اور علیؑ کے علاوہ کوئی جوان نہیں۔
حسان بن ثابت نے سرکارؐ سے شعر کہنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی تو اس نے یہ اشعار کہے:

جبريل نادى فعلمنا والنقع ليس بمنجلى
والمسلمون قد احدثوا حول النبي المرسل
لا سيف الا ذوالفقار ولا فتى الا على
ترجمہ: جبریل نے علیؑ کو اللہ تعالیٰ کی در آنچلکے ابھی غبار جنگ نہیں پھٹا تھا۔ مسلمان نبی مرسل کے ارد گرد حلقہ ڈالے ہوئے تھے۔ ذوالفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں۔

۱۶۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اکیلے خیبر کا دروازہ اٹھایا اور اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پھر لوگوں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو چالیس آدمی بمشکل اٹھا سکے۔

۱۷۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری صاحب تاریخ نے اپنی تاریخ میں ابو رافع غلام سرکار

رسالت مآب سے ذکر کیا ہے۔ ابورافع کہتا ہے کہ جب ہم خیبر کے قلعہ کے قریب اترے تو وہاں کئی قلعے تھے۔ حضرت علیؑ آگے بڑھے اور جنگ شروع کی۔ علیؑ کے مقابلے میں ایک شخص نکلا جس کی تلوار کے وار سے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی تو آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھالیا اور اسے ڈھال بنا لیا وہ آپ کے ہاتھ میں رہا اور آپ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے آپ کے ہاتھ پر فتح دی۔ پھر انھوں نے اس دروازہ کو پھینک دیا تو سات آدمیوں نے کہ جن کا آٹھواں میں تھا کوشش کی کہ اس دروازہ کو الٹ دیں لیکن ہم سے نہ الٹا جاسکا۔

بعض نے کہا ہے کہ اس قلعہ کا نام قوموس تھا اور اس قلعہ میں سے صفیہ کو لے کر حضرت علیؑ لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

بت شکنی

۱۷۔ امام احمد کہتے ہیں (حدیث اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں اور رسول اللہؐ چلے یہاں تک کہ کعبہ کے قریب پہنچے۔ رسول اللہؐ مجھ سے کہنے لگے بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ میرے شانے پر سوار ہوئے میں نے اٹھنا چاہا لیکن نہ اٹھ سکا۔ آپ نے بھی میری کمزوری کا احساس کیا آپ اتر آئے اور میرے لیے بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ پھر میں آپ کے دونوں کندھوں پر سوار ہوا۔ آپ میرے سمیت کھڑے ہو گئے اور مجھے ایسا گمان ہوتا تھا اگر چاہوں کہ آسمان کو چھو لوں تو چھو سکوں گا۔ میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا وہاں پتیل اور تانبے کی بنی ہوئی ایک مورت تھی میں اسے دائیں بائیں آگے اور پیچھے کی طرف سے ہلانے لگا۔ جب مجھے اس پر اچھی طرح قبضہ حاصل ہو گیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اسے پھینک دو تو میں نے اسے اس طرح پھینکا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جس طرح شیشہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ سعید بن مسیب کہتا ہے اسی لیے تو علیؑ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھو بیشک میں آسمانوں کے راستوں کو زمین کے راستوں سے بہتر جانتا ہوں اور اگر پردے ہٹا دیے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہو۔ ابن مسیب کہتا ہے کہ اصحاب پیغمبر میں علیؑ کے علاوہ یہ بات کوئی نہیں کہتا تھا۔

حُبِ عَلِيٍّ

۱۹۔ امام احمد مسند میں کہتے ہیں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے خدا کی قسم مجھ سے یہ عہد کیا تھا کہ تجھ سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور تجھ سے نہیں بغض رکھے گا مگر یہ حدیث مسلم نے منفرداً نقل کی ہے اور ترمذی نے ام سلمہ سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا کہ علیؑ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

۲۰۔ نیز ترمذی نے یہ کہا ہے کہ ابو دردا کہا کرتے تھے کہ ہم جماعت انصار میں منافقین کو نہیں پہچانتے تھے مگر علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بغض سے۔

۲۱۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں مطلب بن عبد اللہ بن حنظلہ سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا میں تمہیں امت کے ذوالقرنین اپنے بھائی اور بیچا کے بیٹے علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے صرف مومن محبت اور منافق ہی بغض رکھے گا اور ایک روایت میں ہے جو اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جو مجھ سے محبت کرے گا خداوند عالم اسے جنت میں اور جو مجھ سے بغض رکھے گا اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

من کنت مولاً

۲۲۔ امام احمد نے مسند میں کہا ہے۔ زاذان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے

مقام رجبہ میں علی ابن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا اور وہ لوگوں کو قسم دے کر فرماتے تھے کہ میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ کو عذریخم کے دن کہتے ہوئے سنا ہو کہ من کنت مولاه فعلی مولاه جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ پس صحابہ میں سے تیرہ افراد کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ بیشک ہم نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا اور ترمذی نے بھی یہ حدیث کتاب سنن میں نقل کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے (کہ رسول اللہ نے فرمایا) خدا یا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھا سے جو علی سے دشمنی رکھے اور پھیر دے حق کو علی کے ساتھ۔ جدھر بھی علی پھرے اور نیز امام احمد نے کتاب فضائل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا جس کا میں مولا اور ولی ہوں علی اس کے ولی ہیں۔

۲۳۔ ایک روایت میں ہے کہ جب علی نے مقام رجبہ میں لوگوں کو قسم دے کر سوال کیا تو بہت لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ میں آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی۔

۲۴۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) رباح بن حریث سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک گروہ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا السلام علیک یا مولانا یعنی آپ پر سلام ہوا اے ہمارے آقا اور اس وقت آپ مقام رجبہ میں تھے۔ تو آپ نے فرمایا میں تمہارا کس طرح مولا ہوں حالانکہ تم لوگ تو عرب ہوو کہنے لگے ہم نے رسول اللہ کو عذریخم میں کہتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ رباح کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ لوگ گروہ انصار ہیں کہ جن میں ابو ایوب انصاری جیسے صحابی رسول بھی ہیں۔

۲۵۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ ہم میں سے نمیر بن عبد الملک بن عطیہ عوفی نے بیان کیا وہ کہتا ہے میں زید بن ارقم کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میرا ایک داماد ہے اس نے آپ سے حضرت علیؑ کی شان میں عذیر خم کے دن کی ایک حدیث بیان کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ کی زبانی خود سن لوں تو وہ کہنے لگے اے اہل عراق تم میں ہے جو کچھ ہے میں نے کہا میری طرف سے آپ فکر نہ کیجئے تو زید بن ارقم کہنے لگے ہاں ہم مقام جحفہ میں تھے کہ ظہر کے وقت رسول اکرم تشریف لائے اور انھوں نے علیؑ ابن ابی طالب کا بازو تھاما ہوا تھا فرمانے لگے اے لوگو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں تو سب نے کہا بیشک ایسا ہی ہے تو فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ دہرائی۔

۲۶۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ ہمیں عفان نے حماد بن سلمہ علی بن زید نے عدی بن ثابت سے اس نے براء بن عازب سے حدیث بیان کی کہ ہم جب رسول اللہ کے ساتھ خم عذیر پر اترے تو ہم میں منادی کی گئی کہ نماز جماعت کے لیے جمع ہو جاؤ اور رسول اللہ کے لیے درختوں کے درمیان جگہ صاف کر دی گئی۔ آپ نے نماز ظہر پڑھائی اور حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا خدا یا جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ براء کہتے ہیں اس کے بعد عمر بن خطاب حضرت علیؑ سے ملے تو کہنے لگے اے ابو طالب کے بیٹے تم میرے اور ہر مومن کے اور ہر مومنہ کے مولا ہو گئے۔

۲۷۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم نے یہ بھی فرمایا خدا یا مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اسے جو علیؑ کا ساتھ چھوڑ دے اور دوست رکھ اس کو جو علیؑ سے محبت کرے اور بغض رکھ اس سے جو علیؑ سے بغض رکھے۔ ان تمام روایات کو امام احمد نے اپنی کتاب فضائل میں کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس حدیث پر گفتگو

علماء سیر و تاریخ کا اتفاق ہے کہ واقعہ عذرِ خیمِ حجۃ الوداع سے رسول اکرمؐ کے لوٹنے کے بعد اٹھارویں ذی الحجہ کو ہوا۔ آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا کہ جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اس بات پر نص صریح فرمائی نہ کہ کنایہ و اشارۃ سے کام لیا۔

اور ابو اسحق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اپنی مسند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے جب یہ اعلان فرمایا تو یہ خبر تمام اطراف میں پھیل گئی اور بلاد و امصار میں مشہور ہو گئی اور حارث بن نعمان فہری تک پہنچ گئی۔ تو وہ اپنے ناقد پر سوار ہو کر حضورؐ کی خدمت میں مدینہ آیا اس نے ناقد کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا اور اس کے پاؤں باندھنے کے بعد مسجد کے اندر داخل ہوا اور رسول اکرمؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کے بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے محمدؐ! آپ نے ہمیں حکم دیا کہ گو انہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ ہم نے یہ بات قبول کر لی۔ آپ نے ہمیں رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا اور رمضان کے روزے رکھنے بیت اللہ کے حج کرنے اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ ہم نے یہ بھی آپ سے قبول کیا پھر بھی آپ اس پر راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے کے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور اس کو تمام لوگوں پر فضیلت دے دی اور کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے یہ بات آپ کی اپنی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ آپ کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ قسم ہے اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک یہ بات اللہ کی طرف سے ہے نہ کہ میری طرف سے۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا تو حارث کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خدا یا جو بات محمدؐ کہتا ہے اگر سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر بھیج۔ یا دردناک عذاب نازل کر۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم وہ (خبیث) اپنے ناقد تک بھی نہ پہنچا تھا کہ خدا نے آسمان کی طرف سے ایک ایسا پتھر پھینکا جو اس کی کھوپڑی پر پڑا اور نیچے سے نکل گیا۔ اور وہ مر گیا۔ اور خداوند

عالم نے یہ آیت نازل کی سنال مسائل بعداب واقع للکافرین لیس له دافع یعنی ایک سوال کرنے والے نے کافرین پر واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا کہ جسے کوئی روکنے والا نہیں۔ باقی رہا آپ کا ارشاد من کنت مولاہ تو علماء عربی نے مولا کے متعلق کہا ہے کہ یہ کئی معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ۱۔ مالک۔ ۲۔ آزاد کرنے والا آقا۔ ۳۔ آزاد ہونے والا غلام۔ ۴۔ مددگار۔ ۵۔ چچا کا بیٹا۔ ۶۔ حلیف ہم قسم۔ ۷۔ ضامن جریرہ۔ ۸۔ پڑوسی۔ ۹۔ وہ سردار جس کی اشاعت کی جائے (مطلق حاکم)۔ ۱۰۔ اولیٰ بالتصرف۔ مؤلف کہتے ہیں کہ گذشتہ معانی میں سے کوئی معنی بھی مناسبت نہیں رکھتا سوائے آخری معنی کے اور وہ اولیٰ بالتصرف والا ہے تو حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ میں جس پر اس کی ذات سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں پس علی بھی رکھتے ہیں اور اسی معنی کی حافظ ابو الفرج یحییٰ بن سعید ثقفی اصفہانی نے اپنی کتاب مرج البحرین میں تصریح کی ہے۔ اس نے یہ حدیث اپنے اسناد سے اپنے اساتذہ سے روایت کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ پس رسول اللہ نے علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا جس کا میں ولی ہوں اور اس پر سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں پس علیؑ اس کا ولی ہے پس معلوم ہوا کہ تمام احادیث کے الفاظ کی بازگشت اسی دوسرے معنی کی طرف ہے۔

اور نیز اسی پر دلالت کرتا ہے حضورؐ کا ارشاد کہ کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ نہیں ہوں اور یہ نص صریح ہے علیؑ کی امامت کے اثبات اور آپ کی اطاعت قبول کرنے کے لیے اور اسی طرح آپ کا یہ ارشاد کہ حق کو علیؑ کے ساتھ پھیر جدھر وہ پھرے یا جیسے وہ پھرے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جو اختلافات حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کے درمیان جاری ہوئے ان سب میں حق علیؑ کے ساتھ تھا اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ باغیوں کے احکام جنگ جمل اور صفین سے ہی علماء نے استنباط کیے ہیں۔

اور شعراء نے ہنرِ نغم کے دن کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں پس حسان

بن ثابت کہتے ہیں:

يناديهم يوم العذير بينهم
 نجم والسمع بالرسول مناديا
 وقال فمن مولاكم ووليكم
 فقالوا ولم يبدو هناك التعاميا
 الهلك مولانا وانت ولينا
 ومالك منافى الرلاية عاصيا
 فقال له قسم يا على ناننى
 رضيتك من بعدى اصاما وهاديا
 فمن كنت مولاه فهذا وليه
 فكونوا له انصار صدق مواليا
 هناك دعا اللهم وال وليه
 وكن للذى عادا عليا معاديا

ترجمہ: عذیر کے دن مقام خم عذیر پر مسلمانوں کے نبی انھیں پکار رہے تھے اور
 میں رسول کی پکار کو سن رہا تھا۔

تو آپ نے فرمایا پس تمہارا اولی اور مولا کون ہے تو انھوں نے اقرار کیا اور
 وہاں کسی نے جہالت کا اظہار نہ کیا۔

تیرا اللہ ہمارا مولا ہے اور تو ہمارا ولی ہے اور اس ولایت میں ہم میں سے کوئی
 بھی آپ کی نافرمانی کرنے والا نہیں۔

پس رسول نے علیؑ سے کہا کھڑے ہو جاؤ اے علیؑ پس بیشک میں اپنے بعد
 تمہیں امام اور ہادی انتخاب کرتا ہوں۔

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ ولی ہے پس اس کے سچے مددگار اور موالی بن
 جاؤ۔ وہاں آپ نے دعا کی خدا یا دوست رکھ اس کو جو اس کا دوست ہو اور دشمن ہو جو اس کا
 جوئی کے ساتھ دشمنی کرے۔

روایت ہے کہ جب رسول اللہ نے حسان کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا
اے حسان اس وقت تک روح القدس کے ذریعے موکد رہو گے جب تک ہماری مدد کرتے
رہو گے یا اپنی زبان سے ہمارے دشمنوں کو دفع کرتے رہو گے۔
قیس بن عبادہ انصاری نے کہا اور اس نے جنگ صفین میں علیؑ کے سامنے یہ اشعار
پڑھے:

قلت: لم ابغى العدو علينا حسنا ربنا و نعم الوكيل
وعلى امامنا و امام لسوانا جه اتى التنزيل
يوم قال النبي من كنت مولاہ فهذا مولاہ خطب جليل
وان ماقاله النبي على الامة حتم مافيه قال وقيل
ترجمہ: میں نے کہا جبکہ دشمن نے ہمارے خلاف بغاوت کی کہ ہمارا پالنے والا
ہمیں کافی اور بہترین وکیل ہے۔

علیؑ ہمارے اور ہمارے علاوہ سب کے امام ہیں اس بارے میں قرآن نازل ہوا
ہے۔ اس دن جبکہ نبی کریمؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس یہ اس کا مولا ہے اور یہ بہت
عظیم واقعہ تھا۔

اور جو بات نبیؐ نے کہہ دی وہ امت پر حتمی اور لازمی ہے اس میں قیل و قال کی
کوئی گنجائش نہیں۔

حدیث شب ہجرت

۲۸۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب فضائل میں عمرو بن ميمون سے روایت کی ہے وہ کہتا
ہے کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک گروہ آیا جو علیؑ کی
عیب جوئی کرنے لگا تو ابن عباس نے ان کی تردید کی اور کہنے لگے جب رسول
اللہؐ نے ہجرت کی تو علیؑ ان کی چادر اوڑھ کر ان کے بستر پر سو گئے اور مشرکین
رسول اللہؐ کی اذیت کے درپے تھے پس ابو بکر آئے جب کہ علیؑ سوئے ہوئے تھے

تو انھوں نے سمجھا کہ رسول اللہؐ ہیں تو وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی یا تو علیؑ نے ان سے کہا کہ رسول اللہؐ صیون کے کنوئیں کی طرف تشریف لے گئے ہیں تم بھی ان سے جا ملو۔ پس ابو بکرؓ ادھر تشریف لے گئے اور رسول اللہؐ سے جا ملے اور کفار رات بھر علیؑ کو پتھر مارتے رہے اور وہ پہلو بدلتے تھے اور صبح تک اپنے سر کو چادر سے لپیٹے رہے۔

۲۹

ابوالمحق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں جب رسول اللہؐ نے ارادہ کیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں تو علیؑ ابن ابی طالب کی مکہ میں اپنے قرضوں کی ادائیگی اور لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس تھیں ان کی واپسی کے لیے خلیفہ بنا کر چلے اور انھیں حکم دیا کہ آج کی رات میرے بستر پر سو جاؤ اور ان سے کہا کہ سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ تم تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا اور نہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچا سکے گا۔ حالانکہ لوگوں نے گھر کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں پس خداوند عالم نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کی طرف وحی نازل کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے طویل قرار دی ہے۔ پس تم میں سے کون ہے جو اپنی زندگی دوسرے پر نثار کرے۔ دونوں نے اپنی ہی زندگی پسند کی۔ پس خداوند عالم نے ان کی طرف وحی کی کہ کیا تم علیؑ ابن ابی طالب جیسے نہیں بنتے کہ میں نے اس کے اور محمدؐ کے درمیان اخوت و بھائی چارہ قائم کیا ہے۔ پس علیؑ محمدؐ کے بستر پر اپنی جان قربان کر کے سو گیا اور اپنی زندگی اس پر نثار کر دی۔ پس تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمن سے اس کی حفاظت کرو۔ پس دونوں نازل ہوئے جبرئیلؑ سرہانے اور میکائیلؑ پابنتی۔ اور باقی ملائکہ پکارنے لگے۔ کیا کہنے تمہارے اور کون آپ کا مثل ہو سکتا ہے۔ اے ابوطالبؓ کے فرزند آپ کے ذریعہ تو خداوند عالم آپ پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔ پھر رسول اللہؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل کی ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء

مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد یعنی اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اپنے
نفس کو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے فروخت کر دیتے ہیں اور خدا بندوں پر مہربان
ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے اللہ کی رضا کی چاہت میں
اپنا نفس بیچا وہ علی ابن ابی طالبؓ ہیں۔
اور ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المؤمنینؑ نے مجھے وہ اشعار سنائے جو آپ نے
ہجرت کی رات کہے تھے۔

وقیت بنفس خیر من وطی الحصا
ومن طاف البیعت العتیق وبالبحر
رسول الالہ خاف ان یمکروا بہ
فنجاہ ذو الطول العلی من المکر
وبات رسول اللہ فی الغار امنا
موقا و فی حفظ الالہ وستر
وبت اراعیہم وما یبترنی
وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

ترجمہ: میں نے اپنے نفس کے ساتھ بیچا یا اس شخص کو جو زمین پر چلنے والوں اور
خانہ کعبہ کا طواف کرنے والوں میں سے بہتر تھا۔ وہ اللہ کا رسول تھا جسے یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ
اس سے مکرو فریب کریں پس اسے بلند بختیے والے خدا نے مکر سے نجات دی۔ رسول اللہؐ
نے غار میں امن اور محفوظ رہ کر رات گزاری۔ وہ اللہ کی حفظ و امان میں تھے۔ اور میں نے
کفار کو دیکھ دیکھ کر رات گزاری جبکہ انھیں میرے ہونے کا علم نہ تھا اور میں اپنے نفس کو قتل
اور قید کے لیے تیار کر چکا تھا۔

حدیث قرآنی

۳۰۔ امام احمد نے مسند میں نیز کتاب فضائل میں بھی اسی اسناد سے حضرت علیؓ سے

روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ نے حکم دیا تھا کہ ہمیشہ آپ کی طرف سے قربانی دیا کروں۔ پس آپ رسول اکرم کی طرف سے دو موٹے تازے مینڈھوں کی قربانی دیا کرتے تھے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

محمد بن شہاب زہری کہتا ہے کہ آپ نے علیؑ کو اس کام کے لیے اس لیے مخصوص کیا بجائے اور اقارب اور رشتہ داروں کے کیونکہ حضرت علیؑ رسول کے زیادہ مقرب تھے گویا کہ یہ کام خود رسالت مآب انجام دے رہے تھے۔

۳۱۔ رسول اللہ کا علیؑ کے حق میں سلامتی کی دعا کرنا اور یہ کہ علیؑ خدا کی مغفرت میں ہیں۔ ترمذی نے ام شراحیل سے اس نے ام عطیہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک لشکر کی طرف بھیجا جس میں علیؑ بھی تھے تو ام عطیہ کہتی ہے کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر آپ کو یہ کہتے سنا کہ خدا یا مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک میں علیؑ کو نہ دیکھ لوں۔ امام احمد نے بھی اسی منہوم کی روایت زید بن ارقم سے کتاب فضائل میں نقل کی ہے۔

۳۲۔ امام احمد کتاب فضائل میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ آپ نے فرمایا کہ تم پر اہل جنت میں سے ایک مرد وارد ہوگا۔ پس علیؑ داخل ہوئے۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے علیؑ کو بعد میں مبارکباد پیش کی۔

حدیث علیؑ ہمنی

۳۳۔ ترمذی کہتا ہے (حذف اسناد سے) عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ایک لشکر بھیجا جس کا سپہ سالار حضرت علیؑ ابن ابی طالب کو بنایا پس آپ اس دستہ فوج کے ساتھ گئے تو قیدیوں میں سے ایک کینرا اپنی خدمت کے لیے رکھ لی۔ ان میں سے چار اشخاص نے آپ کے خلاف معاہدہ کیا۔ جب یہ لوگ رسول اللہ کی خدمت میں حضرت علیؑ کو پہنچے چھوڑ کر حاضر ہوئے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور

کہنے لگا اے رسول خدا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ علی نے ایسا ایسا کیا۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی بات کہی آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ تیسرا اور چوتھا بھی کھڑا ہوا۔ انھوں نے بھی وہی کہا تو آپ نے ان سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے دراصل ایکہ آثار غضب آپ کے چہرہ سے نمایاں تھے اور فرمایا علی سے تم کیا چاہتے ہو؟ یہ بات تین مرتبہ کہی علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے پیغام کو علی ہی پہنچائے گا۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن و غریب ہے۔ اور امام احمد نے فضائل میں اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے۔ کہ میرے قرض کو صرف علی ہی پورا کرے گا۔

”میرے پیغام کو علی ہی پہنچائے گا“

۳۳۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ۹ھ میں ابو بکر کو امیر حج بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ مشرکین ایام حج میں حاضر ہوتے ہیں اور خانہ کعبہ کے گرد برہنہ ہو کر طواف کرتے ہیں جب تک یہ رسم ختم نہ ہو جائے میں حج کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے اسے سورہ برات کی ابتدائی چالیس آیتیں دیں تاکہ وہ حج کرنے والوں کے سامنے انھیں تلاوت کریں جب ابو بکر روانہ ہو گئے تو حضرت علی کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ سورہ برات کی یہ ابتدائی آیتیں لے کر جاؤ اور جب لوگ موسم حج میں حج ہوں تو بلند آواز سے انھیں پڑھ کر سناؤ اور اپنا ناقہ عضباء بھی انھیں عنایت فرمایا۔ حضرت علی مقام جحفہ میں ابو بکر سے جا ملے اور ان سے وہ آیات لے لیں۔ ابو بکر پلٹ کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں کیا میرے بارے میں یا میری شان میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن میری طرف سے تبلیغ سوائے میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

۳۵۔ امام احمد نے فضائل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ نے ابوبکرؓ سے فرمایا۔ تحقیق جبرئیل میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ علیؓ کو بھیجو۔ جب قربانی کا دن ہوا تو علیؓ لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے سورہ برأت کی آیات پڑھیں جیسا کہ رسول اللہ نے انھیں حکم دیا تھا۔

۳۶۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں اپنی اسناد سے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؓ نے سورہ برأت کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی جو راستے میں آپ نے ابوبکرؓ سے لی تھیں تو آپ نے بلند آواز سے کہا یاد رکھو جنت میں مسلمان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد کے قریب نہیں آئے گا اور کوئی شخص بھی کعبہ کا برہنہ طواف نہ کر پائے گا اور جس کا رسول اللہ کے ساتھ معاہدہ تھا اس کی اجل مدت معینہ ہے تو کسی کافر نے کہا کہ ہم تیرے اور تیرے چچا زاد بھائی کے معاہدہ سے بری ہیں تو علیؓ نے کہا کہ اگر رسول اللہ نے مجھے یہ حکم نہ دیا ہوتا کہ جب تک ان کے پاس نہ پلٹ جاؤں ان سے کوئی نئی بات نہ کروں۔ تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔

۳۷۔ بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے ”حضرت علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں“ کا ارشاد جنگ احد کے دن فرمایا تھا۔

۳۸۔ امام احمد کتاب فضائل میں نقل کرتے ہیں کہ جب مشرکین کے علمدار نے احد کے دن رسول اللہ پر حملہ کرنا چاہا تو علیؓ نے اپنی جان کی قربانی دیتے ہوئے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمد! اسے مواسات کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں پس جبرئیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں۔

۳۹۔ محمد بن اسحاق نے کتاب مغازی میں ذکر کیا ہے کہ زہری کہتا ہے کہ جبرئیل نے یہ کلمہ کہ بیشک اسے ہی مواسات کہتے ہیں اس لیے کہا تھا کیونکہ لوگ جنگ احد کے دن رسول اللہ کو چھوڑ بھاگ گئے تھے اور مدینہ میں جا گئے تھے یہاں تک عثمان

بن عفان بھی کیونکہ وہ تو سب سے پہلے بھاگے تھے اور مدینہ میں چلے گئے تھے انھیں کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ ان اللذین قولوا ایوم التقی الجمعان السخ یعنی وہ لوگ جو پشت پھیر کر چلے گئے دونوں گروہوں کی ٹڈ بھڑ کے دن اور ایک روایت ہے کہ یہ ارشاد آپ نے حجت الوداع میں فرمایا۔

۳۰۔ اسی لیے امام احمد نے فضائل میں کہا ہے کہ سلومی سے روایت ہے وہ حجت الوداع میں حاضر تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ کو اس دن کہتے ہوئے سنا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور میرا قرض اس کے علاوہ کوئی ادا نہیں کرے گا اور بعض کہتے ہیں یہ ارشاد اس دن فرمایا جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی۔

حدیث طیر

۳۱۔ اس حدیث کو امام احمد نے کتاب فضائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے امام احمد نے تو اس کی اسناد سفیان کی طرف دی ہے جو کہ رسول اللہ کا خادم تھا اور اس کا نام مہران تھا۔ وہ کہتا ہے کہ انصاری کی ایک خاتون نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں ایک پرندہ جو دو روٹیوں لے درمیان رکھا ہوا تھا ہدیہ پیش کیا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے گیا اور ایک روایت میں ہے کہ دو بھنے پرند دو روٹیوں کے ساتھ تھے۔ پس رسول اکرمؐ نے عرض کیا خدایا تیری مخلوق میں جو تجھے سب سے محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دے۔ اچانک دروازہ کھلا حضرت علیؑ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ تناول کیا۔

۳۲۔ ترمذی بھی کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کے پاس ایک پرندہ تھا تو آپ نے کہا خدایا اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو لے آ جو میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرے۔ پس حضرت علیؑ آئے اور انھوں نے آپ کے ساتھ کھایا۔ حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کہتے ہیں کہ حدیث

طیر صحیح ہے۔ بخاری اور مسلم پر لازم تھا کہ وہ اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل کرتے کیونکہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

حدیث خاصہ نعل

۴۳۔ امام احمد نے اس حدیث کو فضائل میں اور ترمذی نے سنن میں درج کیا ہے۔ احمد نے (حذف اسناد سے) انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: نو ولیعہ کو اپنی حرکتوں سے باز آ جانا چاہیے ورنہ میں ان کی طرف ضرور ایسے شخص کو بھیجوں گا جو میرے نفس کی مثل ہے اور جو ان میں میرے حکم کو جاری کرے گا۔ ان کے مردوں کو قتل اور بچوں کو قید کرے گا۔ ابوذر کہتے ہیں مجھے تو پیچھے سے عمر کی پیلی کی ٹھنڈک نے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پس عمر نے کہا تمہاری رائے میں حضورؐ کی مراد کون ہے۔ میں نے کہا آپ کی مراد حضور نہیں ہیں بلکہ آپ کی مراد خاصہ نعل (جو جوئی کی اصلاح میں مشغول ہے) علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

۴۴۔ روایت میں ہے حضرت عمرؓ کہتے ہیں خدا کی قسم مجھے امارت کی خواہش کبھی نہ ہوئی مگر اس دن میں اپنے سینے کو اس امید پر تان کر آگے ہوتا تھا کہ شاید یہ کہہ دیں کہ وہ شخص یہ ہے (یعنی عمر) پس آپ حضرت علیؑ کی طرف ملتفت ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے یہ ہے وہ یہ ہے وہ دوسرے فرمایا۔

۴۵۔ ترمذی نے (حذف سند کے ساتھ) ربیع بن خراش سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ نے مقام رجبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب صلح حدیبیہ کا دن آیا تو ہمارے پاس سہیل بن عمرو و ساء قریش کے ایک گروہ کے ساتھ آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ تمہاری طرف ہمارے بیٹوں بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ لوگ جنھیں دین کی سمجھ نہیں ہمارے مال و جائیداد کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں انھیں ہماری طرف واپس پلا دیں تو آپ نے فرمایا اگر انھیں دین کی سمجھ ہو جہ نہیں تو ہم

انہیں سمجھا دیں گے پھر فرمایا اے گروہ قریش تم اپنے افعال بد سے رک جاؤ ورنہ خداوند عالم تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو مخالفت دین کی وجہ سے تمہاری گردنیں تلوار سے اڑا دے گا۔ پس انہوں نے کہا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ وہی ہے جس کے دل کا خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کر لیا ہے اور وہ خاصف النعل ہے۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہؐ کے جوتے کو پیوند لگا رہا تھا۔

حدیث سہ ابواب

۳۶۔ اس حدیث کو امام احمد نے کتاب الفصائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے امام احمد نے (حذف سند) زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کے دروازے مسجد کی طرف کھلے ہوئے تھے تو رسول اللہؐ نے فرمایا علی ابن ابی طالب کے دروازہ کے علاوہ سب دروازے سے بند کر دو پس لوگوں نے اس بارے میں چرمیگوئیاں کیں تو سرکار رسالت گھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا نہ کسی چیز کو میں نے بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے تو ایک شے کا حکم ہوا ہے جس کی میں نے اتباع کی ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے خداوند عالم نے ایک چیز کا حکم دیا ہے پس میں نے اس حکم کا اتباع کیا ہے۔

۳۷۔ ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے سب دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سو اے علیؑ کے دروازہ کے۔

۳۸۔ ترمذی نے (حذف سند سے) ابی سعید خدری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے علیؑ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسجد میں حالت جب میں داخل ہو۔

حدیث سرگوشی اور وصیت

۴۹۔ ترمذی نے (حذف اسناد کے ساتھ) جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے جنگ طائف کے دن حضرت علی ابن ابی طالب کو بلایا۔ اور ان سے طویل سرگوشی کی پس لوگوں نے کہا ان کی سرگوشی اپنے چچا زاد بھائی سے طویل ہوگئی ہے یہ بات حضرت تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے کی ہے۔

۵۰۔ امام احمد نے کتاب الفصائل میں (حذف سند سے) ام سلمہ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں وہ بات جو میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں یہ ہے کہ علی ابن ابی طالب زیادہ قریب الجہد تھے باقی لوگوں کی نسبت رسول اللہ سے۔ آپ مرض الموت میں بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت علی کو بلایا اور کافی وقت تک ان سے سرگوشی کی اور بہت سی راز کی باتیں کیں پھر اسی دن آپ کی وفات ہوگئی لہذا وہ رسول اللہ سے تمام لوگوں کی نسبت قریب الجہد تھے۔

احمد نے کتاب الفصائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) انس سے روایت ہے وہ کہتا ہے ہم نے سلمان فارسی سے کہا کہ تم حضور سے ان کے وصی کے متعلق سوال کرو پس سلمان نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ موسیٰ بن عمران کا کون وصی تھا سلمان نے کہا کہ یوشع بن نون تو آپ نے فرمایا کہ میرا وصی میرا وارث اور میرے وعدہ کا پورا کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے۔

حدیث اذیت

۵۱۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) عمرو بن شاس سے روایت ہے میں حضرت علی کے ساتھ قبیلہ نمیر کی طرف گیا تو علی نے مجھ پر سختی کی جب میں واپس مدینہ پہنچا تو میں نے مسجد میں بیٹھ کر ان کی شکایت کی یہ بات رسول اللہ تک پہنچی۔ میں ایک دن مسجد میں گیا جبکہ رسول اکرم صحابہ کی ایک

جماعت کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے پس آپ میری طرف تیز نگاہ سے دیکھنے لگے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم تو نے مجھے اذیت دی۔ میں نے عرض کی کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کو تکلیف دوں تو آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو علی کو اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی۔

اور سعید بن مسیب نے عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے سنا کہ وہ علی کی بدگویی کر رہا تھا تو عمر نے کہا تجھ پر ہلاکت وارد ہو جاتا ہے کہ اس قبر میں کون ہے؟ رسول اللہ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ عمر نے کہا اس میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ جب تو نے علی کو اذیت دی تو بیشک ان کو اذیت دی۔

قضایائے امیر المومنین

۵۲۔ امام احمد نے کتاب الفصائل میں (حذف اسناد سے) حضرت علی سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ نے بنی نیر کی طرف بھیجا جب کہ میں نوجوان تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے آپ ایک قوم کی طرف بھیج رہے ہیں تاکہ میں ان کے درمیان قضایات و فیصلے کروں۔ حالانکہ میں جوان ہوں اور قضا سے بہرہ ور نہیں تو آپ نے فرمایا مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ میں آپ سے قریب ہوا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور عرض کی خدایا اس کے دل کو ہدایت پر برقرار اور اس کی زبان کو ثبات عنایت فرما۔ حضرت علی کہتے ہیں اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی شک عارض نہیں ہوا۔

حدیث ناقدہ

۵۳۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد سے) انس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے کہا کہ قیامت کے دن جنت کے نافعوں میں سے ایک نافع لایا جائے گا پس تم اس پر سوار ہو گے اور میں بھی تمہارے ساتھ

اپنی سواری پر سوار ہوں گا یہاں تک کہ ہم اٹھے جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث باغ

۵۴۔ امام احمد نے الفصائل میں کہا ہے (حذف سند کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے ایک کوچہ میں چل رہا تھا۔ پس ہم ایک باغ سے گزرے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ کس قدر خوبصورت باغ ہے آپ نے فرمایا جنت میں تمہارے لیے ایسا ہی باغ ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات باغوں سے گزرے۔

حدیث سلام ملائکہ

۵۵۔ امام احمد نے کتاب الفصائل میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب جنگ بدر کی رات آئی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص ہمارے لیے پانی لیے آتا ہے۔ سب لوگ رک گئے۔ علیؑ کہتے ہیں میں کھڑا ہو گیا اور مشک کندھے پر اٹھائی اور اس کنویں کے پاس گیا۔ جو کافی گہرا اور تاریک تھا۔ میں اس میں اتر گیا۔ خداوند عالم نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ سے وحی کی کہ محمدؐ کی نصرت اور ان کی معیت میں جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب اس کنویں کے سامنے پہنچے تو رک گئے اور سب نے میرے اکرام بزرگی اور عظمت کو لحاظ رکھتے ہوئے سلام کیا۔ یہ روایت غزوات کے نامہ نگاروں نے تحریر کی ہے۔

حدیث خلقت امیر المؤمنینؑ

۵۶۔ امام احمد نے الفصائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) سلمان فارسی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں اور علی ابن ابی طالبؑ خلقت آدم سے چار ہزار سال پہلے خداوند عالم کی بارگاہ میں نور تھے۔ جب آدم بنائے گئے تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک جز میں ہوں اور ایک علیؑ ہے اور دوسری

روایت میں ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے اور ہم آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے عرش کی دائیں طرف تھے۔ پس ہم اصلاب رجال سے عبدالمطلب تک منتقل ہوتے رہے۔

حدیث شاخِ سُرخ

۵۷۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) زید بن ارقم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس شاخِ سُرخ (سرخ لکڑی) سے تمسک چاہتا ہے جو خداوند عالم نے اپنے یدِ قدرت سے جنت عدن میں بوئی ہے تو اسے علی ابن ابی طالب کی محبت سے منسلک ہونا چاہیے۔

حدیث مہینۃ العلم

۵۸۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں فقہ کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پس جو شخص علم چاہتا ہے اسے دروازہ سے آنا چاہیے۔

حدیث سیادت

۵۹۔ امام احمد نے باب الفضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے علی ابن ابی طالبؑ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہو کہ تم دنیا میں سید ہو اور آخرت میں بھی سید ہو جو تم سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو تم سے بغض رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حدیث: علی اہل جنت سے ہیں

میرے نانا ابو الفرج نے خردی (حذف اسناد کے ساتھ) کہ اسے علی تم جنت میں ہو یہ بات تین دفعہ فرمائی۔

حدیث قتل عمالقہ

۶۱۔ ابن عطفیف نے کہا ہے (حذف اسناد سے) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اس خطبہ میں فرمایا جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کیا کہ میں ایک لشکر کے ساتھ عمالقہ سے جہاد کروں گا۔ جبریل نے کہا یا علی ابن ابی طالبؓ آپ نے فرمایا یا علی ابن ابی طالبؓ۔

حدیث: رد شمس

۶۲۔ ہمیں ابو القاسم عبدالحسن نے خردی (حذف اسناد سے) اسماء بنت عمیس سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی پس حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہؐ نے عرض کی خدایا علیؓ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ پس اس کے لیے سورج پلٹا دے اسماء کہتی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے سورج واپس لوٹا دیا۔

اس سلسلے میں ایک عجیب حکایت ہے مجھ سے عراق کے اساتذہ کی ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم نے ابو منصور مظفر بن اردشیر عبادی واقعہ کو دیکھا وہ مدرسہ تاجیہ میں (جو بغداد کے محلہ ایروز کے دروازہ پر ہے) بیٹھا ہوا تھا اور یہ نماز عصر کے بعد کا واقعہ ہے اور وہ حضرت علیؓ کے لیے رد شمس کی حدیث کو بہترین عبادات اور عمدہ الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا تھا پھر اس نے اہلبیتؑ کے فضائل ذکر کیے تو اچانک ایک بادل اٹھا اور اس نے سورج کو ڈھانپ لیا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس ابو منصور

منبر پر کھڑا ہو گیا اور سورج کی طرف منہ کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا۔

لا تغربى باشمس حتى ينتهى
مدحى لآل المصطفى وسنجله
وانسى عنانك ان اردت ثنائهم
انيت ان كان الرقوف لاجله
ان كان للمولى وقوفك فليكن
هذالوقوف لخياله ولرجله

ترجمہ: اے سورج جب تک مصطفیٰ کی آل اور ان کی فرزند کی مدح ختم نہ ہو جائے غروب نہ کرنا اور اپنی مہار کو روک لے، اگر ان کی تعریف سنا چاہتا ہے کیا تو بھول گیا ہے اپنے ٹھہرنے کو ان کے لیے اگر مولیٰ کے لیے تو ٹھہر گیا ہے تو اس کے نوکروں کے لیے بھی ٹھہرا رہے۔

وہ لوگ کہتے ہیں آفتاب کے سامنے سے بادل چھٹ گیا اور آفتاب طلوع کر

آیا۔

حدیث: شیعیان امیر المومنینؑ

۶۳۔ ابن عثرف کہتا ہے (حذف اسناد سے) ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ سرکار رسالت نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں۔ انھیں احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ کتاب اختصار سے خارج نہ ہو۔

تذکرہ اولاد اطہار

علماء سیر و تاریخ کا اتفاق ہے کہ آپ کی ۳۳ اولادیں ہیں۔ چودہ فرزند اور ایس بیٹیاں۔ ۱۔ حسنؑ ۲۔ حسینؑ ۳۔ زینب کبریٰؑ ۴۔ ام کلثوم کبریٰؑ۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں۔ عام متاخرین کا یہی نظریہ ہے۔ زبیر بن یحییٰ نے ذکر کیا ہے

کہ جناب فاطمہ بنت رسولؐ سے ایک اور فرزند بھی پیدا ہوا جن کا نام محسن تھا جو بچپن ہی میں شہید ہو گئے۔

جناب فاطمہؑ آپ کی پہلی زوجہ ہیں۔ ان کی وفات تک آپ نے کسی اور خاتون سے شادی نہیں کی۔

(آپ کے فرزند) ۵۔ محمد اکبر ہیں اور وہی ابن حنفیہ ہیں ان کی ماں خولہ بنت جعفر ہیں جو بنی حنفیہ کے قیدیوں میں سے تھیں بعض کا خیال ہے کہ وہ کنیز تھیں ہم محمد کے حالات کسی اگلے باب میں بیان کریں گے۔ اسی طرح حسن و حسینؑ کے حالات بھی۔ اور آپ کے فرزند ۶۔ عبداللہ ان کو مختصار ابن ابی عبید نے قتل کیا تھا۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود ہیں جو بنی تمیم میں سے تھیں۔ ۷۔ ابوبکر ہیں جو امام حسینؑ کی معیت میں شہید ہوئے۔ ان کی ماں بھی لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ ۸۔ عباس اکبر۔ ۹۔ عثمان۔ ۱۰۔ جعفر اور ۱۱۔ عبداللہ ہیں جو امام حسینؑ کی معیت میں شہید ہوئے ان کی والدہ ام البنین بنت حزام اور بعض کے نزدیک بنت خلعہ ہیں۔ ان سے آپ کی شادی جناب فاطمہؑ کے بعد ہوئی ۱۲۔ محمد اصغر ہیں یہ بھی امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی ماں کنیز ہیں اور ۱۳۔ یحییٰ اور ۱۴۔ عون ہیں ان دونوں کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ جعفر بن ابی طالب نے اسماء سے شادی کی تھی۔ وہ شہید ہوئے تو اسماء نے ابوبکر سے شادی کر لی۔ ان کے انتقال کے بعد علیؑ نے ام البنین سے شادی کے بعد اسماء سے نکاح کیا پس اسماء سے اولاد پیدا ہوئی۔ ۱۵۔ عمر اکبر اور ۱۶۔ رقیہ ان دونوں کی ماں صہبہ تھی جو کہ نو عمر تھی اس سے اسماء کے بعد آپ نے شادی کی۔ صہبہ کو ام حبیبہ بنت ربیعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بنی وائل سے تھیں جب خالد بن ولید نے بنی غالب پر غارت گری کی عین اتمر کے پاس تو یہ صہبہ اس کے ہاتھ آئی تھیں۔ اس عمر اکبر کا ذکر بعد میں کریں گے۔ یہ عمر راوی حدیث اور فاضل تھے اور انھوں نے اسماء بنت عمیل بن ابی طالب سے شادی کی اور پچاسی سال تک زندہ رہے۔

۱۷۔ محمد اوسط ہے۔ ان کی ماں امامہ بنت عاص بن ربیع تھی اور ان کی ماں

زینب بنت رسول اللہ (رہیبہ رسول) تھیں۔ ان سے صہبا کے بعد شادی کی۔

۱۸۔ ام حسن۔ ۱۹۔ ام حسین اور ۲۰۔ رملہ تھیں۔ ان کی ماں ام سعید بنت عروہ ہیں۔ ان سے شادی اخیر میں ہوئی۔ ۲۱۔ ام ہانی۔ ۲۲۔ میونہ۔ ۲۳۔ زینب صغریٰ۔ ۲۴۔ رملہ صغریٰ۔ ۲۵۔ ام کلثوم صغریٰ۔ ۲۶۔ فاطمہ۔ ۲۷۔ امامہ۔ ۲۸۔ خدیجہ۔ ۲۹۔ ام الکرام۔ ۳۰۔ ام جعفر۔ ۳۱۔ جمانہ۔ ۳۲۔ نفیثہ ان سب کی مائیں مختلف کنیزیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک اور (۳۳) بیٹی تھی جو صغریٰ میں ہی فوت ہو گئی۔ اس کا نام کسی نے نہیں لکھا۔ ان میں سے نسل صرف پانچ سے چلی۔ وہ حسن و حسین و محمد بن حنفیہ عمر اور عباس ہیں۔ بعض کہتے ہیں محمد اصغر سے بھی نسل چلی۔ ان کا تذکرہ بھی کیا جائے گا۔

زیر بن بکار کہتا ہے کہ عباس بن علی کی اولاد میں سے عبید اللہ بن علی بن ابراہیم بن عبید اللہ بن عباس بن علی ہیں۔ علماء سیر کہتے ہیں کہ عبید اللہ بغداد میں گئے اور وہاں احادیث بیان کرتے رہے۔ مصر میں بھی رہے عالم اور سخی تھے۔ ان کے پاس کتابیں تھیں جنہیں جعفر یہ کہا جاتا ہے۔ ان میں فقہ اہلبیت تھی۔ انہوں نے ۳۱۲ھ میں مصر میں وفات پائی۔ ابو بکر خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ جناب عباس بن علی کی اولاد میں سے عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباس بن علی تھے۔ ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد تشریف لائے اس کے ساتھ رہے پھر مامون کے ساتھ وقت گزارا۔ عالم اور شاعر فصیح تھے۔ اولاد علی کا خیال ہے کہ ابوطالب کی اولاد میں سب سے عظیم شاعر تھے۔ ایک دن مامون کے دربار میں گئے۔ بہترین کلام کیا تو مامون کہنے لگا خدا کی قسم تم جب بات کرتے ہو تو بہترین گفتگو کرتے ہو۔ جب مجلس میں موجود ہوتے ہو تو مجلس کو باغ و بہار کرتے ہو اور جب غائب ہوتے ہو تو تم سے کوئی خدشہ نہیں ہوتا۔ ایک دن مامون کے دروازہ پر آئے تو دربار نے سر نیچا کر لیا۔ تو عباس کہنے لگے اگر ہمیں مامون اجازت دے تو ہم اندر داخل ہوں گے اگر عذر کرے تو اس کا عذر قبول کریں گے اور اگر ہمیں پلٹا دے تو ہم پلٹ جائیں گے لیکن یہ اعراض سنا تیر نظر کے بعد اسے میں نہیں جانتا اور یہ شعر پڑھنے لگے:

صاعن رضی کان الحمار مطینی

ولکن من یمشی سیر رضی بمار کب

ترجمہ: میری گدھے کی سواری خوشی سے نہیں ہے لیکن جو پیدل چل رہا ہو اسے جو سواری مل جائے اس پر راضی ہو جاتا ہے۔

ان عباس کے اور بھائی بھی علماء و فضلاء میں سے تھے۔ وہ محمد عبید اللہ فضل اور حمزہ ہیں یہ سب حسن ابن عبید اللہ بن عباس کے بیٹے ہیں۔ جناب امام حسن امام حسین اور محمد بن حنفیہ کے الگ الگ ابواب ہیں حالات زندگی تحریر کریں گے۔

خلافت طاہرہ

علماء سیر و تاریخ کا بیان ہے مثلاً طبری و اقدی ہشام بن محمد وغیرہ کو حضرت علیؑ کی بیعت خلافت قتل عثمان کے ساتھ ہوئی اور وہ ہفتہ ۱۸ ذی الحجہ کا دن تھا بعض تیرہ کہتے ہیں اور بعض جمعہ کا دن اور پچیس ذی الحجہ کہتے ہیں اور یہ ۳۵ھ کی بات ہے آپ کی بیعت پر تمام مہاجرین و انصار نے اتفاق کیا۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خدا کی قسم خلافت نے علیؑ کو زینت نہیں دی بلکہ علیؑ نے خلافت کو زینت دی ہے۔ سب سے پہلے آپ کی بیعت طلحہ نے کی پھر زبیر اور تمام صحابہ نے۔

ابن جریر نے کہا ہے مجھے یہ خبر محمد بن حنفیہ سے پہنچی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ تھا جب عثمان قتل ہوئے آپ اپنے گھر میں تشریف لائے تو اصحاب رسول آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یہ شخص (عثمان) قتل ہو گیا ہے لوگوں کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے جو ان کے معاملات کو قائم رکھے اور آج کے دن ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس کا عقدا نہیں پاتے جو کارناموں میں آپ سے بڑھا ہوا اور رسول اللہ کا زیادہ قریبی ہو آپ نے فرمایا یہ بات اب نہ کرو میں تمہارے لیے امیر کی بجائے وزیر ہوں تو بہتر ہو گا وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک کوئی کام نہیں

کریں گے۔ جب تک آپ کی بیعت نہ کر لیں تو آپ نے فرمایا اگر اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تو پھر مسجد میں چلو کیونکہ میری بیعت تمام مسلمانوں کی رضا و رغبت کے بغیر نہیں ہوگی۔ آپ مسجد میں تشریف لائے پہلے مہاجرین و انصار نے آپ کی بیعت کی۔ پھر باقی لوگوں نے نیز ابن جریر نے ابی بشر عابدی سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے ان سے کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں تم جسے اپنا حاکم بنا لو میں راضی ہوں اور اختلاف نہیں کروں گا انھوں نے آپ ہی کو پسند کیا اور کہنے لگے ہم آپ کے علاوہ کسی کو انتخاب نہیں کرتے۔ آپ بنی عمرو بن مبدول کے باغ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ پس وہ لوگ آپ کے پاس آئے جن میں طلحہ اور زبیر بھی تھے اور دیوار پھاند کر آپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ہاتھ کھولیں پہلے طلحہ نے بیعت کی اور پھر زبیر نے۔

زہری کہتا ہے تعجب ہے کہ عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علیؑ کی بیعت تو نہ کی اور یزید بن معاویہ کی کر لی۔

اور سیف و ابن جریر کے علاوہ دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ قتل عثمان کے بعد چالیس راتیں برابر لوگ مع مہاجرین و انصار کے حضرت علیؑ کے پاس آتے جاتے رہے اور کہتے تھے کہ آپ بیعت لیجئے اور آپ فرماتے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں کسی اور کو انتخاب کر لو اور جس کو انتخاب کر لو گے میں اختلاف نہیں کروں گا اور وہ کہتے تھے آپ کے علاوہ کوئی اس کی قابلیت نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا اور بیت المال کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور مجھے تمہارے کسی معاملہ میں دخل نہیں ہوگا تو وہ راضی ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں کسی کو دوسرے سے ایک درہم بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ وہ کہنے لگے بجا ہے پس لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ آپ جب منبر سے اترے تو ہر صاحب حق کو اس کا حق دیا اور لوگوں میں سکون پیدا ہو گیا۔ تھوڑا ہی وقت گزر رہا تھا کہ طلحہ و زبیر آئے اور کہنے لگے اے امیر المؤمنین ہمارے اہل و عیال زیادہ ہیں اور ہماری زمین سخت ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے شرط نہیں کی تھی کہ کسی کو دوسرے سے ایک درہم بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ کہنے لگے ہمارے ذمہ اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے

ساتھیوں کو بلاؤ اگر وہ راضی ہو جائیں تم دونوں کو ان کے بغیر دے دوں تو میں ایسا کروں گا اور اگر یہ کام تم نہیں کر سکتے تو پھر میں اپنے حصہ میں سے تمہیں دوں گا وہ اس پر راضی نہ ہوئے اور کہنے لگے ہمیں عمرہ کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا مقصد عمرہ نہیں بلکہ دھوکا و فتنہ و فساد ہے۔ وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم آپ نے فرمایا میری طرف سے اجازت ہے جو چاہے کرتے پھرو۔ یہ آپ کی خلافت (ظاہریہ) کے چار مہینے کی بات ہے۔

فحشی کہتا ہے کہ ولید بن عقبہ، سعد بن ابی وقاص اور مروان بن حکم مکہ کی طرف بھاگ گئے۔ مکہ میں عائشہ اور ام سلمیٰ موجود تھیں اور طلحہ و زبیر بھی مکہ کی طرف گئے اور ام سلمیٰ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ ہمیں علیؑ کی بیعت پر مجبور کر دیا گیا تھا اور ام سلمیٰ سے سوال کیا کہ ہم خروج کرنا چاہتے ہیں ام سلمیٰ نے انہیں منع کیا اور کہنے لگیں کہ تم دونوں فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو۔ جب ام سلمیٰ سے مایوسی ہوئی اور حضرت عائشہ کے پاس گئے اور حضرت عائشہ سے وہی باتیں کیں اور ان سے کہنے لگے تم ہمارے ساتھ خروج کرو تا کہ ہم اس شخص (علیؑ) سے جنگ کریں انہوں نے اس کی پیشکش قبول کر لی۔

اس باب میں ایک واقعہ ہے جسے بیت مال العلوم اور نیز علماء المجاہدین کے مؤلفین نے ابی بزیل علاف سے ذکر کیا ہے۔ ابی بزیل کہتا ہے کہ میں مامون کے ساتھ رقبہ کی طرف سفر پر گیا۔ ہم فرات میں سیر کر رہے تھے کہ ہمارا گزر ایک دیر (گرجا) سے ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ اس میں ایک مجنون رہتا ہے جو حکمت کی باتیں کرتا ہے۔ میں اس گرجا میں گیا۔ اچانک مجھے ایک خوبصورت اور وجیہ شخص نظر آیا جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ میں نے اس پر سلام کیا اس نے مجھے جواب سلام دیا۔ پھر کہنے لگا میرا دل کہتا ہے کہ تو اس شہر یعنی رقبہ کا رہنے والا نہیں کہ جس کے باشندے کم عقل ہیں میں نے کہا ہاں میں اہل عراق سے ہوں تو وہ کہنے لگا میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں تم مجھے کی کوشش کرنا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں میں نے کہا پوچھو اس نے کہا تاؤ کیا نبی اکرمؐ نے کسی کو اپنا وصی بنایا تھا؟ میں

نے کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ پھر ابو بکرؓ آپ کی جگہ پر بغیر وحی بنائے آپ کی جگہ کس طرح بیٹھ گئے؟ میں نے کہا انھیں مہاجرین و انصار نے منتخب کیا تھا اور لوگ ان کی خلافت پر راضی ہو گئے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ مہاجرین نے کس طرح ان کا انتخاب کیا تھا؟ جبکہ زبیر بن عوام نے تو یہ کہہ دیا تھا کہ میں علیؓ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کروں گا۔ اور اسی طرح عباس نے بھی کہا۔ انصار نے کیسے انھیں منتخب کیا جبکہ وہ تو کہتے تھے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو اور انھوں نے تو سقیفہ کے دن سعد بن عبادہ کو اپنا حاکم بنا بھی لیا تھا اور عمرؓ نے کہا تھا کہ سعد کو قتل کر دو خدا سے قتل کرے اور تو کیسے کہتا ہے کہ لوگ راضی ہو گئے تھے حالانکہ سلمان فارسی نے کہا تھا (کردی نہ کردی) یعنی تم نے کیا کیا تو اس کی گردن پر گھونٹے مارے گئے اور ابوسفیان بن حرب نے علیؓ سے کہا تھا ہاتھ بڑھاؤ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اگر چاہو تو مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے پڑ کر دوں گا۔ پھر نبی ہاشم نے چھ ماہ تک ابو بکرؓ کی بیعت نہ کی تو اجماع کیا ہوا؟ پھر جب ابو بکرؓ خلیفہ بن گئے تو انھوں نے حمزہؓ الہی کے بعد کہا کہ میں تمہارا حاکم بن گیا ہوں لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں تو کس طرح مفضل فاضل پر مقدم کیا جاسکتا ہے؟

اور جب عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ابو بکرؓ کے سینے کا ایک بال ہوتا پھر بعد میں کہا کہ ابو بکرؓ کی خلافت تو ایک بے سوچا سمجھا کام تھا۔ خدا نے اس کے شر سے بچا لیا جو کوئی پھر ایسا کام کر سکے اسے قتل کر دو۔ پھر عمرؓ نے وہ قیدی واپس کر دیے جنھیں ابو بکرؓ کے زمانہ میں خالد بن ولید نے قید کیا تھا۔ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے شادی رچالی تھی۔ عمرؓ نے اسے بھی واپس کر دیا جبکہ خالد کے ہاں بچے بھی پیدا کر چکی تھی۔ پھر عمرؓ نے صہیب کو اصحاب رسول پر حاکم بنایا۔ حالانکہ وہ عمر بن قاسم کا غلام تھا اور ان سب باتوں میں تناقص ہے اور مجھے عبدالرحمن بن عوف کے متعلق بتاؤ کہ جب انھوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا تو ان کو بیچانتے تھے کہ نہیں! کہنے لگا تو عبدالرحمن بن عوف نے بعد میں کہا میں نہیں چاہتا تھا کہ زندہ رہوں۔ یہاں تک کہ عثمان مجھ سے کہیں کہ اے منافق تو عثمان کی معرفت عبدالرحمن کے متعلق جب ان کی طرف نفاق

کی نسبت دی وہی تھی جس طرح حضرت عثمان کی معرفت عبدالرحمن کو تھی جب انھیں خلیفہ بنایا جا رہا تھا۔

اور مجھے حضرت عائشہ کے متعلق بتاؤ کہ جب عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکانی تھیں۔ جس دن لوگوں نے عثمان کے گھر کو گھیر رکھا تھا اور کہتی تھیں نعل کو قتل کر دو خدا سے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے اور جب علیؑ خلیفہ ہوئے تو کہتی تھی میں دوست رکھتی ہوں کہ آسمان زمین پر گر پڑے۔ پھر اپنے گھر سے نکل پڑیں اور طلحہ و زبیر کی معیت میں علیؑ سے جنگ کرنے لگیں اور ناجائز خون بہانے لگیں حالانکہ خداوند عالم کہتا ہے کہ تم اپنے گھروں میں رہو۔ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلو۔ یہ اللہ کی کھلی ہوئی مخالفت تھی اور جب عثمان قتل ہو گئے تو مسلمان اور صحابہ حضرت علیؑ کی طرف سیلاب کی طرح آئے تاکہ ان کی بیعت کریں۔ علیؑ نے قبول نہ کیا تو کہنے لگے اگر خدا کی قسم آپ نے بیعت نہ لی تو آپ کو عثمان کے ساتھ ملوث کر دیں گے۔ پس مجھے بتاؤ کہ کون سی بیعت میں زیادہ زور تھا کیا جس نے سعد کو پیٹا اور سلمان کی گردن پر گھونے مارے یا جس کے پاس لوگ آئے اور اسے بیعت لینے پر مجبور کرنے لگے۔ ابو بزیل کہتا ہے کہ میں کوئی جواب اسے نہ دے سکا۔

ابو حامد غزالی نے کتاب سر العالمین و کشف مانی الدارین میں اسی قسم کی ایک حکایت نقل کی ہے (مزید اس میں ہے) کہ وہ کہنے لگا رسول اللہؐ نے عذریختم کے مقام پر حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں تو عمر بن خطاب نے کہا تھا کیا کہنے تمہارے اے ابوالحسن آپ میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔ کہنے لگا یہ تسلیم و رضا اور فیصلہ ہے پھر بعد میں خواہشات کا غلبہ جھنڈوں کی حرکت شہروں کی فتح کے لیے لشکروں کا جھگڑنا، خلافت میں اوامر و نواہی ان سب چیزوں نے مخالفت پر اکسایا تو رسول کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑا سا مال خرید لیا اور بڑی تجارت کی۔ کہنے لگا اور جب رسول اللہؐ کی رحلت کا وقت آیا تو وفات سے تھوڑی دیر پہلے آپ نے فرمایا کہ کاغذ اور دوات لاؤ میں تمہیں تحریر لکھ دوں تاکہ میرے بعد اس میں اختلاف نہ کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا چھوڑو اس شخص کو اسے تو ہڈیاں ہو گیا ہے۔

اور کہنے لگے کہ عباسؑ علیؑ ان کی اولاد اور بنی ہاشم بیعت کے وقت حاضر نہیں تھے۔ اس کے علاوہ سقیفہ میں انصار نے بھی ان کی مخالفت کی اور محمد بن ابی بکر اپنے باپ کے مرض الموت میں اپنے باپ کے پاس گئے تو کہنے لگے اپنے چچا عمر کو بلاؤ تاکہ میں اس کی خلافت کی وصیت کر جاؤں۔ تو محمد کہنے لگے اے بابا آپ حق پر ہیں یا باطل پر تو کہنے لگے حق پر ہوں۔ پھر محمدؐ نے کہا اگر حق پر ہیں تو اپنے بیٹے کے لیے بھی وہی پسند کیجئے جو اپنے لیے کیا ہے۔ پھر ابو بکر نے منبر رسول پر کہا کہ مجھے معاف کرو میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ یہ بات انھوں نے بری کی تھی یا حقیقت کے ساتھ یا بطور امتحان کہہ رہے تھے۔ اگر بری بات تھی تو خلفاء اس سے منزه ہوتے ہیں۔ اور اگر حقیقت کبھی تھی تو اس سے ان کی خلافت ختم ہو جاتی ہے اور اگر بہ طور امتحان کہا تھا تو امتحان ہونے میں سکتا کیونکہ خداوند عالم کہتا ہے ہم نے ان کے دلوں سے کینے کو نکال دیا ہے۔

میں کہتا ہوں پھر تعجب یہ ہے کہ معاویہ نے خلافت میں علیؑ کے ساتھ کیسے نزاع کی حالانکہ رسولؐ نے خلافت میں طمع کرنے والے کے طمع کو قطع کر دیا تھا۔ اپنے اس قول سے کہ جب دو خلیفہ ہو جائیں تو ان میں سے آخری کو قتل کر دو اور تعجب ہے کہ ایک حق دو اشخاص میں کیسے تقسیم ہو سکتا ہے اور خلافت کوئی جسم تو نہیں کہ جس کا تجزیہ کیا جاسکے اور ابو حازم کہتا ہے پہلا مقدمہ جو قیامت کے دن بندوں میں جاری ہو گا وہ علیؑ اور معاویہ کا ہو گا پس اللہ تعالیٰ علیؑ کے حق میں معاویہ کے خلاف فیصلہ کرے گا اور باقی مشیت الہی کے تابع ہوں گے۔

اور رسول اکرمؐ نے عمار سے فرمایا تھا کہ تمہیں باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی امام تو باغی نہیں ہو سکتا اور نہ امامت کے لباس میں دو شخص سما سکتے ہیں جیسے کہ رو بوبیت میں دو خدا نہیں ہو سکتے۔

نیز غزالی کہتا ہے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یزید بن معاویہ قتل حسینؑ پر راضی نہیں تھا اور وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کا قتل غلطی سے ہو گیا۔ حالانکہ قتل حسینؑ غلطی پر محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ کے ساتھ جنگ ہوئی اور یزید و ابن زیاد کے درمیان اس

معاملہ میں خطہ و کتابت ہوئی اور یزید نے آپ کے قتل پانی بند کرنے اور انھیں پیاسا شہید کر کے ان کے سر کو نیزہ پر سوار کرنے اور ان کے اہلیت کو قید کر کے ننگے سر اونٹوں پر سوار کر کے بھیجے پراسکایا اور آپ کے دندان مبارک کو چھڑی لگا تا رہا اور جب علی بن الحسین سید سجاد یزید کے دربار میں گئے تو کہنے لگا تم اسی کے بیٹے ہو جس کو اللہ نے قتل کیا۔ آپ نے فرمایا میں اس کا بیٹا ہوں جسے تو نے قتل کیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی من قتل مومنا متعمدا فجزاۃ جہنم خالدين فيها ابدًا جو کسی مومن کو عمدہ قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ پھر ہزار مہینے تک منبر پر حضرت علی پر لعنت کی گئی اور یہ معاویہ کے حکم سے ہوا کیا تو سمجھتا ہے کہ کتاب خدا نے انھیں یہ حکم دیا تھا یا سنت رسول نے یا اجماع امت نے یہ امام غزالی کا کلام تھا۔

روانگی بصرہ

علماء سیر و تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ شام کی طرف معاویہ سے جہاد کرنے کے لیے تیار تھے اور جانے ہی والے تھے کہ آپ کے پاس حاکم مکہ کا خط پہنچا کہ طلحہ و زبیر یہاں آئے اور حضرت عائشہ کو ساتھ لے گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ پس آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تحقیق کہ طلحہ زبیر اور عائشہ کو میری خلافت بری لگی ہے اور وہ بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں پس ان کی طرف جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ جب عثمان قتل ہو گئے اس وقت مکہ کا حاکم عبداللہ بن عامر حضرمی تھا اور بی بی عائشہ ان دنوں مکہ میں موجود تھیں اور وہ محرم عمرہ بجالاتا چاہتی تھیں۔ تو بنی امیہ بھاگ کر مکہ چلے گئے اور انھوں نے بی بی عائشہ کو قتل عثمان کی اطلاع دی اور یہ نہ بتایا کہ حضرت علیؑ خلیفہ بنا لیے گئے ہیں۔ جب بی بی عائشہ عمرہ سے فارغ ہو چکیں تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب مقام سرف پر پہنچیں تو بنی امیہ کا ایک شخص جو ان کے احوان میں سے تھا ملا۔ جس کا علیہ اللہ بن ابی سلمہ تھا تو کہنے لگیں کیا خبر

ہے تو وہ گنگنا نے لگا اور اظہار غیظ و غضب کرنے لگا تو عائشہ نے کہا خدا تجھے ہلاک کرے تو ہمارا مخالف ہے کہ موافق تو اس نے کہا عثمان قتل ہو گئے اور لوگ پانچ دن تک بغیر امام کے رہے۔ کہنے لگیں پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا اہل مدینہ اور وہ لوگ جن کا مدینہ پر غلبہ تھا وہ علی ابن ابی طالب کی خلافت پر جمع ہو گئے تو بی بی عائشہ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور مکہ میں لوٹ آئیں۔ جب لوگوں کو یہ اطلاع ملی تو وہ ان کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ بی بی عائشہ مسجد الحرام میں حجر اسود کے پاس آئیں اور پردہ کا انتظام کر لیا لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تو انھوں نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! پست قسم کے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے جو کل ظلم سے مارا گیا ہے۔ انھوں نے ناحق جلد بازی سے کام لیا ہے اور انھوں نے وہ خون بہایا جو ان کے لیے حرام تھا۔ محترم مہینے میں محترم شہر میں انھوں نے اس چیز کو حلال سمجھ لیا۔ تمہارا ان کے خلاف اجتماع دوسرے لوگوں کو ان سے دور کرنے کا اور ان کے پیچھے جو لوگ ہیں وہ بھی ان کا ساتھ دینے سے پہلو تہی کریں گے۔ عبد اللہ بن عاص نے کہا میں پہلا شخص ہوں جو خون عثمان کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ابن جریر نے صیدانی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے عائشہ مدینہ سے مکہ کی طرف اس وقت گئیں جب عثمان محصور تھے۔ عائشہ کے پاس ایک شخص پہنچا جسے انھیں کہتے تھے بی بی عائشہ نے اس سے سوال کیا کہ لوگوں نے کیا کیا اس نے کہا کہ مصری عثمان کے خلاف جمع ہو گئے اور انھیں قتل کر دیا تو کہنے لگیں اناللہ وانا الیہ راجعون یہ تو حق کا مطالبہ کرنے آئی تھی اور ظلم کو پسند نہیں کرتی تھی اس نے انھیں قتل کیا اور خدا کو یہ قتل زیادہ پسند تھا۔ پھر دوسرا آیا اس سے سوال کیا کہ لوگوں نے کیا کیا؟ اس نے کہا مصریوں نے عثمان کو قتل کر دیا۔ کہنے لگی عثمان مظلوم مارا گیا ہے میں اس کے خون کا مطالبہ کروں گی تم لوگ میرا ساتھ دو۔ عبید بن ام کلاب نے کہا۔ تم اب یہ بات کیوں کہتی ہو حالانکہ خدا کی قسم تمہیں تو اس کے قتل پر لوگوں کو بھڑکاتی تھیں اور کہتی تھیں نعلن کو قتل کر دو خدا سے قتل کریں بیشک وہ کافر ہو گیا ہے۔ کہنے لگیں پہلے ان لوگوں نے اس سے توبہ کرائی پھر قتل کیا ہے تو عبید بن ام کلاب کہنے لگا

وانت امرت بقتل الامام	وقلت لنا انه قد كفر
فهبنا اطعناک فی قتله	وقاتله عندنا من امر
ولم یسقط السقف من قوفنا	ولم تنکسف شمسنا والقمر
وقد بايع الناس ذاتدرع	یزیل اشياء وبقیم الصحر
ویلبس للحرب اوزارها	وما من وفی مثل من قد عشر

ترجمہ: تیری طرف سے رونا اور واویلا تھا اور تیری ہی طرف سے ہوا میں طلیں اور بارش برسی اور تو نے ہی امام (عثمان) کے قتل کا حکم دیا اور تو نے ہی کہا کہ تحقیق وہ کافر ہو گیا ہے پس فرض کرو کہ ہم نے اس کے قتل کرنے میں تمہاری اطاعت کی اور ہمارے نزدیک تو اس کا قاتل وہی ہے جس نے قتل کا حکم دیا تھا اور نہ ہم پر آسمان اوپر سے گرا ہے اور نہ آفتاب و ماہتاب کو گرہن لگا ہے اور لوگوں نے اس شخص کی بیعت کی ہے جسے تم جانتی ہو جو کانٹوں کو دور کرتا ہے اور سخت چیزوں کو سیدھا کرتا ہے اور جنگ کے لیے جنگ کے ہتھیار زیب تن کرتا ہے اور جو شخص غلط کاریوں سے محفوظ رہا ہو اس کے مثل ہیں جس نے ٹھوکریں کھائی ہوں۔

پھر بنی امیہ بی بی عائشہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہم سب خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان کے سرگروہ عبداللہ بن عامر حضرمی اور مروان بن حکم تھے اور جنہیں سردار تسلیم کیا گیا۔ وہ طلحہ وزیر تھے۔ ان سب کا اتفاق ہوا کہ بصرہ جانا چاہیے کیونکہ ابن عامر نے انہیں کہا تھا کہ معاویہ تمہارے لیے شام میں کافی ہے اور میں بصرہ میں اپنی تدابیر دکھاؤں گا کیونکہ یہ وہاں کا حاکم تھا اور ابن عامر نے مال و اسباب ان کے لیے مہیا کر دیا تھا۔ جب عائشہ نے جانے کا قصد کیا تو ام سلمہ نے انہیں منع کیا اور ام سلمہ نے ان سے کہا اے عائشہ خدا کا حجاب نہیں اٹھا تمہیں اس معاملہ سے کیا سروکار ہے اس میں لوگوں کے ہاتھ چل رہے ہیں اور مرد ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں اور اس معاملہ کا سکون پڑ رہا جو جانا مسلمانوں کی بہبود کا سبب ہے۔ پس رسول اللہ کی عزت کا خیال کرتے ہوئے اس سے پرہیز کرو تا کہ انہیں اپنی بیوی کے متعلق رسوائی نہ ہو اور ڈرو اس خون سے

جو خدا نے تمہارے لیے مباح نہیں کیا۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام سلمہ اس وقت مدینہ میں تھیں اور انہوں نے وہیں سے عائشہ کو خط لکھا اور اس اقدام سے منع کیا کیونکہ جب حضرت علیؑ نے بصرہ جانے کا قصد کیا تو ام سلمہ نے ان سے عرض کی اے امیر المؤمنین اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں خدا کی نافرمانی کر رہی ہوں تو میں ضرور آپ کے ساتھ جاتی لیکن یہ میرا بیٹا عمر ہے جو مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ پھر وہ شخص اس قوم سے الگ ہو گیا اور بخاری نے بھی اس واقعے کے کچھ حصے نقل کیے ہیں اور یہ بات ابن بکرۃ سے نقل کی ہے وہ کہتا ہے کہ جنگ جمل میں مجھے ایک بات نے فائدہ پہنچایا جو میں نے رسول اللہؐ سے سنی تھی۔ بعد اس کے قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ ٹل جاؤں اور ان کی معیت میں جنگ کروں۔ وہ کہتا ہے جب رسول اللہؐ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ قوم کبھی بھی فلاح و بہبود حاصل نہیں کرے گی جس نے اپنا حاکم عورت کو بنا لیا۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ کسریٰ کی بیٹی جو تھی اس کا نام بوران تھا۔ جب وہ بادشاہ بنی تو ان لوگوں کا نظام حکومت مختل ہو گیا۔ اس طرح جو عورت بھی حاکم بنے گی وہ استفسار اور رائے کی محتاج ہوگی اسی لیے تو عورت کی حکومت، قضاوت اور امامت وغیرہ نہیں سونپی جاتی۔

پھر طلحہ و زبیر نے ایک تاریک رات عثمان بن حنیف کو دھوکا دیا۔ وہ ایک جماعت کے ساتھ مسجد میں تھا انہوں نے پاؤں کے نیچے سے روند اور اس کے چہرہ کے بال نوچے یہاں تک کہ اس کے چہرے پر کوئی بال باقی نہ رہا۔ پھر انہوں نے کسی آدمی کو عثمان کے متعلق مشورہ لینے کے لیے عائشہ کے پاس بھیجا وہ کہنے لگیں اسے قتل کر دو تو عائشہ سے ایک عورت نے کہا میں عثمان کے بارے میں تجھے واسطہ دیتی ہوں وہ رسول اللہؐ کا صحابی ہے تو عائشہ نے کہا اچھا اسے قید کر دو اور اسے چالیس کوڑے لگاؤ۔ اور اس کے سر داڑھی اور پلکوں کے بال نوج کر صاف کر دو۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور بصرہ کا بیت المال لوٹ لیا اور ستر مسلمانوں کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا۔ اور وہ اسلام میں پہلے لوگ

تھے جنہیں اس طرح قتل کیا گیا۔

اور ابن سعد نے ہشام بن محمد سے روایت کی ہے کہ انہیں قتل عثمان سے صرف یہ بات مانع تھی کہ انصار ناراض ہو جائیں گے۔ یہ عثمان حضرت علی کے پاس مقام ذی قار میں پہنچے اور ان کے چہرہ اور سر پر کوئی بال باقی نہیں رہا تھا۔ جب امیر المؤمنین نے یہ دیکھا تو آپ کو بہت شاق گزرا اور آپ نے انا اللہ بڑھا!

سیف بن عمر کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؑ مدینہ سے نکلے اور یہ ماہ ربیع الاول کے آخر ۳۶ھ کی بات ہے۔ آپ نے اہل کوفہ کو خط لکھا اور انہیں اپنے ساتھ لے جانے کا حکم دیا۔ ابو موسیٰ اشعری اس وقت وہاں کا حاکم تھا۔ لوگ اس کے پاس بصرہ جانے کے لیے مشورہ کرنے آئے تو اس نے کہا اگر دنیا چاہتے ہو تو جاؤ اور اگر آخرت چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں قیام کرو۔ جب حضرت علیؑ کو اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے اسے خط لکھا کہ ہماری حکومت سے الگ ہو جاؤ اور آنحضرتؐ تم خدمت کیے گئے ہو اور دھتکارے گئے ہو۔ اے جولاہہ کے بیٹے یہ ہمارے متعلق تمہاری برائی کا پہلا موقع ہے۔

مسعودی نے مروج الذهب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ حکومت سے الگ ہو جاؤ اور آنحضرتؐ تم خدمت کیا گیا ہے اور دھتکار دیا گیا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں نے حکم دیا ہے اس شخص کو جو تجھے نکلے نکلے کر دے گا اے جولاہہ کے بیٹے یہ تیرا پہلا قبیح فعل نہیں بلکہ تیرے اور بھی بہت سے قبیح افعال ہیں۔ پھر حضرت علیؑ نے امام حسنؑ اور عمار کو کوفہ کی طرف بھیجا۔ ان کی ابو موسیٰ سے ملاقات ہوئی تو امام حسنؑ نے فرمایا تو نے لوگوں کو ہماری نصرت سے کیوں روکا ہے؟ خدا کی قسم ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے۔ کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہؐ سے سنا تھا وہ فرما رہے تھے عنقریب ایک فتنہ کھڑا ہوگا جس میں بیٹھا ہوا کھڑے سے بہتر اور پیدل چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ اس پر عمار غضبناک ہو گئے اور ابو موسیٰ کو لعنت طاعت کی عمار نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا اے لوگو یہ رسول کا چچا زاد بھائی ہے جو تمہیں عاصیہ کی طرف جانے کو کہہ رہا ہے اور مجھے بھی علم ہے وہ دنیا اور آخرت میں رسول کی بیوی ہیں اور امام

حسن نے بھی اسی قسم کا کلام فرمایا اور فرمایا کہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دو کہ جس میں ہم جتنا ہو گئے ہیں۔ پس آپ کے ساتھ نو ہزار اہل کوفہ نکلے۔ کچھ خشکی کے راستے اور کچھ پانی کے راستے اور بخاری نے بھی اس مضمون کو ابی وائل شقیق بن سلمہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے جب حضرت علیؑ نے عمر اور اپنے بیٹے حسنؑ کو کوفہ روانہ کیا تا کہ لوگوں کو جنگ بصرہ کے لیے تیار کیا جائے تو عمار نے خطبہ دیا میں جانتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں وہ رسول کی بیوی ہیں لیکن خدا تمہارا امتحان لے رہا ہے کہ تم علیؑ کا ساتھ دیتے ہو یا عاتشہ کا! اور ایک روایت میں ہے کہ امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ وہ اوپر کی سیڑھی پر بیٹھے اور عمار نیچے کی سیڑھی پر اور فرمایا اس واقعے کو بخاری نے بھی ابی وائل سے ذکر کیا ہے۔ پھر جب حضرت علیؑ بصرہ پہنچے تو آپ نے طلحہ زہیر عاتشہ اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ تھے ایک خط لکھا تا کہ اس پر حجت قائم ہو جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ خط اللہ کے بندے امیر المؤمنین علیؑ کا ہے۔ طلحہ زہیر اور عاتشہ کی طرف سلام علیکم۔ انا بعد اے طلحہ وزہیر تمہیں معلوم ہے کہ میں بیعت لینا نہیں چاہتا تھا جب تک کہ مجھے اس پر مجبور نہیں کیا گیا اور تم ان لوگوں میں سے ہو جو میری بیعت پر راضی تھے اگر تم نے میری بیعت اطاعت کرتے ہوئے کی تھی تو اللہ کی بارگاہ میں تو بہ کرو اور جس حالت میں ہو اس سے پلٹ آؤ اور اگر تم نے میری بیعت ناپسندیدگی کی حالت میں کی تھی تو تم نے میرے لیے اپنے اوپر ایک راستہ ہموار کیا کہ تم نے اطاعت کا اظہار کیا اور محصیت و منافقت کو چھپاتے رہے۔ حالانکہ اے طلحہ تم مہاجرین کے بزرگ ہو اور تم اے زہیر شاہسوار قریش ہو حالانکہ تمہارے لیے اس معاملے میں داخل ہونے سے پہلے اس کو دفع کر دینا زیادہ آسان تھا اس سے پہلے کہ تم اقرار کرنے کے بعد اس سے خارج ہو جاؤ۔

اور اے عاتشہ! اس میں شک نہیں کہ تم اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان ہو کر نکلی ہو۔ تم ایسی چیز کو طلب کرتی ہو جس سے تمہیں کوئی سروکار ہی نہیں پھر یہ بھی گمان کرتی ہو کہ تم مسلمانوں کے درمیان اصلاح چاہتی ہو۔ پس مجھے بتاؤ کہ عورتوں کا

کیا کام کہ لشکروں کی قیادت کرتی پھریں اور مردوں کے سامنے ظاہر ہوں اور مسلمانوں میں کوہ پڑیں اور محترم خون بہائیں۔ پھر تم اپنے گمان میں خون عثمان کا مطالبہ کر رہی ہو تمہیں اس سے کیا نسبت؟ عثمان بنی امیہ میں سے ہیں اور تم قبیلہ تیم میں سے ہو۔ پھر کل تم صحابہ رسول کی ایک جماعت کے سامنے کہتی تھیں کہ نعل کو قتل کر ڈالو خدا سے قتل کرے۔ تحقیق وہ کافر ہو گیا ہے۔ پھر آج اس کے خون کا مطالبہ کر رہی ہو پس خدا سے ڈرو اور اپنے گھر کو لوٹ جاؤ اور پردہ میں بیٹھو۔ والسلام۔ اس خط کا انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر جب اسی سال ماہ جمال الاولیٰ کی پندرہ تاریخ کو دونوں گروہ آمنے سامنے ہو گئے تو زبیر اپنے گھوڑے پر تھیا رنگا کر نکلے اور طلحہ بھی تو حضرت علی بھی ان کی طرف آئے اور ان کے قریب ہوئے یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کی لنگا میں ایک دوسرے سے ٹل گئیں حالانکہ حضرت علی نے صرف ایک قبا پہنی ہوئی تھی۔ حضرت علی نے فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم تم نے گھوڑے اور تھیارتو جمع کر لیے ہیں کیا خدا کے سامنے جواب دہی کا عذر بھی تیار کر لیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور اس عورت کی مانند نہ ہو جاؤ جس نے اپنے کاتے ہوئے سوت کو مضبوط ہو جانے کے بعد توڑ دیا ہو۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں تھا۔ کہ تم میرے خون کو ناجائز سمجھتے تھے جیسے میں تمہارے خون بہانے کو حلال سمجھتا تھا۔

طلحہ نے کہا آپ نے عثمان کے خلاف لوگ جمع کیے۔ آپ نے فرمایا خدا لعنت کرے اس شخص پر جس نے عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کیا ہو لیکن اے طلحہ تمہیں خون عثمان سے کیا تعلق ہے؟

اور اے زبیر کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم رسول اللہ کے ساتھ بنی غنم کے پاس سے گزر رہے تھے۔ تو حضور نے میری طرف دیکھا اور نرس پڑے میں بھی ان کی طرف دیکھ کے ہنسنے لگا۔ تو تم نے کہا ابو طالب کا بیٹا مزاح کو ترک نہیں کرتا تو رسول اللہ نے تم سے فرمایا کہ یہ مذاق نہیں کرتا اور البتہ تم اس سے جنگ کرو گے حالانکہ تم اس پر ظلم کرنے والے ہو گے اور ایک روایت میں ہے کہ کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جس دن تم نے

بنی یافہ میں حضورؐ سے ملاقات کی جبکہ آپؐ نجر پر سوار تھے اور مذکورہ واقعہ بیان کیا۔ زبیر کہنے لگا بیشک ایسا ہی ہوا تھا اور اگر مجھے یہ بات یاد رہتی تو میں مدینہ سے نہ نکلتا۔ اور خدا کی قسم میں آپؐ سے جنگ نہیں کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ زبیر نے کہا تو اب میں کیا کروں اب تو تنگ کے دونوں حلقے مل چکے ہیں۔ اب میرا پلٹ جانا میرے لیے باعث تنگ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تنگ و عار کے ساتھ پلٹ جاؤ۔ تنگ و عار اور جہنم کی آگ کو جمع نہ ہونے دو اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اخترت عارا علی نار موحجة
انسی یقوم لحما خلق من الطین
ناولی علی بامر لست اجہلہ
عاد لعمرك فی الدنیا و فی الدین
فقلت جسك من یوم اباحسن
مبغض هذا الذی قد قلت یکفینی

ترجمہ: میں نے جہنم کی آگ پر تنگ و عار کو اختیار کر لیا اور مٹی سے پیدا شدہ مخلوق کب اس آگ کی طاقت رکھتی ہے۔ علیؑ نے پکار کر مجھے ایک چیز بتائی کہ جس سے میں جاہل نہ تھا جو کہ تیری جان کی قسم دنیا اور آخرت میں تنگ تھی تو میں نے کہا کہ ابوالحسن اتنی ہی ملامت کافی ہے بلکہ جو باتیں آپؐ نے بتائیں ان میں سے بعض بھی میرے لیے کافی ہیں۔ پھر طلحہ، زبیر واپس چلے گئے۔ زبیر عائشہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ہر جگہ میں اپنے معاملہ کو کچھ لیتا تھا سو انے اس معاملے کے عائشہ کہنے لگیں پھر کیا کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے میں تو انھیں چھوڑ کر جاتا ہوں تو ان کا بیٹا عبد اللہ کہنے لگا دونوں گروہوں کو تم نے جمع کیا۔ جب ایک دوسرے کے خلاف سختی پر اتر آئے اب تم انھیں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ تم نے ابن ابی طالب کے نشانہائے جنگ کو محسوس کیا اور ان میں سرخ موت تمہیں نظر آنے لگی جن نشانوں کو بہادر جوانوں نے اٹھایا ہوا ہے جن کی تلواریں تیز ہیں۔ زبیر غصے میں آئے اور کہنے لگے تو ہلاک ہو میں قسم کھا چکا

ہوں کہ جنگ نہیں کروں گا تو عبد اللہ نے کہا کہ اپنی قسم کا کفارہ دے دو تو زبیر نے اپنے غلام کو بلایا کہ جس کا نام مکول تھا اور اسے آزاد کر دیا۔ پس عبد الرحمن بن سلمان تمیمی نے کہا:

لم ار كما اليوم اخا اخوان اعجب من لكفر الايمان

بالعتق في معصية الرحمن

ترجمہ: میں نے زیادہ تعجب خیز بھائی چارہ آج کے دن سے نہیں دیکھا کہ جو قسم کے کفارہ دینے والے نے خدا کی نافرمانی میں کفارہ دے کر پورا کیا ہے۔

دوسرے شاعر نے کہا:

يعتق سكه حولا لعتون دينه كفارة لله عن يمينه

والنكث قد لاح على جبينه

یعنی اپنے دین کو بچانے کے لیے کھول کو آزاد کر رہا ہے اپنی قسم کے کفارہ میں حالانکہ بیعت کا توڑنا اس کی پیشانی سے واضح تھا ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ کی زبیر سے ملاقات ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ ہم تمہیں اولاد عبدالمطلب کے اچھے لوگوں میں سے شمار کرتے تھے جب تک کہ تمہارا بڑا بیٹا جوان نہیں ہوا کہ جس نے تمہارے اور ہمارے درمیان جدائی ڈال دی ہے کیا تم نے رسول اللہ سے یہ باتیں نہیں سنی تھیں اور گزشتہ حدیث نقل کی۔

اور ایک روایت میں ہے پھر حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا تم نے رسول اللہ سے انصاف نہیں کیا۔ تم رسول کی بیوی کو لے آئے تاکہ ان کے ساتھ مل کر جنگ کرے اور اپنی بیوی کو گھر میں چھپا رکھا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا تم میں سے کون ہے جو قرآن مجید کو ان کے سامنے پیش کرے۔ ایک نوجوان نے کہا میں حاضر ہوں۔ اس نے قرآن اٹھایا اور دونوں فوجوں کے درمیان کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو تمہارے اور ہمارے درمیان اللہ کی کتاب منصف ہے۔ انھوں نے اس کا ایک ہاتھ

کاٹ دیا اس نے قرآن دوسرے ہاتھ میں لے لیا تو انھوں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی قلع کر دیا۔ تو اس نے قرآن کو دانتوں سے سنبھالا۔ پس انھوں نے اسے ماری ڈالا۔ تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر سے باواز بلند کہا کہ اب خوشی سے ان سے جنگ کرو۔ پس آپ کے لشکر نے حملہ کر دیا۔

اور ابن سعد نے ہشام بن محمدؓ سے روایت کی ہے کہ اس نوجوان کا نام مسلم تھا جس نے قرآن اٹھایا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے یہ اشعار کہے:

يارب انا مسلماً اتاهم يتلو كتاباً لا يخشاهم
فخضرا بدمه لحاهم وامه قائمة سراهم

ترجمہ اے پالنے والے مسلم ان کے پاس آیا ان سے ڈرے بغیر وہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ پس ان لوگوں نے اس کے خون سے اپنی داڑھیاں خضاب کیں حالانکہ اس کی ماں کھڑی ہوئی ان کی یہ حرکت دیکھ رہی تھی۔

پھر عمار لشکر سے باہر نکلے اور پکار کر کہنے لگے اے قوم! تم نے رسول اللہؐ سے انصاف نہیں کیا جبکہ تم نے اپنی بیویاں تو پردہ میں چھپا رکھی ہیں اور رسولؐ کی بیوی کو تلواروں کے سایے میں لاکھڑا کیا ہے اور ایک روایت میں ہے (عمار نے زبیر سے کہا) اے زبیر تم نے رسول اللہؐ سے انصاف نہیں کیا کہ حضورؐ نے تو تمھاری بیوی کو موت سے بچا لیا تھا اور تم نے آپؐ کی بیوی کو تلواروں کے سامنے کر دیا ہے اور یہ واقعہ یوں تھا کہ اسماء (زبیر کی بیوی) ایک دن مدینہ کی گلی میں رسول اللہؐ کے سامنے آگئی جبکہ آپؐ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی تو آپؐ اس سے منہ پھیر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے اور صحابہ نے بھی منہ پھیر لیا یہاں تک کہ اسماء گزر گئی اور بعض نے کہا ہے کہ آپؐ نے اس کے لیے پردہ بنا دیا زبیر کی غیرت کی وجہ سے!

عمار نے پکار کر کہا اے عوام کے بیٹے رسول اللہؐ نے تو تیری بیوی کے لیے پردہ بنایا تھا پھر وہی بات کہی۔

پھر عمار ہودج کے قریب آئے اور کہنے لگے تم کیا چاہتی ہو؟ بی بی عائشہ نے کہا

خون عثمان تو عمار نے کہا آج خدا اس باغی کو رسوا کرے گا جو بغیر حق کے مطالبہ کرے اور یہ اشعار پڑھے فمنک البکاء (یہ اشعار گزر چکے ہیں) پس ان لوگوں نے عمار پر تیر برسائے تو عمار واپس آگئے اور حضرت علیؑ نے پکار کر کہا اے لوگو! اس وقت تک رکے رہو جب تک ان کی طرف سے ابتدا نہ ہو۔ کسی پشت دکھانے والے کو قتل نہ کرنا، کسی زخمی کو ختم نہ کرنا اور ان کے مال کو حلال نہ سمجھنا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہؐ سے نہیں سنا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ کہنے لگا ہاں خدا کی قسم۔ پھر واپس چلا گیا!

یہ جنگ جمادی الاولیٰ میں جمعرات کے دن صبح سے لے کر ظہر تک ہوئی تھی۔ ایسی جنگ نہ اس سے پہلے دیکھی گئی اور نہ اس کے بعد۔ قبیلہ مضر کے شہسوار اس میں فساد برپا ہوئے۔ اور اونٹ کی مہار صرف وہی شخص پکڑتا تھا جو کہ شجاعت میں مشہور ہوتا پس مالک اشتر تخی نے شاہسواروں کی ایک جماعت کے ساتھ حملہ کیا۔ اس وقت اونٹ کی مہار زفر بن حرث کے ہاتھ میں تھی پس انھوں نے زفر کو زخمی کر دیا اور اونٹ کے پاؤں بھی کاٹ دیے گئے۔ یہ کام ایک شخص دلبر نامی نے کیا۔ مہار کے پکڑنے میں بنی حنبہ کے ستر آدمی قتل ہوئے کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن زبیر آخری شخص تھے جس نے مہار تھامی پس عائشہ نے چیخ ماری کہ اسماء کا بیٹا مارا گیا۔ پس عبد اللہ زخمی ہوا اور اس نے اپنے آپ کو زخموں میں ڈال دیا۔ جب اونٹ گرا تو محمد بن ابی بکر اور عمار نے آ کر ہودج کو اٹھایا۔ محمد بن ابوبکر نے اپنا ہاتھ ہودج میں داخل کیا تو عائشہ نے کہا یہ کون ہے؟ محمد نے کہا تیرا احسان کرنے والا بھائی۔ کہنے لگیں۔ نہیں بلکہ خدمت کا مستحق اور نافرمان۔ پھر حضرت علیؑ آئے اور عائشہ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا اور فرمایا تو نے لوگوں کو بھڑکایا اور ایک دوسرے کے خلاف جمع کیا یہاں تک کہ بعض نے بعض کو قتل کر دیا۔ عائشہ نے کہا آپ کو غلبہ حاصل ہوا ہے پس معاف کر دیجئے۔

اور ایک روایت میں ہے آپ نے عائشہ کے ہودج پر چھڑی ماری اور فرمایا کہ

اے حمیرہ کیا رسول اللہؐ نے تمہیں اس امر کا حکم دیا تھا حالانکہ اللہ نے تو تمہیں گھر میں رہنے کا فرمان جاری کیا تھا۔ خدا کی قسم تمہارے ساتھ ان لوگوں نے انصاف نہیں کیا جو تمہیں باہر نکال لائے اور اپنی بیویوں کو پردہ میں بحفاظت چھوڑ آئے۔ پس عائشہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

مروان اس جنگ میں قید ہو گیا تھا۔ پس حسین علیہا السلام نے اس کی سفارش کی تو حضرت علیؑ نے اسے چھوڑ دیا۔ شہزادوں نے کہا کیا یہ آپ کی بیعت نہ کرے۔ فرمایا جس دن عثمان قتل ہوئے تھے اس نے میری بیعت نہیں کی تھی؟ مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ یہودی بیٹی ہے۔ یاد رکھو خدا کی قسم اس کے لیے بھی حکومت ہے جس طرح کتا اپنی ناک کو چاٹتا ہے اور عنقریب امت کو اس سے اور اس کی اولاد سے سخت دن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس دن کتنے آدمی قتل ہوئے تھے ایک گروہ کہتا ہے کہ عائشہ کے لشکر سے اٹھارہ ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہزار قتل ہوئے اور حضرت علیؑ کے لشکر سے پانچ ہزار یا بقولے ایک ہزار قتل ہوئے۔

علمائے سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؑ منبر بصرہ پر تشریف لے گئے اور آپ نے لوگوں سے خطبہ ارشاد فرمایا۔ تحقیق عورتیں ناقص الایمان ناقص الخصہ اور ناقص العقل ہوتی ہیں۔ ان کے ایمان کا ناقص ہونا یہ ہے کہ یہ اپنی عمر کے ایک حصہ میں نماز اور روزہ سے رہ جاتی ہیں اور ان کے حصہ کا ناقص ہونا یہ ہے کہ میراث میں مردوں کے مقابلے میں ان کا حصہ آدھا ہوتا ہے اور ان کی عقلوں کا نقص یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے ان میں سے بری عورتوں سے ڈرو اور اچھی عورتوں سے بھی بچ کر رہو اچھی چیز میں بھی ان کی اطاعت نہ کرو تاکہ بری چیز کی طمع ان میں پیدا نہ ہو۔ اے عورت کا لشکر اے ہر چیخنے والے کی اتباع کرنے والے تمہارا پانی گندلا ہے۔ تمہارا دین منافقت ہے تمہیں شیطان نے پکارا تم نے اس کی دعوت قبول کی اس کے پاؤں کاٹے گئے تم پریشان ہو گئے گویا کہ میں تمہاری مسجد کو دیکھ رہا ہوں کہ اس پر اوپر نیچے سے خدا عذاب بھیج رہا ہے وہ مسجد ایسے ہے جس طرح کشتی کا سینہ

یا بیٹھا ہوا شتر مرغ یا مثل پرندہ کے سینے کے جو دریائی لہر میں ہوتہماری زمین آسمان سے دور اور پانی سے قریب ہے۔ تمہاری عقلیں خفیف اور بے شعور ہیں تم ہر تیر مارنے والے کا نشانہ کھانے والے کا لقمہ اور حملہ کرنیوالے کا شکار ہو۔ سیف کہتا ہے کہ اہل مدینہ کو جمعرات کے دن ہی جنگ جمل کا واقعہ معلوم ہو گیا تھا اور یہ ایک گدھ کی وجہ سے ہوا جو مدینہ کے گرد منڈلا رہا تھا۔ اس کے پنوں میں ایک چیز لٹکی ہوئی تھی لوگوں نے غور سے دیکھا تو وہ ایک آدی کی ہتھیلی تھی۔ جس میں ایک انگوٹھی تھی وہ گری تو اس پر عبدالرحمن بن عقباب بن اسید کا نام کندہ تھا۔

واپسی حضرت عائشہ

علاء سیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب عبداللہ ابن عباس کو حضرت عائشہ کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ مدینہ کی طرف واپس جائیں۔ عبداللہ ابن عباس اجازت لیے بغیر ان کے پاس چلے گئے تو عائشہ نے کہا تو نے سنت کی خلاف ورزی کی کہ ہمارے پاس اجازت لیے بغیر چلا آیا۔ تو عبداللہ نے ان سے کہا اگر تم اسی گھر میں ہو تیں جس میں رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے تھے تو ہم تمہاری اجازت کے بغیر داخل نہ ہوتے۔ پھر عبداللہ نے کہا امیر المؤمنین تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ اس گھر میں چلو جس میں رہنے کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے۔ عائشہ نے انکار کیا۔ ابن عباس نے سختی سے کہا کہ وہ امیر المؤمنین ہیں جنہیں تم جانتی ہو۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ امیر المؤمنین نے حضرت عائشہ کے لیے بہترین اسباب سفر تیار کیا اور بہت سا مال بھی انھیں دیا۔ ان کے بھائی عبدالرحمن کو تیس مردوں اشرف بصرہ قبیلہ ہمدان اور عبدالقیس کی بیس دیندار عورتوں کو ساتھ کیا۔ ان عورتوں کو مردوں کے لباس عمامہ وغیرہ پہنا دیا گیا تلواریں حائل کرا دی گئیں اور ان سے فرمایا کہ عائشہ کو نہ بتانا کہ تم عورتیں ہو اور چہروں پر ڈھانٹے باندھ لو اور اس کے گرد رہو اور کسی مرد کو اس کے نزدیک نہ آنے دو۔ وہ اسی طرح عائشہ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب وہ مدینہ میں پہنچیں

تو ان سے پوچھا گیا کہ واپسی کا سفر کیسا رہا۔ کہنے لگی خدا کی قسم بہت اچھا رہا۔ البتہ اس نے (علیؑ) دیا اور کافی دیا۔ لیکن غیر مردوں کو میرے ساتھ کر دیا جو میری جان پہچان والے نہ تھے۔ یہ بات ان عورتوں تک پہنچ گئی تو وہ عائشہ کے پاس آئیں اور بتایا کہ ہم تو عورتیں ہیں مرد نہیں ہیں تب حضرت عائشہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہنے لگیں خدا کی قسم اے ابوطالب کے بیٹے تیرا کرم زیادہ ہی ہوتا رہا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے عائشہ کو رسول اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے مدینہ کی طرف واپس بھیجا تھا اور ہشام کا اشارہ امام احمد بن حنبل کی اس روایت کی طرف ہے جو انہوں نے (حذف اسناد) ابی رافع سے کی ہے کہ رسول اللہ نے علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ عنقریب تمہارے اور عائشہ کے درمیان ایک واقعہ ہوگا تو آپ نے فرمایا تو کیا اس وقت میں امت کا بد بخت ہوں گا۔ فرمایا نہیں لیکن جب ایسا ہو تو انہیں ان کے سونے کی جگہ کی طرف واپس کر دینا۔ مختصر آئندہ جنگ جماعت

جنگ صفین

علماء سیر کا بیان ہے کہ جب آپ جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور اسی سال ۱۲ھ جب ۳۶ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے جریر بن عبد اللہ بجلي کے ذریعے معاویہ سے خط و کتابت کی اور اس سے بیعت کا مطالبہ کیا لیکن معاویہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس سال کے متعدد ایام آپ نے کوفہ میں گزارے اور اسی سال صفین کی طرف متوجہ ہوئے اور معاویہ کے ساتھ ٹڈ بھیر ہوئی اور دونوں کے درمیان مجادلہ اور حوادث رونما ہوئے اور حضرت علیؑ صفین کی طرف نوے ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ معاویہ ایک لاکھ تیس ہزار کے ساتھ آیا تھا۔ اہل عراق میں سے بیس ہزار قتل ہوئے جن میں عمار بن یاسر، معاشم بن عقبہ بن ابی وقاص اور خزیمہ بن ثابت بھی تھے۔ آخری مقتولین میں اویس ثرئی اور اصحاب بدر میں سے پچیس آدمی شہید ہوئے۔

زریر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ ستاسی

اشخاص بدری تھے جن میں سے سترہ مہاجر اور ستر انصار تھے اور باقی صحابہ میں سے آپ کے ساتھ ایک ہزار آٹھ سو صحابی تھے جن میں ستر آدمی وہ تھے جنہوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے ”بیعت رضوان“ کی تھی۔ اہل شام میں سے ستر ہزار مارے گئے۔ جاہلین کے درمیان ستر جنگیں ایک سو بیس دن میں ہوئیں پس ان میں سے جتنی ہماری کتاب سے مناسبت رکھیں گی ہم ان کا انتخاب کریں گے۔

مؤلف کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ بصرہ سے واپس آئے تو جریر بن عبداللہ کو معاویہ کی طرف بھیجا اور اپنی اطاعت کی اسے دعوت دی۔ اس خط کی عبارت یہ تھی۔

”اما بعد۔ بعد اس کے کہ تو شام میں تھا۔ مدینہ میں میری بیعت تجھ پر لازم ہو گئی ہے کیونکہ میری بیعت انہیں لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر و عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اسی طریقے پر جیسے ان کی بیعت کی تھی (بیعت کرنے والوں کا دستور یہ تھا) کہ حاضر کو دوبارہ انتخاب کا حق نہیں اور غائب اسے رد نہیں کر سکتا بلکہ شورعی صرف مہاجرین و انصار کے لیے ہے پس یہ سب جب کسی شخص پر اتفاق کر لیں اور اسے امام بنا لیں تو یہی اللہ کی رضا ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص ان کے اس حکم سے نکلنا چاہے تو اسے اس کی طرف لوٹا دیتے اور اگر انکار کرتا تو اسے قتل کر دیتے۔ اس بنا پر کہ اس نے مومنین کے رستے کے علاوہ دوسرے راستے کی اتباع کی ہے۔ اور خدا بھی اسے اسی حالت پر چھوڑ دیتا ہے جس کو اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔ اور وہ جو بری بازگشت ہے اور تحقیق طلحہ اور زبیر نے میری بیعت کی تھی اور اسے توڑ بھی دیا پس میں نے ان سے جہاد کیا بعد اس کے کہ میں نے ان پر کوئی عذر پوشیدہ نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ حق آ گیا اور باطل ختم ہو گیا۔ اگر چہ وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پس تم بھی اسی امر میں داخل ہو جاؤ جس میں تمام مسلمان داخل ہوئے ہیں کیونکہ میرے متعلق میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ امر عافیت ہے اور یہ کہ تو اپنے کو بلاد مصیبت میں نہ ڈال اور اگر تو نے مصیبت مول لینا ہی ہے تو میں تجھ سے (مجبوراً) جنگ کروں گا اور اس معاملہ میں اللہ سے اعانت طلب کروں گا۔ اور تحقیق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو قاتلین عثمان کے متعلق بہت باتیں

کرتا ہے تو پہلے اس چیز میں داخل ہو جا جس میں سب مسلمان داخل ہوئے ہیں پھر ان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو میں کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کروں گا لیکن یہ تدابیر جنہیں تم چاہتے ہو یہ تو بچے کو دودھ سے روکنے کی ہیں اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے اگر تو اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھے نہ خواہش نفسانی سے تو مجھے قتل عثمان اور خون عثمان سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ بری الذمہ پائے گا۔ اور تجھے علم ہے کہ تو ان طلقاء (جنہیں رسول اللہ نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ نے آزاد کیا تھا) میں سے ہے کہ جن کے لیے خلافت حلال نہیں اور نہ وہ شوریٰ میں داخل ہو سکتے ہیں اور میں نے تیری طرف جبر کو بھیجا ہے پس اس کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ اور کوئی قوت و طاقت نہیں مگر اللہ کی طرف سے۔ والسلام“

جب جبر معاویہ کے ہاں پہنچا تو معاویہ ٹال مٹول کرتا رہا اور عمرو بن عاص سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ عمرو بن عاص نے کہا خون عثمان علیؑ کے سر تھوپو اور اہل شام کو لے کر علیؑ سے جنگ کرو۔ معاویہ نے دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر عثمان کی قمیص لٹکا رکھی تھی جس کے ساتھ زوجہ عثمان کی انگلیاں بھی تھیں تو اہل شام نے قسم کھالی تھی کہ وہ فرش پر نہیں سوئیں گے اور نہ اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے جب تک قاتلین عثمان کو قتل نہیں کر لیں گے۔

پس معاویہ نے حضرت علیؑ کو خط لکھا: ”اما بعد پس تحقیق اگر آپ کی بیعت کرنے والوں نے اس حال میں کی ہوتی کہ آپ خون عثمان سے بری ہوتے پھر تو آپ ابو بکر و عمر اور عثمان کی طرح ہوتے لیکن آپ نے تو مہاجرین و انصار کو عثمان کے خلاف ابھارا اور انہیں اس کی مدد نہ کرنے دی یہاں تک کہ جاہل اشخاص نے آپ کی اطاعت کی اور کمزور لوگوں نے آپ سے قوت حاصل کی اہل شام آپ سے جنگ کا عزم کر چکے ہیں مگر یہ کہ آپ عثمان کے قاتل ان کے حوالے کر دیں۔ پھر تو وہ آپ سے تعرض نہ کریں گے اور یہ امر مسلمانوں کے شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے اور شوریٰ کا حق بھی صرف اہل شام کو دیا جائے نہ کہ اہل حجاز کو۔ باقی رہی آپ کی فضیلت اور قریش میں منزلت دینی اور آپ کی قدر و منزلت رسول اللہ کے ساتھ تو میں اس کا انکار نہیں کرتا۔ الخ۔“

پس جر پر معاویہ کا خط لے کر حضرت علیؑ کے پاس پہنچا اور آپ کو اطلاع دی کہ معاویہ لڑنا چاہتا ہے اہل شام بھی اس کے ساتھ ہیں اور وہ معاویہ پر گریہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کر دیا ہے اور اس کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے اور وہ نہیں رکیں گے جب تک آپ انھیں یا وہ آپ کو قتل نہ کر دیں۔

حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھا۔ ”اما بعد پس تحقیق تیرے پاس ایسے شخص کا خط آیا کہ جس میں نہ بصیرت ہے جو اسے ہدایت کرے اور نہ کوئی فائدہ پہنچانے والی چیز ہے جو اس کی رہبری کرے۔ اسے خواہش نفس نے بلایا تو اس نے لبیک کہی اور اپنی طرف کھینچا تو وہ تالچ ہو گیا۔ تو نے یہ گمان کیا ہے کہ میں نے عثمان کی مدد سے روکا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں تو مہاجرین و انصار میں سے ایک شخص تھا وہاں وارد ہوتا تھا جہاں وہ وارد ہوتے اور وہاں سے نکلتا جیسے وہ نکلے اور میں عثمان کے قاتلوں کے ساتھ نہیں تھا۔ باقی رہا تیرا یہ قول کہ اہل شام کو شوریٰ کا حکمراں بنایا جائے تو کون ہے اہل شام میں جو خلافت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اگر تو کسی کا نام لے بھی تو مہاجرین و انصار تیری تکذیب کریں گے اور تیرا میرے سوا بقی و فضائل کا اعتراف کر لینا تو اگر تجھ میں ان کے انکار کی قدرت ہوتی تو ضرور انکار کر ڈالتا، لیکن تو اس سے عاجز ہے۔ آپ نے اس خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

معاوی د ع عنک مالا یكونا	وقتلة عثمان اذ تدعوننا
اتاکم علی باہل العراق	واہل الحجاز فما تصنعونا
علی کل جرداء خیفانة	واجرد صلب یقر الحیوننا
علیہا فوارس من شیعة	کاسد العرینا تخامی العرینا
یرون الطعان حلال العجاج	وضرب الفوارس فی النقع دینا
ہم ہزموا الجمع یوم الزبیر	وظلحہ و غیرہم الناکشینا
فان تکرہوا الملک ملک العراق	فقد کرہ القوم ماتکرہوننا
فقل للمضلک من وائل	ومن جعل الفث یوماً سمینا

جعلت بن هندو اشباعه نظیر علی اماتستحونا
علی ولی الحمید المجید وصی النبی من العالمینا

ترجمہ: اے معاویہ چھوڑ اس بات کو جو ہونے والی نہیں ہے اور قاتلین عثمان کو جس کا تو مدعی ہے۔ علی اہل عراق اور اہل حجاز کو لے کر آ گیا۔ پس تم کیا کرو گے؟ ہر کم مو گھوڑے پر سوار ہو کر ٹڈی دل ہیں جن کی پشت بالوں سے صاف ہے جنھیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں جن پر شیعہ شہسوار سواری کر رہے ہیں جو پیشہ کے شیر کی طرح اپنے پیشہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو غبار جنگ کے درمیان نیزہ زنی اور تلوار سے شاہسواروں کو قتل کرنا عین دین سمجھتے ہیں۔ انھوں نے ہی طلحہ وزیر وغیرہ بیعت توڑنے والوں کی جماعت کو شکست دی تھی۔ پس اگر تم اہل عراق کی حکومت کو ناپسند کرتے ہو تو یہ لوگ بھی تمھاری طرح تمھاری حکومت کو ناپسند کرتے ہیں۔ قبیلہ وائل کے گمراہ کرنے والے اور جو شخص بتلی چیز کو موٹا کرتا ہے سے کہہ دو کہ تم نے ہند کے بیٹے اور اس کے گروہ کو علی کی مثل قرار دیا ہے کیا تمھیں حیا و شرم نہیں آتی۔ علی تو لائق حمد و بزرگی خدا کا ولی اور نبی اکرم کا پورے عالمین میں وصی و جانشین ہے۔

پھر آپ نے یہ خط اصغ بن بنا تہیمی کے سپرد کیا اور حضرت علی لشکر کی اصلاح کے لیے مقام نخیلہ کی طرف تشریف لے گئے۔

اصغ بن شام کی طرف روانہ ہوئے وہ کہتے ہیں کہ میں جب معاویہ کے دربار میں پہنچا تو یہ حالت تھی کہ عمرو بن عاص اس کے دائیں طرف ذوالکلاع اور جوشب بائیں طرف تھے اور اس کے پہلو میں اس کا بھائی عقبہ ابن عامر و ولید بن عقبہ عبد الرحمن بن خالد بن ولید اور شرجیل بن سمط تھے اور اس کے سامنے ابو ہریرہ ابو برداء نعمان بن بشیر اور ابو امام باہلی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے خط معاویہ کے سپرد کیا۔ جب معاویہ نے خط پڑھا تو کہنے لگا حضرت علی عثمان کے قاتل ہمارے حوالے نہیں کرتے۔ اصغ نے کہا اے معاویہ قاتلین عثمان کے بہانے کو چھوڑ تم تو صرف ملک و سلطنت کے طلبکار ہو۔ اور اگر تم اس کی زندگی میں اس کی مدد کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ لیکن تم تو اس کی تاک میں تھے اس

لیے اس کی مدد کو نہ پہنچے تاکہ اس سلسلے میں تمہیں دنیا کا اقتدار مل جائے۔ معاویہ غضب ناک ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ اس کے غصے کو مزید بھڑکاؤں تو میں نے ابو ہریرہ سے کہا تم رسول اللہ کے صحابی ہو میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس کے رسول کے حق کی قسم دیتا ہوں کیا تو نے رسول اللہ کو عذیر خم کے دن یہ کہتے سنا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں کہنے لگا ہاں خدا کی قسم میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ اصغی کہتے ہیں میں نے کہا پھر تو تم نے اس کے دشمن کو دوست بنا لیا اور اس کے دوست سے دشمنی گانٹھ لی تو ابو ہریرہ نے ایک لمبی سانس لی اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پس معاویہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہنے لگا یہ کیا ہے اپنے کلام کو روک دو تم اہل شام کو خون عثمان کا مطالبہ کرنے میں دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ وہ مظلوم ہو کر محترم مہینے میں حرم رسول میں تیرے صاحب کے سامنے مارا گیا ہے اور اسی (علی) نے ہی لوگوں کو ابھارا یہاں تک کہ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور آج وہی لوگ علی کے اعیان و انصار ہاتھ اور پاؤں بنے ہوئے ہیں۔ عثمان ایسا نہیں کہ جس کا خون رائیگاں جائے۔ پس ذوالکلاع حوشب اور معاویہ بن خدیج نے کہا اے معاویہ ہم ضرور تیری مدد کریں گے یہاں تک کہ تیری مراد حاصل ہو یا ہم سب قتل ہو جائیں۔ پس اصغی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

معاوی لئہ من خلقہ عباد قلوبہم قاسیۃ
 و قلبک من شر تلک القلوب ولیس المطبقہ کالعاصیۃ
 دع ابن خدیج ودع حوشب وذا کلع و اقبل عافیۃ

ترجمہ: اے معاویہ اللہ کی مخلوق میں سے کچھ ایسے بندے ہیں جن کے دل سخت ہیں۔ اور تیرا دل ابن دلوں میں سے بدترین دل ہے اور اطاعت کرنے والا دل حقیقت کار کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ابن خدیج، حوشب اور ذوالکلاع کی باتوں کو چھوڑ اور عافیت کی طرف بڑھ!

تو معاویہ چیخ کر کہنے لگا تو قاصد بن کر آیا ہے یا نفرت پھیلا نے۔ پھر اصغی عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

تو معاویہ بیچ کر کہنے لگا تو قاصد بن کر آیا ہے یا نفرت پھیلانے۔ پھر اصبح عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

۳۶ھ میں معاویہ اور عمرو بن عاص نے حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا اور قبل اس کے کہ حضرت علیؑ مقام نخیلہ میں جاتے جنگ جمل کے دنوں ہی معاویہ اور عمرو بن عاص کی صلح ہو چکی تھی۔ بعد اس کے کہ معاویہ عمرو سے مایوس ہو چکا تھا اور عمرو کا ارادہ تھا کہ بصرہ جا کر حضرت علیؑ کی نصرت و مدد کرے پس معاویہ نے اس کو مصر کی حکومت عطا کی جس کی اسے آرزو تھی اس لیے وہ معاویہ کی طرف مائل ہو گیا اہل تاریخ کا بیان ہے کہ جب عثمان محصور ہو گئے تو عمرو بن عاص مدینہ سے شام چلا گیا اور فلسطین میں مقیم ہو گیا۔ وہ لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا تھا کیونکہ وہ عثمان سے متحرف تھا۔ اس لیے کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عمرو بن عاص کی طرف کوئی توجہ نہ دی نہ اسے کہیں کی حکومت دی۔ جب مصر سے اسے معزول کیا تو عمرو بن عاص فلسطین میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ عثمان قتل ہو گئے۔ پھر معاویہ سے لوگوں نے کہا تیری حکومت عمرو کے بغیر نہیں جم سکتی۔ کیونکہ وہ عرب کا سب سے زیادہ چال باز انسان ہے پس معاویہ نے عمر عاص کو ایک خط لکھا اس میں اسے دعوت دی اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اس سے بڑے بڑے وعدے و وعید کیے گئے بشرطیکہ وہ امیر المؤمنین کے ساتھ جنگ کرنے میں معاویہ کا ساتھ دے اور ذکر کیا کہ عثمان پر کیا گزری تو عمرو عاص نے اس کے خط کے جواب میں لکھا۔ ابابعد میں نے تیرا خط پڑھا اور اسے سمجھا۔ پس یہ بات کہ تو مجھے دعوت دیتا ہے کہ میں اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال ڈالوں اور تیرے ساتھ گمراہی کے گڑھے میں جا کروں اور باطل پر تیری مدد کروں اور امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے مقابلے میں تلوار کھینچ کر آ جاؤں حالانکہ وہ رسول اللہ کے بھائی ان کے ولی ان کے وصی ان کے وارث ان کے قرض کو ادا کرنے والے ان کے وعدوں کو پورا کرنے والے اور ان کے اس بیٹی کی وجہ سے داماد جو عالمین کی محورتوں کی سردار ہیں اور دو اسول حسن و حسین کے باپ ہیں جو جو انان جنت کے سردار ہیں۔

باقی رہی تیری یہ بات کہ تو عثمان کا جانشین ہے پس تم اس کے مرنے سے معزول ہو گئے اور تمہاری جانشینی ختم ہو گئی اور تیرا یہ کہنا کہ امیر المؤمنینؑ نے صحابہ کو عثمان کے خلاف بھڑکایا تو یہ تیرا کذب و افتراء ہے اور گمراہی ہے۔ تجھ پر وائے ہواے معاویہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ابو الحسنؑ نے اللہ کے لیے اپنی جان کا سودا کیا اور بستر رسولؐ پر رات بھر سوتے رہے اور حضور اکرمؐ نے ان کے متعلق فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں پس تیرا خط کسی صاحب عقل اور دیندار شخص کو دھوکا نہیں دے سکتا والسلام!

جب معاویہ نے عمر عاصؓ کا یہ خط پڑھا تو عقبہ بن سفیان نے اس سے کہا کہ اس سے مایوس نہ ہو۔ پس معاویہ نے اسے خط لکھا اور حکومت کا لالچ دیا اور اپنی بادشاہت میں اسے شریک قرار دیا۔ خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

جهلت و ما تعلم مهلك عندنا
 فارسلت شيئاً من عتاب و ما تدرى
 فشق بالذى عندى لك اليوم انفا
 من العز والاکرام والجاه والقدرة
 و اكتب عهداً تر ترضيه موكداً
 و اشفعه بالبذل منى و بياجر

ترجمہ: تو جہالت کی باتیں کرتا ہے تو نہیں جانتا کہ ہمارے نزدیک تیری کیا قدر و منزلت ہے پس تو نے ایک عتاب آمیز خط بھیجا ہے اور سمجھا نہیں۔ پس وثوق و اطمینان رکھا اس پر جو آج کے دن فوری طور پر عزت و اکرام اور قدر و منزلت تیری میرے نزدیک ہے۔ اور میں ایک تاکیدی عہد نامہ تجھے لکھ کر دوں گا جس پر تو راضی ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تجھ پر بخشش و احسان بھی کروں گا۔

عمر و عاصؓ نے اس کے جواب میں لکھا:

ابى القلب منى ان يخادع بالمكر
 و انسى لعمرى ذود هاء و فطنة
 بقتل بن عفان اجر اتى الكفر
 و لست ربيع الدين بالاشح و الوفر

الیس صغیراً ملک مصر بیعة ہی العارفی اللیعا علی الال من عمر

ترجمہ: میرے دل نے انکار کیا کہ اسے مکرو فریب سے دھوکا دیا جائے اور یہ کہ
عفان کے بیٹے کے قتل کی وجہ سے میں کفر کی طرف کھینچ جاؤں۔ میری جان کی قسم میں
چالباز اور زیرک ہوں۔ میں دین کو تھوڑے اور بہت مال پر نہیں بیچوں گا۔ کیا مصر کی
حکومت اس بیعت کے مقابلے میں بیچ نہیں جو عمرو کی آل کے لیے رہتی دنیا تک عار
ہے۔

اور سیف نے ہشام بن محمد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ عمرو نے یہ اشعار بھی معاویہ

کو لکھے

معاویہ لا اعطیک دینی ولم اقل بہ منک دنیا فانظرن کیف تضع

فان تعطنی مصرأ فاربح بصفقة اخذت بها شیخاً یضرو ینفح

ترجمہ: اے معاویہ میں تجھے اپنا دین نہیں دوں گا حالانکہ اس کے بدلے میں تو
مجھ سے کوئی دین و مذہب نہیں لے رہا دیکھو تم کیا کر رہے ہو پس اگر تو نے مجھے مصر دے
بھی دیا اور تجھے اس خرید و فروخت میں نفع حاصل ہوا کہ اس کے بدلے تو نے ایک ایسے
پرانے شخص کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے جو جسے چاہے ضرر پہنچا سکتا ہے اور جسے چاہے نفع۔

پس معاویہ نے اسے لکھا کہ مصر کا علاقہ میں تجھے بطور جاگیر تیرے اخراجات

کے لیے دیتا ہوں اور اس پر گواہوں کی گواہیاں بھی ثبت کرالیں۔ عمرو نے ساری رات

اس فکر میں گزار دی۔ اس نے اپنے غلام کو بلوایا جس کا نام وردان تھا، مصر میں سوق و روان

اسی کی طرف منسوب ہے۔ اس سے پوچھنے لگا اے وردان تمہاری کیا رائے ہے تو اس نے

کہا علی کے ساتھ آخرت ہے دنیا نہیں اور معاویہ کے ساتھ دنیا ہے آخرت نہیں لیکن وہ جو

علی کے ساتھ ہے باقی رہنے والی ہے اور جو معاویہ کے ساتھ ہے فنا ہونے والی ہے۔

جب صبح ہوئی تو عمرو اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا عبداللہ بن عمرو بھی

تھا وہ اس سے کہتا تھا کہ معاویہ کے پاس نہ جاؤ اور اپنی آخرت کو فنا ہونے والی دنیا کے

مقابلے میں نہ بیچو۔ عمرو اس معاملہ میں حیران تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسے دوراہے

پر پہنچا جہاں ایک راستہ مدینہ کی طرف جاتا تھا اور دوسرا دمشق کی طرف وہ وہاں آ کر رکھا لیکن پھر اس نے اپنے گھوڑے کا رخ دمشق کی طرف پھیرتے ہوئے کہا کہ معاویہ حضرت علیؑ کی نسبت ہم سے زیادہ نرمی برتتا ہے۔ اور وہ سیدھا معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔

علماء سیر و تواریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اسی سال نخلیہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور کوفہ کی حکومت ابو مسعود انصاری کے سپرد کی۔ یہ واقعہ ۵ شوال کا ہے۔ آپ مدائن میں اترے اور مدائن سے چلتے وقت مدائن کا حاکم سعد بن مسعود ثقفی کو بنا گئے جو کہ مختار بن ابی عبید کا چچا تھا۔ آپ مقام رقدہ پر پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کہا کہ دریا پر پل بناؤ تاکہ ہم اسے عبور کر کے شام کی طرف جائیں تو انھوں نے انکار کیا اور فرات کی مغربی جانب اپنی کشتیاں جمع کر لیں۔ اس پر مالک اشتر نے انھیں پکار کر کہا اے اہل رقدہ اگر تم نے پل نہ بنایا تو خدا کی قسم میں تمہارے تمہاری خبر لوں گا اور تمہارے سب مردوں کو قتل کر دوں گا۔ پس وہ لوگ ڈر گئے اور انھوں نے پل بنا دیا۔ لشکر نے دریا عبور کیا۔ آپ کا مقدمہ انجیش جس میں مالک اشتر تھے آگے آگے چلا۔ ان کی بڑھبڑ ابو اعمور اسلمی سے ہو گئی۔ اس کا نام عمر بن سفیان تھا جو اہل شام کے ایک دستہ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ابو اعمور پر حملہ کیا اور اسے شکست ہوئی۔ معاویہ آیا اور صفین کے ایک مقام پر اتر پڑا۔ حضرت علیؑ تشریف لائے اور اس کے مد مقابل نزول اجلال فرمایا لیکن اصحاب علیؑ کے قبضہ میں دریا کا کوئی گھاٹ نہ تھا۔ تمام گھاٹوں پر معاویہ کے لشکر کا قبضہ تھا اور انھوں نے پانی لینے سے روک دیا۔ آپ نے مالک اشتر صحیحہ بن صومان کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہمارے اور پانی کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالو۔ معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے عقبہ کہنے لگا انھیں پانی سے روکے رکھو جس طرح انھوں نے عثمان پر چالیس دن پانی بند کیا تھا اور عبد اللہ بن سعد سے کہا کہ پانی بند ہے تاکہ یہ واپس چلے جائیں اور یہی ان کی کمزوری کا سبب بنے گا اور خدا بھی قیامت کے دن ان پر پانی بند کرے گا!

صحیحہ بن صومان نے کہا قیامت کے دن خداوند عالم فاسق و فاجر اور شراب پینے پر جو تیرے اور اس فاسق یعنی ولید جیسے لوگوں پر پانی بند کرے گا پس وہ صحیحہ کو برا

بھلا کہنے لگے اور معصمہ کہنے لگا خدا تم سب پر لعنت کرے۔ پھر وہ وہاں سے چلے آئے۔
 عمرو عاص نے معاویہ سے کہا اے معاویہ پانی کا راستہ کھول دو۔ کیا تم سمجھتے ہو
 کہ ابوطالب کا بیٹا پیاس سے مر جائے گا۔ حالانکہ اس کے ساتھ نیزوں کی نوکیں عراق
 کے بہادر اور مہاجرین و انصار کے بزرگ موجود ہیں۔ خدا کی قسم ان کے پیاسا مرنے
 سے پہلے سروں کے پیلے کھوپڑیوں سے اڑیں گے۔ ماہِ محرم کے گزرنے تک صلح و صفائی
 سے کام لو اور برائی کی طرف جلدی نہ کرو! انجامِ برا ہے لیکن معاویہ نے انکار کیا اور کہنے لگا
 خدا کی قسم یہ پہلی کامیابی ہے۔ خداوند عالم ابوسفیان بن حرب کو رسول اللہ کے حوض سے
 پانی کا ایک قطرہ نہ پلائے اگر یہ لوگ اس پانی کا ایک قطرہ پی سکے۔

فیاض بن حرث از دی نے کہا اے معاویہ خدا کی قسم تو نے اس قوم کے ساتھ
 انصاف نہیں کیا اگر یہ روم کی فوج ہوتی تو بھی انھیں پانی سے روکنا جائز نہیں تھا چہ جائیکہ وہ
 بدری اصحاب رسول مہاجرین و انصار ہیں۔ ان میں رسول اللہ کے چچا زاد بھائی رازدان
 ان کے محبوب اور داماد ہیں۔ اے معاویہ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ خدا کی قسم یہ تو عین
 بغاوت ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ ہم سے پہلے پانی پر قبضہ کر لیتے تو یقیناً ہمیں منع نہ کرتے۔
 یہ شخص عمرو عاص کا دوست تھا۔ معاویہ نے عمرو سے کہا اپنے دوست کو مجھ سے روکو پس
 فیاض کھڑا ہو گیا اور وہ یہ اشعار کہنے لگا:

اتحمون الفرات علی اناس	وفی ایدیہم الاسل الظماء
وفی الاعناق اسیاف حداد	کان القوم عندکم نساء
الا اللہ درک یابن ہند	لقد ذهب الحیاء فلا حیاء
وقد ذهب العتاب فلا عتاب	وقد ذهب الولاء فلا ولاء
ولست بتابع دین بن ہند	طوال اللہر ما وفی احراء
وقولی فی حوادث کل امر	علی عمرو و صاحبہ العفاء

ترجمہ: کیا تم فرات کا پانی ایسے لوگوں پر بند کرتے ہو جن کے ہاتھوں میں
 چکدار تیز نیزے ہیں۔ اور ان کی گردنوں میں تیز تلواریں لٹک رہی ہیں۔

گویا تمہارے نزدیک وہ عورتیں ہیں۔ خبردار خدا ہی تمہیں سنبھالے اے ہند کے بیٹے اب حیا و شرم ختم ہو گئی ہے اور کوئی حیا باقی نہیں رہی۔ اب تجھ پر عتاب و سرزنش کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اور مروت بھی ختم ہو گئی ہے کوئی مروت نہیں رہی اور میں تو ہند کے بیٹے کے دین کے تابع نہیں جب تک دنیا باقی ہے اور میں ہر معاملے کے حوادثات میں یہ کہوں گا کہ عمر و اور اس کے ساتھی پر خاک ہو۔

پھر اس نے اپنا گھوڑا حضرت علیؑ کے لشکر کی طرف موڑ دیا۔

اور جب معاویہ اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب پر پانی بند کر دیا۔ تو مالک اشتر نے عرض کی اے امیر المومنین کیا ہم پیاس سے مرتے رہیں حالانکہ تلواریں ہمارے کندھوں پر اور نیزے ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور پانی کے گھاٹوں پر ابوا عور اسلمی اہل شام کے لشکر کے ساتھ تعینات ہے۔ پس حضرت علیؑ نے مالک اشتر اور قیس بن اشعث کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر اس کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں نے ابوا عور پر حملہ کیا اور مالک اشتر نے تمام گھاٹوں پر قبضہ کر لیا اور یہ پہلی جنگ تھی جو صفین میں ہوئی اور یہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ تھی۔ اس میں اور جنگ جمل میں سات مہینے اور کچھ دنوں کا وقفہ تھا اور ذی الحجہ کی چھٹی تاریخ کو عبداللہ بن عمر بن خطاب مالک اشتر کے مقابلے میں آیا تو اشتر نے اسے کہا کہ اے بیچارے تجھے اس بات پر کس نے مجبور کیا ہے تو کیوں نہیں الگ ہو گیا۔ جس طرح تیرا بھائی اور سعد بن مالک الگ ہو گئے تھے۔ کہنے لگا مجھے ہر زمان کے دن کے قصاص کا ڈر تھا تو مالک نے کہا پھر مکہ ہی میں قیام کیا ہوتا تو عبداللہ کہنے لگے اس عتاب و خطاب کو چھوڑ واپس مالک اشتر نے اس پر حملہ کیا اور عبید اللہ کو شکست نصیب ہوئی۔

ہشام بن محمد کہتا ہے جب صفین میں رہتے ہوئے اٹھارہ دن گزر گئے تو معاویہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہنے لگا ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے باپ یا بھائی یا بیٹے کو ابوطالب کے بیٹے نے قتل نہ کیا ہو۔ اے ولید بدر کے دن علیؑ نے تیرے باپ کو قتل کیا اے ابوا عور احد کے دن علیؑ نے تیرے چچا کو قتل کیا۔ اور اے طلحہ طلحات جمل کے دن علیؑ نے تیرے بھائی کو قتل کیا اور بدر کے دن میرے بھائی کو قتل کیا۔ پس سب اس کے

خلاف جمع ہو جاؤ تاکہ ہم اس سے اپنے بدلے چکا سکیں۔ (جب معاویہ نے یہ بات کہی) تو ولید بن عقبہ ہنس پڑا اور کہنے لگا:

فقلت له اتلعب يا بن هند	کانک بیتار جل غریب
انا مرنا بحية بطن واد	اذا نهشت فليس لها حبيب
فسد عمر و اوسل عن خصية	نجا و لقله منها و حبيب
كان القوم لما عانيوه	خلال النقع ليس لهم قلوب
وقد نادى معاوية بن حرب	فا سمعه و لكن ما يحيب

ترجمہ: میں نے اس سے کہا اے ہند کے بیٹے کیا تم لہو و لہب کی باتیں کرتے ہو کیا تم ہم میں اجنبی ہو کیا تو ہمیں اس کے مقابلے میں جانے کا حکم دیتا ہے جو وادی کا سانپ ہے۔ کہ جسے ڈس لے پھر اس کا کوئی علاج کرنے والا نہیں ہوتا۔ پس عمر و اور اس کے خصیتین سے پوچھ لو یہ بیچ تو گیا لیکن اس واقعہ سے اب تک اس کے دل میں دھڑکن باقی ہے گویا تو م جب اسے غبار جنگ کے درمیان دیکھ لیتی ہے تو ان کے دل ان کے پاس نہیں رہتے۔ اس نے معاویہ کو پکارا اور اس نے معاویہ تک اپنی آواز پہنچائی لیکن معاویہ اسے جواب نہ دے سکا۔ پھر ولید عمر و عاص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اگر میری بات کی تصدیق تمہیں نہیں تو پوچھ لو اس سے۔ اس کا مقصد عمر و عاص کو خراب کرنا تھا۔

ہشام کہتا ہے اس کلام کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا کہ حضرت علیؑ جنگ صفین میں ایک دن میدان میں نکلے تو آپ کو دوسرے لشکر کی طرف عمر و عاص نظر آیا آپ نے اسے نیزہ مارا تو وہ زمین پر گر پڑا اور اس کی شرمگاہ ظاہر ہوئی۔ اس نے آپ کی طرف پشت کر دی۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے نابھ کے بیٹے تو عمر بھرا اپنی دبر کا آزاد کردہ ہے اور یہ فعل شنیع اس سے کئی مرتبہ ہوا۔

اور سدی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسی دن کمیل بن زیاد سے کہا کہ معاویہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم نے تجھے اطاعت اور جماعت

مسلمہ کو لازم پکڑنے کی طرف بلایا تو تو نے انکار کیا۔ اب اس امت میں بہت لوگ قتل ہو چکے ہیں پس تم میرے مقابلے میں نکل آؤ تا کہ لوگ جس مصیبت میں مبتلا ہیں اس سے خلاصی حاصل کر لیں۔ پس معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے سب نے کہا علیؑ کے مقابلے میں نہ جاؤ سوائے عمرو عاص کے وہ کہنے لگا علیؑ کے مقابلے میں نکلو کیونکہ علیؑ نے تیرے ساتھ انصاف کیا ہے اور وہ بھی تو تیرے ہی جیسے انسان ہیں۔ تو معاویہ نے کہا یہ کیسی دشمنی ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو تم خلافت حاصل کر لو گے! عمرو عاص کہنے لگا کہ تجھے ایسے آدمی نے مقابلہ کے لیے بلایا ہے جو عظیم القدر اور کثیر الشرف ہے تم اس کے مقابلے میں دو اچھائیوں میں سے ایک کو پا لو گے۔ اگر تم نے اسے قتل کر لیا تو ایک سردار قتل کر لو گے۔ اگر تم قتل ہو گے تو خداوند عالم تمہیں جزائے خیر دے گا۔ تو معاویہ کہنے لگا یہ آخری بات تو میرے لیے بہت ناگوار ہے تو عمرو عاص نے کہا کہ اگر تمہیں اس جہاد میں شک ہے تو پھر تو یہ کرو اور واپس لوٹ جاؤ۔ پھر حضرت علیؑ نے اسی ٹیلے کا قصد کیا جس پر معاویہ تھا تو معاویہ ڈر گیا اور ہنر بن ارطاة سے کہا۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ علیؑ کو مجھ سے مشغول رکھو۔ پس ہنر حضرت کی طرف چلا آپ نے اس کو نیزہ لگایا تو وہ گر پڑا اور اپنی دیر حضرت کی طرف کر دی آپ نے منہ پھیر لیا۔

پھر حضرت امیرؓ نے پکار کر کہا اے اہل شام! خدا کی قسم میں نے کسی امت کے متعلق نہیں سنا کہ وہ کسی نبی پر ایمان لائی ہو اور پھر انھوں نے اس نبی کے اہلیت سے جنگ کی ہو۔ سوائے تمہارے!

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ کتاب ”بیت مال العلوم“ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ جب معاویہ دن کے آخری حصے میں اپنے مرکز پر واپس آیا اور اس کے ساتھی اس کے گرد آ کر بیٹھے تو معاویہ نے عمرو عاص کی طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔ عمرو نے کہا کیوں ہنستے ہو تو معاویہ نے کہا وہی بات جو ولید نے کہی تھی اور تعجب ہے کہ اس وقت تیرا ذہن کہہ کر طرح حاضر تھا کہ تو نے ابوتراب کی طرف اپنی شرمگاہ کر دی۔ عمرو عاص کہنے لگا اگر تجھے میری

اس حالت نے ہنسیا ہے تو میں بھی تیری حالت پر ہنستا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا جو میرے ساتھ آیا ہے تو علی تیرے پچھلے حصے کو دروپہنچاتا تیری بیوی کو بیوہ اور تیرے بچوں کو ڑلاتا لیکن تو ان لوگوں کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ جن کے ہاتھوں میں گندم گول نیزے ہیں۔ اور آج میں نے تو تجھے ان کے مقابلے میں جانے کا مشورہ دیا تھا لیکن تیری تو آنکھیں پھرنے لگیں اور رگیں پھولنے لگیں اور تجھ سے وہ کچھ ظاہر ہوا جسے میں اور میرا غیر برا سمجھتا ہے۔ پس اگر تو اپنے عیوب چھپائے رکھے تو تیرے سے بہتر ہے۔

واقعی کا کہنا ہے کہ ذی الحجہ کے پورے مہینے میں جنگ ہوتی رہی اور ۳۷ داخل ہوا تو حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان جنگ معطل کر دی گئی۔ اس خیال سے کہ شاید صلح ہو جائے اور ماہ محرم اس حالت میں گزرا کہ قاصد آتے جاتے رہے لیکن معاویہ نے کوئی بات قبول نہ کی اور جنگ دوبارہ صفر کی پہلی تاریخ سے شروع ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! اس قوم سے جنگ کرنے میں پہل نہ کرنا جب تک وہ ابتدا نہ کریں پشت پھیرنے والے کو قتل نہ کرنا زخمی کا کام تمام نہ کرنا کسی کو برہنہ نہ کرنا کسی کا مثلاً (اعضائے ربیہ) نہ کاٹنا ان کی قیام گاہ میں نہ داخل ہونا کسی عورت پر خوف طاری نہ کرنا اور کسی کو سب و شتم نہ کرنا۔

جب صفر کی تیسری تاریخ آئی تو عمرو عاص شامیوں کی فوج کے کچھ دستے لے کر اس پرچم کے سایہ میں نکلا کہ جس کے سایہ میں جاہلیت کے زمانہ میں جنگ کیا کرتا تھا۔ تو عمار اس کے مقابلے میں نکلے اور کہنے لگے لوگو! کیا ایسا شخص دیکھنا چاہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔ جس نے مسلمانوں کے ساتھ بغاوت کی تھی اور جس نے دشمنان دین کی پشت پناہی کی اور جس وقت اس نے دیکھا کہ خدا نے اپنے دین کو غلبہ دیا ہے اور اپنے رسول کو عزت بخشی ہے تو خوشی سے نہیں بلکہ ڈرتے ہوئے اسلام میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا اس وقت سے یہ شخص ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ عداوت کے لیے مشہور ہے۔ پس اس سے جہاد کرو کیونکہ یہ ان لوگوں

میں سے ہے کہ جو نور خدا کو بھانے کی کوشش اور دشمنانِ دین کی پشت پناہی میں لگے رہتے ہیں۔ عمار نے عمرو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور یہ وہ شخص ہے اس سے جنگ کرو خدا سے مارے۔ پھر عمار پکار کر کہنے لگے۔ اے عمرو یہ تو وہی جھنڈا ہے تاکہ اکثر اوقات اس کے ساتھ رسول اللہؐ سے جنگ کرتا رہا۔ تو نے اپنی آخرت مصر کی حکومت کے بدلے بیچ ڈالی ہے نا ہلاکت ہو تیرے لیے یہ باتیں سن کر عمرو واپس پلٹ گیا۔

جب صفحہ کی چوتھی تاریخ ہوئی تو محمد بن حنفیہ فوج لے کر میدان میں نکلے اور ان کے مقابلے میں عبید اللہ بن عمر بن خطاب آیا۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے مبارز طلب ہوئے تو ہشام بن محمد کہتا ہے کہ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت علیؑ نے عبید اللہ سے مبارزت چاہی اور پکار کر فرمایا اے محمد رُک جاؤ اور عبید اللہ سے فرمانے لگے اے فاسق تیرے لیے تو میں ہوں۔ عبید اللہ پشت پھیر کر بھاگا اور صفحہ کی ساتویں تاریخ جمعرات کے دن عمار بن یاسر شہید ہوئے۔ یہ دن سخت لڑائی کا دن تھا۔ عمار قاریان قرآن کے سپہ سالار بنائے گئے تھے۔

شہادتِ عمار بن یاسرؓ

(عذف استاد کے ساتھ) ابی سنان دہلی صحابی رسول سے مروی ہے میں نے عمار کو دیکھا کہ وہ پینے کے لیے کچھ ماگ رہے ہیں۔ انھیں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ وہ انھوں نے نوش فرمایا پھر کہنے لگے اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا مجھے رسول اللہؐ نے خبر دی تھی کہ تیرا دنیا میں آخری رزق یا آخری نوشہ دودھ کا پیالہ ہوگا کہتے ہیں کہ دودھ لانے والی بنی شیبان میں سے ایک عورت تھی!

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عمار حملہ کرتے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہمیں تواریں مارتے مارتے مقامِ ہجر کے نخلستان تک پہنچائیں تب بھی ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر اور یہ باطل پر ہیں۔ پھر فرمایا:

اليوم ابقی الاحیة محمداً و حزبه.

(آج کے دن میں اپنے دوستوں سے جا ملوں گا وہ محمد مصطفیٰ اور ان کی

جماعت ہے)

پھر عمار نے عمرو عاص پر حملہ کیا اور فرمایا تو ہلاک ہو جائے اے عمر تو نے مصر کے بدلے دین بیچ دیا ہلاکت ہو تیرے لیے اکثر اوقات تو نے اسلام کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کی۔ خدا کی قسم تیرا مقصد اور خدا کے دشمن اور دشمن کے بیٹے یعنی معاویہ بن ابی سفیان کا مقصد خون عثمان کے بہانے دنیا کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اور ابن سعد کہتا ہے کہ عمار نے عمرو عاص کو دیکھا جبکہ اس کے ہاتھ میں نشان تھا۔ پس اس سے پکار کر کہا تو ہلاک ہو جائے اے عاص کے بیٹے یہ وہی نشان ہے کہ جس کے ساتھ تو نے تین دفعہ رسول اللہ سے جنگ کی اور یہ چوتھی دفعہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عمار نے حملہ کیا اور وہ بوڑھے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے ہتھیار پران کے ہاتھ کاٹے تھے اور وہ کہہ رہے تھے:

نحن ضربنا بکم علی تنزیلہ
ضربنا یزید الہام من مقبلہ
فالیوم نصر بکم علی تاویلہ
وبذل الخلیل عن خلیلہ
اوبرجع الحق الی سبیلہ
یارب انی مو من بقیلہ

ترجمہ: ہم نے تمہیں تنزیل قرآن پر ضربیں لگائیں اور آج تمہیں تاویل قرآن پر تلواریں لگا رہے ہیں۔ ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گی اور ایک دوست کو دوسرے دوست سے غافل کر دے گی۔ مگر یہ کہ حق اپنے راستے پر آ جائے۔ پالنے والے میں تیرے رسول کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔

ابن سعد نے طبقات میں عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کہا تم لوگوں نے عمار کو شہید کیا حالانکہ میں نے رسول اللہ سے سنا تھا کہ آپ عمار سے کہہ رہے تھے تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ معاویہ نے یہ بات سن لی تو اس سے کہنے لگا تو ایک بیوقوف بڑھا ہے ہمیشہ کوئی نہ کوئی بری بات ہمارے پاس لاتا ہے مجھے اپنے پیشاب میں دبائے ہوئے ہوتا ہے کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے۔ عمار کو تو اس نے قتل

کیا ہے جس نے اسے میدانِ جنگ میں بھیجا۔

ایک روایت میں ہے جب یہ بات حضرت علیؑ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا پھر جنابِ حمزہؓ کو بھی ہم نے ہی قتل کیا ہے کیونکہ جنگِ احد میں ہم ہی انھیں لے گئے تھے۔

ابن سعد نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب ذوالکلاع کو یہ خبر پہنچی تو اس نے عمرو عاص سے کہا۔ ہم باغی گروہ ہیں اور ارادہ کیا کہ علیؑ کے لشکر کی طرف چلا جائے اور اس کے قبضے میں ساٹھ ہزار فوج تھی لیکن ذوالکلاع قتل کر دیا گیا۔ تو معاویہ نے کہا اگر ذوالکلاع زندہ رہتا تو ہمارے لشکر کو علیؑ کی طرف میلان رکھنے کی وجہ سے ورغلا دیتا۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ حدیث مسلم نے ابی قتادہ اور ام سلمہ کی سند سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے۔ ابی قتادہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے عمار سے اس وقت کہا جب عمار خندق کھود رہا تھا۔ آپ نے اس پر سے مٹی صاف کی اور فرمایا اے بیچارہ ابنِ سمیہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

اور ام سلمہ کی روایت بھی ابی قتادہ کے ہم معنی ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ابی سعید خدری سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد نبوی کی بنا کے سلسلے میں ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے پس آپ عمار کے جسم سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے تھے افسوس ہے عمار کے لیے کہ یہ انھیں نجات کی طرف بلائے گا اور وہ اسے آگ کی طرف بلائیں گے اور عمار کہتے تھے میں فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

علماء تاریخ نے عمار کے قتل کے بارے میں اختلاف کیا ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا قاتل ابو عافیہ مزینی ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا قاتل ابو عادیہ عادل ہے۔ جیسا کہ ابن سعد سے واقفی نے ذکر کیا ہے اور اسی دن ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص بھی شہید ہوئے۔ حضرت علیؑ نے دونوں پر گریہ کیا اور دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عمار کی میت نماز کے وقت آپ نے اپنی طرف اور ہاشم کی قبلہ کی طرف رکھی اور انھیں غسل کے بغیر دفن کیا۔

واقفی کہتا ہے کہ جب ابو عادیہ نے عمار کو نیزہ مارا اور وہ گر پڑے تو دوسرا شخص

سبیل سکینہ

۱۰ حیاتِ اہلبیتؑ اور زندگی

آپ پر جا پہنچا اور آپ کا سر قلم کر لیا۔ دونوں جھگڑتے ہوئے معاویہ کے پاس پہنچے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ میں ان کا قاتل ہوں تو عمر و عاص دونوں سے کہنے لگا تم تو آتش جہنم میں لڑ رہے ہو تو معاویہ نے کہا کیا کیا ہے اس قوم نے جنھوں نے اپنی جائیں ہماری حفاظت میں خرچ کی ہیں کہ تم انھیں یہ بات کہتے ہو تو عمر و عاص نے کہا خدا کی قسم یہ ایسا ہی ہے اور تم بھی جانتے ہو اور میں تو خدا کی قسم دوست رکھتا ہوں کہ کاش اس دن سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا!

ابن سعد کہتے ہیں کہ عمار جب شہید ہوئے تو ان کی عمر ستر سال تھی۔

ابن سعد کہتا ہے کہ جب عمار شہید ہوئے تو ان کے قاتل کو پیاس محسوس ہوئی اس نے پانی مانگا تو اسے شیشے کے پیالہ میں پانی دیا گیا تو اس نے پینے سے انکار کیا اور ابن سعد کے علاوہ مورخین نے لکھا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی دیا گیا تو اس کے ساتھی کہنے لگے اس احمق کی طرف دیکھو کہ اس پیالہ میں تو پینے سے انکار کرتا ہے حالانکہ وہ یہ بھول گیا ہے کہ اس نے عمار جیسے شخص کو شہید کیا ہے کہ جس کے متعلق رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب عمار اور ہاشم شہید ہو گئے تو حضرت علیؑ نے قبیلہ ربیعہ اور ہمدان سے کہا کہ تم لوگ میری زرہ اور نیزہ ہو پس بارہ ہزار آدمی ان کے آپ کے بلانے پر حاضر ہوئے اور انھوں نے حملہ کیا تو معاویہ کے لشکر کی صفیں درہم درہم ہو گئیں۔ حضرت علیؑ اس دن رسول اللہ کا علم باہر لائے اور اس سے پہلے وہ علم میدان میں نہیں لایا گیا تھا۔ آپ نے وہ قمیص بن سعد بن عبادہ کے سپرد کیا جس وقت مسلمانوں نے اس علم کو دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ رونے لگے اور اس علم کے نیچے اہل بدر انصار اور مہاجرین جمع ہو گئے۔ قمیص بن عبادہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

هذا السواء الذي كنا نحف به دون النسي وجبريل لتامد

ماضر من كانت الانصار عيبه ان لا يكون به من غيرهم عضد

ترجمہ: یہ وہ علم ہے کہ رسولؐ کی حفاظت کے لیے ہم اس کے گرد و پیش رہتے

تھے اور جبریل ہمارے مددگار تھے جس شخص کے انصار رازداں ہو کسی دوسرے کا اس کی مدد نہ کرنا اس کے لیے مضرت نہیں ہے۔

پھر جنگ رات تک ہوتی رہی وہ جمعہ کی رات تھی۔ ساری رات جنگ جاری رہی اور اسی کو ”غیۃ الحریر“ کہتے ہیں۔ یہ اٹھائیسویں صفر کی رات تھی۔ نیزہ بازی ہوتی رہی یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے، تلواریں کند ہو گئیں، تیر ختم ہو گئے آوازیں خاموش ہو گئیں اور حضرت علیؑ و معاویہ اور دیگر امراء کی کسی کو خبر نہیں تھی بس ہتھیاروں کے چلنے کی آوازیں آتی تھیں کہ بعض بعض کو مار رہے تھے۔ صبح ہوئی تو جنگ ابھی جاری تھی۔ ابن عباس سینہ پر تھے اور مالک اشتر میسرہ پر اور حضرت علیؑ قلب لشکر میں تھے پس آپ نے مالک اشتر کی پیغام بھیجا کہ آگے بڑھو اور مالک کی مدد کے لیے کچھ لوگ ساتھ کیے۔ پس مالک نے ایسا حملہ کیا کہ معاویہ کی صفیں ٹوٹ گئیں اور اسے مرنے کا یقین ہو گیا۔ وہ عمرو کی طرف ملتفت ہوا اور کہنے لگا کوئی حیلہ و تدبیر ہے پس یہی وقت تمھاری چال بازی اور فریب کاری کا ہے۔ کہنے لگا نیزوں پر قرآن بلند کرو اور منادی کر دو کہ تمھارے اور ہمارے درمیان کتاب خدا ہے۔ یہ بات ان کے افتراق اور ہمارے اجتماع کو بڑھا دے گی۔ پس انھوں نے قرآن نیزوں پر بلند کر دیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان قرآن ہے ہم تمھیں اس کی طرف بلا رہے ہیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ جب اہل عراق نے یہ دیکھا تو کہنے لگے ہم کتاب خدا کے حکم کو قبول کرتے ہیں اور تمام لوگوں میں سے زیادہ سخت اس بات میں اشعث بن قیس تھا۔ حضرت علیؑ نے پکار کر کہا اے لوگو تم اپنی حالت پر چلتے رہو۔ خدا کی قسم تمھیں ابن نابیہ مکار نے دھوکا دیا ہے تو سعد بن قنبر کی سی اور زید بن حصن طائی اور وہ گروہ جس نے (بعد میں) آپ پر خروج کیا اور نہروان میں آپ سے جنگ کی۔ کہنے لگے کیسے ہم ان سے جنگ کریں حالانکہ انھوں نے کتاب اللہ کا فیصلہ طلب کیا ہے اور اگر آپ نے انکار کیا تو ہم آپ کو ان کے سپرد کر دیں گے۔ یا آپ سے بھی وہی سلوک کریں گے جو عثمان سے کیا تھا پس آپ مالک اشتر کی طرف کسی کو بھیجے کہ وہ واپس آ جائے۔ پس حضرت علیؑ غضب ناک ہوئے اور آپ نے فرمایا تعجب ہے

کہ معاویہ کی اطاعت اور میری نافرمانی کی جارہی ہے۔ انا اللہ خدا بھلا کرے ابن عباس کا وہ غیب کی طرف ایک باریک کپڑے کے پیچھے سے دیکھتا ہے اور ابن عباس نے ابتدا میں عرض کی تھی آپ مجھے معاویہ کی طرف بھیجیں خدا کی قسم میں اس کے لیے ایسی رسی بنوں گا کہ جس کا نہ درمیان ٹوٹ سکے گا نہ اس کے اطراف تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدائے بزرگ کی قسم میں معاویہ کو تلوار کا عطیہ دوں گا یہاں تک کہ حق باطل پر غالب آجائے گا۔ ابن عباس نے کہا یہاں کچھ اور ہوگا آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ ابن عباس کہنے لگے (اس کی وجہ یہ ہے) معاویہ کی لوگ اطاعت کریں گے اور نافرمانی نہیں کریں گے اور عنقریب آپ کی نافرمانی ہوگی۔ اور اطاعت نہیں ہوگی۔ جب اختلاف کرنے لگے تو آپ نے فرمایا خدا بھلا کرے ابن عباس کا۔

میں (مؤلف کتاب) کہتا ہوں کہ وہ چیز جو ابن عباس کے قول کی صحت کی دلیل ہے کہ اہل شام معاویہ کی (اندھی) اطاعت کرتے ہیں وہ واقعہ ہے جسے مسعودی نے مروج الذهب میں نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ اہل شام معاویہ کے لیے اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ اس نے صفین کی طرف جاتے وقت جمعہ کی نماز بدھ کے دن پڑھادی اور ایک روایت میں ہے کہ ہفتہ کے دن پڑھائی اور کہنے لگا کہ ہم معذور ہیں۔

پھر انھوں نے کہا کہ کسی کو مالک اشتر کی طرف بھیجئے اور اسے واپس بلا لیجئے آپ نے کسی کو بھیجا تو مالک نے کہا یہ واپس آنے کا وقت نہیں، فتح بہت جلد ہونے والی ہے وہ شخص پلٹ آیا پھر آپ نے مالک کی طرف قیس بن ہانی کو بھیجا اور فرمایا فتنہ بہت جلدی رونما ہونے والا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔ مالک نے کہا کیا قرآن نیزوں پر بلند ہو گئے ہیں۔ یزید بن ہانی نے کہا کہ ہاں۔ مالک نے کہا خدا ابن نابغہ زانی پر لعنت کرے یہ خدا کی قسم اس کا مشورہ ہے تاکہ امت کے درمیان غلغل پڑ جائے۔ ابن ہانی نے کہا امیر المؤمنینؑ کی جلدی خیر لو کیونکہ وہ دشمنوں میں گھر چکے ہیں۔ کہیں وہ آپ کو اہل شام کے سپرد یا آپ سے وہ سلوک نہ کریں جو عثمان سے کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ آپ کو یہ دھکی دے چکے ہیں بس مالک اشتر ان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے اہل عراق اے اہل

نفاق و شقاق تم فتح کے بعد ان کے قرآنوں کو بلند کرنے کے دھوکے میں آ گئے۔ خدا کی قسم انہوں نے قرآن تو بلند کر لیے ہیں جو ان میں بھیجے والے کے احکام اور جس پر نازل ہوا ہے اس کے فرامین ہیں انہیں وہ چھوڑ چکے ہیں۔ مجھے ناقہ کے دودھ دوہنے یا گھوڑے میدان میں دوڑانے کی جتنی مہلت دید و پس خدا نے فتح نازل فرمائی ہے۔ وہ کہنے لگے ہم تمہیں اتنی مہلت نہیں دیتے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں تمہارے ساتھ ہم بھی گناہ میں شریک نہ ہو جائیں۔ جناب مالک نے کہا اے سیاہ پیشانی والو ہم تو گمان کرتے تھے کہ تم یہ کام اللہ کے لیے اور زہد دنیا کی خاطر کر رہے ہو خدا تم پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل فرمائے خدا کی قسم تم نے یہ بات موت کے خوف سے کی ہے۔

واقعہ حکیم

معاویہ نے جو کرنا تھا وہ کر چکا تو کہنے لگا ہم ایک حکم بھیجتے ہیں جو ہمیں پسند ہے۔ اور تم ایک حکم بھیجو جو تمہیں پسند ہو۔ پس اہل شام نے تو عمر و عاص کا انتخاب کیا اور اہل عراق نے ابو موسیٰ اشعریٰ کو حضرت علیؑ نے فرمایا میں اس پر راضی نہیں ہوں اور وہ میرے نزدیک مامون ہیں وہ مجھ سے بھاگ گیا تھا اور لوگوں کو میرا ساتھ دینے سے روکتا رہا لیکن یہ ابن عباس ہے (اسے بھیجو) اشعث بن قیس اور خوارج کہنے لگے ابن عباس آپ سے ہے اور آپ ابن عباس سے۔ ابو موسیٰ اس معاملے سے الگ رہا ہے جس میں ہم ہیں اور وہ ہمیں اس فتنے سے ڈراتا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تو مالک اشتر کو حکم بنا لو تو اشعث کہنے لگا تو کیا ہم مالک اشتر کے علاوہ کس کے حکم میں ہیں اور اس کا حکم تو یہ ہے وہ کہتا ہے ہم میں سے بعض بعض کو تلواروں سے مارے یہاں تک کہ وہی بات ہو جو وہ چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا پھر جو تمہاری مرضی آئے وہ کرتے رہو پھر ان لوگوں نے کسی کو ابو موسیٰ کے پاس بھیجا وہ مقام عرض میں جنگ سے الگ وقت کاٹ رہا تھا اس کو جا کر انہوں نے اطلاع دی۔ اس نے انا اللہ کہا۔ پھر آیا اور لشکر میں داخل ہوا۔ جب اس بات کا احف بن قیس کو علم ہوا تو وہ حضرت علیؑ کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا آپ زمین کا پتھر

اسے مارنا چاہتے ہیں جس نے اللہ اور رسولؐ سے جنگ کی (یعنی عمرو بن عاص اور یہ عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ کم عقل شخص ہے۔ میں ابن عاص کی مکاری سے اس پر مامون نہیں اور اگر آپ مجھے انتخاب کریں تو آپ مجھ سے عجیب بات دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا تو ابن نابذ سے کیا کرے گا۔ کہنے لگا میں اس کے اتنا قریب ہوں گا یہاں تک کہ یہ معلوم ہوگا کہ میں اس کے ہاتھوں میں چلا گیا ہوں اور پھر اس سے اتنا دور ہوں گا کہ میں مثل ستارہ کے ہو جاؤں گا۔ وہ کوئی گرہ نہیں لگائے گا مگر میں اسے کھول دوں گا اور وہ کسی گرہ کو کھولے گا نہیں مگر یہ کہ میں اسے محکم کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ میری پسند کے بغیر ابوموسیٰ کو انتخاب کر چکے ہیں۔ ہشام بن محمد کہتا ہے پھر لوگ حضرت علیؑ کے پاس بیٹھ ہوئے اور تحریر لکھی گئی کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جس کا فیصلہ کیا ہے۔ امیر المؤمنین علیؑ نے عمرو بن عاص کہنے لگا ان کا نام اور ان کے باپ کا نام لکھو وہ آپ کے امیر ہیں ہمارے نہیں احنف کہنے لگا امیر المؤمنین کا لفظ نہ مٹاؤ اور اشعث نے کہا مٹا دو پس وہ لفظ مٹا دیا گیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر میں اس وقت رسول اللہؐ کا کاتب تھا۔ صلح حدیبیہ کے دن جب انھوں نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں پس اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیے تو آپ نے یہی لکھا۔ عمرو عاص کہنے لگا سبحان اللہ آپ ہمیں کفار سے تشبیہ دے رہے ہیں حضرت علیؑ نے عمرو سے کہا اے نابذ کے بیٹے تو کیا فاسقین کا دوست اور مسلمانوں کا دشمن نہیں تھا تو اپنی ماں کے ساتھ ہی مشابہ ہے جس نے تجھے جنا۔ عمرو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آج کے بعد میں آپ کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔ آپ نے فرمایا خدا نے میری مجلس کو تجھ سے اور تیرے جیسے لوگوں سے پاک کیا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے اس تحریر کی نقل یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس کا فیصلہ علی ابن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابی سفیان نے کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے اہل کوفہ اور جو مسلمان اور مومن شیعہ آپ کے ساتھ ہیں ان کے لیے فیصلہ کیا ہے اور معاویہ نے اہل شام اور جو اس کے ساتھ ہیں ان کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب کے حکم کو قبول کریں گے اور

اس کتاب کے علاوہ اور کوئی چیز ہمیں متفق نہیں کر سکتی۔ یہ کتاب فاتحہ سے خاتمہ تک ہے ہم اسے زندہ کریں گے جیسے اللہ زندہ کرے اور اسے مٹادیں گے جسے اللہ مٹائے۔ دونوں فیصلہ کرنے والے جو کتاب خدا میں فیصلہ پائیں اس پر عمل کریں گے اور جو انھیں کتاب اور سنت عادلہ میں نہ ملے اس پر عمل نہیں کریں گے اور دونوں فیصلہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے مقام پر جمع ہوں جو شام اور کوفہ کے لیے برابر کی حیثیت رکھتا ہو اور وہ اپنے پاس اس شخص کو نہ آنے دیں کہ جسے وہ نہ چاہیں۔ دونوں نے حضرت علیؑ اور معاویہ سے اس بارے میں عیناقل لے لیے ہیں۔ اس تحریر پر بزرگوں کی ایک جماعت گواہ ہے۔ اصحاب حضرت علیؑ میں سے اشعث بن قیس کندی، عبداللہ ابن عباس، حجر بن عدی اور کچھ اور لوگ اور معاویہ کے ساتھیوں میں سے ابو اعور اسلمی، حبیب بن مسلمہ فہری، عبداللہ بن خالد بن ولید اور کچھ اور لوگ وہ لوگ مالک اشتر سے کہنے لگے کہ آپ بھی اپنی گواہی اس پر ثبت کریں تو انھوں نے کہا میرا دایاں ہاتھ ساتھ نہ دے اور بائیں ہاتھ اس کے بعد فائدہ بخش نہ ہو اگر اس تحریر پر مصالحت کے لیے میرا نام تحریر ہو کیا میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر نہیں کہ میرا دشمن گمراہ ہے اور دونوں فیصلہ کنندگان کا اتفاق ہوا کہ ماہ رمضان مقام دومتہ الجندل میں ملاقات ہو۔

ہشام کہتا ہے جب مالک اشتر نے اس تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کیا تو حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی راضی نہیں ہوں میں نے تو تمہیں منع کیا تھا لیکن تم لوگوں نے میری نافرمانی کی!

واقدی کہتا ہے کہ یہ تحریر آخر صفر میں لکھی گئی اور اس کی مدت ماہِ رمان تک آٹھ مہینے تھی یہاں تک کہ فیصلہ کرنے والے جمع ہوں پھر لوگوں نے اپنے مقتولین کو دفن کیا اور دونوں گروہوں نے کوچ کیا۔ امیر المومنین کوفہ اور معاویہ شام کی طرف واپس چلے گئے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ معاویہ شام کی طرف اہل شام کی الفت و محبت لے کر واپس گیا اور حضرت علیؑ اختلاف اور فتنوں میں گھر کر واپس لوٹے۔

خوارج

ہشام بن محمد کہتا ہے جب حضرت علیؑ کو فدہ میں وارد ہوئے تو خوارج آپ سے الگ ہو گئے اور وہ بارہ ہزار تھے وہ مقام حرراء میں جا کر اتر پڑے۔ حرراء نہر دان کے قریب عراق میں ایک بستی ہے۔ حرور یہ اسی کی طرف منسوب ہیں ان کے منادی نے ندا کی کہ سپہ سالار جنگ شیت بن ربیع ہوگا اور عبداللہ بن کوآب یسکری نماز پڑھائے گا اور انھیں نے منادی کر دی کہ اللہ کے بغیر کسی کا حکم نہیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا بات تو حق ہے لیکن اس سے ارادہ باطل کالیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ سے عرض کی کہ آپ ان سے جنگ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں جب تک کہ میں ان کے پاس سے ہو کر واپس نہ آ جاؤں پس ابن عباس ان کے پاس گئے تو وہ کہنے لگے اے ابن عباس کیسے آئے ہوں انھوں نے کہا میں مہاجرین انصار اور رسول کے پیچھے بھائی اور داماد کی طرف سے آ رہا ہوں کہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور وہ قرآن کی تاویل تم سے بہتر جانتے ہیں پس کس لیے تم ہمارے خلاف ہو گئے ہو کہنے لگے تین چیزوں کی وجہ سے پہلی یہ کہ تم لوگوں نے کچھ اشخاص کو دین خدا میں حاکم بنایا ہے حالانکہ خدا کہتا ہے کہ حکم کرنا صرف اللہ کا حق ہے دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ان سے جنگ تو کی ہے لیکن نہ کسی کو قیدی بنایا ہے اور نہ مال غنیمت لیا ہے پس وہ کون سی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے خون تو حلال ہیں اور مال حرام ہے اور تیسری چیز یہ کہ اس نے اپنے نام سے لفظ امیر المؤمنین مٹا دیا ہے۔ تو جب وہ مومنین کا امیر نہیں تو پھر کافرین کا (معاذ اللہ) امیر ہے۔ ابن عباس کہنے لگے میں تمہارے قول کو قرآن کی رو سے رد کرتا ہوں۔ پس تمہارا یہ کہنا کہ اس نے دین خدا میں حاکم بنایا ہے تو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا نے ایک خرگوش کی قیمت میں بندوں کو حکم بنایا ہے جس کی قیمت چوتھائی درہم ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں تم سے صاحبان عدل حکم کریں۔ اور عورت اور اس کے شوہر کے متعلق فرمایا ہے۔ پس بھجوا ایک حکم کے مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے عزیزوں میں سے اگر وہ اصلاح کا قصد کریں تو

خدا دونوں کو توفیق دے گا پس بناؤ کون سی چیز بہتر و افضل ہے۔ اشخاص کی آپس میں اصلاح کرنے اور امت کے خون کی حفاظت میں حکم بنانا یا خرگوش کی قیمت میں حکم بنانا کہ جس کی قیمت چوتھائی درہم ہے یا عورت کے معاملے میں حکم بنانا کہنے لگے نہیں بلکہ وہ (یعنی امت کی اصلاح میں حکم و فیصل بنانا بہتر ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ علیؑ نے انھیں قید نہیں کیا اور مال غنیمت نہیں لینے دیا پس اگر تم کہو کہ عائشہ تمہاری ماں نہیں ہے تو تم اسلام سے خارج ہو۔ اور اگر کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں ہے تو کیسے تم اپنی ماں کو قیدی بناتے اور یہی جواب اہل صفین میں بھی ہے کیونکہ ان سے جہاد صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں نہ اس لیے کہ ان کے مال کو حلال سمجھا جائے؟ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں اور رہا تمہارا یہ کہنا کہ علیؑ نے امارت مسلمین سے اپنا نام کیوں منگوا دیا؟ (اس تحریر میں لفظ امیر المؤمنین کیوں مٹایا گیا) تو یہ کام تو رسول اللہؐ نے بھی صلح حدیبیہ میں کیا تھا تو کیا آپ نبوت سے خارج ہو گئے تھے۔ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں پس دو ہزار ان میں سے واپس آگئے اور باقیوں نے خردیج کیا اور نہر کے قریب قتل ہو گئے۔

حضرت علیؑ جب ان سے جہاد کرنے کے لیے نکلے تو ان کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا تمہارا رئیس کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ ابن کواء۔ آپ نے فرمایا تم کیوں ہمارے خلاف خروج کیا ہے؟ انھوں نے کہا چونکہ صفین کے دن آپ لوگوں نے حکیم کی ہے۔ حضرت نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب انھوں نے قرآن بلند کیے تھے تو کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ ان کے بارے میں میری مخالفت نہ کرو۔ تمہیں نے کہا تھا کہ ہم تو قرآن کی بات تسلیم کر رہے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ انھوں نے مکر و فریب دینے کے لیے قرآن بلند کیے ہیں تم کہنے لگے کہ اگر آپ نے کتاب خدا کی طرف دی ہوئی دعوت کو قبول نہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا ان کے سپرد کر دیں گے۔ جب تم ہی لوگوں نے ان کی دعوت کتاب اللہ کو قبول کرنے کے علاوہ تمام چیزوں سے انکار کر دیا تو ہم نے حکمیں پر یہ شرط لگا دی کہ وہ کتاب خدا کے مطابق حکم کریں اور اگر انھوں نے حکم خدا و حکم قرآن کے علاوہ کوئی حکم کیا تو ہم ان سے بری ہیں۔

وہ کہنے لگے آپ نے انسانوں کو کیسے حاکم بنایا؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے مخلوق کو حاکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو حاکم بنایا جو کہ ذمین کے درمیان ہے وہ خود نہیں بولتا بلکہ آدمی ہی اس کے مطالب سے نفاذ کشتائی کرتے ہیں۔ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں ہم نے اس معاملہ میں کفر کیا ہے اور ہم اللہ کی بارگاہ میں اس سے توبہ کرتے ہیں پس آپ بھی توبہ کیجئے جیسے ہم نے کی ہے تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے ورنہ آپ سے جنگ کریں گے!

سدی کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے وہ گروہ کہ جسے کج بخش اور بجا جت نے حق سے نکال دیا ہے اور خواہش نفسانی انھیں سرکش بنا کر باطل کی طرف لے گئی ہے۔ میں تمہیں اس بات سے ڈراتا ہوں کہ تم ایسے نہ ہو جاؤ کہ امت تم پر لعنت کرے اور تم اس نہر کے سامنے اپنے رب کی طرف سے دلیل و برہان کے بغیر پچھاڑے جاؤ۔ کیا میں نے تمہیں حکیم سے منع نہیں کیا تھا اور تمہیں خبر نہیں دی تھی کہ یہ اس قوم کی طرف سے مکاری ہے جن کا کوئی دین نہیں اور جب تم مجھ سے جدا ہوئے تو اپنی ہوشمندی دکھانے لگے۔ اب لوٹ آؤ۔ اگر دونوں منصفوں نے کتاب خدا کے مطابق حکم کیا تو درست ورنہ ہم پہلی رائے پر قائم ہیں۔ وہ کہنے لگے آپ کفر سے توبہ کیجئے جس طرح ہم نے توبہ کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے ہلاکت ہو کیا میں رسول اللہؐ پر ایمان لانے، ان کی معیت میں راہ خدا میں جہاد کرنے اور ہجرت کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دوں۔ پھر تو میں گمراہ ہو گیا اور ہدایت یافتہ نہ ہوا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے چاہا کہ ابو موسیٰ کو فیصلہ کرنے کے لیے بھیجیں تو آپ کے پاس خوارج میں سے زرعتہ بن برح طائی، قرموس بن امیر سعدی آئے اور کہنے لگے اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں آپ نے فرمایا (میں بھی مانتا ہوں) کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں تو قرموس کہنے لگا تو آپ اپنی غلطی سے توبہ کیجئے اور اپنی حکیم سے رجوع کیجئے اور ہمیں ساتھ لے کر اس قوم کے مقابلے کے لیے قیام کیجئے ہم ان سے جہاد کریں گے۔ یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تم لوگوں سے یہی چاہا تھا لیکن تم ہی نے انکار کیا تھا۔ اب ہم اپنے اور ان کے درمیان کچھ شرائط لکھ

کر دے چکے ہیں اور ان سے معاہدہ ہوا تو مرقوس نے کہا یہ گناہ ہوا ہے لہذا آپ کو اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ گناہ نہیں بلکہ مجبوری کی رائے تھی کہ جس کا سبب تم لوگ بنے تھے۔ زرعتہ بن برح نے آپ سے کہا خدا کی قسم اگر آپ حکیم کو ترک نہیں کریں گے تو میں آپ سے جنگ کروں گا اور اس سے میرا مطلوب خدا اور اس کی رضا ہو گی۔ آپ نے فرمایا تیرا براہو تو کس قدر شقی ہے گویا میں تجھے مقتول دیکھ رہا ہوں کہ تجھ پر آندھیاں چل رہی ہیں۔ پس ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

دومتہ الجندل

علماء سیر و تاریخ کا کہنا ہے کہ جب مقررہ مدت ختم ہوئی تو عمرو بن عاص اور ابو موسیٰ دومتہ الجندل میں جمع ہوئے۔ حضرت علیؑ نے شریح بن ہانی کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ جن میں عبد اللہ بن عباس بھی تھے اور عمرو عاص کے ساتھ بھی چار سو آدمی شام کے سرداروں میں سے تھے۔ ان کا اجتماع دومتہ الجندل میں ہوا اور بعض کے نزدیک مقام اذرح میں ہوا۔ اس اجتماع میں سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمرو عاص، عبد اللہ بن زبیر، عبد الرحمن بن حرث بن ہشام، خزومی اور مغیرہ بن شعبہ بھی موجود تھے۔ بعض کہتے ہیں سعد حاضر نہیں ہوا۔ عبد اللہ بن عمرو کی موجودگی میں بھی اختلاف ہے جس کا ذکر بعد میں کریں گے۔

جب یہ لوگ جمع ہوئے تو عمر عاص نے ابو موسیٰ سے کہا گیا تجھے معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم مارا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ عمرو نے کہا کیا تو یہ نہیں جانتا کہ معاویہ اس کا ولی الدم (یعنی خون کا بدلہ لینے والا) ہے۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے جو مظلوم مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی و وارث کے لیے سلطنت قرار دی ہے پس معاویہ سے تجھے کون سی چیز مانع ہے؟ حالانکہ قریش میں اس کی خاندانی بزرگی تجھے معلوم ہے اور وہ رسول اللہ کا کاتب بھی رہا ہے اور زوجہ رسول ام حبیبہ کا بھائی بھی ہے۔ اگر تم اسے انتخاب کر لو تو تمہاری ایسی عزت کرے گا جو دوسرا نہیں کرے گا۔ ابو موسیٰ نے اس سے کہا اے عمر و خدا سے ڈر

ام خلافت کی بنا دین پر ہے۔ اگر شرافت ملحوظ ہوتی تو پھر علیؑ یقیناً ولی تھے۔ میں کیسے معاویہ کو خلیفہ بنا لوں اور مہاجرین و انصار کو چھوڑ دوں۔ باقی رہی تیری یہ پیشکش کہ وہ میری عزت و اکرام کرے گا تو خدا کی قسم اگر وہ اپنی سلطنت بھی چھوڑ کر میرے حوالے کر دے تو بھی میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں اور میں دین خدا اور حکم خدا میں رشوت نہیں لوں گا لیکن اگر تم چاہو تو ہم عمر بن خطاب کے نام کو زندہ کریں اور ابو موسیٰ کا ارادہ تھا کہ عبد اللہ ابن عمر کو خلیفہ بنائے۔

عمر و عاص نے کہا اگر تو فضل و صلاحیت چاہتا ہے تو تجھے میرے بیٹے کو خلیفہ بنانے سے کیا چیز روکتی ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ صاحب فضل بھی ہے اور صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ تمہارا بیٹا اچھا آدمی ہے لیکن تم نے اسے اس فتنہ و فساد میں ملوث کر دیا ہے۔

پس عمرو نے کہا میں چاہتا تھا کہ تم معاویہ کی بیعت کر لو لیکن تمہیں اس سے انکار ہے تو آؤ پھر ہم علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے الگ کر دیتے ہیں اور معاملہ حکومت کو شوریٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ مسلمان جسے چاہیں انتخاب کریں اور بعض کہتے ہیں کہ اس بات کی ابتدا ابو موسیٰ سے ہوئی اور عمرو نے کہا کہ تمہاری رائے بہترین ہے پس لوگوں کو اس کی خبر دیجئے کہ ہم نے ایک بات پر اتفاق کیا ہے کہ جس میں امت کی فلاح و بہبود ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ بجا کہتے ہو۔ پھر عمرو نے کہا اے ابو موسیٰ کھڑے ہو کہ بات کیجئے۔ ابو موسیٰ نے کہا تم پہلے بات کرو۔ عمرو نے کہا آپ صحابی رسول ہیں مجھ میں یہ مجال نہیں کہ آپ سے پہلے بات کروں۔ ابن عباس نے ابو موسیٰ سے کہا اے عبد اللہ بن قیس تم پروائے ہو۔ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ ابن نابند نے تجھے فریب دیا ہے۔ ابو موسیٰ سمجھدار آدمی نہیں تھا کہنے لگا ہم نے ایک چیز پر اتفاق کر لیا ہے۔ آگے بڑھا اور کہنے لگا اے لوگو ہم نے اس معاملے میں غور و فکر کی ہے۔ ہم نے امت کے لیے اس سے بہتر کچھ اور نہیں سمجھا کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے الگ کر دیا جائے اور یہ معاملہ امت کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ جسے وہ چاہیں خلیفہ مقرر کر لیں۔ میں دونوں کو خلافت سے الگ

کرتا ہوں۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور عمر و کھڑا ہوا اور کہا اس نے تو اپنے ساتھی کو خلافت سے الگ کر دیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں نے سن لیا اور میں بھی اسے الگ کرتا ہوں اور اپنے ساتھی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں۔ ابو موسیٰ نے عمرو سے کہا یہ تجھے کیا ہو گیا خدا تجھے تو فیتن نہ دے اور خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے دھوکا دیا اور فسق و فجور کیا۔ سوائے اس کے نہیں کہ تیری مثال کتے ایسی ہے۔ اگر اس پر کوئی بوجھ رکھ دے تو وہ زبان نکالتا ہے اور اگر اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالتا ہے۔ عمرو عاص نے کہا اور تیری مثال گدھے کی ہے کہ جس پر کتا میں لا ددی جائیں شرت بن ہانی نے عمرو عاص پر حملہ کیا اور اسے کوڑا لگایا۔ بعد میں شرت کہا کرتے تھے کہ مجھے کسی چیز پر ایسی پشیمانی نہیں ہوئی جس طرح میں پشیمان ہوا کہ میں نے عمرو عاص کو تلوار کیوں نہ ماری تھی۔ پھر لوگ متفرق و منتشر ہو گئے۔

ابو موسیٰ اپنی سواری پر سوار ہوا اور مکہ میں چلا گیا۔ پس ابن عباس نے اس سے کہا خدا برا کرے اوقیس کے بیٹے میں نے تو تجھے فاسق خبیث سے ڈرایا تھا لیکن تو نے میری بات نہ مانی ابو موسیٰ نے کہا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ امت کی بدخواہی کرے گا۔ میرا خیال نہیں تھا کہ وہ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا اور عمرو عاص دمشق کی طرف واپس چلا گیا اور معاویہ پر خلافت کے ساتھ سلام کیا۔ (یعنی اے خلیفہ مسلمین) اور وہ پہلا دن تھا کہ خلیفہ کہہ کر اسے سلام کیا گیا۔

شعی کہتا ہے کہ دونوں فیصل جب دومتہ الجندل سے جدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے ان (اہل شام) سے جہاد کرنے کا عزم کیا۔ پس آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا اے لوگو! میں نے اس حکیم کے بارے میں تمہیں حکم دیا تھا۔ لیکن تم لوگوں نے میری مخالفت کی اور نافرمانی کی اور نافرمانی پشیمانی ہوتی ہے۔ پس تمہاری اور میری مثال ایسی ہے جیسا کہ ہوازن کا شاعر کہتا ہے۔

امر تکم امری بمنجوح اللوی فلم یستینو الرش الاضحی الفد

ترجمہ میں نے وادی کے موڑ پر تمہیں اپنا فرمان بتایا تھا پس میری خبر خواہی

ان کے لیے واضح نہ ہوئی۔

مگر کل چاشت کے وقت ان دونوں فیصلہ کرنے والوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا۔ انھوں نے اس چیز کو ختم کر دیا جسے قرآن نے زندہ کیا تھا اور اس چیز کو زندہ کیا جسے قرآن ختم کر چکا تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑتے ہوئے خواہشات کی پیروی کی۔ انھوں نے بغیر کسی دلیل اور جاری ہونے والی سنت کے فیصلہ کیا یہ دونوں رشد و ہدایت پر نہیں تھے۔ دونوں اللہ اس کے رسول اور صالح المؤمنین سے بری ہیں پس جہاد کے لیے مستعد اور چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اپنے موقف پر صبح کو پہنچ جاؤ۔

خوارج نہروان میں تھے ابن عباس نے عرض کی نیا شگوفہ کھل گیا ہے۔ ان سے جنگ کرنے سے پہلے خط بھیجئے۔ آپ نے خوارج کو خط بھیجا اور انھیں حکمین کے فیصلے کی خبر دی اور لکھا کہ آؤ ہماری طرف تاکہ اس گروہ سے جہاد کریں کیونکہ ہم پہلے امر پر قائم ہیں۔

خوارج نے جواب میں لکھا کہ آپ اللہ کے لیے غضبناک نہیں ہوئے بلکہ اپنی ذات کے لیے غصے میں آئے ہیں۔ اگر آپ اپنے اوپر کفر کی گواہی دے کر توبہ کریں تو ہم اپنے اور آپ کے درمیان فوراً کریں گے۔ ورنہ برابر آپ کا مقابلہ کریں گے اور بیشک خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا!

جب آپ نے ان کا خط پڑھا تو ان سے ناامید ہو گئے اور ان کی طرف چلے۔ نہروان پر مقابلہ ہوا اور ان میں سے جتنے بھی آپ کے مقابلے میں آئے تھے سب کے سب ختم ہوئے۔ آپ نے ذوق یہ کو تلاش کیا اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا تو گوشت کے ٹوٹھڑے نظر آئے جیسے عورت کے پستان ہوتے ہیں جس پر سیاہ بال تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) قنادہ سے روایت ہے کہ نہروان کی جنگ میں ہم امیر المؤمنین کے ساتھ تھے۔ ہم ساٹھ یا ستر انصار تھے۔ میں پیادوں کا سالار تھا جب ہم مدینہ واپس گئے تو ہم بی بی عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے ہمارے سفر کے

متعلق سوال کیا تو ہم نے انھیں بتایا کہ خوارج قتل ہو گئے ہیں۔ عائشہ کہنے لگیں وہ کیا کہتے تھے؟ ہم نے کہا کہ امیر المؤمنین اور عثمان بن عفان اور آپ کو سب و شتم کرتے تھے۔ پس ہم ان سے جنگ کرتے رہے اور حضرت علیؑ ہمارے ساتھ تھے ان کا مرکب رسول اللہ کا دلدل تھا۔ میں بعض مقتولین کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا انھیں الٹاؤ ہم نے انھیں الٹایا تو ایک سیاہ رنگ شخص نظر آیا اس کے کندھوں کے مابین پستان کے مانند گوشت تھا۔ تو علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی۔ میں رسول اکرمؐ کے ساتھ تھا اور آپ جنگ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ تو یہ شخص آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ انصاف کرو خدا کی قسم آج آپ نے انصاف نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ عمر بن خطاب نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑو۔ اس کے لیے بھی ایک شخص ہے جو اسے قتل کرے گا۔ عنقریب اس کی قوم سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔ عائشہ نے قتادہ سے کہا تو نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ قتادہ کہنے لگا ہاں تو عائشہ کہنے لگیں جو کچھ میرے اور علیؑ کے درمیان ہوا تھا وہ مجھے حق بات کہنے سے نہیں روکتا۔ حضرت علیؑ نے سچ کہا ہے۔ میں نے حضرت رسول اللہؐ سے سنا تھا کہ آپ فرما رہے تھے میری امت دو فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک فرقہ دین سے نکل جائے گا ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے اور مونچھیں صاف ہوں گی چادریں آدھی پٹلی تک ہوں گی۔ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ انھیں وہ شخص قتل کرے گا جو خدا اور رسول کا زیادہ محبوب ہے۔ قتادہ کہتا ہے۔ میں نے کہا جب آپ یہ جانتی تھیں تو پھر آپ نے علیؑ کے ساتھ وہ کیوں کیا جو ہو چکا ہے۔ عائشہ کہنے لگیں امر خدا مقدر ہو چکا تھا۔

واللہ ہی کہتا ہے کہ یہ شخص جس کے کندھے پر پستان جیسا لوتھڑا بنا ہوا تھا یہ ذو خوبصرہ تھا اس کا نام مجہدہ تھا اور خوارج اسی کی طرف منسوب ہیں اور خارجیوں کی ایک

جماعت اس کی اولاد سے پیدا ہوئی!

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب ہم خوارج سے جہاد کرنے نکلے تو حضرت علی نے ان میں سے ایک کو نماز تہجد میں قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا یقین کی نیند جنگ کی نماز سے بہتر ہے۔

شععی کہتا ہے کہ جب امیر المومنین خوارج کی مہم سے فارغ ہوئے تو آپ ان کے قریب سے گزرے وہ نہر کے اطراف میں پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا تمہارا رابر حال ہے تمہیں ضرر پہنچایا ہے جس نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی کس نے انہیں ضرر پہنچایا؟ فرمایا شیطان اور برائی کا حکم سنا دینے والے نفس نے!

واقفی کہتا ہے کہ خوارج میں سے چار سو آدمی اس حالت میں پائے گئے کہ ان میں کچھ نیم جان تھے۔ آپ نے ان کے رشتہ داروں کو حکم دیا اور وہ انہیں کوفہ لے گئے۔ انہوں نے جن ہتھیاروں سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تھی وہ تقسیم کر دیے پھر غلام کینریں اور مال و متاع بھی خوارج کے رشتہ داروں کو واپس دے دیا۔ عدی ابن حاتم نے آپ سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے بیٹے طرفہ کوفن کر دے جو کہ خوارج کے ساتھ تھا آپ نے اسے اجازت دے دی۔

پھر آپ مقام نخیلہ میں آ کر اترے۔ آپ کے اصحاب میں سے صرف سات آدمی شہید ہوئے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اہل شام کے ساتھ جنگ کی تیاری کرو کچھ دنوں تک وہ لوگ نخیلہ میں رہے پھر آہستہ آہستہ کوفہ میں جانے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے۔ جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو کوفہ تشریف لے آئے صفین کی طرف جانے کی رائے میں کمزوری واقع ہوئی۔ پس آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا ہے جب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گمراہ لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے چلو تو تمہارا بوجھ زمین کی طرف ہو جاتا ہے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا پر اور عزت کی بجائے ذلت پر راضی ہو گئے ہو اور جب بھی میں تمہیں جہاد کی طرف پکارتا ہوں تو تمہاری آنکھیں پھرنے لگتی ہیں۔ گویا کہ تم

سکرات موت میں مبتلا ہوا اور گویا تمہارے دل میں فتور آ گیا ہے اور تم کسی چیز کو نہیں سمجھتے گویا تمہاری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ پس تم نہیں دیکھ پاتے۔ خدا کی قسم تم بیشہ کے شیر ہوتے ہو راحت و آرام کے وقت اور مکار لومڑیاں بن جاتے ہو جب تمہیں جنگ کے لیے بلایا جائے۔ تم لوگ کبھی بھی میرے لیے قابل بھروسہ نہیں بن سکتے۔ تمہارے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ تم اچھے مددگار ہو کہ جن کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ خوارج کی جنگ زیادہ صحیح قول کی بنا پر ۳۷ھ میں ہوئی اور تحکیم بھی اسی سال واقع ہوئی۔ ۳۸ھ میں محمد بن ابی بکر مصر میں شہید ہوئے۔ محمد بن ابی بکر حضرت علیؓ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ ان سے پہلے آپ نے اشتر نجفی کو گورنر بنایا تھا۔ جب وہ مقام قلمز پر پہنچے تو معاویہ نے حام قلمز کو پیغام بھیجا کہ کسی بہانہ سے انہیں قتل کر دے۔ جب مالک وہاں اترے تو اس نے شہد کا شربت پیش کیا آپ نے وہ پیا اور فوراً انتقال کر گئے۔ جب معاویہ کو یہ اطلاع ملی تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اللہ کے کچھ لشکر شہد میں ہیں۔ پھر آپ نے مصر کا گورنر محمد بن ابی بکر کو بنایا۔ محمد وہاں گئے تو معاویہ نے عمرو عاص کو ایک لشکر کثیر دے کر تیار کیا اور اس لشکر کے ساتھ معاویہ بن خدیج بھی تھا۔ واقعی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے مالک اشتر کو محمد کے شہید ہونے کے بعد وہاں کا گورنر مقرر کیا اور جب محمد اور شام کے لشکر میں جنگ شروع ہوئی تو محمد گھوڑے سے اتر کر جنگ کرنے لگے۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ گئے تو آپ نے ایک خرابہ میں جا کر پناہ لی انہیں پکڑ کر معاویہ بن خدیج کے پاس لایا گیا جبکہ آپ روزہ کی حالت میں سخت پیاسے تھے۔ معاویہ نے آپ کو پانی نہ پینے دیا۔ انہیں قتل کرنے کے بعد گدھے کی کھال میں ڈال کر جلادیا۔ جب عائشہ کو یہ خبر ملی تو عائشہ نے سخت گریہ کیا۔ حضرت عائشہ معاویہ اور عمرو عاص کو ہر نماز میں بددعا کیا کرتی تھیں اور جب ام حبیبہ خواہر معاویہ بن ابی سفیان کو یہ اطلاع ملی کہ محمد شہید ہو گئے اور انہیں جلایا گیا تو ام حبیبہ نے عینڈھے کے کیاب بنائے اور عائشہ کی طرف بھیجے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ خون عثمان کے بدلے محمد کے قتل سے مجھے تشفی ہوئی ہے۔ عائشہ نے کہا زریں کی بیٹی کو خدا قتل کرے خدا کی قسم میں بھنا ہوا گوشت کبھی نہیں کھاؤں گی۔

حضرت علیؑ کو محمدؐ کی شہادت خبر ملی تو آپؐ روئے اور اظہارِ تاسف کیا اور محمدؐ کے قاتلوں پر لعنت کی۔

ہشام بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ منجملہ ان خطوں کے جو معاویہ نے حضرت علیؑ کو لکھے تھے ایک یہ تھا: اما بعد! تحقیق میرا باپ زمانہ جاہلیت کا سردار اور میں اسلام کا بادشاہ ہوں اور رسول اللہؐ کا سالاموئین کا ماسون اور کاتب وحی ہوں۔ جب امیر المؤمنین نے یہ خط پڑھا تو فرمایا کیا جگر کھانے والی عورت کا بیٹا میرے ساتھ فخر کر سکتا ہے۔ پھر آپؐ نے عبید اللہ بن ابی رافع کو حکم دیا کہ آپؐ کے املا پر خط لکھے۔ پس اس نے لکھا:

و حمزة سید الشهداء عمی	محمد النبی اخی وصہری
یطیر مع الملائکة بن امی	وحعفر الذی یمسی ویضحی
مسطوح لحمها بدمی و لحمی	و بنت محمد سکنی و عرسی
فمن منکم لہ سهم کسہمی	و سبطنا احمد ولدای منها
صغیراً ما بلغت او ان ہلمی	سبقتکم الی الاسلام طراً
رضی منہ لامتہ بحکمی	فاومانسی النبی لوی اختیار
خلیسی یوم دوح غدیروخم	و اوجب فی الولاء محاعلیکم
عن یرد القیامة وهو خصمی	فویل ثم ویل ثم ویل

ترجمہ: حضرت محمدؐ جو نبی خدا ہیں وہ میرے بھائی ہیں اور خسر ہیں اور حمزہ جو سید الشہداء ہیں میرے چچا ہیں اور جعفر جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں وہ میرے مانجائے ہیں اور محمدؐ کی بیٹی میرے سکو کا باعث میری بیوی ہے۔ اس کا گوشت و پوست میرے خون اور گوشت کے ساتھ مل گیا ہے اور احمدؑ مجتبیٰ کے دو نواسے اس (سیدہ) سے میرے بیٹے ہیں۔ پس تم میں سے کون ہے کہ جس کا شرافت اور فضائل میں میرے جیسا حصہ ہو۔

میں نے بچپن میں جبکہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا تھا تم سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کی۔

پس نبیؐ نے وقت انتخاب مجھے وصی بنایا اور اپنی امت پر میرے حاکم ہونے پر راضی ہوئے اور میرے خلیل نے مقام خم عذیر پر میری ولاء و محبت بھی تم سب پر واجب قرار دی۔ پس ہلاکت ہے ہلاکت ہے ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو قیامت کے میدان میں میری دشمنی کے ساتھ وارد ہو۔

معاویہ نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا اس کو چھپا دو کہیں اہل شام سن نہ لیں۔ علماء نے آپ کے اس قول میں گفتگو کی ہے کہ میں نے اسلام کی طرف تم سب سے پہلے سبقت کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ آپ نے سات سال کی عمر میں اسلام قبول کیا کچھ کہتے ہیں آٹھ سال کی عمر تھی۔ کچھ دس سال کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک پندرہ سال ہے اور اسی سے ابوحنیفہ نے شافعی کے خلاف استدلال کیا ہے کہ عظیمندبچے کا اسلام صحیح ہے اگرچہ بالغ نہ بھی ہوا ہو اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ آپ بچپن ہی سے رسول اللہ کے ساتھ رہے۔ حضرت علیؑ کا وہی دین تھا جو رسول اللہ کا تھا اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ترمذی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اپنی سند سے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ مبعوث بہ رسالت پیر کے دن ہوئے اور حضرت علیؑ نے منگل کے دن نماز پڑھی۔

اور امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد سے) جتہ العرنی سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی اور میں صدیق اکبر ہوں میرے علاوہ جو اس بات کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور افترا پر واز ہے۔ میں نے رسول اللہ کے ساتھ لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔

زہد و ورع

بہت سے راویوں نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی شہاب سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کہا کرتا تھا کہ ہمارے علم میں اس امت میں

رسول اللہ کے بعد علی ابن ابی طالب سے زیادہ کوئی زاہد و پرہیزگار نہیں ہے آپ نے اینٹ پرائنٹ اور لکڑی پر لکڑی نہیں رکھی (یعنی مکانات وغیرہ نہیں بنائے)۔

عبداللہ بن امام احمد حنبل نے بھی یہی کہا ہے (حذف اسناد سے) علی بن ربیعہ والہی کہتا ہے کہ ابن تیاہ حضرت علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے امیر المؤمنین بیت المال سونے اور چاندی سے پڑ ہے آپ نے فرمایا اللہ اکبر! پھر آپ ابن تیاہ کے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھے اور بیت المال میں داخل ہوئے۔ درآنحالیکہ آپ یہ فرما رہے تھے:

هذا جنای رخیاره فیہ وکل جان یدہ الی فیہ
ترجمہ یہ میری کمائی ہے اور اس میں اس کا عمدہ حصہ ہے اور ہر کسب کرنے والے کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف جاتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کوفہ کے تمام لوگوں کو بلاؤ۔ بس شہر میں منادی کر دی گئی پس آپ نے وہ تمام مال لوگوں کو عطا فرمایا جو بیت المال میں موجود تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ اے چاندی اے سونا میرے غیر کو دھوکا دے یہاں تک کہ وہاں ایک درہم و دینار بھی باقی نہ رہا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ بیت المال میں چھڑکاؤ کیا جائے پھر آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔

مجمع تیمی کا بیان ہے کہ جب بھی بیت المال پڑ ہو جاتا تھا تو آپ کا یہی دستور تھا۔

(حذف اسناد کے ساتھ) اخف بن قیس سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں معاویہ کے پاس گیا تو اس نے کھانے کے لیے اتنے پیٹھے اور خوش ذائقہ کھانے پیش کیے جن سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ پھر معاویہ کہنے لگا اس رنگ کا کھانا لاؤ۔ پس وہ ایک کھانا لائے کہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے تو معاویہ نے بتایا یہ بھی ہوئی بٹخ ہے کہ جس میں نخ اور نسق درخت کا روغن بھرا گیا ہے اور اس پر شکر ڈالی گئی ہے۔ اخف کہتے ہیں میں رونے لگا۔ معاویہ نے پوچھا روتا کیوں ہے؟ میں نے کہا کیا کہنا فرزند ابی طالب کا وہ کر

گیا جو اس کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ معاویہ نے کہا کیسے؟ میں نے کہا آپ کے انظار کے وقت رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور حسن و حسینؑ کے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ پھر آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک تھیلی طلب کی جس پر آپ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس میں سے پے ہوئے جو نکالے۔ پھر اس پر مہر لگا دی۔ میں نے عرض کی اے امیر المؤمنینؑ میں نے آپ کو بخیل نہیں دیکھا تھا تو آپ اس پر مہر کیوں لگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس پر بخل کی وجہ سے مہر نہیں لگا تا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں حسن و حسینؑ اس میں چربی وغیرہ نہ ملا دیں تو میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں لیکن جو حق کے امام ہیں انھیں کھانے اور لباس میں رعیت کے کمترین اشخاص کے برابر اور کسی چیز میں اسے ان پر کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے کہ جس پر وہ لوگ قدرت نہیں رکھتے تاکہ فقیر ان آئمہ کو دیکھ کر اپنی حالت پر خدا سے راضی رہے اور غنی انھیں دیکھ کر شکر اور تواضع کرے۔

احنف بن قیس کہتا ہے۔ ربیع بن زیاد حارثی حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنینؑ میرے بھائی عاصم بن زیاد کو میری طرف واپس پھیر دیجئے۔ فرمایا اسے کیا ہوا ہے؟ ربیع نے کہا کہ اس نے ایک عبا پہن لی ہے عبادت گزار بن گیا ہے اور اپنے اہل و عیال سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ وہ آیا تو اس کی یہ حالت تھی کہ ایک چادر باندھی ہوئی تھی ایک اوپر ڈالے ہوئے تھا بال پریشان تھے چہرہ غبار آلود تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا وائے ہوتو تھ پر اے عاصم کیا تمہیں اپنی بیوی سے شرم نہیں آتی کیا تجھے اپنے بچوں پر رحم نہیں آتا۔ کیا تو نے خداوند عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ اس نے ان پر طیبات کو حلال کیا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اس نے تیرے اور تیرے امثال کے لیے ان چیزوں کو مباح تو کیا ہے لیکن وہ مکروہ سمجھتا ہے کہ تم انھیں استعمال کرو۔ کیا تو نے رسول اللہؐ کا یہ قول نہیں سنا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے تو عاصم نے کہا اے امیر المؤمنینؑ پھر آپ کی کیا کیفیت ہے کہ آپ مولانا لباس پہنتے ہیں اور سخت کھانا کھاتے ہیں۔ میں نے تو آپ جیسے لباس سے اپنے کو مزین کیا ہے۔ آپ

نے فرمایا افسوس تم پر خداوند عالم نے آنحضرتؐ پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے اوصاف سے متصف ہوں یا فرمایا اپنی رعیت کے محتاج ترین افراد کے اوصاف سے متصف ہوں تاکہ فقیر کو اپنا فقیر معیوب نظر نہ آئے اور غنی اور تو نگری پر خدا کی حمد و ثنا کرے۔ کئی اشخاص نے ہم سے بیان کیا (حذف اسناد کے ساتھ) اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کہتا ہے کہ میں نے عبدالملک بن عمر کو یہ کہتے سنا کہ مجھ سے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے مجھے عسکرا کا حاکم بنایا اور فرمانے لگے ظہر کے بعد میرے پاس آنا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کوئی دربان نہیں تھا جو مجھے روکتا۔ آپ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے لکڑی کا ایک پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے ایک مہر شدہ تھیلی منگوائی۔ میں نے دل میں کہا آپ مجھے امین بنانا چاہتے ہیں۔ اس میں سے کوئی موتی نکالیں گے جس کی قیمت بھی مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے مہر توڑی اس میں ستوتھے۔ آپ نے اس پیالے میں پانی ڈالا اور اوپر سے ستو چھڑک دیا۔ پھر وہ آپ نے نوش فرمائے اور مجھے بھی دیے۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کی اے امیر المؤمنین خدا نے آپ کو وسعت دی ہے اور عراق میں کھانوں کی بھی کثرت ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس پر مہر بجل کی وجہ سے نہیں لگائی بلکہ میں اپنی کفایت بقدر خرید کرتا ہوں اور مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ختم نہ ہو جائے اور کہیں اور شے اس میں نہ ڈال دی جائے۔ اور یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ میرے شکم میں غیر طیب مال نہ جاسکے۔

عبدالملک بن مظفر نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے قصر الامارۃ میں حضرت علیؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالا دودھ کا موجود تھا۔ روٹی خشک تھی کبھی آپ اسے ہاتھ سے اور کبھی گھٹنے سے توڑ دیتے تھے۔ یہ بات مجھے شائق گزری۔ میں نے آپ کی کنیز (کہ جس کا نام فضہ تھا) سے کہا کیا اس مرد بزرگ پر تمہیں رحم نہیں آتا اور جو کا آنا تھیلے سے کیوں نہیں نکالتی۔ کیا دکھتی نہیں ہو کہ اس کا چہرہ متغیر ہو چکا ہے اور اس روٹی سے

انہیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ کیوں ایسا کیا جائے کہ وہ تو ثواب دیے جائیں اور ہم گنہگار بنیں۔ انہوں نے خود حکم دیا ہے کہ ہم ان کی روٹی سے کبھی بھی جو کرا لگ نہ کریں۔ آپ میری طرف ملتفت ہوئے۔ غفلتہ کے بیٹے اسے کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے وہ بات آپ کو سنائی اور عرض کی اے امیر المؤمنین آپ اپنے نفس سے سختی نہ کیجئے آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اے سید رسول اللہ اور ان کے گھر والوں نے کبھی گندم کی روٹی سے تین دن سے شکم پر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ بارگاہ الہی میں پہنچے آپ کے کھانے سے کبھی جو کرا نہیں نکالا جاتا تھا۔ مجھے مدینہ میں ایک دفعہ سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ میں ایک کام سے باہر نکلا۔ ایک عورت کو میں نے ڈھیلے اکٹھے کرتے ہوئے پایا وہ انہیں پانی سے تر کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور پر فیصلہ کیا پس میں نے سولہ ڈول اس میں ڈالے جس سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ پھر میں نے وہ کھجوریں لیں اور سرکار رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے یہ واقعہ انہیں بتایا تو آپ نے ان میں سے کچھ کھجوریں تناول فرمائیں۔ امام احمد نے بھی یہ واقعہ کتاب فضائل میں درج فرمایا ہے۔

مزید امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی مطرف سے روایت ہے کہ میں نے علی ابن ابی طالب کو دیکھا کہ آپ نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی اور ردائے کندھے پر ڈالی ہوئی تھی آپ کے ہاتھ میں ایک ڈڑہ تھا گویا آپ ایک دیہاتی معلوم ہوتے تھے جو بازار کا چکر لگا رہا ہو۔ یہاں تک کہ آپ کپڑوں کے بازار میں پہنچے۔ ایک بوڑھے شخص کے پاس رکے اور فرمایا۔ بڑے میاں میرے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ کرنا۔ ایک قیص کے متعلق جس کی قیمت تین درہم ہو۔ اس بوڑھے نے آپ کو پچان لیا۔ اور کہنے لگا بہت اچھا۔ آپ کو علم ہو گیا کہ وہ آپ کو پچان لیا ہے۔ آپ اسے چھوڑ کر آگے چلے اور اس سے کوئی چیز خریدنے کی۔ پس آپ ایک نو عمر لڑکے کے پاس آئے اور آپ نے اس سے تین درہم میں قیص خریدی۔ پھر اس لڑکے کا باپ آیا اور اس نے اپنے باپ کو کہا کہ اس حلیے کے شخص نے مجھ سے تین درہم میں قیص خریدی ہے۔

اسنے آپ کو پہچان لیا پس ایک درہم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے امیر المومنین ایک درہم قمیص کی قیمت سے زیادہ ہے۔ قمیص کی قیمت دوہی درہم تھی۔ آپ نے فرمایا اے شیخ اپنا درہم لے جاؤ اس نے میری رضا کے ساتھ بھیجا اور میں نے اس کی مرضی سے خرید کیا ہے اور سفیان ثوری نے عمرو بن قیس سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ نے پیوند لگی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ کسی نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا اس سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور مومن اس کی اقتدا کرتا ہے۔ قرشی کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوا اور آپ کے گھر صرف ایک پرانی چٹائی تھی۔ جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنین آپ مسلمانوں کے بادشاہ ان کے اور ان کے بیت المال کے مالک ہیں۔ آپ کے پاس وفد آتے ہیں حالانکہ آپ کے گھر میں اس چٹائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے سوید غفلند شخص اس گھر میں اثاثہ نہیں رکھتا کہ جس سے اس نے منتقل ہو جانا ہمارے آگے ایک ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ ہم نے اپنا مال و متاع اس کی طرف منتقل کر دیا ہے اور عنقریب اس گھر میں جانے والے ہیں۔ سوید کہتا ہے خدا کی قسم آپ کے کلام نے مجھے رُلا دیا ہے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ دقح نے مسعر سے اس نے ابی بکر سے اس نے اپنے قبیلے کے ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ ایک سخت قسم کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا یہ کیا آپ نے فرمایا پانچ درہم کو خرید لی ہے۔ اگر کوئی ایک درہم نفع دے دے تو بیچ ڈالوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ ایک پرانی چادر باندھے ہوئے ہوتے اور رسی کا کمر بند بنائے ہوتے اور اپنے اونٹ کو خود گھاس کھلاتے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

نیر امام احمد نے فضائل میں کہا ہے اور سلسلہ سند کو ابن عباس تک پہنچایا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں ایک دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنے جوتے

کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اس جو تے کی کوئی قیمت نہیں تاکہ آپ اسے پیوند لگائیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ تمہاری دنیا سے یا فرمایا تمہاری حکومت سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ مگر یہ کہ حق کو قائم کروں یا باطل کو دور کروں۔ پھر آپ نے فرمایا رسول اللہؐ اپنے جوتے کی اصلاح اپنے ہاتھ سے کرتے اپنے کپڑے کو پیوند لگاتے، گدھے پر سوار ہوتے اور کسی کو اپنے پیچھے بھی بٹھالیتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ پانچ سال کوفہ میں رہے لیکن وہاں کے کھانے سے کچھ نہیں کھایا۔ مدینہ سے جو کچھ آتا تھا صرف وہی کھاتے تھے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے نہ کھایا۔ میں نے عرض کی کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں، لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو عادی بناؤں ایسی چیز کا جس کا وہ عادی نہیں اور جسے رسول اللہؐ نے نہیں کھایا۔

امام احمد نے فضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) کثیر افروش ابو نوار نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انھیں اوپر اوڑھنے والے کپڑے میں اٹھالیا۔ کسی شخص نے کہا کہ میں انھیں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اٹھانے کا فرض بچوں کا باپ ہی ادا کر سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

امام احمد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حسن بن جرموز نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ وہ کوفہ کے قصر الامارہ سے نکلے تو آپ کی چادر آدھی پنڈلی تک ہوتی اور داہمی اسی کے قریب قریب۔ آپ کے ہاتھ میں ایک درہ ہوتا آپ بازاروں میں پھرتے رہتے اور فرماتے اے قوم خدا سے ڈر! ایک روایت میں ہے کہ حسن معاملہ کا حکم دیتے اور فرماتے ناپ تول پورا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم تول کر نہ دیا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ گمشدہ چیز کی رہبری کرتے مزدور کا بار اٹھوانے میں مدد کرتے اور یہ آیت پڑھتے وہ آخرت کا گمراہ لوگوں کے لیے قرار دیں گے جو زمین میں بڑائی کا ارادہ نہیں کرتے اور فرماتے کہ یہ آیت حاکموں

اور لوگوں میں صاحبانِ اقتدار کے لیے نازل ہوئی۔ زخمی نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ مجھ کے ہوتے اور اپنے شکم پر پتھر باندھتے اور میں بھی آپ کے ساتھ ایسا کرتا تو کیا خداوند عالم نے اس معاملے میں رسول کی عزت کی ہے یا اہانت۔ اگر کوئی کہے کہ اہانت کی ہے تو وہ جھوٹا اور دین سے خارج ہے اور اگر کہے کہ آپ کا احترام کیا ہے تو پھر جان لے کہ خدا نے دوسروں کی اہانت کی ہے کہ جن کو دنیا کی وسعت دی ہے حالانکہ لوگوں میں سے زیادہ مقرب بندے سے دور رکھی ہے۔ آپ دنیا سے خالی پیٹ گئے اور آخرت میں سلامتی سے وارد ہوئے۔ آپ نے پتھر پر پتھر اور اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور ہم بھی آپ کے بعد آپ ہی کے راستے پر چلے ہیں۔ میں نے اپنی اس قمیص کو اتنے پیوند لگائے کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی اور کسی نے مجھے کہا اب اسے تبدیل کیوں نہیں کر لیتے۔ تو میں نے کہنے والے سے کہا دور ہو جا صبح کے وقت چلنے والی رات کے سفر کی تعریف کرتی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) ابی ارا کہ سے روایت ہے کہ ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جو درہم تمہارے پاس ہے وہ دے دے۔ شہزادہ گیا اور واپس آ کر کہا وہ کہتی ہیں کہ ہم نے آٹا خریدنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور لے آؤ شہزادہ لے کر آیا اور سائل کو دے دیا آپ نے فرمایا اس وقت تک کسی بندے کا ایمان سچا نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو خدا کے قبضے میں جو چیز ہے اس کا وثوق نہ ہو اس سے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہم ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہاں سے ایک شخص اونٹ بیچنے والا گزرا آپ نے اس سے وہ اونٹ سو درہم میں خرید کیا۔ پھر اسے دو سو درہم میں بیچ دیا اور یہ سو درہم اپنے اسی فرزند کو دیے اور فرمایا اسے اپنی ماں کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ پیغمبر کی زبانی ہم سے خدا نے کیا ہے۔ رسول نے خدا کی طرف سے خبر دی ہے کہ جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا پالا ملتا ہے۔

(حذف اسناد سے) ابی صالح سے روایت ہے کہ ضرار ابن حمزہ معاویہ کے

پاس گیا تو معاویہ اس سے کہنے لگا کہ علیؑ کے اوصاف بیان کرو ضرار نے کہا کہ مجھے اس سے معاف نہیں کرتے معاویہ نے کہا کہ معافی نہیں ملے گی۔ یہ تین مرتبہ کہا ضرار نے کہا اگر اس سے کوئی مفر نہیں تو پس خدا کی قسم علیؑ ایسے تھے جن کی ابتدا دور تھی بہت صاحب قوت تھے دو ٹوک بات کرتے عادلانہ حکم فرماتے۔ علم آپ کے پہلوؤں سے پھوٹتا حکمت کی باتیں آپ کے اطراف سے ظاہر ہوتیں۔ دنیا اور اس کی زینت سے آپ کو وحشت ہوتی۔ رات کی تاریکی سے مانوس تھے۔ خدا کی قسم (خوف خدا سے) آنسو آپ کی آنکھوں سے بہتے زیادہ فکر کرتے اپنی ہتھیلی اٹتے پلٹتے اور اپنے ہی نفس کو مخاطب قرار دیتے۔ سخت قسم کا لباس آپ کو پہلا معلوم ہوتا اور موٹا کھانا پسند فرماتے۔ وہ اپنے کو ہم جیسا ایک انسان سمجھتے۔ جب آپ سے سوال کرتے تو آپ جواب دیتے۔ اور جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کلام کی ابتدا فرماتے۔ جب ہم بلا تے تو آپ تشریف لے آتے اور خدا کی قسم باوجودیکہ ہمارے قریب رہتے۔ ہم ان کی ہیبت و دبدبہ سے بول نہیں سکتے تھے اور ان کی عظمت کی وجہ سے ہم بات کی ابتدا نہ کر پاتے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دندان مبارک پروئے ہوئے موتی معلوم ہوتے۔ آپ دیندار لوگوں کا احترام کرتے اور مساکین سے محبت فرماتے۔ قوت والے کو اپنے باطل میں ان سے طمع نہ ہوتا اور کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم میں نے بعض اوقات رات کے وقت آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور ستارے غروب ہو چکے تھے آپ محراب عبادت میں کھڑے ہوئے تھے اور اپنی ریش مبارک ہاتھ میں پکڑے تھے ایسے مضطرب تھے جیسے اس شخص کا اضطراب جسے سانپ ڈس لے اور مخزون شخص کی طرح رورہے تھے اور گویا میں آپ کو یہ کہتے سن رہا ہوں اے دنیا میرے غیر کو جا کر دھوکا دے۔ کیا تو میرے سامنے آئی ہے یا میری طرف شوق رکھتی ہے۔ دور ہو جاؤ دور ہو جا میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں کہ جن کے بعد میں تیری طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ پس تیری عمر کوتاہ ہے تیری زندگی حقیر اور تیرا خطرہ بڑا ہے۔ ہائے افسوس زاد راہ کم ہے سفر دور کا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ پس معاویہ کے آنسو

اس کی داڑھی سے بہنے لگے اور وہ انھیں روک نہ سکا اور اپنی آستین سے پونچھنے لگا اور گریہ سب لوگوں کے گلو گیر ہو گیا۔ پھر معاویہ نے کہا خدا کی قسم خداوند عالم ابوالحسنؑ پر رحم کرے وہ ایسے ہی تھے پس ان پر تیرا حزن ایسا ہی ہے اے ضرار! ضرار نے کہا جس طرح وہ عورت محزون ہوتی ہے جس کے بیٹے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے کہ نہ اس کے آنسو رکتے ہیں اور نہ غم و حزن میں سکون آتا ہے۔

کلام الامام

حضرت علیؑ ایسا کام کرتے جو عصمت پر محیط ہوتا اور علم و حکمت سے بات کرتے ایسا کلام جس پر خدا ہیبت ڈال دیتا۔ جو بھی آپ کا کلام سنتا اسے اچھا لگتا اور اس کلام کی ہیبت اس پر چھا جاتی۔ قدرت نے آپ کے کلام میں حلاوت ملاحظت فصاحت و بلاغت اور تروتازگی کو یکجا کر دیا تھا۔ آپ سے کبھی بیجا حکم صادر نہیں ہوا آپ کی حجت و دلیل میں نقص نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے بولنے والے کو عاجز کر دیا۔

آپ کلام میں سبقت کرنے والوں سے گونے سبقت لے گئے۔ آپ کے الفاظ ایسے ہوتے جن پر نبوت کا عکس تھا اور وہ افہام و تفہیم کو حیران کر دیتے۔ ہم نے آپ کے کلام سے علم و ادب کے مختلف فنون کو انتخاب کر کے اس کتاب کے حوالے کیا ہے ہم ابتدا خطبوں سے کرتے ہیں:

ہمیں سید شریف ابوالحسن علی بن محمد حسینی نے اپنی اسناد سے شریف مرتضیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین کے خطبوں میں سے چار سو خطبے ہم تک پہنچے ہیں چونکہ ہماری کتاب ان کے شمار سے عاجز ہے لہذا ہم تبرک و تشریف حاصل کرتے ہیں صرف ان خطبات کے ساتھ جن کی سند ہم تک متصل ہے نظم و نثر میں:

ایک خطبہ جو خطبہ منبر یہ کے نام سے مشہور ہے

میں نے یہ خطبہ ابی حفص عمر سے قرأت کیا (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن صالح عجمی نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پر ایک دن یہ خطبہ دیا۔ پس فرمایا احمد

ہے اس خدا کی جسے میں لائق حمد سمجھتا ہوں اور اس پر میں ایمان رکھتا اور اس سے اعانت اور ہدایت طلب کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک وہ بالکل یکتا رہتا ہے۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی سہم۔ لاریب و بے شہبہ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں۔ جنہیں ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے اگرچہ مشرکین اسے پسند نہ کریں۔ پھر آپ نے فرمایا اے مختلف نفوس والوں اے منتہت دل والوں کو کہ جن کے بدن حاضر اور عقلمیں غائب ہیں۔ کب تک میں تمہیں حق کی رہبری کرتا رہوں۔ حالانکہ تم اس طرح اس سے بھاگتے ہو جیسے بکری شیر کی آواز سے بھاگتی ہے۔ یہ بات دور نظر آتی ہے کہ میں تمہیں عدل کے خطوط و نقوش پر مطلع کروں اور حق میں جو ٹیڑھا پن آ گیا ہے اسے سیدھا کروں۔ خدا یا تو جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے ہو وہ سلطنت و حکومت کی آرزو اور فضول مال دنیا کو چاہتے ہوئے نہیں تھا لیکن میں تیرے دین کے معاملہ پلٹانا اور تیرے بلاد میں اصلاح کا اظہار چاہتا تھا تا کہ تیرے بندوں میں سے مظلوم امن کی زندگی بسر کریں اور تیری معطل شدہ حدود دوبارہ قائم ہو جائیں۔ خدا یا تو جانتا ہے کہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو تیری طرف آیا اور میں نے تیرا پیغام سنا اور اسے قبول کیا۔ اس معاملے میں تیرے رسول کے علاوہ کسی نے مجھ سے سبقت نہیں کی۔ خدا یا دماء و خروج مال غنیمت احکام، معاملہ حلال و حرام امامت مسلمین اور مومنین کے مالک و حاکم بخیل نہیں ہونا چاہتے کیونکہ وہ تو اموال کے جمع کرنے میں حریص ہو گا اور جاہل بھی نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ اپنی جہالت کی بنا پر انہیں گمراہی کی طرف لے جائے گا اور ظلم کرنے والا بھی نہیں ورنہ وہ اپنے ظلم سے لوگوں کو بھگا دے گا اور ڈرپوک بھی نہیں ورنہ وہ ایک گروہ سے مواخذہ کرے گا دوسرے سے نہیں حکم دینے میں رشوت لینے والا بھی نہیں ورنہ وہ حقوق کو ضائع کر دے گا اور صحیح راستوں کو چھوڑنے والا بھی نہیں ورنہ یہ چیز فسق و فجور تک پہنچا دے گی اور باغی بھی نہیں ورنہ حق کو دبا دے گا اور فاسق بھی نہیں ورنہ شریعت کو عیب دار بنا دے گا!

خطبہ بالغہ

ہم سے علی بن حسین نے بیان کیا عبد اللہ بن صالح عجلی نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہمیں بنی شیبان کے ایک شخص نے خبر دی کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر اللہ کے رسول محمدؐ پر صلوة بھیجی پھر فرمایا اے لوگو خداوند عالم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا تاکہ اس کے ذریعہ تمہاری بیماری کفر کو دور کرے اور تمہیں غفلت سے بیدار کرے اور جس چیز کا تمہارے متعلق مجھے زیادہ خوف ہے وہ خواہشات کی پیروی اور طویل امیدیں ہیں۔ پس خواہش کی اتباع حق سے گمراہ کر دیتی ہے اور طویل آرزو فکر آخرت بھلا دیتی ہے۔ یاد رکھو کہ تحقیق دنیا پست پھرتے ہوئے کونج کر رہی ہے اور آخرت آگے بڑھتے ہوئے آ رہی ہے۔ ہر ایک کے بیٹے ہیں تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو آج کے دن عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہو گا عمل نہیں اور جان لو تمہیں یقیناً ایک دن مرنا ہے اور موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور انہیں کے مطابق جزا دی جائے گی۔ تمہیں یہ زندگی دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ ایسا گھر ہے جو مصائب سے گھرا ہوا ہے سختی اور دھوکے بازی کے ساتھ اس کی تو صیغ کی جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں ہے وہ زائل ہونے والا ہے۔ یہ اپنے رہنے والوں کے درمیان منتقل ہوتی اور جدا ہوتی رہتی ہے اس کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ اس میں اترنے والے اس کے شر سے نہیں بچ سکتے۔ اس کے رہنے والے راحت و خوشی میں رہتے ہیں کہ اچانک بلا و مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کی زندگی مذموم ہے اور اس کی راحت دائمی نہیں۔ اس کے رہنے والے مصائب و آلام کے ہدف و نشانہ ہوتے ہیں کہ جنہیں مصائب کے تیر مارے جاتے ہیں اس کے اسباب مختلف ہیں جو بھی اس میں ہے اس کی موت مقدر کی گئی ہے۔ اور اس کے مصائب میں اس کا زیادہ حصہ ہے جان لو اے اللہ کے بندو تم اور جس زینت دنیا میں تم ہو ان لوگوں کے راستے پر گزر رہے ہو جن کی عمریں تمہاری نسبت طویل

اور جو تم سے زیادہ طاقتور تھے گھروں کی تعمیر زیادہ کرتے اور زیادہ آثار والے تھے پس ان کے جسم پرانے ان کے گھر خالی اور ان کے آثار مٹ چکے ہیں۔ انہیں پختہ مکانوں میں بچھے ہوئے فرشوں کے بدلے پتھر اور ڈھیلے ملے ہیں۔ ان قبروں میں کہ جن کے صحن غیر آباد اور جن کی بنیادیں اکھڑ گئی ہوں۔ ان کے رہنے کی جگہ تو قریب ہے لیکن اس جگہ میں رہنے والے مسافر ہیں وہ ایسے گھر میں رہتے ہیں جو وحشت سے گھرا ہوا ہے۔ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں لیکن ایک دوسرے کی زیارت نہیں کر سکتے وہ آبادی سے انس نہیں رکھتے اور ایک دوسرے سے صلہ رحمی نہیں کر پاتے جیسے کہ پڑوسی کرتے ہیں حالانکہ بالکل نزدیکی پڑوس ہے اور گھر بھی نزدیک ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے صلہ رحمی کس طرح کریں حالانکہ پرانے پن نے انہیں پیس ڈالا ہے۔ ان پر پتھروں اور مٹی نے اپنا سایہ کیا ہوا ہے وہ زندگی کے بعد مر چکے ہیں اور تروتازہ حیات کے بعد بوسیدہ ہڈیاں ہو چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے دوستوں کو تکلیف ہوئی اور وہ مٹی میں سکونت پذیر ہو چکے ہیں اور ایسا کوچ کیا ہے کہ جس سے پلانا نہیں جاسکتا۔ وہ واپس آنے کی خواہش تو کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی اس آرزو سے روک دیا گیا ہے اور وہ کبھی بھی واپس نہیں آ سکتے۔ بلکہ یہ تو کہنے کی ہی بات ہے۔ ان کے سامنے ایک برزخ ہے قبر سے مبعوث ہونے کے دن تک اور گویا تم بھی اسی حالت میں ہو گئے ہو جس میں وہ ہیں اور تم بھی وہاں پہنچ گئے ہو جہاں وہ پہنچے ہیں تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی اور جب امور اپنی انتہا کو پہنچ گئے اور قبروں میں رہنے والوں کو نکالا گیا اور جو ان کے دلوں میں ہے اسے ظاہر کیا گیا اور ان کا پالنے والا ان کی حالت سے باخبر ہوگا اور گویا کہ خدا کی قسم میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں شہنشاہ معظم کے سامنے حساب کے لیے کھڑا کیا گیا ہے اور دل اڑ رہے ہیں۔ گزشتہ گناہوں کے ڈر سے حجاب اور پردے درمیان سے اٹھادیے گئے۔ عیوب اور بھید ظاہر ہو گئے۔ شک و ریب جاتا رہا۔ وہاں ہر نفس کو اس کے کئے ہوئے کا بدلہ دیا جائے گا اور بیشک خدا جلد ہی حساب لینے والا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اس کے رسول کی سنت کی اتباع کرنے والا قرار دے تاکہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اقامت کے گھر میں

جگہ دے اور بیشک وہی اپنی رحمت کی وجہ سے لائق حمد و بزرگی ہے۔

خطبہ شمشقیہ

اس خطبہ کے بعض حصے صاحب نوح البلاغہ نے ذکر کیے ہیں اور بعض چھوڑ دیے

ہیں۔

ہمیں اس خطبہ کی خبر ہمارے استاد ابو القاسم فیس انباری نے اپنی سند ابن

عباس سے دی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین کی بیعت خلافت کی گئی تو ایک صف میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا۔ جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ کو اب تک کس چیز نے تاخیر میں رکھا تو آپ نے فی البدیہہ فرمایا خدا کی قسم فلاں (ابوبکر) نے میرا ابن خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے کہ میرا خلافت میں وہی حیثیت ہے جو چنگی میں اس کی میخ کی ہوتی ہے۔ میں وہ (کوہ بلند) ہوں جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گرجاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنا شروع کر دیا کہ اپنے کئے ہوئے ہاتھ سے جو ہر کام کر گزرتا تھا حملہ کروں یا اس بھیانک تیرگی پر صبر کروں کہ جس میں بوڑھا چلنے سے رہ جاتا ہے اور چھوٹا بچہ گھٹنوں چلنے لگتا ہے اور دوسری روایت میں ہے اور سوچنا شروع کیا کہ کئے ہوئے ہاتھ سے حملہ کروں یا اس بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے پس مجھے اس میں صبر کرنا قرین عقل معلوم ہوا حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم درخ کے) پھندے لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ پہلے کی موت کا وقت آ گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی۔ پس عطا کر دی فلاں کو اپنے جہد اور ایک روایت میں ہے کہ دوسرے کی طرف لٹکا دی پس تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو سبکدوش ہوتا

چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اسکی بنیاد دوسرے کے لیے استوار کر گیا۔ پس اس نے خلافت کی بنیاد ایک سخت و درشت محل میں رکھ دی۔ جس کو چھو کر درشتی محسوس ہوتی جس کے چرکے کاری تھے جہاں بات بات پر ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ پس لوگ اس شخص سے مبتلا ہو گئے کہ جس کے لیے وہ خلافت کو استوار کر گیا تھا یہاں تک کہ اس نے بھی اپنی راہ لی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تو اس سے معافی چاہتا تھا لیکن مرنے کے بعد دوسرے کے لیے اس کی بنیاد استوار کر گیا۔ بیشک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا اس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر گھبرا کھینچتا ہے تو اس کی منہ زوری سے اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شکافتہ ہوا جاتا ہے اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے اس کی وجہ سے لوگ کجروی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ یہ بھی جب اپنی راہ لگا تو خلافت کو چھ اشخاص میں شوریٰ قرار دیا اور مجھے اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ پس اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے تعجب ہے کہ یہ کس چیز میں تھا کس کی طرف سے تھا اور کیوں تھا اور مجھ سے کیوں اعراض کیا گیا لیکن میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ زمین سے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا کروں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں۔ اور میں نے طویل سختی اور اس مدت کے ختم ہونے تک صبر کیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص کھڑا ہوا اور ایک روایت میں ہے اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ تھا۔ اور مجھ میں کب شک تھا کہ اب ان لوگوں میں میں شامل کر لیا گیا ہوں۔ پس ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا مادی اور ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے ادھر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ بھلائے لید اور چائے کے درمیان کھڑا ہوا اور بنی امیہ اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصل ریح کا چارا چرتا ہے یہاں تک کہ اس کی بد اعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی اجل نے اسے ہلاکت کے سپرد کر دیا اور اس کی سواری نے اسے منہ

کے بل گرا دیا۔ پس لوگوں کے جھوم نے مجھے دہشت زدہ کر دیا۔ جو میری طرف بچو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگا تار بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ حسن و حسین کچلے جا رہے تھے اور میرے ردا کے دونوں کنارے کمزور ہو گئے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح ڈیرا ڈالے ہوئے تھے۔ پس جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے میری بیعت توڑ ڈالی اور کچھ لوگ فاسق ہو گئے اور دوسرا گروہ دین سے نکل گیا اور تیسرا گروہ حق سے پھر گیا۔ گویا انھوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہیں تھا کہ یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بیجا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پر ہیزگاروں کے لیے ہے۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے اس آیت کو سنا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا تھا اور اس کی جگہ دج نے انہیں بھالیا تھا۔

دیکھو اس رات کی قسم جس نے دانہ کو شگافیتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں اگر اللہ کا وہ عہد نہ ہوتا جو اس نے اپنے اولیاء سے کر رکھا ہے تو یہی خلافت کی باگ ڈور اس کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس سے اس کے اڈل کو سیراب کیا تھا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

شتان مایوی علی کورھا و یوم حیان اخی جابر

ترجمہ: کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافیتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم سیری اور مظلوم کی گرسنگی پر قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اس کے کندھے پر ڈال دیتا۔ ایک روایت میں ہے اور تم اپنی دنیا کو میرے نزدیک بھیڑ کی چھینک سے بھی زیادہ بے اعتنا پاتے جب آپ اس مقام پر پہنچے تو کسی نے آپ کو

ایک نوشتہ پیش کیا۔ آپ اسے دیکھنے لگے اور اپنا کلام قطع کر دیا تو ابن عباس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اسکا سلسلہ آگے بڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا اے ابن عباس یہ تو ششقیہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا جو اونٹ کے منہ سے مستی و ہیجان کے وقت منہ سے نکلتا ہے) تھا جو ابھر کر دب گیا۔ اسی لفظ ششقیہ کی بنیاد پر اس خطبے کو ششقیہ کہا جاتا ہے۔

خطبہ مدح رسول اکرم

(حذف اسناد کے ساتھ) سعید بن عمیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین نے خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے زمینوں کو بچھایا اور آسمانوں کو سہارا دیا۔ جس نے شقی و سعید گمراہ و ہدایت یافتہ دلوں کو ان کی فطرت پر پیدا کیا۔ خدایا اپنی با شرافت رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ ہمارے آقا محمدؐ کے لیے جو تیرے رسول اور تیرے حبیب ہیں۔ گزشتہ انبیاء کے خاتم بند دروازوں کے کھولنے والے حق کا اعلان کرنے والے سچی بات کرنے والے اباطیل کے لشکروں کو دفع کرنے والے گمراہ لوگوں کے فتنوں کا قلع قمع کرنے والے پوری قوت کے ساتھ تیرے امر کو کھڑے ہوئے تیری مزید رضا کو چاہتے ہوئے نہ قدم پیچھے ہٹا نہ عزم میں کمزوری آئی۔ تیرے عہد کی رعایت کرتے ہوئے۔ تیری محبت کی حفاظت کرتے ہوئے یہاں تک کہ روشنی لینے والے کے لیے آگ روشن کر دی اور بھٹکے بھولے کے لیے راستہ واضح کر دیا۔ آپ کے ذریعے لوگوں نے ہدایت حاصل کی۔ بعد اس کے کہ وہ فتنوں اور گناہوں میں غوطہ زن اور سخت تاریکی میں محبوظ الحواس پھر رہے تھے۔ اور احکام کے چراغ بلند میناروں پر روشن ہو گئے وہ تیرے امانت دار ہیں کہ جنہیں امین بنایا گیا ہے اور تیرے مخزون علم کے خزانہ دار ہیں اور جزا و سزا کے دن تیرے گواہ ہیں اور عالمین پر تیری حجت ہیں اور حق لے کر حیرے بھیجے ہوئے اور مخلوق کی طرف تیرے رسول ہیں۔ خدایا اپنے سایہ رحمت میں انھیں وسعت عطا فرما اور اپنے فضل سے چند در چند خیرات کی انھیں

جزا دے۔ خدایا ہمیں اور انھیں آرام پہنچانے والی زندگی برقرار رہنے والی نصیحت انتہائی مرغوب اشیاء اور ثابت رہنے والی شہی اطمینان اطراف راحت اور کرامت کے صحنوں میں جمع کر دے۔

خطبہ برسانحہ وفات رسول اکرمؐ

مجاہد نے بھی یہی کہا ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس سے بیان کیا کہ جس وقت رسول اکرمؐ دفن ہو چکے تو عباس ابوسفیان بن حرب اور بنی ہاشم کا ایک گروہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اور ان لوگوں نے آپ کو اس بات پر کافی اکسایا لیکن حضرت نے انکار کیا تو عباس نے کہا خدا کی قسم چند دنوں کے بعد آپ کی وقعت بالکل ختم ہو جائے گی۔ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے عبور کرو اور منافرت پھیلانے کے راستے سے اپنے کو بلند کر لو۔ فخر و مباہات کے تاج اتار دو کامیابی اس کے لیے ہے جو پر وبال کے ساتھ کھڑا ہو ورنہ سلامتی کا راستہ اختیار کر لے اور راحت میں رہے۔ گندلا پانی اور وہ لقمہ جو کھانے والے کے حلق میں پھنس جائے۔ زیادہ ترین عقل ہے اس لقمہ سے جس کے سینے میں زہور کا خوف ہو اور اس صاف پانی سے کہ جس سے پینے والے کو لذت تو حاصل ہو لیکن اس کی نظر انجام پر نہ ہو۔ اس وقت اگر میں کچھ کہوں تو کہیں گے کہ علیؑ میں ملک و سلطنت کی حرص ہے اور اگر خاموش رہوں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا ہے دور ہے اور دور ہے بعد اس کے اور اس کے حالانکہ خدا کی قسم بچے کو اپنی ماں کے پستان سے اتنا انس نہیں ہوتا جتنا ابوطالب کے فرزند کو موت سے ہے اور جتنا کسی شخص کو اپنے بھائی اور چچا سے ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے البدت میرا خیر علم سے تیار ہوا ہے۔ اگر میں اسے ظاہر کروں تو تم اس طرح مضطرب ہو جاؤ گے جیسے رسی گہرے کنویں میں حرکت کرتی ہے۔

خطبہ در مدح نبی اکرمؐ اور ائمہ علیہم السلام

(حذف اسناد کے ساتھ) ہمیں حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ نے مسجد کوفہ میں ایک دن ایک فصیح و بلیغ خطبہ مدح رسول میں ارشاد فرمایا۔ حمد خداوندی کے بعد فرمایا جب خدا نے ارادہ کیا کہ مخلوقات کو پیدا کرے اور موجودات کو خلق فرمائے تو زمین کے بچھانے اور آسمان کو بلند کرنے سے پہلے تمام خلائق کو ایک صورت میں مقیم کیا پھر اپنی عزت کے نور میں سے ایک نور کا فیضان کیا۔ اس کی روشنی سے ایک انگارہ چمکا اور وہ پھیل گیا۔ پھر وہ اسی صورت میں جمع ہو گیا اور اس میں ہمارے نبی کی ہیئت تھی تو خداوند عالم نے اس سے کہا تو مختار ہے اور تجھ میں انوار و دلالت کیے گئے ہیں۔ اور تو مصطفیٰ منتخب رضا منتخب اور مرتضیٰ ہے تیری وجہ سے وادیاں بچھائیں اور آسمان بلند کیے گئے اور پانی جاری کیا گیا اور ثواب و عذاب اور جنت و جہنم قرار دیا ہے اور تیرے اہلبیت کے لیے ہدایت کا علم نصب کروں گا اور ان کے دلوں میں اینٹا راز پوشیدہ رکھوں گا۔ اس طرح کہ پھر دقیق نکتہ بھی ان کے لیے مشکل نہیں ہوگا اور کوئی مخفی چیز ان سے غائب نہیں ہوگی اور انھیں اپنی مخلوق پر اپنی حجت قرار دوں گا۔ وہ میری تقدیر سے باخبر ہوں گے۔ میرے خزانوں کے اسرار کے واقف کار ہوں گے۔ پھر حق تعالیٰ نے ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی لی اور اپنی وحدانیت کا اقرار لیا اور یہ کہ امامت ان میں ہوگی اور نور ان کے ساتھ ہوگا۔ پھر خداوند عالم نے خلیفہ کو مقرر کر دیا اور اپنے علم مکتون میں غیب کے نشانات نصب کر دیے۔ پانی میں موج پیدا ہوئی اور اس سے جھاگ ابھری اور دھواں اٹھا۔ پھر عرش کو پانی پر رکھا پھر ملائکہ کو ان انوار سے پیدا کیا جن کو خلق کر چکا تھا اور مختلف انواع میں بنایا۔ پھر خداوند عالم نے زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے اسے پیدا کیا پھر اپنی توحید کا اپنے نبی محمدؐ کو قرین قرار دیا پس آسمانوں اور زمین ملائکہ عرش و کرسی آفتاب و ماہتاب ستاروں اور جو کچھ زمین ہے سب نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو خلق کیا تو ملائکہ کے

سامنے آدم کے فضل کو واضح کیا اور انہیں دکھایا جس کے ساتھ اسے اپنے علم سابق میں مخصوص کر چکا تھا۔ پس آدم کو ملائکہ کے لیے محراب و قبلہ قرار دیا۔ پس انھوں نے اس کو سجدہ کیا اور اس کے حق کو پہچانا۔ پھر آدم کے سامنے اس نور کی حقیقت اور اس سر مکتوم کو بیان کیا جب آدم کی موت کا وقت قریب آیا تو اسے شیٹا کے سپرد کر دیا۔ پھر وہ نور اصلاب فاخرہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک عبدالمطلب تک پہنچا پھر عبد اللہ کی طرف پھر ہمارے نبی کی طرف پس آپ نے ظاہر و باطن پوشیدہ اور علی الاعلان ان لوگوں کو اس کی طرف بلایا اور صاحب فہم لوگوں سے استدعا کی اے صاحبان علم و فراست اس سر لطیف کے حقوق کو قائم رکھو۔ اور عقول کو پکارا یہ مقصود جو عالم زر میں نسل کے پہلے ودیعت کیا تھا اس کو قبول کرو پس جس نے موافقت کی تو اس نے اس نور کی کرنوں سے روشنی حاصل کی اور وہ اس عہد تک پہنچ گیا۔ جو امر باطن اور غامض علم میں ودیعت کیا گیا تھا اور جسے غفلت نے گھیر لیا اور مشقت دنیا نے مشغول کر دیا۔ وہ دوری کا مستحق ہوا پھر یہ نور ہم میں منتقل ہوتا رہا اور ہماری طبائع میں چمکتا رہا۔ پس ہم آسمان وزمین کے انوار اور نجات کی کشتیاں ہیں اور ہم ہی علم کنون ہیں اور ہماری ہی طرف امور کی بازگشت ہے اور ہمارے مہدی کے ذریعے جتیں ختم ہوں گی اور وہ خاتم الاممہ ہے۔ امت کو ہلاکت سے نکالنے والا منجھانے نور اور سر غامض ہے پس خوش گواری ہے اس کے لیے جو ہمارے حلقے کے ساتھ متمسک ہے اور وہ ہماری محبت پر مشور ہوگا۔

خطبات ہند و نصائح

(حذف اسناد سے) عبد خیر سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا خیر یہ نہیں کہ تیرا مال اور اولاد زیادہ ہو بلکہ خیر یہ ہے کہ تیرا عمل کثیر اور علم عظیم ہو۔ دنیا میں خیر صرف دو اشخاص کے لیے ہے ایک وہ جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کے ساتھ ان کا تدارک کرے اور دوسرا وہ شخص جو اچھے کاموں میں جلدی کرے اور تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل بھی کم نہیں۔ اور وہ عمل کم بھی کس طرح ہو سکتا ہے جس کو سند قبولیت مل جاتی ہو۔

(حذف اسناد کے ساتھ) جعفر بن محمد نے اپنے والد کے حوالہ سے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا حضرت امیر المؤمنین نے ایک جنازہ کی مشابعت فرمائی جب جنازہ مسجد میں رکھ دیا گیا تو جنازہ والوں کی چیخ و پکار بلند ہوئی اور وہ آہ و بکا کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا تم کس بات پر روتے ہو۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں جو صاحب جنازہ دیکھ رہا ہے تو وہ چیز انھیں رونے سے عاقل کر دے۔ خدا کی قسم اس (عزرائیل) کے لیے انھیں بار بار آتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا پھر آپ ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں تمہیں خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں اللہ کے بند اس نے تمہارے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور موت کا وقت معین کیا ہے تمہیں کان عنایت فرمائے جو یاد رکھ سکتے ہیں ان چیزوں کو جو ان کی حسب پسند ہیں اور ایسے دل دیے جو سمجھتے ہیں ان باتوں کو جو اچانک ان پر وارد ہوتی ہیں۔ خداوند عالم نے تمہیں فضول پیدا نہیں کیا اور تمہیں بھلا بھی نہیں دیا بلکہ وسیع نعمتوں اور خوشگوار احسانات سے تمہیں مکرم کیا ہے۔ اللہ کے بند اللہ سے ڈرو اور طلب میں شوق کرو اور عمل کی طرف پشیمانی سے قبل اور لذتوں کو ختم کرنے والی اور اجتماعات کو جدا کرنے والی سے قبل جلدی کرو دنیا کی نعمتوں کو نیگی نہیں۔ اس کی تکالیف سے مامون نہیں رہا جا سکتا۔ یہ دھوکہ باز اور خیلہ ساز ہے۔ گرنے والا سہارا ہے۔ زائل ہونے والی نعمت ہے خراب ہونے والا مقام ہے۔ اللہ کے بند و اعبرتوں کے ساتھ وعظ حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں کے ساتھ ڈرو گویا موت کے نیچے تم میں معلق ہو چکے ہیں۔ مصیبت تمہیں اپنے گہرے میں لے چکی ہے۔ نفع صورتوں سے اٹھنا، محشر کی طرف جانا اور اٹھنے کے بعد حساب و کتاب کے لیے ٹھہرنے کی وجہ سے اور دنیا کو ختم کرنے والی چیزیں تمہیں ڈھانپ چکی ہیں۔ مخلوق اپنے پیدا کرنے والے اور واپس بلانے والے کے پاس حاضر ہو گئی ہے اور نفس اپنے چلانے والے اور گواہی دینے والے کے پاس آ گیا ہے اور ہر چھوٹی بڑی اور عظیم و حقیر چیز کو پرکھا جا رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک رہی ہے۔ کتابیں رکھ دی گئی ہیں اور اس دن کی وجہ سے شہروں میں اضطراب آ گیا ہے اور بندے حضور و

خشوع سے کھڑے ہیں اور منادی ایک قریب جگہ سے پکار رہا ہے جانور محسوس ہو چکے ہیں اور نفوس جوڑا جوڑا بنائے گئے ہیں اور جہنم کی آگ کو ظاہر کیا گیا ہے اس کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور اس کو زیادہ گرم کیا جا رہا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اے اللہ کے بندو اس کا رحم چاہتے ہوئے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اور بصیرت رکھتا اور نصیحت حاصل کرتا ہے وہ جلدی استغفار طلب کرتا اور بھاگ کر نجات حاصل کرتا ہے اور مفاد کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اپنی پشت زاد راہ رکھتا ہے۔ اللہ انتقام لینے کے لیے کتاب خصومت جنت اور ثواب اور نعمتوں کے لحاظ سے کافی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت ثواب کے طور پر اور جہنم و بال و عذاب کے لیے کافی ہے۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے استغفار چاہتا ہوں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں اس کتاب حلیہ ابو نعیم کے کچھ الفاظ جو کہ فصل خطاب میں ہم تک پہنچے ہیں حذف اسناد کے ساتھ اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

حضرت کا ارشاد یہ ہے کہ دنیا گزر جانے والا گھر اور آخرت رہنے والا گھر ہے۔ پس گزرگاہ سے جائے استقرار کے لیے کچھ لے لو اور اس کے سامنے پردے چاک نہ کرو جو تمہارے اسرار کا عالم ہے۔ دنیا کو اپنے دلوں سے نکال لو قبل اس کے کہ تمہارے اجسام سے خارج کیا جائے۔ دنیا تو تمہارے لیے جائے امتحان ہے تم اسی کے لیے تخلیق کیے گئے ہو۔ جب جنازہ اٹھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا اور ملائکہ کہتے ہیں کہ ساتھ کیا لایا ہے۔ وہ آگے بھیجو جو تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکے سارا یہیں چھوڑ کے نہ جاؤ وہ تمہارے لیے مضر ہوگا۔

آپ نے فرمایا جب دیکھو کہ خداوند عالم پے در پے نعمات نازل فرما رہا ہے حالانکہ تم اس کی معصیت کر رہے ہو تو اس سے ڈرو۔

آپ نے فرمایا بڑے گناہوں کے کفارہ کے اسباب میں سے فریاد کرنے والے کی فریاد رسی اور مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور آپ نے فرمایا جب تم پشت پھیر رہے ہو اور موت تمہاری طرف بڑھ رہی ہے تو کس قدر جلد ملاقات ہونے والی ہے۔

* آپ نے فرمایا جو طویل امید رکھے برا عمل کرے گا اور وہ برائی جو تجھے بری معلوم ہو اس نیکی سے بہتر ہے جو تجھے خوش کرے اور بھلی معلوم ہو۔

* آپ نے فرمایا کہ زمانہ جسموں کو کہنہ اور امیدوں کو نیا بنا دیتا ہے۔ موت کو قریب اور امید کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ پر کامیابی حاصل کر لیتا ہے تھک جاتا ہے اور جس سے زمانہ کا اقتدار چھین جاتا ہے وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

* آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اس پر جو ناامید ہو جاتا ہے حالانکہ طلب بخشش اس کے پاس ہے۔

* آپ نے فرمایا زمین میں دو امانتیں موجود تھیں ایک اٹھ چکی ہے وہ رسول اکرمؐ تھے پس دوسری سے تمسک رکھو وہ استغفار ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے خدا ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا جب تک تو (رسول) ان میں موجود ہے۔ آخرت آیت تک۔

* آپ نے فرمایا جو اپنے اور خدا کے درمیان اصلاح کرے خدا اس کے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرے گا اور جو آخرت کے لیے عمل کرے خدا اس کے دنیا کے امور کو سنوار دے گا اور جس کا اپنے نفس میں داعی موجود ہو خدا کی طرف سے بھی اس کا کوئی محافظ ہوگا۔

* آپ نے فرمایا کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جن پر درجہ بدرجہ احسان خداوندی ہوتا رہتا ہے اور وہ خدا کی پردہ پوشی کی وجہ سے مغرور ہو جاتے ہیں اور لوگوں کا اس کے متعلق اچھی باتیں کرنا سے متنون کر دیتا ہے اور کس قدر فرق ہے دو عملوں کے درمیان ایک عمل تو وہ ہے جس کی لذت ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کا ضرر باقی رہتا ہے اور ایک وہ عمل ہے جس کی تکلیف ختم اور اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔

* آپ نے فرمایا صدقہ کے ذریعے رزق کے نزول کو طلب کرو۔ جسے یقین ہو کہ جانے والی چیز کی جگہ دوسری چیز لے لے گی وہ عطیہ دینے میں سخاوت کرے گا۔

* آپ نے فرمایا جسے چار چیزیں دی گئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا جسے

دعا کی توفیق حاصل ہے وہ قبولیت دعا سے محروم نہیں جس کے پاس توبہ موجود ہے وہ قبول توبہ سے محروم نہیں۔ جسے مغفرت دے گئی وہ مغفرت سے محروم نہیں جسے توفیق شکر دی گئی وہ زیادتی سے محروم نہیں۔

* آپ نے فرمایا اور اس کی تصدیق کتاب خدا میں موجود ہے۔ خداوند عالم دعا کے متعلق فرماتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ توبہ کے متعلق ارشاد ہے۔ سوائے اس کے نہیں اللہ پر توبہ قبول کرنا لازم ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو جہالت کی وجہ سے برے کام کرتے ہیں استغفار کے لیے فرماتا ہے جو برا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر طلب مغفرت چاہے آخر آیت تک۔ اور شکر کے بارے میں ارشاد ہے۔ اگر تم شکر کرو تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا۔

* آپ نے فرمایا استغفار کرنا عظیمین کا درجہ ہے اور یہ ایسا نام ہے جو چھ معانی پر صادق آتا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ کیے ہوئے کام پر پشیمان ہونا دوسرا یہ کہ ترک اور دوبارہ نہ کرنے کا قصد کرنا اور تیسرا یہ کہ حقوق کو ادا کرنا تاکہ جب بارگاہ الہی میں جائے تو اس پر کسی قسم کی پاداش باقی نہ رہے۔ اور چوتھا یہ کہ فریضہ کو اپنے ذمے لے اور اس کو پوری طرح ادا کرے اور پانچواں یہ کہ مغموم و احزان میں اس گوشت کو پکھلائے کہ جو حرام سے اگا ہے یہاں تک کہ اپنے جسم کو طلال کا گوشت دے اور چھٹا یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت سے تکلیف کا حزرہ چکھائے جس طرح اس نے گناہ کی لذت کا حزر لیا ہے۔

* آپ نے فرمایا ان لوگوں میں سے نہ بنو جو دنیا کے عمل سے آخرت کو طلب کرتے ہیں اور طویل امیدوں سے توبہ میں تاخیر کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر باتیں تو زاہدوں والی کرتے ہیں اور دنیا میں عمل اس میں رغبت کرنے والوں جیسا کرتے ہیں۔ اگر دنیا میں سے تھوڑا ملے تو اس سے سیر نہیں ہوتے اور اگر زیادہ ملے تو اس پر قناعت نہیں کرتے۔ لوگوں کو تو اچھی چیز کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اچھے کام نہیں کرتے۔ برائی سے روکتے ہیں لیکن خود نہیں روکتے۔ نیک لوگوں سے حجت رکھتے

ہیں لیکن ان جیسا عمل نہیں کرتے۔ گناہگاروں سے بغض تو رکھتے ہیں لیکن خود بھی انہی میں سے ہیں جو کثرت گناہ کو پسند نہیں کرتے اور وہ ہمیشہ وہی کام کرتے ہیں جنہیں خدا پسند نہیں کرتا۔ انہیں اپنا نفس بھلا معلوم ہوتا ہے جب تک وہ آرام میں ہوتے ہیں اور جب مبتلا ہو جاتے ہیں تو ناامید ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مضطرب ہو کر دعا مانگتے ہیں اور جب اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ چیزیں جن کا صرف گمان ہوتا ہے اس میں نفس کے تابع ہو جاتے ہیں اور جن باتوں کا انہیں یقین ہے اس میں نفس کو اپنے تابع نہیں کرتے۔ اگر تو نگر ہو جاتے ہیں تو تکبر کرنے لگتے ہیں۔ اگر محتاج ہو جاتے ہیں تو مایوس بن جاتے ہیں۔ مصیبت کی طرف توجہ تو کرتے ہیں لیکن توجہ کو التوا میں ڈال دیتے ہیں۔ عبرتوں کو بیان کرتے ہیں لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وعظ و نصیحت میں مبالغہ کرتے ہیں لیکن خود نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہ باتیں تو زیادہ کرتے ہیں لیکن عمل کم کرتے ہیں۔ فنا ہونے والی چیز میں رغبت اور باقی رہنے والی چیز میں تسامح برتتے ہیں۔ فائدہ کی چیز کو تاوان خیال کرتے ہیں اور تاوان کو نفیست سمجھتے ہیں موت سے ڈرتے ہیں لیکن فنا ہونے سے پہلے سبقت نہیں کرتے۔ دوسروں کے گناہوں کو عظیم اور اپنے گناہوں کو قلیل سمجھتے ہیں جو اطاعت ان سے سرزد ہوا سے کثیر اور دوسرے کی اطاعت کو کم خیال کرتے ہیں۔ وہ لوگوں پر تو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اپنے نفس سے نفاق برتتے ہیں۔ تو نگر لوگوں کے ساتھ لغویات میں وقت گزارنا انہیں فقراء کے ساتھ بیٹھ کر ذکر خدا سے زیادہ محبوب ہے۔ دوسروں کو ہدایت اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟ اور اپنے کو بھول جاتے ہو!

آپ نے فرمایا جو اس حالت میں صبح کرے کہ وہ دنیا پر حریص ہو تو وہ قضائے الہی پر ناراض ہے اور جو اس حالت میں صبح کرے کہ جو مصیبت اس پر نازل ہوئی ہے اس کی شکایت اپنی ہی ایسی مخلوق سے کرے تو وہ خدا کی شکایت کر رہا ہے اور جو

کسی غنی کے پاس جائے اور اس کی دولت کی وجہ سے اس کی عزت کرے تو اس کے دین کے دو ٹکٹ گئے۔ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان بدن دل اور زبان کے مجموعہ کا نام ہے اور تو واضح میں جسم اور زبان کا استعمال ہوتا ہے اور اگر ان کے ساتھ دل بھی ملا لیا جائے تو پھر سارا دین چلا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا کچھ لوگ اللہ کی عبادت (جنت کی) آرزو میں کرتے ہیں۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے اور کچھ لوگ اس کی عبادت (جہنم کے) خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں والی عبادت ہے اور کچھ لوگ شکرانہ کے طور پر عبادت کرتے ہیں یہ شریفوں والی عبادت ہے۔

آپ نے فرمایا نعمتوں کے چلے جانے سے ڈرو کیونکہ ہر جانے والی چیز واپس نہیں لوٹی۔ اس کی نعمت کی شکرگزاری میں۔

آپ نے فرمایا اگر خدا نے معصیت کی وجہ سے بندوں کو جہنم کی دھمکی نہ بھی دی ہوتی تب بھی لازم تھا کہ اسکی نافرمانی نہ کی جانی چاہیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعر امیر المومنین ہی کے ہیں:

هب البعث لم تاتنا رسله وجاحمة النار کم تضرم
الیس من الواجب المستحق حیاء العباد من المنعم

ترجمہ: فرض کرو کہ موت کے بعد میدان حشر میں اٹھنے کی خبر اس کے رسول ہمارے پاس نہیں لائے اور زیادہ گرمی پہنچانے والی آگ روشن نہیں کی ہے تو کیا یہ ضروری اور قابل استحقاق نہیں کہ بندے احسان کرنے والے سے شرم و حیا کریں۔

آپ نے فرمایا عبرتیں کس قدر زیادہ اور عبرت حاصل کرنے والے کس قدر کم ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ کم از کم جو چیز اللہ کی طرف سے تم پر لازم ہے یہ ہے کہ اس کی نافرمانی کرنے کے لیے اس کی نعمتوں سے امداد نہ لو۔

آپ نے فرمایا مدت طویل ہونے کے باوجود کوتاہ ہے۔ جانے والا رہنے والے

کے لیے عبرت ہے۔ میت زندہ کے لیے نصیحت ہے۔ گزرا ہوا کل واپس نہیں آئے گا اور آنے والے کل کا تجھے وثوق نہیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے جدا ہونے والا اور اس سے ملحق ہونے والا ہے۔ اس دن کے لیے تیاری کرو جس دن مال و اولاد کوئی نفع نہیں دے گی۔ مگر وہ جو قلب مطمئنہ کے ساتھ بارگاہ الہی میں حاضر ہوا۔

* صبر کرو اس کام کے کرنے پر جس کے ثواب کی تمہیں ضرورت ہے اور اس عمل سے باز رہو جس کے عتاب پر تم سے صبر نہیں ہو سکے گا کیونکہ اطاعت پر صبر کرنا عذاب پر صبر کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ تم تو گننے چنے سانس لے رہے ہو۔ امید لمبی ہے اور مدت محدود ہے اس مدت کے لیے ختم ہونا ضروری ہے اور ان سانسوں نے شمار ہونا ہے اور امیدیں لپیٹ دی جائیں گی اور تمہارے اوپر محافظ موجود ہیں وہ قابل احترام کاتب ہیں اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔

* آپ نے فرمایا خلوتوں میں خدا کی نافرمانیاں کرنے سے بچو کیونکہ دیکھنے والا ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

* آپ نے فرمایا کتنے امید کرنے والے ہیں ایسی چیزوں کی جن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور کتنے بنانے والے ہیں ایسے مکانات کو جن میں رہ نہیں سکیں گے۔ ان میں سے جن کو عنقریب چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ہو سکتا ہے انہوں نے یہ مال باطل سے جمع کیا ہو۔ اور حرام مال پایا ہو اور اس سے کئی گنا ہوں کا ارتکاب کیا ہو اور بہت سے لوگ کسی دن کی طرف رخ کرتے ہیں لیکن اس سے پشت نہیں پھیرتے۔ اور کتنے ہیں کہ دن کی ابتدا میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور دن کے آخری حصے میں اس پر کھڑے ہو کر گریہ کرتے ہیں۔

* آپ نے فرمایا تمام زہد و پرہیزگاری قرآن مجید کے دو کلمات میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تاکہ تم افسوس نہ کرو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور اس پر خوشی نہ کرو جو تمہیں مل گیا ہے۔ جو جانے والے کا افسوس نہ کرے اور آنے

والی چیز پر خوش نہ ہو وہی زہد ہے۔

* آپ نے فرمایا بہترین زہد اٹھائے زہد ہے۔

* آپ نے فرمایا خدا سے اتنا ڈرو جتنا اس نے تمہیں ڈرایا ہے اور اس طرح ڈرو کہ اس کا اثر تمہارے اوپر ظاہر ہو۔ دکھاوے اور شہرت کے لیے کوئی عمل نہ کرو کیونکہ جو غیر خدا کے لیے عمل کرتا ہے خدا سے اسی کے سپرد کر دیتا ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔

* آپ نے فرمایا وقت قریب ہے کہ جب لوگ تین چیزوں کو کھو بیٹھیں گے جلال کا پیسہ سچی زبان اور ایسا بھائی جس سے راحت ملے۔

* آپ نے فرمایا موت کے لیے تیار ہو جاؤ اس کا بادل تم پہ چھا چکا ہے اور ایسا گروہ بنو کہ جسے پکارا گیا وہ بیدار ہو گیا اور مقصد تک پہنچ گیا۔ تمہارے اور جنت و جہنم کے درمیان موت کے علاوہ کچھ نہیں اور جس غایت کو لٹھے اور گھڑیاں ختم کر رہے ہوں وہ اس لائق ہے کہ اس کی مدت ختم ہو جائے اور دو غائب جس کو نئے دن و رات ہنکار رہے ہوں وہ اس قابل ہیں کہ جلدی لوٹ آئیں۔ خدا رحم کرتا ہے اس بندے پر جو حکمت کی بات سنے اور اسے یاد رکھے اور اسے اخلاص کی طرف بلایا جائے یا خلاصی نفس کی طرف بلایا جائے وہ قریب ہو اور سیدھے راستے پر چلے اور نجات پائے اپنے رب سے محبت کرنے اپنے گناہ سے خوف کھائے نیک ہو کر آگے بڑھے اور خالص عمل کرے اور وہ کسب کرے جو ذخیرہ بنے اور اس چیز سے اجتناب کرے جس سے ڈرایا گیا ہو نشانہ پر تیر مارے اور انعام پائے خواہش کو کچلے اور امید کو بھٹلائے صبر کو نجات کی سواری بنا لے اور تقویٰ موت کے وقت اس کا زور راہ ہو واضح راستے کو پکڑے مہلت کے وقت کو غنیمت جانے اور اجل کی طرف جلدی کرے اور عمل کو زور راہ بنائے۔

* آپ نے دنیا کی تعریف میں فرمایا۔ وہ ایسا گھر ہے جس کی ابتدا تکلیف اور اس کا انجام فنا ہے۔ اس کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے۔ جو اس میں

تو گریہ ہو جائے وہ فاسد ہو جاتا ہے جو فقیر ہو وہ محزون رہتا ہے جو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے یہ اس سے دور بھاگتی ہے جو اس کی تحصیل سے منہ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے پاس یہ خود چل کر آتی ہے۔

آپ نے فرمایا جسے تھوڑا مال منافع نہیں دیتا اسے زیادہ بھی نہیں دے گا۔

آپ نے فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کر علماء کا اکرام اور بھائیوں کی لغزشوں سے چشم پوشی کر تجھے اولین و آخرین کے سردار نے اپنے اس قول کے ساتھ ادب سکھایا ہے کہ جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دے۔ جو تجھ سے قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کر اور جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر۔

جب آپ قبرستان سے گزرے آپ نے فرمایا تم پر سلام ہو اے قبروں میں رہنے والو! تم ہمارے سلف اور ہم تمہارے خلف ہیں اور انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ تمہارے گھروں میں سکونت کر لی گئی ہے تمہاری بیویوں نے نکاح کر لیے ہیں۔ تمہارے مال تقسیم کر لیے ہیں۔ یہ تو ہمارے ہاں کی خبریں ہیں افسوس! (یہ معلوم ہو کہ تمہارے پاس کیا اطلاعات ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر وہ بول سکیں تو ہمیں بتائیں کہ ہم نے تقویٰ کو بہترین زادراہ پایا ہے۔

آپ نے فرمایا تعجب ہے اس شخص سے جو دعا کرتا ہے اور قبولیت کو موخر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کے راستے کو تو اس نے گناہوں کی وجہ سے بند کر رکھا ہے۔

آپ نے توبہ کرنے والوں کی صفت میں فرمایا۔ انھوں نے گناہوں کے درخت بوئے جوان کی آنکھوں اور دلوں کی آرزو تھی۔ لیکن اسے ندامت کے پانی سے سیراب کیا تو انھیں سلامتی کا پھل ملا اور رضائے الہی و کرامت خداوندی انجام میں پائی۔

خطبہ در مدح صحابہ کرام

قرشی کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی ابراہیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے

کہ میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ بعد سلام دائیں طرف مڑ کر بیٹھ گئے۔ پھر آپؑ کے رہے گویا آپؑ پر حزن طاری تھا۔ یہاں تک کہ دھوپ دیوار مسجد پر پڑی ایک نیزہ یا دو نیزے برابر۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ الٹائے پلٹائے اور فرمایا میں نے اصحاب محمدؐ کو دیکھا کہ آج کوئی بھی ان جیسا نہیں۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے کہ ان کے بال پریشان چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے اور ان کی پیشانی پر بکری کے گھٹے کی طرح گھٹے پڑے ہوتے۔ انھوں نے رات عبادت خدا میں مجاہدہ اور قیام کی حالت میں گزار کر کتاب خدا کی تلاوت کرتے وہ پیشانیوں اور قدموں کے ذریعے راحت حاصل کرتے جب صبح ہوتی تو یاد خدا میں اس طرح مضطرب ہوتے جیسے سخت آندھی کے دن درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو اتنے بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ خدا کی قسم گویا ایسا معلوم ہوتا کہ انھوں نے رات غفلت میں کاٹی۔ پھر آپؑ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپؑ کو عبادت میں سستی کرتے نہ پایا گیا۔ یہاں تک کہ ابن مسلمؒ نے آپؑ کو ضربت لگائی۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) حسن بصری سے روایت ہے وہ کہتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا خوشخبری ہے ان کے لیے جو لوگوں کو پہچانتے ہیں لیکن لوگ انھیں نہیں پہچانتے۔ وہ تاریکی کے چراغ اور ہدایت کے امام ہیں۔ انہی کے سبب خداوند عالم اس امت سے فتنہ اور ظلمت کو دور کرتا ہے انھیں خداوند عالم اپنی رحمت و فضل میں داخل کرے گا۔ وہ بیہودگیوں کو نہیں پھیلاتے اور نہ وہ بقا کار اور جھگڑالو ہیں۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک دن مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا اس کا غم دائم وہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی ہوتی ہے۔ وہ پسند کے لحاظ سے زیادہ وسیع اور قدر و منزلت میں بلند ہوتا ہے بلندی کو ناپسند کرتا ہے۔ شہرت کو دوست نہیں رکھتا۔ اس کا غم طویل اور مقصد بعید ہوتا ہے زیادہ خاموش رہتا ہے۔ منافع بخش چیز میں مشغول رہتا ہے۔ زیادہ شکر اور زیادہ صبر

کرنے والا ہوتا ہے اس کا دل یادِ خدا سے آباد ہوتا ہے اس کا خلق آسان اور طبیعت نرم ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے کیونکہ مومن جب کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پہلے دل میں اسے سوچتا ہے اگر وہ بات اچھی ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بری ہوتی ہے تو اسے چھپا لیتا ہے اور منافق جو اس کی زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی بات اس کے لیے مفید اور کون سی مضر ہے اور میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک اس کی زبان مستقیم نہ ہو۔ اور تم میں سے جو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ خدا کی ملاقات اس حالت میں کرے کہ اس کی زبان مسلمانوں کی بدگوئی سے بچی ہوئی ہو اور ہاتھ ان کے مال سے پاک ہوں تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔

اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین کو کہتے ہوئے سنا کہ اما بعد تحقیق خداوند عالم نے مخلوق کو پیدا کیا جب بھی پیدا کیا وہ انکی اطاعت سے بے پروا تھا اور ان کی نافرمانی سے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ نافرمان کی نافرمانی اسے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اطاعت گزار کی اطاعت سے اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

پس اس دُردنیا میں متقی ہی صاحبانِ فضائل ہیں۔ وہ درست بات کرتے ہیں ان کا لباس میانہ روی ہے۔ ان کی زندگی تواضع و انکساری ہے وہ محرمات سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کان نفع بخش علم کے لیے وقف کر دیے ہیں۔ اگر امید نہ ہوتی تو ثوابِ جزیل کے شوق اور دردِ ناک عذاب کے خوف سے ان کی ارواح اور ان کے ابدان میں آنکھ جھپکنے کی دیر تک بھی نہ ٹھہر سکتے۔ ان کے دلوں میں خالق کی عظمت اتنی پیدا ہو گئی ہے کہ اس کے علاوہ اور چیزیں ان کی نظروں میں حقیر ہیں۔ وہ گویا جنت کو دیکھ چکے ہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور وہ جہنم کو بھی دیکھ رہے ہیں اور

اس کے عذاب میں اپنے کو مبتلا سمجھ رہے ہیں ان کے دل محزون ہیں لوگ ان کے شر سے محفوظ ہیں ان کے جسم نحیف ہو چکے ہیں ان کی حاجات مختصر ہیں۔ انھوں نے چند دن صبر کیا ہے اور اس کے بدلے میں انھیں ابدی راحت نصیب ہوئی ہے۔ رات کو ان کے قدم صاف بستہ ہیں۔ وہ انتہائی محترم اور بہترین نظم کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کو مزین کر کے اور ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جنت کی تشویق کا ذکر ہے تو اس کی خواہش میں اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور ان کے دل شوق و محبت سے اس کی طرف جھک جاتے ہیں اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جہنم کا خوف دلا یا گیا ہے تو وہ دل کے کانوں سے اسے بغور سنتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کانوں میں جہنم کی آواز کی تمثیل پیدا کر لی ہے۔ انھوں نے اپنی پیشانیاں گھٹنے اور قدموں کے کنارے فرش بنا لیے ہیں۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں گرا گرا کر جہنم سے اپنی گردنوں کو آزاد کرانے کی تمنا کرتے ہیں اور دن کے وقت وہ علماء بردبار ابرار اور متقی ہیں۔ ان کو خوف نے اس طرح چھیل دیا ہے جیسے تیر کو پھیلا جاتا ہے۔ دیکھنے والا انھیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے حالانکہ انھیں کوئی بیماری نہیں اور دیکھنے والا کہتا ہے کہ ان کے دماغ میں خلل آ گیا ہے حالانکہ ایک امر عظیم نے انھیں پریشان کر رکھا ہے۔ وہ اپنے قلیل اعمال پر راضی نہیں ہوتے اور زیادہ اعمال کو کثیر نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں یا اہتمام میں لگے ہوئے ہیں اور وہ اپنے اعمال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کی پاکیزگی بیان کی جائے تو اسے سخت ڈر لگتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ خدا یا مجھ سے مواخذہ نہ کرنا اس بات پر جو یہ کہہ رہے ہیں اور مجھے اس سے بہتر قرار دے جس کا انھیں میرے متعلق گمان ہے اور میرے وہ گناہ بخش دے جنھیں یہ نہیں جانتے۔ ان میں سے ہر ایک کی علامت یہ ہے کہ تو اسے دین میں قوی یقین میں باور و علم میں ہوشیار حکم میں صاحب عزم تو نگری میں میانہ رو عبادت میں خضوع و خشوع کرنے والا فقر و فاقہ میں تحمل، سختی و شدت میں صابر حلال کا طلب گار طمع سے رکنے والا دیکھے گا نیک اعمال کے باوجود وہ خوفناک ہو گا

آپس میں صلح کے لیے کوشاں، شام اس حالت میں کرے گا کہ اس کی صحت شکر ادا کرتی ہو گی۔ صبح کرے گا تو اس کا مشغلہ تفکر ہوگا۔ اس سے اچھائی کی امید کی جائے گی اور اس کی بدی سے لوگ محفوظ ہوں گے۔ جو اس پر ظلم کرے گا وہ اسے معاف کر دے گا۔ جو اسے محروم کرے گا اسے یہ عطا کرے گا۔ جو اس سے قطع رحمی کرے گا یہ اس سے صلہ رحمی برتے گا۔ پھسلنے کی جگہوں میں زیادہ صابر، مکارم میں زیادہ باوقار اور رضا کی حالت میں زیادہ شکر گزار ہوگا۔ برے الفاظ سے کسی کو یاد نہیں کرے گا، کسی کی عیب جوئی کرتا نظر نہیں آئے گا۔ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دے گا۔ کسی کے مصائب پر اس کی شامت نہیں کرے گا۔ باطل میں داخل نہیں ہوگا۔ حق سے نہیں نکلے گا۔ اگر کوئی اس کے خلاف بغاوت کرے تو صبر کرے گا تاکہ خدا ہی اس کا انتقام لے۔ اس کا نفس سختی میں ہوگا اور لوگ اس سے راحت میں ہوں گے۔ اپنے نفس کو آخرت کی طلب میں تھکا دے گا اور اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے شوق میں دنیا سے پرہیز کرے گا!

توصیفِ نقیہ

ابونعیم کہتا ہے (جذبِ اسناد کے ساتھ) عاصم بن حمزہ امیر المؤمنین سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا مکمل نقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس اور اس کے عذاب سے بامومن نہ کرے، انہیں نافرمانی کی کھلی چھٹی نہ دے اور دوسری چیزوں میں رغبت کرنے کی وجہ سے قرآن کو نہ چھوڑے۔ اس عبادت میں اچھائی نہیں جس میں علم نہ ہو اور وہ قرأت اچھی نہیں جس میں تدریہ نہ ہو۔

مرآت

آپ سے ایک شخص نے مرآت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ کھانا کھانا اور بھائیوں کی دیکھ بھال کرنا۔ پڑوسیوں کی تکالیف دور کرنا، پھر یہ آیت پڑھی کہ بیشک خداوند عالم تمہیں انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

وصایا

(حذف اسناد کے ساتھ) عامر شعبی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لوگو یہ باتیں مجھ سے لے لو۔ اگر تم اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انھیں نحیف و کمزور بھی بنا دو تو ایسی باتوں کو نہیں پاسکو گے۔ بندہ اپنے پالنے والے کے علاوہ کسی سے ایسی امید نہ رکھے اور گناہ کے علاوہ اسے کسی چیز کا خوف نہ ہو اور جو چیز نہیں جانتا اس کے سیکھنے سے شرم نہ کرے اور جس چیز کے متعلق اسے کوئی علم نہ ہو اور اس کی بابت اس سے سوال کیا جائے تو اس بات کے کہنے سے نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا۔

اور جان لو کہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے۔ وہ جسم کوئی جسم ہی نہیں جس میں سر نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ کوئی خاندان کوئی بستی والے ایسے نہیں کہ جو میرے لیے ایسے ہو جائیں جیسا میں دوست رکھتا ہوں پس وہ اس حالت کو چھوڑ کر ایسے ہو جائیں کہ جسے میں مکروہ سمجھتا ہوں تو ان کی پسندیدہ حالت کو ان کی ناپسندیدگی کی طرف بدل دوں گا اور کوئی اہل خانہ یا اہل بستی ایسے نہیں کہ وہ اس حال میں ہوں جسے میں ناپسند کرتا ہوں اور وہ اپنے کو ایسی حالت میں تبدیل کر لیں کہ جو مجھے محبوب ہے تو میں بھی ان کی ناپسندیدہ حالت کو ان کی پسند کے مطابق کر دوں گا۔

وصیت بنام کمیل بن زیاد

(حذف اسناد سے) کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین علیؑ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جہان کی طرف لے گئے۔ جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپ بیٹھ گئے اور ایک لمبی سانس لی۔ پھر فرمایا اے کمیل بن زیاد یہ دل طرف ہے۔ ان میں سے بہترین وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بات میں تمہیں کہتا ہوں اسے محفوظ رکھنا۔ لوگ تین قسم

کے ہیں۔ ایک عالم ربانی ہے ایک تعلیم حاصل کرنے والا ہے جو نجات کی راہ پر چل رہا ہے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو فضول اور بیوقوف ہیں بلانے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ ہر ہوا کے ساتھ جھک جاتے ہیں۔ انھوں نے نورِ علم کے ساتھ روشنی حاصل نہیں کی اور قابلِ وثوق رکن کو اپنی پناہ گاہ نہیں بنایا۔ اے کمیل علم مال سے بہتر ہے (اس لیے) کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تو حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ محبت علم وہ دین ہے کہ جسے اپنایا جاتا ہے۔ علم سے زندگی میں اطاعت کسب کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ذکرِ جمیل باقی رہتا ہے۔ مال کو خرچ کرنا کم کر دیتا ہے اور علم کو خرچ کرنا اس کی زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ اے کمیل اماں جمع کرنے والے زندگی میں مر جاتے ہیں اور علماء رہتی دنیا تک زندہ ہیں۔ ان کے جسم مفقود ہوتے ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ پھر فرمایا ہائے افسوس! اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں بہت زیادہ علم موجود ہے اگر اس کے حاملین جھٹل جاتے پھر فرمایا ہاں ایسے امین ملتے ہیں جو امین نہیں وہ دین کو دنیا کا آلہ کار بناتے ہیں۔ وہ اللہ کے احسانات کے ساتھ اس کے بندوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لکھنے والوں سے اسے چھپاتے ہیں۔ یا ایسے لوگ ہیں جو اہل حق سے عناد رکھتے ہیں کہ پہلا شبہ جو انھیں پیش آتا ہے۔ اس سے اس کے دل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ وہ حاملِ علم بن سکتا ہے بلکہ یہ تو لذاتِ دنیوی کے حریص ہیں۔ آسانی سے شہوت کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ مال کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کے دھوکے میں آگئے ہیں وہ دین کے کسی حصے میں نہیں۔ انھیں زیادہ تشبیہ جنگل میں چرنے والے جانوروں سے دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح علمِ حاملینِ علم کے مرنے سے ختم ہو جائے گا۔ لیکن ہاں زمین کبھی بھی خالی نہیں رہ سکتی ایسے شخص سے جو اللہ کی حجت کو قائم رکھے تاکہ اللہ کی حجتیں بندوں پر باطل نہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ تعداد میں تو کم ہیں لیکن تدریجاً منزلت کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔ انہی کے ذریعے خداوند عالم اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اپنے جیسوں تک پہنچاتے ہیں اور اپنے مشابہ اشخاص

کے دلوں میں اس کی زراعت کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے سبب سے خداوند عالم اپنی حجّتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان پر حقیقی علم اچانک وارد ہوتا ہے۔ پس ان کے لیے آسان ہوتی ہیں وہ چیزیں جنہیں نعمتوں کے پلے ہوئے بمشکل سمجھتے ہیں اور انہیں انس ہو جاتا ہے ان چیزوں سے جن سے جاہل وحشت کرتے ہیں۔ وہ اہل دنیا کے ساتھ اپنے جسموں سے رہتے ہیں لیکن ان کی ارواح محل اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ آہ کس قدر شوق ہے مجھے انہیں دیکھنے کا۔ اور میں اللہ سے اپنے اور تیرے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔ جب تمہارا دل چاہے اٹھ کے چلے جانا۔

وصیت اپنی اولاد کے نام

(حذف اسناد سے) ضرار بن حمزہ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ امیر المومنین نے اپنے فرزندوں سے وصیت کی۔ فرمایا بیٹا لوگوں سے اچھا سلوک کرو ایسا سلوک کہ اگر ان میں نہ رہو تو تمہاری زیارت کے شائق رہیں۔ اور اگر تم وفات پا جاؤ تو وہ تم پر گریہ کریں اور یہ اشعار پڑھے۔

یسوید بذاکم ان یہشرو الطاعتی

وان یکثرو وابعدی الدعاء علی قبوی

وان یمنحونی فی المجالس دوہم

وان کنت عنہم غائباً احسنوا ذکری

ترجمہ: اس سے مقصد یہ ہے کہ وہ میری اطاعت خوشی سے کریں اور میری قبر پر میرے بعد زیادہ دعا کریں اور اپنی مجالس میں اپنی محبت کے پھول نچھاور کریں اور اگر میں ان سے غائب ہو جاؤں تو میرا ذکر اچھائی سے کریں۔

ابن عباس کہتے ہیں ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔

آپ نے فرمایا اپنے نفس سے فخر و فاقہ اور طویل عمر کی باتیں نہ کیا کرو۔

احادیث رسول اور کلام امیر المومنینؑ

اور یہ بات شعی نے کہی ہے مجھے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے حضرت علیؑ سے سنا اور آپ سے حدیث میں لوگوں کے اختلاف کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہیں۔ ایک منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اور اسلام کو ضائع کرنے والا ہے اس کا دل ایمان کا منکر ہے۔ وہ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا اور نہ اس کی پرواہ کرتا ہے اس نے جان بوجھ کر رسول اللہؐ پر جھوٹ بولے۔ اگر لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو تو وہ اس سے قول رسول نہ لیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ صحابی رسول ہے لہذا اس سے احادیث لے لیتے ہیں حالانکہ خداوند عالم منافقین کے متعلق خبر دے چکا ہے اور ان کے اوصاف بھی بیان کر چکا ہے۔ جیسی بھی خبر دی ہے اور صفت بیان کی ہے یہ لوگ رسول اللہؐ کے بعد زندہ رہے۔ انھوں نے جھوٹ اور بہتان کے ذریعے آئمہ ضلالت اور جہنم کی طرف بلانے والوں کا قرب حاصل کر لیا۔ انھوں نے انھیں حکومتیں اور گورنریاں دیں اور لوگوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ پس یہ ان کے ذریعے دنیا کھاتے کھاتے رہے اور لوگ تو بادشاہوں کے ہی تابع ہوتے ہیں۔ مگر وہ کہ جسے خدا بچالے اور ایک وہ کہ جس نے رسول اللہؐ کو بات کہتے سنایا کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا پھر یہ شخص حضورؐ کی خدمت سے غائب رہا اور وہ قول یا فعل منسوخ ہو گیا اور اسے معلوم نہ ہو سکا اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ منسوخ ہو گیا ہے تو اس کو بیان کرنا اور ایک وہ شخص ہے جس نے رسول اللہؐ سے کوئی بات سنی لیکن اسے اس کے متعلق غلطی عارض ہوئی اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ میں نے سمجھنے میں غلطی کی تو نہ اسے بیان کرتا اور نہ اس پر عمل کرتا۔ اور ایک وہ شخص ہے جس نے رسول اللہؐ کا قول (صحیح طریقے سے) سنا اور ویسے ہی بیان کیا جس طرح سنا اور اس پر عمل بھی کیا۔ پہلے شخص کی روایت کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں اور نہ اس کو لیتا جائز ہے اور باقی جو گروہ ہیں ان کی بازگشت ایک ہی غایت و نہایت کی طرف ہے وہ ایک ہی کنویں کا پانی پیتے ہیں اور ان کے کلام کو

نور نبوت سے ہی روشنی ملی ہے اور انھوں نے شجرہ مبارکہ سے ہی اکتساب نور کیا ہے۔ یہ تو شععی کی روایت تھی۔

اور کھیل بن زیاد کی روایت آپ سے اس طرح ہے کہ لوگوں کے ہاتھ میں حق باطل سچ، جھوٹ، ناسخ، منسوخ، خاص، عام، محکم، متشابہ، محفوظ اور محکوم موجود ہے۔ رسول اکرم کے زمانہ میں بھی آپ پر جھوٹ بولا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے پس وہ اپنی جگہ جہنم میں قرار دے اور تیرے پاس حدیث لے کر چار قسم کے اشخاص آئیں گے ان کی پانچویں قسم نہیں ہے اور آپ نے (گزشتہ) چار اقسام بیان فرمائیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہے یہ حدیث اور وہ رسول اکرم کا یہ قول کہ جو مجھ پر عمداً جھوٹ بولے وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے۔ ایک سو بیس صحابہ نے روایت کی ہے کہ جن کے نام میں نے اپنی کتاب ”حق الیقین“ میں ذکر کیے۔ باقی رہی اس حدیث کی وہ سند جو حضرت علی کے طریق سے ہے تو ہم سے بہت سے لوگوں نے بیان کیا (حذف سند سے) ربیع بن خراش کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی کو کہتے سنا کہ میں نے سرکار رسالت کو کہتے سنا تھا کہ عمداً جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنی جائے قرار جہنم کو سمجھے۔ یہ روایت حضرت علی سے بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں موجود ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کا کہنا

میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے کہ جس کے

حل کرنے کے لیے ابوالحسن موجود نہ ہوں

یا جو عبارات اسی مفہوم کو ادا کرتی ہیں

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی مہیب

سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کہا کرتے تھے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسن نہ ہوں۔

ابن مسیب کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس قول کا ایک سبب ہے اور وہ یہ کہ بادشاہ روم نے حضرت عمرؓ کی جانب ایک خط لکھا اور ان سے کچھ مسائل پوچھے۔ ان مسائل کو حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے پیش کیا لیکن کسی سے کوئی جواب نہ مل سکا پھر حضرت امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں پیش کیا تو امیر المومنین حضرت علیؓ نے ان مسائل کے مدلل اور مسکت جوابات دیے۔

مسائل

ابن مسیب کہتا ہے کہ بادشاہ روم نے حضرت عمرؓ کی طرف یہ خط لکھا۔ یہ خط قیصر بنی الصغر کے بادشاہ کا ہے خلیفہ عمرؓ کی طرف۔ اما بعد میں تم سے چند مسائل کا سوال کرتا ہوں مجھے ان کی خبر دیجئے۔ وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نے پیدا نہیں کیا اور وہ کون سی شے ہے جسے خدا نہیں چانتا اور وہ کون سی شے ہے جو اللہ کے پاس نہیں وہ کون سی شے ہے جو سب کے سب مند ہے اور وہ کون سی شے ہے جو سب کے سب پاؤں ہے وہ کون سی شے ہے جو سب کی سب آنکھ ہے وہ کون سی شے ہے جو سب کی سب پر ہے اس مرد کے متعلق بتاؤ جس کا خاندان قبیلہ نہیں اور ان چار چیزوں کے متعلق کہ جو رحم مادر میں نہیں رہیں اور اس شے کے متعلق جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں اور ناسوس کے متعلق کہ وہ کیا کہتا ہے اور اسی کوچ کرنے والے کے متعلق کہ جس نے ایک ہی مرتبہ کوچ کیا اور اس درخت کے بارے میں کہ جس کے سایہ میں گھوڑا سوار سو سال تک چلنا رہے تو اس کو عبور نہ کر سکے۔ اس کی مثال دنیا میں کیا ہے اور اس جگہ کے متعلق کہ جس پر سورج صرف ایک مرتبہ چکا اور اس درخت کے متعلق جو پانی سے پیدا نہیں ہوا اور اہل جنت کے متعلق کہ وہ کھاتے پیتے تو ہیں لیکن بول و براز نہیں کرتے۔ اس کی دنیا میں کون سی مثال ہے اور جنت کے دسترخوانوں کے متعلق کہ ان پر پیالے رکھے ہوں گے اور ہر پیالے میں مختلف رنگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے اس کی دنیا میں کون سی مثال ہے؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو جنت کے ایک سبب سے نکلے گی اور سبب میں کوئی کمی واقع نہیں ہو

گی؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو دنیا میں دو اشخاص کے لیے اور آخرت میں ایک کے لیے ہوگی اور جنت کی چابیوں کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیا ہیں؟

پس حضرت علیؑ نے یہ خط پڑھا اور اسی وقت اس کی پشت پر تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد! واضح ہو کہ میں تیرے خط سے مطلع ہوں۔ اے بادشاہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد و قوت اور اس کی اور اپنے نبی محمدؐ کی برکت سے تجھے جواب دیتا ہوں۔ وہ شے کہ جسے خداوند تعالیٰ نے خلق نہیں فرمایا وہ قرآن مجید ہے کیونکہ وہ اس کا کلام اور صفت ہے اور اسی طرح اللہ کی اور کتابیں جو نازل ہوئی ہیں (یعنی صفت پر اطلاق خلق نہیں ہوتا) خداوند عالم اور اس کی صفات قدیم ہیں اور وہ چیز جو خدا کے علم میں نہیں تو وہ تمہارا قول ہے کہ اس کا بیٹا بیوی اور شریک ہے حالانکہ خدا نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں ظلم ہے کہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور وہ چیز جو سب کی سب نہ ہے وہ آگ ہے۔ وہ کھاتی ہے ہر اس چیز کو جو اس میں ڈال دی جائے اور جو شے سب کی سب پاؤں ہے وہ پانی ہے اور جو سب کی سب آنکھ ہے وہ سورج ہے۔ جو سب کی سب پر ہے وہ ہوا ہے اور جس کا کوئی خاندان و قبیلہ نہیں وہ حضرت آدمؑ ہیں اور جو چیز کسی رحم میں نہیں رہتی وہ حصائے موسیٰؑ دنیہ ابراہیمؑ آدمؑ اور حوا ہیں اور وہ چیز کہ جو روح کے بغیر سانس لیتی ہے وہ صبح ہے خدا کے اس ارشاد کی بنا پر اور صبح سانس لیتی ہے اور ناقوس یہ کہتا ہے طفا طفا حقا حقا مهلا مهلا عدلا عدلا صدقا صدقا ان الدنيا قد غرتنا واستهترنا تمضی الدنيا قرنا قرنا ما من يوم يمضی انا الا اوھى منا ركننا ان الموتى قد اخبرنا اننا نحل فاستوطننا۔ ترجمہ: طفا طفا پتھر کے ایک دوسرے پر لگنے کی آواز کہتے ہیں حق بات کرو حق نرمی کرو نرمی کرنا عدل و انصاف کرو انصاف کرنا۔ بچ بولو بچ بولنا بیشک دنیا نے ہمیں دھوکا دے رکھا ہے اور ہمیں اپنی محبت میں پھنسا دیا ہے اور یہ دنیا قرن بہ قرن گزر رہی ہے دنیا کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ ہمارا ایک رکن ست ہو جاتا ہے اور مرنے والے ہمیں خبر دیتے ہیں کہ ہم کوچ کر رہے ہیں باوجود اس

کے ہم دنیا کو اپنا وطن سمجھے ہوئے ہیں اور وہ چیز جس نے ایک مرتبہ کوچ کیا تو وہ طور سینا ہے۔ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی حالانکہ ارض مقدس اور طور سینا کے درمیان کئی دن کا راستہ تھا پس خداوند عالم نے اس کا ایک ٹکڑا اکھاڑا اور نور کے دو پر اس کے لیے قرار دیے اور اس کو بنی اسرائیل پر بلند کیا اور اس کو بتاتا ہے خدا کا یہ قول کہ ہم نے بنی اسرائیل کو پہاڑ پر بلند کیا گویا کہ وہ ان کے اوپر ایک سایہ تھا۔ انھوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گر پڑے گا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو اسے تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انھوں نے توبہ کر لی تو اسے اس کی جگہ پر پلٹا دیا اور وہ جگہ کہ جس پر صرف ایک مرتبہ سورج کی روشنی پڑی ہے وہ دریا ئے نیل کی وہ زمین ہے کہ جس وقت اسے خدا نے موسیٰ کے لیے شگافتہ کیا اور پانی پہاڑ کی مانند کھڑا ہو گیا اور سورج کی دھوپ کے پڑنے کی وجہ سے زمین خشک ہو گئی۔ پھر دریا کا پانی مل گیا اور وہ درخت کہ جس کے سایہ میں سو سال تک گھوڑا سوار چلتا رہے گا وہ شجر طوبیٰ ہے اور وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے جو ساتویں آسمان پر ہے کہ جہاں تمام بنی آدم کے اعمال بچھتے ہیں اور یہ شجرہ جنت میں سے ہے اور جنت کا کوئی قصر اور گھر ایسا نہیں کہ جس میں اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی نہ ہو اور دنیا میں اس کی مثال سورج ہے جس کی اصل ایک جگہ اور روشنی ہر جگہ ہے اور وہ درخت جو پانی کے بغیر وہ حضرت یونس کا درخت ہے اور وہ آپ کا معجزہ تھا۔ خداوند عالم اس کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اس کے لیے کدو کا ایک درخت لگایا اور باقی رہا اہل جنت کا غذا کھانا (اور بول و براز کا خارج نہ ہوتا) تو دنیا میں اس کی مثال وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں ہوتا ہے ماں کی ناف کے ذریعے غذا کھاتا ہے اور بول و براز نہیں کرتا اور باقی رہے وہ رنگ جو ایک پیالہ میں ہوں گے (اور ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے) دنیا میں اس کی مثال انڈا ہے جس میں سفید اور زرد دو رنگ ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور وہ لڑکی جو سب سے نکلی گی اس کی مثال دنیا میں وہ کیڑا ہے جو سب سے نکلتا ہے اور سب میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ اور وہ لڑکی جو دنیا میں دو اشخاص کے لیے ہوگی تو یہ گھور کادرخت ہے جو دنیا میں میرے جیسے مومن اور تیرے جیسے کافر کے لیے ہے اور آخرت میں صرف مجھے ملے گا

اور تو اس سے محروم ہوگا کیونکہ یہ درخت جنت میں ہوگا اور تو اس میں داخل نہیں ہوگا اور باقی رہیں جنت کی چابیاں تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

ابن مسیب کہتا ہے کہ جب قیصر نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ یہ کلام صرف نبوت کے گھر سے ہی نکل سکتا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ یہ جوابات کس نے دیے ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ جواب محمدؐ کے چچا زاد بھائی کے ہیں تو اس نے آپؐ کو خط لکھا:

سلام علیک! اما بعد واضح ہو کہ میں آپ کے جوابات سے مطلع ہوا اور مجھے علم ہوا کہ آپ اہلبیت نبوت اور معدن رسالت میں سے ہیں آپ شجاعت اور علم سے متصف ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ روح کے متعلق (جس کو خداوند عالم نے تمہاری کتاب میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ روح میرے رب کا امر ہے) اپنا نظریہ بیان کیجئے۔ پس امیر المؤمنینؑ نے تحریر فرمایا۔ اما بعد روح ایک نکتہ لطیف اور ایک لعل شریف ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کی صفت اور انشا کرنے والے کی قدرت میں سے ہے۔ اسے اس نے اپنے ملک کے خزانوں میں سے نکال کر اپنے ملک میں سکونت دی ہے یہ روح اس کے نزدیک تیرے لیے سبب اور تیرے پاس اس کی امانت ہے جب تو اس سے وہ لے گا جو تیرے لیے ہے تو وہ تجھ سے وہ حاصل کرے گا جو اس کے لیے ہے والسلام!

امام احمد نے کتاب فضائل میں بیان کیا اور مسند میں بھی لکھا (حذف اسناد کے ساتھ) ابی ظہیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت کو پیش کیا گیا جس نے زنا کیا تھا انھوں نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا پس لوگ اسے رجم کرنے کے لیے لے چلے۔ راستے میں حضرت علیؑ نے انھیں دیکھا فرمایا اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ انھوں نے آپ کو واقعہ بتایا تو آپ نے اس عورت کو ان کے قبضے سے رہا کر دیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے تو حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں رہا کر دیا آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلہ کی مخبوط الحواس عورت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین اشخاص سے قلم اٹھا دیا گیا ہے۔ سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو

بچے سے جب تک بالغ نہ ہو اور مجنون سے جب تک اس کا دماغی توازن درست نہ ہو جائے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا۔ ”اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے دورانِ عدت نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے نکاح کرنے والے سے جدا کر دیا اور اس کا حق مہر بیت المال سے ادا کیا اور کہا کہ تم کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔ نکاح کرنے والے پر اس عورت کا حق مہر لازم ہے کیونکہ اس نے اس کی عصمت کو حلال سمجھا ہے اور اب اس کو اس سے الگ ہو جانا چاہیے۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو وہ شخص بھی اس کی خواستگاری کر سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی تو کہنے لگے ”اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچہ جنما تھا۔ حضرت عمرؓ نے واقعہ سن کر اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس کو رجم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں جو پوری رضاعت کو چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا اور کہا ”خدا یا مجھے اس مشکل کے لیے باقی نہ رکھ جس کے حل کرنے کے لیے ابو طالبؓ کا فرزند نہ ہو۔“

ایک روایت میں ہے کہ قریش میں سے دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار امانت رکھی اور اس سے کہا ہم میں سے کسی ایک کو واپس نہ کرنا جب تک دوسرا اس کے ساتھ نہ ہو۔ وہ دونوں ایک مدت تک غائب رہے۔ پھر ان میں سے ایک اس عورت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے اور میں وہ مال لینا چاہتا ہوں۔ اس عورت نے وہ مال اسے دے دیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے مطالبہ کیا۔ عورت کہنے لگی کہ تیرا ساتھی لے گیا ہے اس نے کہا کہ کیا یہ شرط نہ تھی۔ انھوں نے اپنا مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص سے پوچھا کیا کوئی تیرا گواہ ہے وہ کہنے لگا یہی عورت۔ حضرت عمرؓ اس عورت سے کہنے لگے کہ کیا تم اس کی ضامن ہو؟ اس عورت نے کہا میں

شمس خدای کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ ہمارا معاملہ علی ابن ابی طالب کے سامنے پیش کریں۔ پس حضرت عمرؓ انھیں علی ابن ابی طالب کے پاس لے گئے۔ عورت نے واقعہ بیان کیا تو حضرت نے اس شخص سے کہا کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی کے سپرد نہ کرنا جب تک دوسرا ساتھ نہ ہو۔ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے دوسرے ساتھی کو لے آؤ اور مال لے جاؤ۔ وہ شخص لاجواب ہو گیا۔ وہ حیلہ باز تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ خداوند عالم مجھے فرزند ابوطالب کے بعد زندہ نہ رکھے اور اسی کے متعلق صاحب من عباد کہتا ہے:

هل مثال قولك اذا قالوا مجاهدة

لولا علي هل كنا في فتادينا

ترجمہ: کیا تیرا قول بھی کسی کا قول ہے جبکہ ان لوگوں نے علی الاعلان کہا کہ اگر

علی نہ ہوتے تو ہم اپنے فتووں میں ہلاک ہو جاتے۔

یہ شعر ایک طویل قصیدہ کا ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

حب النبي واهل البيت معتمدى

اذا الخطوب اسانت رايها فينا

يا بن عم رسول الله افضل من

ساد الانام وسانس الهماشمينا

ياندره الدين يافرد الرنان اصخ

بمدح مولى يبرى تفضيلكم ديننا

هل مثل سبقك فى الاسلام لوعرفوا

وهذا الخصلة الغراء تكفيننا

هل مثل علمك ان زلوا وان وهنوا

وفد حديث كما اصحت تهدينا

هل مثل جهك للقران تعرفه

لفظا ومعنی و تاویلا و تینا
 هل مثل صبرک از خانوا و اذ افلوا
 حتی جری ماجری فی یوم صفینا
 هل مثل بذالک للعیانی اسیروا
 للطفل الصغیر و قد اعطیت مسکینا
 یارب سهل زیاراتی مشاهدہم
 فان روحی تھوی ذالک الطینا
 یارب صبر حیاتی فی محبتہم
 ومحشری معہم امینا

ترجمہ: نبی اور ان کے اہلبیت کی محبت پر ہمارا بھروسہ ہے جب حوادث زمانہ کی رائے ہمارے متعلق بری ہو جائے۔ اے رسولؐ کے چچا زاد اے افضل جنھوں نے لوگوں کی سرداری کی ہے اور اے وہ جس نے نبی ہاشم کی تدبیر کی۔ اے دین کے نادر موتی اے فرید زمان اپنے غلام کی مدح کو سنیے کہ جو تمہاری تفضیل کو اپنا دین سمجھتا ہے۔ اگر لوگ پہچانیں تو آپ جیسی سبقت اسلامی کس میں ہے اور ہمارے لیے تو یہی واضح فضیلت کافی ہے اور کیا آپ جیسا علم کسی میں ہے جبکہ وہ پھسل جاتے اور ست ہو جاتے اور آپ ہدایت فرماتے جیسے آج ہماری ہدایت فرماتے ہیں۔ کیا آپ جیسا کوئی جامع علوم قرآن ہے جبکہ آپ قرآن کے الفاظ معانی تاویل اور وضاحت کو جانتے ہیں۔ کیا آپ جیسا صبر کسی میں ہے جبکہ انھوں نے خیانت کی اور بزدلی دکھائی۔ یہاں تک کہ ہوا جو کچھ ہوا جنگ صفین میں کیا آپ جیسا کوئی راہ خدا میں خرچ کرنے والا ہے کہ آپ نے تکلیف میں رہنے والے قیدی، یتیم اور مسکین کو عطا کیا۔ خدایا میرے لیے ان کے مشاہد کی زیارت کو آسان کر دے کیونکہ میری روح اس منی سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ اے پالنے والے میری حیات اور آخرت ان کی محبت میں قرار دے۔ آمین ثم آمین!

واقعہ قاضی شریح

شععی نے بیان کیا ہے کہ شریح نے ایک مکان اسی دینار میں خرید کیا۔ اس کی خبر حضرت علیؑ کو ہوئی۔ آپ نے شریح کو بلایا اور اس سے کہا اے حارث کے بیٹے مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو نے اپنے مال سے ایک مکان خرید کیا ہے اور تو نے کچھ گواہ بھی اس کے لیے بنائے ہیں اور ایک اسٹام بھی اس پر تحریر کیا ہے۔ شریح نے عرض کی ہاں ایسا ہوا تھا اے امیر المؤمنینؑ۔ آپ نے اس کی طرف غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر فرمایا اے شریح عنقریب تیرے پاس وہ آئے گا جو تیری تحریر کو دیکھے بغیر اس گھر سے تجھے نکال لے جائے گا اور تہا تجھے تیری جانے فرار کے سپرد کر دے گا۔ تو اس بات سے بچو کہ کہیں یہ گھر تم نے اپنے غیر کے مال سے نہ خرید کیا ہو اور اس کی قیمت غیر حلال مال سے ادا نہ کی ہو۔ اگر تم اس گھر کو خریدتے وقت میرے پاس آتے تو میں تمہیں ایک تحریر لکھ کر دیتا کہ جس کے بعد تم اسے ایک درہم پر خریدنے کے لیے بھی تیار نہ ہوتے۔ شریح نے کہا اے امیر المؤمنینؑ آپ کیا تحریر فرماتے آپ نے فرمایا میں لکھتا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ چیز ہے کہ جسے ایک عبد ذلیل نے ایسے مرنے والے سے خرید کی ہے کہ جسے کوچ کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس نے غرور کے گھروں میں سے ایک گھر اس سے خرید کیا ہے جو گھر فنا ہونے والوں کے پہلو اور ہلاک ہونے والوں کی جگہ میں ہے۔ اس گھر کو چار حدود میں گھیرا ہوا ہے۔ پہلی حد آفتوں تک انتہی ہوئی ہے۔ دوسری حد چیخ و پکار کرانے والی مصیبتوں کی طرف ہے۔ تیسری حد ہلاک کرنے والی خواہش تک اور چوتھی حد اذیت دینے والے شیطان تک پہنچتی ہے اور اسی چوتھی حد میں اس گھر کا دروازہ کھلتا اور اسباب جمع ہوتے ہیں۔ اس امید کے فریب خوردہ شخص نے اس برگشتہ اجل والے سے یہ گھر عزت قناعت سے خارج ہوتے ہوئے اور طلب و ذلت میں داخل ہوتے ہوئے خرید کیا ہے۔ پس خریدنے والے نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ پس بادشاہوں اور کبیروں کے زیرِ روز بر کرنے والے پر اور فرامغذ و جبارہ (مثل کسریٰ و

قیصر اور تاج و حمیر اور جس نے مال پر مال جمع کیا اور زیادہ مال بنا لیا اور جس نے مکان بنائے اور انھیں پختہ بنایا اور ان پر نقش و نگار کیے اور ذخیرہ کیا اور اپنے خیال میں اسے اپنی اولاد کے لیے سمجھا اور کسی سے وعدہ کیا اور کسی کو دھمکیاں دیں (کے نقوش کو چھیننے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سب کو موقف عرض و حساب ثواب اور عقاب کی طرف نکال کے لے جائے اور وہ وقت قریب ہے جبکہ قضاوت فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ اور سینگوں والے جانوروں سے ان کا بدلا لیا جائے کہ جن کے سینگ نہیں ہیں اور وہاں باطل پر عمل کرنے والے خسارے میں ہوں گے اور ان کے درمیان حق پر فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اس پر گواہ ہوئی سستی جو فقر و فاقہ کی بہن ہے اور غرور جو امید کا بھائی ہے اور حرص جو رغبت کا بھائی ہے اور لہو جو لعب کا بھائی ہے اور وہ گواہ ہے جس نے اس وقتی قیام کی جگہ کو ہمیشہ کا گھر بنا لیا اور دنیا کی طرف راغب ہوا اور آخرت سے جس نے اعراض کیا۔

(حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے میں نے رسول اللہ کے کلام کے بعد کسی کلام سے اتنا نفع حاصل نہیں کیا جتنا امیر المؤمنین کے اس کلام سے کیا آپ نے مجھے خط لکھا:

سلام علیک! تجھ پر سلام ہے۔ اب بعد تحقیق انسان کو اس چیز کا فوت ہونا برا معلوم ہوتا ہے کہ جس کو اسے ملنا ہی نہ تھا اور اس چیز کا حاصل ہو جانا اسے خوش کرتا ہے کہ جس نے اس سے فوت ہی نہ ہونا تھا۔ تیری خوشی اس چیز میں نہ ہونی چاہیے جو امور آخرت میں سے تجھے حاصل ہو جائے اور افسوس اس بات پہ ہونا چاہیے جو آخرت کے ہی امور میں سے فوت ہو جائے اور دنیا کی جو چیز تیرے ہاتھ سے نکل جائے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا اور تیرا ہم و غم اب بعد الموت کے لیے ہونا چاہیے۔ والسلام!

عکرمہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے کچھ لوگوں کی باتیں سنیں جو حضرت علیؑ کی بدگوئی کر رہے تھے۔ آپ ان لوگوں سے کہنے لگے تم پر افسوس ہے کہ تم اس شخص کی بات کرتے ہو جو جبرئیل کے قدموں کی آہٹ اپنے گھر کے اوپر محسوس کرتا تھا اور پیشک

خداوند عالم نے اپنے اصحاب رسول کو قرآن مجید میں عتاب و سرزنش کی ہے اور علیؑ کا ذکر خیر سے ہی کیا ہے۔

کلام برائے ابتلا و مصائب

ابو اراکہ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ مصائب و ابتلا کی ایک انتہا ہے جہاں جا کر وہ رک جاتے ہیں۔ پس عاقل کا طریق کار یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ٹھہر جائے۔ یہاں تک کہ اس کا وقت ختم ہو جائے کیونکہ ان کے ختم کرنے میں حیلہ بازیاں انھیں مزید بڑھا دیتی ہیں اور حضرت علیؑ نے فرمایا جبکہ آپ نے ایک شخص کو دنیا کی مذمت کرتے ہوئے سنا۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے حالانکہ تو اس کے دھوکے میں آیا ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ دنیا نے کب تجھے اپنی طرف رغبت دلائی یا کب اس نے تجھے دھوکا دیا۔ کیا تیرے آبا و اجداد کے پرانے ہو جانے والی جگہ کے ساتھ جہاں وہ پڑے تھے یا مٹی کے نیچے تیری ماں اور دادیوں کے سونے کی جگہ سے کتنی مرتبہ تو نے اپنے ہاتھوں ان کی تیمارداری کی ان کے لیے تو شفا چاہتا اور حکیموں سے ان کی دوا پوچھتا لیکن تیری شفقت ان کے لیے فائدہ مند نہ ہو سکی اور تیری کوشش انھیں بے پرواہ نہ کر سکی اور اپنی پوری طاقت سے ان کی بیماری کو نہ روک سکا۔ دنیا ایک سچا گھر ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق کرے اور عافیت کی جگہ ہے اس کے لیے جو اس سے زاد راہ اکٹھا کرے اور وعظ و نصیحت کا گھر ہے۔ اس کے لیے جو اس سے نصیحت لے۔ خدا کے دوستوں کی مسجد اور ملائکہ کی جائے نماز ہے۔ خدا کی وحی کے اترنے کی جگہ اور اولیائے خدا کی تجارت گاہ ہے۔ انھوں نے اس میں رہ کر رحمت کسب کی اور جنت حاصل کی ہے۔ پس کون اس کی مذمت کرتا ہے حالانکہ دنیا نے اپنے فراق کی خبر دی ہے اور اپنی جدائی کی منادی کی ہے اور اپنے رہنے والوں کے اوصاف بیان کیے ہیں اور اپنے مصائب و آلام کی تصویر کشی کی ہے اور انھیں خوشی کے گھر کی طرف بکایا ہے۔ نعمت کا تذکرہ کیا ہے اور اس نے اپنی نعمت کے ذریعے پاکیزہ اثرات یاد دلوائے ہیں۔ پشیمانی

کی صبح کو لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس نے انہیں قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے باخبر کیا ہے اور قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق آپ کا کلام

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المؤمنینؑ سے سنا جبکہ آپ سے ایک شخص نے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا تو فرمایا وہ اللہ کا کلام ہے تم پر لازم ہے اللہ کی کتاب سے تمسک کرنا۔ وہ ایک مضبوط رسی ہے واضح نور ہے۔ صراطِ مستقیم ہے نفع بخش شفا ہے سیراب کرنے والی ہے تمسک کرنے والے کے لیے بچاؤ ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والے کے لیے نجات ہے وہ ٹیڑھی نہیں ہوتی کہ اسے سیدھا کیا جائے۔ بار بار پڑھنے سے دو پرانی نہیں ہوتی۔ جو قرآن کی بات کرے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ (صلحاء) سے ملحق ہونے والا ہے۔

جو سدی نے آپ سے روایت کی ہے ہر شخص کی قیمت وہ چیز ہے جو اسے حسین بنائے اور آپ کے اسی قول پر شاعر کہتا ہے:

قال علی ابن ابیطالب وهو اللیب العالم المتقن
کل امرء قیمته عندنا وعند اهل الفضل ما یحسن
ترجمہ: علیؑ ابن ابی طالب فرماتے ہیں اور وہ عقل مند اور پختہ عالم ہیں ہر شخص کی قیمت ہمارے اور اصل فضل کے نزدیک وہ چیز ہے جو اسے حسین بنائے۔

اہل شام

آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کو جنگ صفین کے دنوں اہل شام کی مذمت کرتے ہوئے سنا (تو فرمایا) میں تمہارے لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ تم سب دشمن کرو لیکن اگر تم ان کے حالات بیان کرو تو درست بات ہوگی اور زیادہ مبلغِ عذر ہوگا اور اگر یہ کہو (تو بہتر ہے) خدایا ان کے اور ہمارے خون محفوظ کر۔ ہمارے اور ان کے درمیان صلح

قراردے اور انھیں گمراہی سے ہدایت دے تاکہ وہ شخص حق کو پہچان لے جو جاہل ہے اور لغویات سے رک جائے جن میں وہ پڑا ہوا ہے اور امام احمد نے مسند میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا جبکہ آپ عراق میں تھے تو آپ سے کہا گیا کیا آپ ان پر لعنت نہیں کرتے۔ فرمایا کہ نہیں میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا تھا کہ ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس آدمی ہیں۔ جب ان میں سے ایک مر جاتا ہے تو خداوند عالم اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔ ان کے ذریعے بارش ہوتی ہے اور ان کے ذریعے دشمن پر نصرت و مدد حاصل ہوتی ہے اور انھیں کی وجہ سے اہل شام سے عذاب کو پھیر دیا جاتا ہے۔

خوفِ ظلم

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المؤمنینؑ کو ایک دن کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں سعدان بوٹی کے کانتوں پر رات بیداری سے گزاروں اور یا مجھے بیڑیوں میں جکڑ کر کھینچا جائے تو یہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خدا سے ملاقات کروں اس حالت میں کہ میں نے اس کے کچھ بندوں پر ظلم کیا ہو یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو اور میں کسی پر کیسے ظلم کر سکتا ہوں حالانکہ نفس کہنگی کی طرف جلدی پلٹ رہا ہے اور ایک طویل مدت تک اسے مٹی میں رہنا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے سات بادشاہیاں ان چیزوں سمیت جو ان کے آسمانوں کے نیچے ہے دے دی جائیں اس بات کے لیے میں خدا کی نافرمانی کروں ایک چیونٹی کے بارے میں کہ اس کے منہ سے جو کا دانہ چھین لوں تو میں ایسا نہیں کروں گا اور بے شک تمہاری دنیا میرے نزدیک اس پتے سے حقیر ہے جو کڑی کے منہ میں ہوتا ہے۔

۱۔ یہ روایت مؤلف نے اپنے عقیدہ کے مطابق لکھی ہے۔ اگر روایت پر ذرا غور کرتے تو تہریک پہنچ جاتے کہ جناب رسول اللہ کے وصال تک تمام شاہی کافر تھے لہذا یہاں قطب کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ذرؓ

شعسی نے ابی ارا کہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابو ذرؓ بڑھ کی طرف جلا وطن کیے گئے تو حضرت علیؓ نے انھیں ایک خط لکھا:

اما بعد اے ابو ذر تم تو خداوند عالم کے لیے غضب ناک ہوئے پس اسی سے امید رکھو جس کے لیے غضب ناک ہوئے ہو۔ یہ لوگ اپنی دنیا پر تم سے ڈرتے ہیں اور تم اپنے دین کے بارے میں ان سے خوف کھاتے ہو پس ان کے لیے چھوڑ دو وہ چیز جس کے لیے وہ تم سے ڈرتے ہیں اور جس چیز کا تمہیں ان سے خوف ہے اس کو لے کر بھاگ جاؤ۔ پس وہ لوگ کس قدر محتاج ہیں اس چیز کی طرف جو تم نے ان سے روک لی ہے۔ اور تم کس قدر بے پرواہ ہو اس چیز سے جو انہوں نے تم سے روکی ہے اور عنقریب تمہیں کل معلوم ہوگا کہ کس سے نفع حاصل کیا اگر آسمان وزمین کسی شخص کے اتفاق کر لیں اور وہ خدا سے ڈرے تو خداوند عالم ان سے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دیتا ہے۔ تجھے صرف حق سے انس اور باطل سے نفرت ہونی چاہیے اور اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تم سے محبت کرنے لگتے اور اگر دنیا کا قرضہ ان سے لیتے تو تمہیں امین سمجھتے!

قدر و قضا

شعسی نے ضرار بن حمزہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس پر راضی رہنا اطاعت حکم ہے۔ ضرار کہتے ہیں اور آپ نے فرمایا لوگ کسی چیز کے متعلق جب یہ کہتے ہیں کہ کس قدر عمدہ ہے تو قدر و قضا اور زمانہ اس کے برے دن کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

اور والہی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؓ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے قدر کے متعلق سوال کیا مجھے بتائیے کہ قدر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک تاریک راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر کے متعلق مجھے بتائیے فرمایا خدا کا راز ہے اسے فاش نہ کرو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر

کے متعلق مجھے خبر دیں تو فرمایا گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو۔ پھر فرمایا اے سوال کرنے والے خدا نے تجھے جیسا تو نے چاہا ہے پیدا کیا ہے یا جس طرح اس نے چاہا ہے کہنے لگا جیسا اس نے چاہا۔ فرمایا تیرا دایاں ہاتھ تیری چاہ کے مطابق ہے یا اس کے چاہنے کے کہنے لگا اس کی چاہ پر ہے۔ پھر فرمایا کیا تیری مشیت خدا کی مشیت کے اوپر ہے یا اس کی مشیت کے ساتھ ہے یا اس کی مشیت سے الگ ہے۔ اگر تم کہو کہ اس کی مشیت کے اوپر ہے تو ہم نے اللہ پر غالب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اگر کہو کہ اس کی مشیت کے ساتھ ہے تو تم نے شرکت کا دعویٰ کیا اور اگر کہو کہ تمہاری مشیت اس کی مشیت سے الگ ہے تو تم نے اس کی مشیت کے بجائے اپنی مشیت کو کافی سمجھا۔ پھر آپ نے فرمایا لاجل ولاقوۃ الا باللہ۔ جب وہ شخص یہ فقرات کہہ چکا تو کہنے لگا اے امیر المؤمنین ان کی تفسیر مجھے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی نافرمانی سے اس کے بچاؤ کے بغیر نہیں بچا جاسکتا اور اس کی اطاعت پر اس کی مدد کے بغیر قوت حاصل نہیں ہوتی۔ کیا تو اللہ کے متعلق کچھ سمجھا ہے۔ کہنے لگا ہاں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تمہارا بھائی اب مسلمان ہوا ہے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرو۔

توحید

عطیہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنینؓ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں تو اس کی عبادت کرتا ہوں جسے نہیں دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جسے نہ دیکھا ہو تو وہ شخص کہنے لگا کس طرح آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کہا آپ کیسے اسے دیکھتے ہیں؟ فرمایا کہ انسانی آنکھیں اسے یعنی مشاہدہ کے طور پر ادراک نہیں کر سکتیں بلکہ دل حقائق ایمان کے ساتھ اس کا ادراک کرتا ہے۔ وہ چیزوں سے قریب ہے ان سے ملا ہوا نہیں ان سے دور ہے ان سے جدا بھی نہیں۔ وہ منکلم ہے نہ فکر سے اور وہ ارادہ کرتا ہے نہ سوچ کر وہ صالح ہے آکہ سے نہیں وہ لطیف ہے اسے خفا سے متصف نہیں کیا جا

سکتا۔ وہ کبیر ہے اس کی نعمت بخانا نہیں وہ بصیر ہے لیکن حادثہ نہیں وہ رحیم ہے لیکن رعونت یا رقت سے نہیں۔ چہرے اس کی عظمت پر جھکتے ہیں اور دل اس کے خوف سے دہل جاتے ہیں۔

خطوط برائے امراء لشکر

اس کو شخصی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ سلام علیک۔ اما بعد اگر یہ مختصر گروہ اطاعت کی طرف پلٹ آئے تو ہی وہ چیز ہے جسے میں چاہتا ہوں اور اگر انھیں نافرمانی بدبختی کی طرف کھینچ لے جائے تو ان لوگوں کو ساتھ لے کر اٹھ جو تیری اطاعت کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو نافرمان ہیں اور مدد طلب کر ان لوگوں سے جو تیرے مطیع ہیں ان کو چھوڑ کر جو تجھ سے پہلو تہی کرتے ہیں کیونکہ جس کو مجبوراً لایا جائے اس کا غائب رہنا حاضر ہونے سے بہتر ہے اور اس کا عدم وجود سے بہتر ہے اور اس کا بیٹھا رہنا اٹھنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے!

علم نجوم

عمرہ نے ابن عباس سے اور شخصی نے اراکہ سے روایت کی ہے کہ جب امیر المؤمنینؑ مقام ابنار یا کوفہ سے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نہروان کی طرف سڑے تو آپ کے ساتھ مسافر بن عوف بن احرہ بھی تھا اور وہ علم نجوم میں درک رکھتا تھا۔ اس نے عرض کی اے امیر المؤمنینؑ آپ اس ساعت میں کوچ نہ کیجئے، دن کی تیسری ساعت میں کوچ کریں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ اگر آپ اس ساعت میں چلے تو آپ اور آپ کے ساتھی سختی و مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور اگر تیسری ساعت میں چلے تو کامیاب و کامراں ہوں گے تو آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور موئین کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو خدا چاہتا ہے اور اگر میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے چھو نہ سکتی۔ اور میں نے رسول اللہؐ کو کہتے

ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی نجومی یا کابن کی تصدیق کرے گویا اس نے اس چیز کو جھٹلایا جو محمد پر نازل ہوئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کافر ہے اور میں نے آپ کو کہتے سنا مجھے اپنی امت سے دو چیزوں کا خوف ہے نجومی کی تصدیق کرنا اور قضا و قدر کو جھٹلانا۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے۔ کہنے لگا اگر میں حساب کروں تو جان سکوں گا۔ آپ نے فرمایا جو شخص تیرے اس قول کی تصدیق کرے اس نے قرآن کی تکذیب کی۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ بیشک اللہ کے پاس ہے علم الساعة (قیامت کا علم) الخ جس چیز کے علم کا تو نے دعویٰ کیا ہے اس کا تو رسول اللہ نے بھی ذکر نہیں کیا پس جو تیرے قول کی تصدیق کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے علاوہ اور شرکاء کا قائل ہو۔ خدایا کوئی نیک فال نہیں ہے مگر تیری فال اور کوئی اچھائی نہیں ہے مگر تیری طرف سے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابن احمر! ہم تیری تکذیب کرتے اور مخالفت کرتے ہیں اور اسی ساعت میں کوچ کرتے ہیں جس سے تو نے روکا ہے پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم علم نجوم کے سیکھنے سے بچو مگر جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں رہبری حاصل کی جائے۔ نجومی کافر ہے اور کافر آتش جہنم میں ہے۔ اے احمر کے بیٹے خدا کی قسم اگر مجھے یہ خبر پہنچی کہ تم آج کے بعد علم نجوم میں غور و خوض کرتے ہو تو میں تمہیں بہتان باندھنے والے شخص کی طرح کوڑے لگاؤں گا اور تمہاری اور اپنی زندگی بھر تمہیں قید میں رکھوں گا اور تجھے بخشش سے محروم کر دوں گا اور جب تک تم زندہ اور میں حکمراں رہا۔ پھر آپ اسی ساعت میں چلے جس میں اس نے منع کیا تھا اور خوارج پر فتح پائی اور انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا ہم نے تو کسریٰ و قیصر کے بیچ و جمیر کے شہر اور باقی تمام شہر بغیر نجومی کے کہنے سے فتح کیے ہیں۔

لوگو! اللہ پر توکل رکھو اسی سے ڈرو اور اسی پر اعتماد رکھو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر ہم اس ساعت میں چلتے جس کا اشارہ نجومی نے کیا تھا تو لوگ کہتے کہ ہمیں نجومی کے کہنے پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور جاؤ کہ یہ ستارے تو چراغ ہیں کہ جنہیں زینت اور شیاطین کو مارنے کے لیے بنایا گیا ہے اور خشکی اور سمندر کی تاریکیوں

میں ان سے رہبری لی جاتی ہے۔

اور نجومی تو رسولوں کی ضد ہیں اور یہ تکذیب کرتے ہیں اس چیز کی جو رسول خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ یہ قرآن اور شریعت کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ یہ تو ظاہری انسان کا پردہ ڈال لیتے ہیں اور باطنی طور پر انبیاء کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا کہتا ہے۔ ان کی اکثریت اللہ پر ایمان لانے کا دعویٰ نہیں کرتی مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابن احمر نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اس ساعت میں نہ جائیے۔ آپ نے فرمایا کس لیے وہ کہنے لگا چونکہ قمر در عقرب ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارا قمر یا ان کا! اور یہ بہترین جواب ہے۔

قضاے جوانی کا تذکرہ

حسن بصری نے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے جریر بن عبد اللہ بجلی سے فرمایا اے جریر خداوند عالم کسی بندے پر کسی نعمت کا انعام نہیں کرتا مگر یہ کہ لوگوں کی حاجتیں اسکی طرف زیادہ ہو جاتی ہیں۔ پس جوان میں قیام کرے اللہ کی پسند کے مطابق تو اس نے اس نعمت کو ہفا کے سامنے پیش کر دیا اور جو کوتاہی کرے اس میں جسے خدا دوست رکھتا ہے تو اس نے اپنی نعمت کو زوال کے لیے پیش کیا ہے۔

آپ کا کلام والدین سے نیکی کرنے کے بارے میں

کمیل بن زیاد نے روایت کی ہے کہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین والدین سے نیکی کرنے کی فیحیت فرمایا کرتے اور کہتے تھے اے بیٹا تمہیں ان دونوں سے نیکی کرنا چاہیے کیونکہ ان کی دعائیں معاملہ سنوارتی اور بگاڑتی ہیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں ہمارے اساتذہ نے اس موضوع کے کئی حصے کیے

ہیں خبر دی۔ (حدیث اسناد کے ساتھ) امام حسن بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں ایک

رات اپنے والد بزرگوار کے ساتھ طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا جبکہ آوازیں خاموش اور

آنکھیں سوچکی تھیں۔ تو آپ نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو دردناک آواز میں کہہ رہا تھا۔

يا ابن يـجب المـظـرفـى الظلم
يا كاشف الضر والبلوى مع الالم
قلنا م وقدك حول البيت وانت هـوا
يدعوا و عينك يا قيوم لم تنم
هـب لى بـجود فضل العفو عن جرمى
يا من اليه اتى الحجاج فى الحرم
ان كان عفوك لا يرجموه ذوسرف
فمن بـجود على الصالحين بالكـرم

ترجمہ: اے وہ جو تارکیوں میں مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے اور وہ جو ضرر مصیبت اور درد کو دور کرتا ہے۔ تیری بارگاہ میں آنے والے تیرے گھر کے گرد سونے کے بعد بیدار ہو کر تجھ سے دعا کر رہے ہیں اے قیوم ذات حالانکہ تو نہیں سوتا۔ اپنے جود و سخا کے زیادہ عفو سے میرے جرم کو بخش دے اے وہ کہ حرم میں جس کے پاس حاجی آئے ہیں اور اگر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تیرے عفو کی امید نہ رکھے تو گنہ گاروں پر کون کرم کی بارش کرے گا!

امام حسنؑ کہتے ہیں کہ مجھے فرمایا اے بیٹا کیا اپنے گناہ پر بلند آواز سے رونے والے کی آواز تم نہیں سن رہے جو اپنے رب سے معافی طلب کر رہا ہے جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی تھیں بلارہے ہیں۔ وہ کہنے لگا سمعاً و طاعاً یعنی میں ان کے حکم کو سننے اور ان کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے سلام کیا آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد فرمایا تیرا نام کیا ہے۔ کہنے لگا منازل بن لائق۔ آپؐ نے فرمایا تو عرب ہے اس نے کہا کہ ہاں تو فرمایا تیری کیا حالت اور داستان ہے وہ رو پڑا

اور کہنے لگا کیا قصہ ہے اس کا جسے گناہوں نے (ہلاکت کے) سپرد اور عیبوں نے قید کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا تفصیل سے اپنے حالات بتاؤ۔ کہنے لگا میں ایک نوجوان تھا جو لہو و لعب اور خوشی میں لگا ہوا تھا۔ میرے والد مجھے وعظ و نصیحت کرتے اور کہتے کہ بیٹا جوانی کی بیہودگیوں اور لغزشوں سے بچو کیونکہ اللہ کی طرف سے حملہ اور ایسے انتقامات ہیں جو ظالمین سے دور نہیں جتنا وہ وعظ و نصیحت میں اصرار کرتا۔ میں اسے مارنے پینے پر مصر ہوتا ایک دن اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے اسے کافی مارا جس سے اسے تکلیف ہوئی اور اس نے قسم کھائی میں بیت اللہ الحرام کی طرف جاتا اور کعبہ کا غلاف پکڑ کر تیرے لیے بددعا کرتا ہوں پس وہ مکہ میں آیا اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر میرے لیے بددعا کی اور یہ کہا:

يا من اليه اتى الحجاج قد قطعوا
ارض التهامة من قرب ومن بعد
انى اتيتك يا من لانجيب من
يدعوه مبتلا بالواحد الصمد
هذا منازل لا يرتد عن عقبي
فخذ بحقى يا رحمان من ولى
ومثل منه بحول منك جانبه
يا من تقدس لم يولد ولم يلد

ترجمہ: اے وہ ذات کہ حاجی زمین تھام کر نزدیک و دور سے عبور کر کے جس کے پاس آتے ہیں۔ میں تیرے پاس آیا ہوں اے وہ واحد و صمد کہ گڑگڑا کر دعائیں مانگنے والے کو ناامید نہیں پلٹاتا۔ یہ منازل میری نافرمانی سے نہیں باز آتے اے رحمان میرا حق مجھے میرے بیٹے سے لے کر دے۔ اپنی قوت سے اس کے جسم کے ایک حصے کو شل کر دے اے وہ ذات جو منزہ ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا ہے۔

کہنے لگا خدا کی قسم اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ مجھ پر یہ مصیبت نازل ہوئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے اپنا دائیں طرف کا کپڑا ہٹا کر دکھایا وہ خشک ہو چکا تھا۔ کہنے لگا پھر میں اس کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا رہا اور عجز و انکساری ظاہر کرتا رہا۔ اور اس سے کہتا کہ مجھے معاف کر دے۔ اسے مجھ پر رحم آیا اور وعدہ کیا کہ میں اس مقام پر جا کر دوبارہ تیرے لیے دعائے خیر کروں گا۔ میں نے اسے دس ماہ کی حاملہ تاقہ پر سوار کیا اور میں اس کے پیچھے چلا۔ جب ہم وادی ادراک میں پہنچے تو ایک درخت سے ایک پرندہ

اڑا جس سے اونٹنی ڈر گئی اور اس نے اسے پتھروں کے درمیان گرا دیا جس سے اس کا سر ریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ مر گیا۔ میں نے اسے وہیں دفن کیا اور مایوس ہو کر آگے بڑھا سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں مشہور ہو گیا ہوں کہ باپ کی نافرمانی نے میری یہ حالت کر دی ہے اور میں اسی عذاب میں گرفتار ہوں۔

امام حسن کہتے ہیں کہ اس سے میرے والد گرامی نے فرمایا کہ تجھے بشارت اے مضطرب تیری فریاد درسی ہو گئی ہے۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنی تکلیف کی جگہ کو ظاہر کرے۔ آپ نے اس پر کئی بار دعا پڑھی اور اپنے دست مبارک سے اسے مس کرتے رہے۔ پس وہ تندرست ہو گیا۔ جس طرح پہلے تھا۔ قریب تھا کہ وہ شخص خوشی سے دیوانہ ہو جائے۔ اس کے بعد میرے والد گرامی نے اس سے فرمایا۔ اگر تیرے باپ نے تجھ سے دعا کرنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تیرے لیے دعا نہ کرتا پھر فرمایا: بیٹا والدین کی بددعا سے بچو کیونکہ ان کی دعا سے زیادتی اور جبران بھی ہوتا ہے اور ہلاکت و تباہی بھی!

قوس قزح

سہی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے ایک دفعہ آسمان کی طرف نظر کرتے ہوئے قوس قزح دیکھا تو فرمایا تم اسے کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی کہ ہم اسے قوس قزح کہتے ہیں۔ فرمایا ایسا نہ کہا کرو بلکہ یوں کہو کہ خدا (قوس) کمان ہے اور غرق ہونے سے امان ہے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ لوگ قوس قزح ذال کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سخت قسم کی غلطی ہے کیونکہ اس کا نام قوس قزح اس لیے پڑا کہ وہ پہاڑ جس سے لوگ مزدلفہ میں نکلے یا اٹھاتے ہیں اسے قزح کہتے ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے پہلے یہ قوس وہاں دیکھا گیا تھا۔

مناظرہ

شععی اور ابن میتب نے روایت کی ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے مناظرہ کیا جب لا جواب ہو گیا تو کہنے لگا۔ تم لوگوں نے ابھی اپنے بی کو دفن بھی نہیں کیا تھا کہ اس میں اختلاف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر وائے ہو تو جھوٹ بکتا ہے ہم نے رسول میں اختلاف نہیں کیا ہے اور تمہارے تو ابھی دریا کے پانی سے پاؤں بھی خشک نہیں ہوئے تھے کہ موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمیں ایک خدا بنا دے۔ پس وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

علوم مختلفہ

مختلف علوم میں جو لسانی منشورہ تھے اپنی رائے کے مطابق ہم نے ذکر کیے اب جو ہم تک آپ کے در پر منظومہ پہنچے ہیں ان کو ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ امیر المؤمنینؑ کی طرف جو اشعار منسوب ہیں ان کے متعلق علماء کے ایک گروہ نے جن میں ابراہیم بن محمد علوی، ابوالقاسم خلیب موصلی اور عمر بن صفانی وغیرہ ہیں۔ انھوں نے اپنی اسناد سے اپنے بزرگوں سے خبر دی اور وہ مختلف فنون میں ہیں۔ ان اشعار میں آپ کا ارشاد ہے جبکہ آپ ولید بن عقبہ کے مقابلے میں جنگ بدر میں آئے اور اسے قتل کیا۔

الم تر ان اللہ ابلی رسولہ
بلاء عزیز ذی اقتدار و ذی فضل
بما انزل الکفار داد مذلة
فداتو هوانا من اسار و من قتل
وامسى رسول اللہ قد عز نصره
وکان رسول اللہ ارسل بالعدل
فجاء بمره ان من اللہ نر
میتة ابائہ و ذوی العقل

فاما من اقوام بذاک وایقنوا
 فاسو بحمد اللہ مجتمع الشمل
 وانکر اقوام فزالت عقولهم
 وزادهم الرحمن خبلا علی خبل
 وامکن منهم یوم بدر رسوله
 وقوماً غصاماً فعلهم احسن الفعل
 بايديهم بیض خفاف جنونها
 وقد زینوها بالجللاء وبالعقل
 فکم جد لو امن دائص ذی حمیة
 صریعاً ومن شیخ کبیر ومن کهل
 تبت عیون النائحات علیهم
 تجود باسباب الرشاس وبالویل
 نوائح تنعی عتبه الغی وابنه
 وشیة تغاه و تکسی اباجهل
 تغی ابن جدعان وذاالرجل بعهده
 سبله جرى مینة الشكل
 تری منهم فی بئر بدر عصابة
 زدر نجدات فی الحروب و فی العمل
 فامخر الدی وار الجحیم قراره
 من الذل والاغلال فی اسفل السفل

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اپنے رسول پر احسان کیا وہ احسان ایسی
 ذات کا تھا جو عزیز صاحب اقتدار اور صاحب فضل تھا۔ کفار کو مقام ذلت میں جگہ دی
 خواری کا مزاقیہ و قتل سے انھوں نے چکھا۔ رسول اللہ کی مدد عزت دار بنانے والی تھی اور وہ

عدل و انصاف کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اللہ کی طرف سے روشن برہان لے کر آئے جس کی علامات صاحب عقل کے لیے واضح تھیں۔ ایک گروہ ایمان لایا اور اس نے یقین کیا۔ اور الحمد للہ ان کی پراگندگی دور ہو گئی اور ایک گروہ نے انکار کیا ان کی عقل زائل اور خدائے رحمن نے ان کی بیوقوفی میں زیادتی کر دی۔ بدر کے دن رسول اور ایک ایسی قوم کو غلبہ دیا جو ان پر غضبناک اور بہترین افعال بجالانے والی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ایسی تلواریں تھیں جن کے نیام خفیف اور وہ جلاء و صیقل سے مزین تھیں انھوں نے کتنے ہی بوڑھوں اور جوانوں کو جو گمراہ اور متعصب تھے پچھاڑ دیا۔ فوج کرنے والوں کی آنکھیں ان پر کم و زیادہ آنسوؤں کا مینہ برساتی تھیں۔ وہ فوج گمراہ عقبہ اور اس کے بیٹے شیبہ کی موت کی خبر دیتیں اور ابو جہل کی موت پر روتی تھیں۔ ابن جدعان اور اس کے بعد سہلہ کی موت کی خبریں سنائی تھیں یہ ظاہر کرتیں کہ ان کے بیٹے مارے گئے تھے بدر کے کنوئیں میں ایک جنگجو اور حیلہ باز بہادروں کا گروہ پڑا ہوا نظر آئے گا۔ جہنم کے اسفل السافلین طبقے میں بیڑیوں اور ذلت کے ساتھ وہ رہ رہے ہیں۔

ذیل کے اشعار آپ نے جنگ احد کے دن ارشاد فرمائے جبکہ کفار نے کہا کہ

ہم نے محمد سے اپنا بدلا لے لیا۔

اللہ ربی وهو الواحد الصمد

فلیس یشرک فی حکمہ احد

وینصر اللہ من والہ معتمداً

ویمحق الکافرین انعم اذ عندوا

ومن قتل علی ما کان من دخل

فانہم طابقوا خیراً وقد سعدوا

لہم جنان من الفردوس طیبہ

لا یعتربہم بہا حر ولا برؤا

قوم وفقو الرسول اللہ واحتسبوا

شم العدا ین فہم حمزہ الاسد

لیس کفتلاکم ناللہ ادخلہم

نارالجحیم علی ابوابہا رسل

ترجمہ: اللہ میرا رب ہے وہ بے نیاز ہے حکم کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں
خدا اس کی مدد کرتا ہے جو اس پر اعتماد کرے اور اس سے مدد طلب کرے اور کافروں کو ان
کے عناد کی بنا پر پھینک دیا جاتا ہے اور جنہیں تم نے قتل کیا کینہ کی بنا پر انہوں نے خیر کی
مطابقت کی اور سعادت مند ہوئے ان کے لیے جنت فردوس کے پاکیزہ باغات میں
جہاں انہیں گرمی اور سردی محسوس نہیں ہوگی اور ایسی قوم ہے جنہوں نے وفا کی رسول سے
قرب الہی کے لیے جنگ کی وہ عزت مند ہیں جن میں سے حمزہ شیر خدا ہیں۔ وہ تمہارے
مقتولوں کی طرح نہیں کہ جنہیں اللہ نے جہنم کی آگ میں ڈالا ہے جس کے دروازہ پر
پہریدار ہیں۔

تقاعت کے متعلق فرمایا:

لا تحضعن لمخلوق طمعاً
فان ذاک مضر منک بالدين
واسترزق اللہ صحافی خزافہ
فان ذالک بین الکاف والنون
ترجمہ: مخلوق کے سامنے لالچ کرتے ہوئے نہ جھک یہ بات تیرے دین کے
لیے مضر ہے۔ اللہ سے اس کے خزانہ میں سے رزق طلب کر کیونکہ وہ کاف و نون کے
درمیان ہے۔

نیز تقاعت کے متعلق ارشاد فرمایا:

اغن عن المخلوق با الخالق
واسترزق الرحمان من فضل
تغن عن الكاذب والصادق
فليس غير الله من رازق
ترجمہ: خالق کے سبب مخلوق سے بے پرواہ ہو جا۔ جھوٹے اور سچے سے بے پرواہ
ہو جائے گا خدائے رحمان سے اس کے فضل و کرم سے رزق طلب کر کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی
رازق نہیں۔

من ظن ان الناس يغنونه
لم يك بالرحمن بالواق

اوطن ان الرزق في كفه زلت به التعلان من خالق
ترجمہ: جو یہ گمان کرے کہ لوگ اسے تو نگر بنا دیں گے اسے خدائے مہربان پر
وٹوق نہیں ہے یا گمان کرے کہ اس کا رزق اس کے قبضے میں ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو
بلندی سے گرے۔

ذمت دنیا میں آپ کی طرف یہ شعر منسوب ہے:

ومن يصحب الدنيا يكن مثل قابض

على الماء فانت فروح الاصاع

جو دنیا کو اپنا ساتھی بنائے وہ اس شخص کی طرح ہے جو پانی کو اپنی مٹھی میں بند کر
رہا ہو کہ اس کی انگلیوں کے شگاف اسی سے خیانت کریں گے۔

نیز اسی مقصد میں یہ شعر بھی ہے:

والدهر الايقضة ونوم ويلة بينهما ونوم

زمانہ بیداری اور نیند کا نام ہے جن کے درمیان رات اور دن ہوتے ہیں۔

يعيش قوم ويموت قوم والدهر قاض ماعليه يوم

ایک گروہ زندگی حاصل کرتا ہے ایک مر جاتا ہے زمانہ ایسا قاضی ہے کہ جسے
ملامت نہیں کی جاسکتی۔

نیز اسی مقصد کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔

دنیا تحول باهلها في كل يوم مرتين

فغدوها لتجمع ورواحها شتاب بين

دنیا اپنے رہنے والوں پر ہر دن دو حالتیں بدلتی ہے صبح اس کو جمع کر دیتی ہے اور
شام انہیں جدا کر دیتی ہے۔

ذیل کے شعر بھی آپ کی طرف منسوب ہیں:

ولو اننا ارمنا تركتنا لكان الموت راحت كل حسي

اگر مرنے کے بعد ہمیں چھوڑ دیا جاتا تو موت ہر زندہ کے لیے باعث راحت

ہوتی۔

ولكننا اذا معنا بعثنا ونسئل بعده عن كل شي
لیکن جب ہم مرتے ہیں تو دوبارہ ہمیں زندہ کیا جاتا ہے اور ہر چیز کے متعلق
ہم سے سوال ہوتا ہے۔

قناعت کے متعلق فرمایا:

وسن البلاء للبلاء علقه ان لا تری لك من هواك نزوع
مصیبت اور مصیبت کی نشانی یہ ہے کہ تو اپنی خواہش نفس کو نہ چھوڑے۔

العبد عبد النفس فی شهر استها والحر یسع تاوه یجوع
غلام تو وہ ہے جو خواہشات نفس کا غلام ہو اور آزاد شخص کبھی سیر اور کبھی بھوکا رہتا
ہے۔

نیز اسی کے متعلق فرمایا:

صبر الفتی لفقره یجله وبذله لوجه یذله
انسان کا حالت فقر میں صبر کرنا اسے جلیل القدر بنا دیتا ہے اور اس کا اپنی آبرو
ریزی کرنا اسے ذلیل کر دیتا ہے۔

الخیر للجانح ادم کلہ والماء ان جف به یلہ
روٹی بھوکے کے لیے سارا سالن ہے اور اگر خشک ہو جائے تو اسے پانی ترک
سکتا ہے۔

وقطعة من الحائط تظله والموت یاتنی بعد ذایتله
درد یوار کا ایک ٹکڑا اس کے سایہ کے لیے کافی ہے اور اس کے بعد موت آتی
ہے جو اسے منہ کے بل لٹا دیتی ہے۔

امام غزالی کی کتاب سر العالمین میں میں نے دیکھا ہے کہ اس نے ذیل کے
اشعار کی نسبت آپ کی طرف دی ہے۔

المصرء فى زمن الاقبال كا الشجرة

وحولها الناس ماوات بها الشمره

بخت و اقبال کے زمانہ میں انسان کی مثال درخت کی ہے کہ لوگ اس کے گرد جمع رہتے ہیں۔ جب تک اس میں پھل موجود ہو۔

حتى اذا معاشرت من حملها انصرفوا

عنها ممترتا وقد كانوا بها بورة

جب وہ پھل سے عاری ہو جاتا ہے تو لوگ اس سے نافرمانی کرتے ہوئے مڑ جائیں گے حالانکہ پہلے اس سے نیکی کرتے تھے۔

وها ولوا قطعها من بعد ما شفقوا

دھرا علیہا من الاریاح والعنبره
وہ اس کے کاٹنے پر تیار ہو جائیں گے بعد اس کے کہ ایک زمانہ تک اس پر ہوا اور غبار پڑنے سے بھی ڈرتے تھے۔

قلت مروات اهل الارض كلهم

الا الاقل فليس العشر من عشره

میں کہتا ہوں چند اشخاص کے علاوہ تمام اہل زمین کی مروت مروت کے عشر عشر بھی نہیں۔

لا تحمدن امرا حتى تجربہ

فریما المریو افق خیر خسره
جب تک کسی شخص کا تجربہ نہ کر لے اس کی تعریف نہ کر اکثر اوقات اس کا تجربہ اس کی وی ہوئی خیر کے موافق نہیں ہوتا۔

قدر و قضا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اذا عقد القضا علیک عقدا

فلیس بجله الا القضاء
جب قضا و قدر تیرے اوپر کوئی گرہ لگا دے تو پھر اسی کو قضا کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا۔

فمالک قد اقمت بدار ذل

وارحمن اللہ واسعه فضاء

تجھے کیا ہو گیا کہ تو ذلت کے گھر میں مقیم ہو گیا ہے حالانکہ اللہ کی زمین کی فضا وسیع ہے۔

تبلغ باليسير فكل شئى من الدنيا يكون له انقضاء
تو تھوڑے سے زاد راہ سے مقصد کو پالے گا اور دنیا کی ہر شے فنا ہونے والی ہے۔

نیز اسی مضمون کے متعلق فرمایا:

لنناس حرص على الدنيا بتدبير وصفو هالك مخروج بتكدير
لوگ تدبیر کے ساتھ دنیا پر حرص ہیں حالانکہ دنیا کا صاف پانی گدے سے ملا ہوا ہے۔

لم يرزقواها فيما رزقوا لکنما رزقواها بالماقدیر
یہ رزق ان کی عقل کی بنا پر نہیں ملا بلکہ تقدیر کی وجہ سے ملا ہے۔
لو كان عن قوة او عن مخالطة طار البزاة بارزاق العصافیر
اگر رزق قوت و طاقت یا مخالطہ کی وجہ سے ہوتا تو باز چڑیا کا رزق لے اڑتا۔
اسی سلسلے میں فرمایا:

مالا يكون فلا يكون بحيلة ابدأ وما هو كائن سيكون
جس چیز کو نہ ہونا ہے وہ حیلے بہانوں سے نہیں ہوگی اور جسے ہونا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

سيكون ما هو كائن في وقته واخو اجهالة متعب محزون
جو چیز ہونے والی ہے وہ اپنے وقت پر ہو جائے گی اور جاہل اپنے آپ کو تعب و حزن میں ڈالے رہتا ہے۔

يسعى القوي فلا ينال ليعه خطأ ويدرك عاجز مرهون
طاقت و رکوش کرتا ہے لیکن کوشش سے اپنا حصہ نہیں لے سکتا اور عاجز و حقیر اسے پالیتا ہے۔

علم کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

الناس من جهة التمثال اکتا ابوهم آدم والام حواء
لوگ شکل و شہادت میں برابر ہیں ان کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں۔

وان یکن فلم من اصلهم شرفاء یفاخرون به فالطین والماء
اگر ان کی اصل میں کوئی شرف ہے کہ جس پر وہ فخر کریں تو وہ مٹی اور پانی ہے۔

مالفخر الا لاهل العلم انهم الی الهدی لمن استهدی اولاء
فخر صرف صاحبان علم کے لیے ہے جو ہدایت حاصل کرنے والے کے لیے

رہبر ہیں۔

وقیمة المرء ماقد کان یحسنه والجاهلون لاهل العلم اعداء
انسان کی قیمت وہ چیز ہے جو اسے حسین بنا دیتی ہے جاہل اہل علم کے دشمن

ہیں۔

اور آپ نے فرمایا:

فلا تعجب اذا الجهل وایاک وایاہ

فکم من جاہل اودی حلیمہ حین اخاہ

جاہل کو اپنا ساتھی نہ بنا اور اس سے بچ کر رہ کتنے جاہل ہیں کہ جنہوں نے

صاحبان علم کو ہلاک کر دیا جب ان کے ساتھ ان کا بھائی چارہ ہو گیا۔

یقاس المرء بالمرء اذا ما المرء ماشاہ

وللشی علی الشی علامات و اشباہ

جب وہ شخص ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوں تو ایک کا دوسرے پر قیاس کیا

جاتا ہے ایک چیز دوسری کی علامت اور شبیہ ہوتی ہے۔

وللقلب علی القلب ولیک حین یلقاہ

اور ایک دل دوسرے کا رہتا ہے جب ملاقات ہو جائے۔

رسول اکرم کی وفات ریا اشعار آپ نے کہے:

الاطرق الناعی بلیل فراعی

وارقنی لما استقل منادیا

موت کی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا اور
مجھے رقت طاری ہوئی جب وہ پکارنے لگا۔

فقلت له لم اريت الذی اغیر رسول الله ان كنت ناعیا
جب وہ خبر دینے لگا تو میں نے کہا تو رسول اللہ کے علاوہ کس کی موت کی خبر دیتا
ہے۔

فحقق ما اشفقت منه ولم یبل وکان خلیلی عدتی ورحائی
اس نے اس بات کو ثابت کیا جس سے میں ڈرتا تھا اور کوئی پرواہ نہ کی حالانکہ
آپ میرے دوست پشت پناہ اور جائے امید تھے۔

فوالله ما انک احمد ما حدث

بی العیس فی ارض و جاوزت و ادیا

پس خدا کی قسم اے احمد مجتبیٰ میں آپ کو نہیں بھولوں گا جب تک زندہ رہا۔

لیک رسول الله جیران طیبة

ویک علی الاسلام عن کان باکیا

مدینہ میں رہنے والے رسول اللہ پر نہیں اور اسلام پر گریہ کریں جو رونا چاہتا

ہے۔

شعشی کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امیر المؤمنین رسول اللہ کی قبر پر کھڑے
ہوئے اور کہنے لگے آپ کے علاوہ کسی پر جزع فزع کرنا قبیح ہے اور آپ کے علاوہ کسی
کے فہدان پر صبر کرنا جمیل ہے۔ فرمایا:

ما فاض دمحی عند نازیة الاجعلتک للبکاسبا

کسی مصیبت میں میرے آنسو نہیں بہتے مگر یہ کہ اپنے رونے کا سبب آپ کی
جدائی کو قرار دیتا ہوں۔

واذا ذكركم سامعتكم به منى الجنون خفاض والتسكيا
جب میں آپ کو یاد کرنا ہوں تو میری آنکھیں برسے لگتی ہیں۔

انسی اجل شوی حلتت به ان لاری بشراہ مکتبا
میری نظر میں وہ مقام اس سے جلیل ہے کہ جس میں آپ اترے ہیں کہ میں
اس مقام پر حزین و مغموم نظر نہ آؤں۔

آپ نے فرمایا: (دنیا کے بارے میں)

ما احسن الدنيا و اقبالها اذا اطاع الله من نالها
دنیا اور اس کا اقبال کس قدر اچھا ہے اگر اللہ کی اطاعت کرے وہ شخص جسے دنیا
مل گئی ہے۔

من لم يراس الناس من فضله عرض لادبار اقبالها
جو شخص اپنی بچت سے لوگوں کی مدد نہ کرے تو اس نے دنیا کے اقبال کو ادبار کے سپرد
کر دیا۔

فاحذر الفقريا ذا الغنى واعظ من الدنيا لمن نالها
اے تو غر فقیر کے آنے سے بچ اور جو تجھ سے دنیا کی بخشش طلب کرے اسے
عطا کر۔

قان ذا العرش العظيم الجزاء يضعف للجة امثالها
پیشک صاحب عرش عظیم بدلا دینے والا ایک دانہ کے کئی دانے اس جیسے بنا دیتا
ہے۔

اور ابن عباس نے کہا جیسا کہ عوفی نے ان سے روایت کی ہے کہ امیر المؤمنینؑ
نے ذیل کے شعر پڑھے اور آپ سے سورہ فاتحہ کے متعلق سوال کیا۔ (تو فرمایا) کہ یہ سورہ
عرش کے بیچے ایک خزانہ ہے اس سے نازل ہوئی۔ اگر میرے سامنے مسند علم بچا دی
جائے تو میں اس سورہ کے فضل کے بارے میں ایک اونٹ کا بار ذکر کروں اور قرآن میں
کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کب اور کس بارے میں اتری ہے پھر یہ اشعار

کہے

اذا المشكلات تعدین لی كشفت حقائقها بالنظر
جب مشکلات تیرے درپے ہوں تو میں نظر و فکر سے ان کے حقائق کو منکشف کر
لیتا ہوں۔

وان بوقت فی خلال الصواب عمیاء لا تعترمین
اگر صحیح نظریہ فکر کے درمیان بجلی جہالت کی چمکے تو بھی مجھے فکر لاحق نہیں ہوتی۔
مقنقہ بعیون الامور وحضت علیہا نفیس الدرد
وہ امور جن پر نقاب پڑے ہوئے ہیں میں ان پر نفیس موتی (الفاظ) رکھ دیتا
ہوں۔

لسانا کشفشقه الارحی اوکا الحسام اذا ماسطر
دراآ تمالیکہ زبان مثل شمشقہ (مستی کے دوران اونٹ کے منہ سے جو کف نکلتا
ہے) ہے یا کاٹنے والی تلوار کی طرح۔

ولست بامعه فی الرجال اسائل هذا ذوا اما الخیر
اور میں ہر شخص کے پیچھے جانے والا نہیں کہ اس سے یا اس سے پوچھتا پھروں
کہ فلاں بات کیسی ہے۔

ولکنی مدرہ الاصفیرین وجلاب خیر و دفاع شر
لیکن میں تو دل و زبان کا خطیب خیر کو کھینچ کے لانے والا اور شر کو دور کرنے والا
ہوں۔

اور صبر کے بارے میں فرمایا:

ولر بما نطق الغنی فنافست فیہ العیون وانہ لمموة
اور بعض اوقات انسان بولتا ہے اور آنکھیں اس کو دیکھنا پسند کرتی ہیں حالانکہ
وہ گنگ ہوتا ہے۔

ولم بما سکت الغنی عن خصمه حذر الجواب وانہ لسفوه

اور بعض اوقات انسان خاموش ہو جاتا ہے دشمن کے جواب کے خوف سے
حالانکہ وہ بول سکتا ہے۔

ولربما صبر الغنی عند الاذی رفوائده من حره یناوه
اور بعض اوقات انسان تکلیف کے وقت صبر کرتا ہے حالانکہ اس کا دل اس
تکلیف کی گرمی سے آہیں بھر رہا ہوتا ہے۔
اسی مضمون کے متعلق فرمایا:

یمثل ذوالاب فی نفسه مصائبه قبل ان تنزلا
عقلند انسان مصائب کے آنے سے پہلے اپنے نفس میں ان کی تصویر کشی کرتا
ہے۔

فان نزلت بغتة لم ترعه لَمَا كان فی نفسه مثلاً
جب مصائب اچانک اس پر وارد ہو جائیں تو ان سے نہیں گھبراتا کیونکہ ان کی
تصویر اس کے دل میں موجود ہوتی ہے۔

رائی الامر یفرضی امے اخر یصبر اخره اولاً
وہ سمجھتا ہے کہ ایک چیز دوسری تک پہنچاتی ہے تو پہلی چیز کی وجہ سے دوسری پر
صبر کرتا ہے۔

وذو الجهل یامن ایامه دینی مصارع من تدخلا
اور جاہل شخص زمانہ سے مامون ہو جاتا ہے اور گزرے ہوئے لوگوں کے
پچھڑنے کو بھول جاتا ہے۔

فان ندهة حروف الزمان ببعض عجائبه اعول
اگر گردش دہر اسے اپنے بعض عجائب میں اچانک گھیرے تو رونے لگتا ہے۔

ولو قدم الصبر فی نفسه لعلمه الصبر حسن البلاء
اور اگر وہ پہلے سے اپنے نفس کو صابر بنا لے تو صبر اسے مصیبت کو خوبصورتی سے
سمجھانا سکھادے۔

شخصی کہتا ہے کہ امیر المؤمنین نے ایک شخص کو چلتے ہوئے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتا اور ناز و نخرے سے چل رہا تھا تو آپ نے فرمایا:

يا موثر الدنيا على دينه والتائه الحيران في قصده
اے دنیا کو دین پر ترجیح دینے والے اور اپنے مقصد میں حیران و پریشان
اصبعت توجو الخلا فيها وقد ابر زنا ب الموت من حده
تو دنیا میں ہمیشہ رہنے کی امید رکھتا ہے حالانکہ موت نے اپنے دانت حد سے
باہر نکالے ہوتے ہیں۔

هيهات ان الموت ذو رسم من يرحه به ايروده
دنیا کی بقا دور ہے موت کے ایسے تیر ہیں کہ جسے ان سے مارتی ہے اسے واپس
پلٹا دیتی ہے۔

لا يشرح الواعظ قلب امرء لم يقدم الله على رشده
وعظ کرنے والا اس شخص کے دل کو نہیں کھول سکتا جس کی ہدایت کا خدا عزم نہ
رکھتا ہو۔

آپ نے اسلام پر گریہ کرنے کے متعلق فرمایا:

ليك على الاسلام من كان باكيا فقد تركت اركانہ و معالمه
جو روٹا چاہتا ہے وہ اسلام پر روئے کیونکہ اسلام کے ارکان اور علامات چھوڑ
دیے گئے ہیں۔

فقد ذهب الاسلام الابقيه قليل من الدنيا الذي هو لازمه
تھوڑے سے اسلام کے علاوہ باقی ختم ہو گیا ہے وہ لوگ قلیل ہیں جو اسے
اپنائے ہوئے ہیں۔

آپ نے راز کو چھپانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

ولا تفش سرک الا اليك فان لكل نصيحه نصيحا
اپنے علاوہ کسی کے سامنے اپنا راز فاش نہ کر کیونکہ ہر نصیحت کرنے والے کے

لیے ایک نصیحت کرنے والا ہے۔

فانی رثیت غواة الرجال ولا تیسر کون او یما صیحی
کیونکہ میں نے گمراہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ کسی شخص کو صحیح نہیں رہنے دیتے۔
زمانہ اور دوستوں کی خدمت میں فرمایا:

هذا زمان ليس اخوانه يا ايها المرء باخوان
یہ ایسا زمانہ ہے کہ اس کے بھائی سچے بھائی نہیں۔ اے شخص

اخوانه كلهم ظالم له لسانان دو جہان
اس زمانہ کے سب دوست ظالم ہیں ان کی دوزبانیوں اور دورنہوں۔

بلقاک بالبشر و فی قلبه دائیو ادیبہ بکتمان
تجھ سے کشادہ روئی سے ملتا ہے لیکن اس کے دل میں بیماری ہے جس نے
اسے چھپا رکھا ہے۔

حتى اذا ما غبت عن عينه وماک بالزور و بہتان
جب بھی تو اس کی آنکھ سے اوجھل ہوا تو جھوٹ اور بہتان کی بھرمار تجھ پر
کرے گا۔

هذا زمان هكذا امهله تعز عن روث انسان
اس زمانہ والے ایسے ہی ہیں تو کسی انسان کو دیکھ کر ہی دھوکا کھا جاتا ہے۔
اپنے مکارم اخلاق کے متعلق فرمایا:

ان المكارم اخلاق معدوة فالعقل اولها والعلم ثانيها
مکارم گنے چنے اخلاق کا نام ہے پہلا ان میں سے عقل اور دوسرا علم ہے۔

والحلم ثالثها والعرف رابعها والعفو خامسها والصبر سادسها
تیسرا حلم چوتھا نیکی پانچواں عفو و بخشش اور چھٹا صبر ہے۔

والعين تخبر عن عین مورثها انکان من حزبها او من اعدائها
آنکھ اس سے بات کرنے والے کی خبر دیتی ہے کہ آیا اس کے دوستوں یا

دشمنوں میں سے ہے۔

والنفس تكلف الدنيا وقد علمت ان السلافة فيها ترك ما فيها
نفس دنیا کے لیے تکلیف اٹھاتا ہے حالانکہ اسے علم ہے کہ جو کچھ اس میں ہے
اسے چھوڑ جاتا ہے۔

دیکھنے کے بارے میں فرمایا:

وكم نظرة تاتو ابى القلب شهوة فاصبح منها القلب فى الهلكات
کتنی نگاہیں ہیں جو دل کی طرف شہوت کو کھینچ لاتی ہیں جن سے دل ہلاکتوں
میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ابولہب کی مذمت میں فرمایا:

ابالهب تبست يداك ابى لهب وتبت يداها تلک حما لته الحطب
اے ابی لہب تیرے ہاتھ شکل ہو جائیں اور اس عورت کے ہاتھ جو لکڑیاں
اٹھانے والی ہے۔

خدمت نبيا خير من وصى العطا فكنتم كمن باع السلامة با العطب
تو نے نبی کو چھوڑ دیا جو زمین پر چلنے والوں میں بہترین ہے اور سلامتی کو ہلاکت
کے بدلے فروخت کیا۔

وخفت ابى جهل فاصبحت تابعا له و كذاك المراس يتبعه الذنب
تو ابو جہل سے ڈر گیا اور اس کا تابع بن گیا اور دُومہر کے ہی تابع ہوتی ہے۔

فاصبح ذاك الامر عاراً يهيلة عليك صبيح الله فى موسم العرب
یہ چیز تیرے لیے ننگ و عار ہے جس کو ظاہر کرتا ہے اللہ کی حجت پیش کرنے والا
موسم حج میں عرب کے سامنے۔

ولو كان من بعض الاعادى محمدًا لحاميت عنه بالرماح وبا القضب
اگر محمد تیرے دشمن ہوں تو بھی تجھے ان کی نیزے اور تلوار کے ساتھ حمایت کرنی
چاہیے تھی۔

آپ نے فرمایا جبکہ آپ عمرو ابن عبدور کے مقابلے میں نکلے اور عمرو خندق کے دن میدان جنگ میں آیا اور مبارز طلب ہوا لیکن اس کے مقابلے میں کوئی بھی نہ نکلا تو عمرو نے کہا:

ولقد بحوت من النداء لجمعكم هل من مبارز
تمہاری جماعت کو آواز دیتے دیتے میری آواز بیٹھ گئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔
ووقفت اذا جين الشجاع هو اتف القرن المناجز
میں ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں شجاع بزدل ہو جاتا ہے جو مقام ہے جنگ کرنے
والے حریف کا۔

انسی كذالك لم ازل مقسرى نحو الهرا هز
اور میں ہمیشہ جنگوں کی طرف جلدی کرتا ہوں۔

ان الشجاعة للفتى والحدود من خير الغرائز
کیونکہ شجاعت اور سخاوت جوان کی بہترین عادات میں سے ہیں۔

پس رسول اکرم نے فرمایا اے علیؑ جاؤ اس کے مقابلے میں اور میری تلوار
ذوالفقار لے جاؤ۔ آپ نے دعا کی تو حضرت علیؑ اس کے مقابلے میں نکلے اور فرمایا:

لا تعجلين فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز
جلدی نہ کرتیری آواز کا جواب دینے والا آ گیا جو عاجز و کمزور نہیں۔

ذوينة و بصيرة والصدق منجا كل فائن
جو نیک نیت اور صاحب بصیرت ہے اور سچائی پر کامیاب ہونے والے کے
لیے نجات کی جگہ ہے۔

انسی لارجوان اقيم عليك نائحة الخبائز
میں امید کرتا ہوں کہ تجھ پر نوحہ کرنے والی عورتوں کو کھڑا کر دوں گا جو جنازوں

پر نوحہ کرتی ہیں۔

من ضربة بخلاء يسمع عندنا حوت الهزاهز

ایسی وسیع ضرب کے ساتھ کہ جس کے پڑنے کے وقت تمام جنگوں کی آواز آنے لگے گی۔

پھر دونوں طرف سے وار چلے تو حضرت علیؑ نے عمر و قتل کر دیا پھر واپس لوٹے ہوئے کہہ رہے تھے۔

اعلیٰ یقتحم الفوارس هكذا
وَقنوء عنها اسرتی و صحابی
اے علیؑ شاہسوار اسی طرح میدان جنگ میں گھس جاتے ہیں اور میرے قبیلہ والے اور صحابی دور ہٹتے ہیں۔

علم بن عبد حین البصر صارحی
یہ تزان الامر غیر لعاب
عبدو کے بیٹے کو معلوم ہو گیا جب اس نے میری کاٹنے والی تلوار کو حرکت کرتے دیکھا کہ یہ بات کھیل نہیں۔

عبد الحجارۃ من سفاثہ رایہ
و عبادت رب محمد بصوات
اس نے اپنی احمقانہ رائے سے پتھر کی عبادت کی اور میں نے درست رائے سے محمدؐ کے رب کی عبادت کی۔

لا تحسبو الرحمن خادل دینہ
ونیبہ یامعشر الاحزاب
اے گروہ احزاب یہ نہ کہنا کہ خدائے رحمن اپنے دین اور نبی کو چھوڑ دے گا اور مدد نہیں کرے گا۔

وفاة حسرت آیات

علماء تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اپنے قاتل کی تاخیر کا اظہار کرتے اور فرماتے، کب اٹھے گا اس امت کا بدترین شخص۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ کیا جانتے ہو کہ اولین کا بدترین شخص کون تھا۔ میں نے عرض کی کہ خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا (ناقہ) صالح کی کونچیں کاٹنے والا۔ پھر فرمایا جانتے ہو کہ آخرین کا

بدترین کون ہے میں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا جو اس کو اس سے خضاب کرے گا۔ یعنی تیری داڑھی کو سر کے خون سے! نیز یہی روایت احمد کے بیٹے عبداللہ نے اپنی کتاب زہد میں اپنی سند سے اپنے باپ سے نقل کی ہے اور امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف سند کے ساتھ) زید بن وہب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کی خدمت میں اہل بصرہ کے خارجیوں کا ایک وفد حاضر تھا ان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدہ بن نجر تھا۔ تو وہ (خبیث) آپ سے کہنے لگا خدا سے ڈرو آپ مرنے والے ہیں آپ نے فرمایا بلکہ میں شہید ہونے والا ہوں اس پر ضرب لگے گی جس سے یہ خضاب ہوگی یعنی ریش مبارک سر کی ضربت سے۔ یہ ایک عہد کیا گیا ہے اور فیصلہ ہو چکا ہے اور غائب و خاسر ہے وہ جو اتر ابا ندھے ابو نجر نے آپ کے لباس کی درشتی پر آپ کو عتاب کیا تو فرمایا یہ تکبر سے دور اور اس قابل ہے کہ مسلمان اس کی اقتدا کریں۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) فضالہ بن ابوفضالہ انصاری سے روایت ہے اور یہ ابوفضالہ اہل بدر میں سے تھا۔ فضالہ کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت علیؑ کی عیادت کے لیے گیا۔ اس مرض میں جس میں آپ مبتلا ہوئے اور پھر اس سے صحت یاب ہو گئے تھے تو میرے باپ نے آپ سے کہا کہ آپ جہینہ کے اعراب میں قیام کیوں کئے ہوئے ہیں آپ مدینہ کی طرف کوچ کیجئے اگر آپ کی اجل آگئی تو آپ کے ساتھی اور قرآن کے قاری آپ کے متولی بنیں گے اور آپ پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اکرم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک یہ اس سے خضاب نہیں ہوگی۔ یعنی آپ کی ریش مبارک سر کے خون سے یہ ابوفضالہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی معیت میں شہید ہوئے۔

اور ہمیں (مؤلف) میرے جد مادری ابوالفرح نے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابوظیفیل عامر بن وائلہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا۔ تو عبدالرحمن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ نے دو مرتبہ اسے واپس کیا۔ پھر وہ آیا

تو آپ نے فرمایا اس امت کے شقی ترین کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ خضاب کرے یا رنگے اس کو اس سے۔ پھر آپ نے یہ دو اشعار تمثیل کے طور پر کہے:

اشد و حیا دمک للموت فان الموت لاقیک

ولا تجزع من الموت اذا حل بوا دیک

(اپنی کرموت کے لیے مضبوطی کے ساتھ گس لے کیونکہ موت تجھ سے

ملاقات کرنے ہی والی ہے اور موت سے نہ گھبرا جب تیری وادی میں آ کر اترے)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ابن جهم کو دو یا تین مرتبہ واپس کیا پھر اس کی بیعت لے لی۔ اس کی بیعت کے وقت فرمایا اس امت کے شقی ترین شخص کو کس نے روک رکھا ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ ضرور اس کو اس سے خضاب کرے گا اور آپ نے اپنا ہاتھ ریش مبارک اور سر مبارک پر رکھا اور مندرجہ بالا دونوں شعر کہے۔

اور ابن سعد نے کہا ہے حذف اسناد کے ساتھ کہ آپ کی خدمت میں قبیلہ مراد کا ایک شخص آیا جب کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے تو کہنے لگا اپنی حفاظت کیجئے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں جب تک اس کی تقدیر نہیں آتی اور جب تقدیر آ جاتی ہے تو وہ اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اجل ایک حفاظت کرنے والی ڈھال ہے۔

ایک اور روایت آپ سے ہے آپ نے فرمایا میری آنکھ لگ گئی تو رسول کریم میرے سامنے آئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ گیا کیا مصیبتیں میں نے آپ کی امت کے ٹیڑھے پن اور جھگڑوں میں پائی ہیں تو فرمایا ان کے لیے بددعا کرو تو میں نے کہا کہ خدا ان کے بدلے مجھے ان سے بہتر دے اور میرے بدلے خدا انھیں برائی دے۔ پس چند دن بعد ابن جهم نے آپ کو ضربت لگا میں۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے مرادی (ابن جهم) سے

کہا جب وہ آپ سے عطا لینے کے لیے آیا:

ارید جائہ و یوید ثقلی غدیرک من خلیلک من مرادی
میں اس پر بخشش کرنا چاہتا ہوں وہ میرا قتل چاہتا ہے تیرے مرادی ساتھی سے
کون تیرا عذر قبول کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے ایک گھوڑا
سواری کے لیے عطا فرمائے۔ آپ نے اہلق گھوڑا اسے دیا۔ وہ اس پر سوار ہو کر جب
واپس مڑا تو آپ نے مندرجہ بالا شعر فرمایا۔

ابوسعبد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تم میں سے بد
ترین شخص کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ آئے اور مجھے قتل کر لے خدا یا میں نے انھیں تھکا دیا
ہے اور انھوں نے مجھے تھکا یا ہے پس انھیں مجھ سے اور مجھے ان سے راحت و آرام دے۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن مسیح سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ ضرور یہ اس سے خضاب ہوگی۔ بدترین شخص کو
کس بات کا انتظار ہے۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ہمیں اس کی خبر دیجئے ہم اس
کے قبیلے کو ختم کر دیں۔ فرمایا پھر تو خدا کی قسم تم میرے قاتل کے غیر قاتل کرو گے۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف سند کے ساتھ) ام جعفر حضرت علیؑ کی کنیر سے
روایت ہے وہ کہتی ہے میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ آپ نے اپنا سر
بلند کیا اور اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر ناک کی طرف بلند کیا اور فرمایا افسوس ہے تیرے لیے
کہ تو ضرور میرے خون سے خضاب ہوگی! پس جمعہ کے دن آپ کو ضربت لگی!

سبب شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ جن میں سے محمد بن اسحاق، ہشام بن محمد اور سدی وغیرہ

ہیں کہ خارجیوں میں سے تین اشخاص اکٹھے ہوئے:

۱۔ عبدالرحمن بن ملجم مرادی اور وہ قبیلہ حمیر سے ہے اور بعض کہتے ہیں مضر سے۔

۲۔ برک بن عبداللہ تمیمی صریحی اور بعض کہتے ہیں اس کا نام حجاج تھا۔

۳۔ عمرو بن بکر سعدی۔ ان کا اجتماع موسم حج کے ختم ہونے کے بعد مکہ میں ہوا انھوں

نے مقتولین نہروان کا تذکرہ کیا کہ جنھیں حضرت علیؑ نے قتل کیا تھا، گریہ کیا اور ان

کے لیے دعائے مغفرت کی اور کہنے لگے کہ ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں

گے۔ وہ ہمارے بھائی تھے۔ انھیں اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی

ملامت نہیں روک سکی پھر انھوں نے یاد کیا ان کا یلف کو جو لوگوں کو جنگ جمل اور

صفین میں (جو حضرت علیؑ و معاویہ اور عمر بن عاص کے درمیان تھی) پیش آئیں

اور کہنے لگے کیوں نہ ہم ان کے نفوس بیچ دیں اور آئندہ ضلالت کو قتل کر دیں اور

مسلمانوں کے شہروں اور لوگوں کو ان سے نجات اور راحت میں کر دیں اور اپنے

بھائیوں کے خون کا بدلا بھی لے لیں تو ابن ملجم کہنے لگا ابو طالبؑ کے بیٹے کو میں

اپنے ذمے لیتا ہوں اور برک نے کہا میں معاویہ کے لیے کافی ہوں اور عمر نے کہا

میں عمرو بن عاص کے لیے۔ پس وہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کعبہ میں بیٹھ کر انھوں

نے ایک دوسرے کے سامنے قسمیں کھائیں، معاہدہ کیا اور عقد باندھا کہ ان میں

سے کوئی بھی اپنے صاحب سے کہ جس کی طرف جارہا ہے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ جب

تک کہ اسے قتل نہ کر لے یا اس کے سامنے خود قتل نہ ہو جائے۔ پھر انھوں نے اپنی

تکواریں اٹھا لیں۔ انھیں زہر آلود کیا اور طے کیا کہ سترہ ماہ رمضان کو ہمارا اجتماع

ہو۔ (یعنی اس تاریخ کو اپنا اپنا کام کریں) اور پھر ہر شخص اسی جانب روانہ ہوا

جس کا وہ ارادہ رکھتا تھا۔ پس ابن ملجم نے کوفہ کا قصد کیا۔ اس کی اس کے ساتھی

خارجیوں سے ملاقات ہوئی لیکن ان سے اس نے اپنا ارادہ ملتوی رکھا۔ یہ ان سے

ملتا وہ اس کے پاس آتے، لیکن خاموش رہتا کہ کہیں وہ یہ بات ظاہر نہ کر بیٹھے جس

کے لیے وہ یہاں آیا ہے۔ یہ ایک دن بنی تیم رباب میں جو اس کے ساتھی تھے ان

سے ملنے گیا اور جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے ان کے کچھ آدمی قتل کیے تھے

پس ابن ملجم نے ان میں ایک عورت دیکھی۔ جسے قطعاً بنی ثجنہ بن عدی بن

عامر کہتے تھے، حضرت علیؑ نے جنگ نہروان میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ وہ حد درجہ حسین تھی۔ یہ اس پر عاشق ہو گیا اور وہ اس کے دل و دماغ پر چھا گئی۔ وہ کام اسے بھول گیا جس کے لیے یہ آیا تھا۔ پس اس نے اس کی خواستگاری کی تو وہ کہنے لگی میں اس وقت تک تجھ سے شادی نہیں کروں گی جب تک تو تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور علی بن ابی طالب کو قتل نہ کرے۔ اس نے کہا درہم غلام اور کنیز تو تجھے دوں گا باقی رہا ابی طالب کے بیٹے کا قتل تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ بیان کرنے کے بعد تو مجھے چاہتی ہے کیونکہ میں اسے کیسے قتل کر سکتا ہوں؟ کہنے لگی کہ تو اسے دھوکہ سے قتل کر۔ اگر تو نے اسے قتل کر لیا تو تو نے اپنے اور میرے نفس کو شفا بخشی اور میرے ساتھ تیری زندگی نفع بخش ہوگی۔ اور دوستوں کا بدلہ بھی تو چکا لے گا اور اگر تو مارا گیا تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یہی ارادہ یہاں لے کر آیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن جحیم نے اس سے بدکاری کی جب فارغ ہوا تو اس کا عشق اور بڑھ گیا تو وہ اس سے کہنے لگی خدا کی قسم تو مجھ سے سکون نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ علیؑ کو قتل نہ کرے۔ پھر کہنے لگی میں تیرے لیے ایسا شخص تلاش کروں گی جو تیری اس معاملے میں مدد کرے گا۔ پھر اس نے اپنے قبیلہ تیم رباب سے ایک شخص کو بلا بھیجا جس کا نام وردان بن جالد تھا۔ اس سے اس معاملہ میں بات چیت کی تو وہ تیار ہو گیا۔ پھر ابن ملجم کے پاس قبیلہ اشجعیہ میں سے ایک شخص آیا اس کا نام شیب بن بجرہ تھا وہ ابن ملجم سے کہنے لگا تو شرف دنیا و آخرت چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگا ابو طالب کے بیٹے کا قتل کرنا۔ ابن ملجم نے کہا تیری ماں تیرے ماتم میں روئے تو ایک عجیب بات کہتا ہے کس طرح تو اس تک پہنچ سکتا ہے؟ اس نے کہا میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جب وہ صبح کی نماز کے لیے نکلے گا تو ہم اس پر سختی سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیں گیں پھر اگر ہم بچ نکلے تو کبھی ہٹدے ہو جائیں گے اور ہم اپنا بدلہ لے چکے ہوں گے۔ اور اگر ہم قتل ہو گئے تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دائمی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک

ہے۔ پھر ابن ملجم قطعاً نہ کے پاس آیا۔ وہ مسجد جامع میں اعکاف کیے ہوئے تھے اور ایک نیمہ لگا رکھا تھا پھر ان دونوں نے اسے آکر یہ بات بتائی۔ وہ کہنے لگی تمہارا کس وقت ارادہ ہے؟ کہتے لگے آج رات اور وہ جمعہ کی رات تھی۔ وہ دونوں اس کے پاس چھپ بیٹھے اور وردان بھی آ گیا۔ قطعاً نہ نے اس کو ریشم کی پٹیاں باندھیں۔ انھوں نے اپنی تلواریں اٹھائیں اور اس دروازہ کے سامنے جا بیٹھے جہاں سے امیر المومنین آتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ اشعث بن قیس بھی امیر المومنین کے قتل میں شریک تھا۔ پس رات کو یہ لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حجر بن عدی مسجد میں سوتے ہوئے تھے۔ انھوں نے سنا کہ اشعث ان سے کہہ رہا ہے جلدی کرو صبح ہونے والی ہے۔ حجر نے اس سے کہا اے کانے کیا کہتا ہے؟ پھر وہ حضرت علیؑ کی طرف گئے کہ انھیں جان کر بتائیں تو حجر کو معلوم ہوا کہ آپ دوسرے راستے سے چلے گئے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ جب آپ نماز صبح کے لیے گھر سے نکلنے لگے تو بطین آپ کے سامنے آ کر چیخنے لگیں۔ آپ نے فرمایا یہ نوحہ کر رہی ہیں۔ جب آپ محراب میں پہنچ گئے تو ان ملائین نے آپ پر حملہ کر دیا۔ ابن ملجم نے آپ کے سر پر کاری ضرب لگائی اور وردان و شیب بھاگ گئے اور ابن ملجم چیخنے لگا اے ابوطالب کے بیٹے اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ جب اس نے آپ کے سر پر ضرب لگائی تو حضرت علیؑ نے بلند آواز سے کہا یہ کتا تم لوگوں سے نکلنے نہ پائے۔ پس لوگوں نے اسے حملہ کر کے پکڑ لیا اور وردان قتل ہو گیا اور شیب نکل بھاگا۔ حضرت علیؑ کو قصر کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو میرے پاس لے آؤ۔ اس کو حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا اے دشمن خدا کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کیا تھا۔ کہنے لگا بیشک۔ آپ نے فرمایا پھر کس چیز نے تجھے اس بات پر آکسایا؟ حضرت علیؑ کا اشارہ آپ کے اس پر احسان کرنے اور اہل گھوڑا سواری کے لیے دینے کی طرف تھا!

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا بیشک میں جانتا تھا کہ تو میرا قاتل ہے اور میں نے تجھ سے احسان اس لیے کیا تھا کہ خداوند عالم کو تیرے خلاف اپنا مددگار بنا لوں۔ پھر آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا اے بیٹا اگر میں فوت ہو جاؤں تو

نفس کے بدلے نفس ہے اسے قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہا تو میں اپنی رائے کا مختار ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو ضربت انیسویں کی رات لگی اور آپ جمعہ اور ہفتہ کے دن زندہ رہے اور اتوار کی رات رحلت فرمائی اور بعض کہتے ہیں اتوار کے دن۔ آپ کے دونوں بیٹوں حسن اور حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا اور نماز جنازہ حضرت امام حسنؑ نے پڑھائی اور آپ پر چار اور بعض نے کہا کہ پانچ اور بعض نے چھ یا سات تکبیریں کہیں اور آپ کے پاس رسول اللہؐ کا بچا ہوا حنوط تھا جس سے حنوط دیا گیا اور وقت سحر آپ کو دفن کیا گیا!

آپ کے مقام قبر کے متعلق اختلاف ہے۔ مغیر قول یہ ہے کہ آپ نجف میں دفن ہوئے۔ اس مشہور جگہ میں جہاں آج تک آپ کی زیارت کی جاتی ہے اور یہی قول صحیح ہے اور کافی روایات اس پر موجود ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ آخری کلمہ جو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا وہ فمّن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یبرہ تھا۔ یعنی جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے اس کو دیکھے گا۔

واقدی نے زہری سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو ابن ملجم کو میرے ساتھ ملحق کرنا تاکہ میں رب العالمین کے پاس اس سے خصامت کروں۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو امام حسنؑ نے اسے قتل کرانے کے لیے حاضر کرایا ابن ملجم کہنے لگا۔ کیا آپ میری ایک بات قبول کر لیں گے خدا کی قسم میں خدا کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اسے پورا کرتا ہوں۔ میں نے تحکیم کے دن خدا سے عہد کیا تھا کہ میں علیؑ اور معاویہ کو قتل کروں گا یا ان کے سامنے مر جاؤں گا۔ پس اگر تم چاہو تو مجھے معاویہ کے لیے چھوڑ دو اور میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ تمہارے پاس لوٹ آؤں گا اور اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر رکھوں گا۔ امام حسنؑ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم جب تک کہ تو جہنم کی آگ کو نہ دیکھے!

حضرت امیر المومنینؑ کے سن مبارک کے متعلق مورخین نے چند اقوال پر

اختلاف کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کا سن مبارک ۶۳ سال کا تھا۔ رسول اکرمؐ کی عمر کے برابر۔ یہ قول ابن جریر نے جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی یہی ثابت ہے۔

واقدی نے کہا ہے کہ آپ کی (ظاہری) خلافت تین ماہ کم پانچ سال تھی۔ کیونکہ آپ کی بیعت ۱۵ ذی الحجہ کے دن ۳۵ھ میں کی گئی اور رمضان ۴۰ھ میں آپ شہید ہوئے۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ جب حضرت علیؑ شہید ہوئے اور عائشہ کو یہ خبر ملی تو انھوں نے یہ شعر پڑھا:

فالقمت عصاها واستقر بها الخرى
كما قهر عينا بالايام المسافر
اس عورت نے اپنا عصا پھینک دیا اور اس دور کے مقام پر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں جس طرح مسافر واپس لوٹ کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔
پھر کہنے لگیں علیؑ کو کس نے قتل کیا ہے۔ لوگوں نے کہا قبیلہ مراد کے ایک شخص نے تو عائشہ نے کہا:

فان يك هالكا فلقد نصاه
نعى ليس فى فيه التراب
اگر وہ مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر ایسے شخص نے دی ہے کہ جس کے منہ میں خاک نہیں!

لوگوں نے عائشہ کی اس بات کا بہت برا مانا اور زینب بنت سلمہ بن ابی سلمہ نے کہا کیا تم علیؑ کے لیے یہ کہتی ہو تو کہنے لگی میں بھول جاتی ہوں مجھے یاد لا دیا کرو۔ بہت سے لوگوں نے آپ کا مرثیہ کہا ان میں سے ابو اسود دؤلی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ (ان اشعار کو غور سے پڑھیں)

الا ابلغ معاوية بن حوہ
فلاقسوة عيون الشامتين
خبردار معاویہ بن حرب کو یہ خبر دے دینا کہ شامت کرنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔

ان شهر الصيام فجمعتمونا بخير الناس طرا اجمعينا
 کیا روزوں کے مہینہ میں تم نے ہمیں درد پہنچایا ایسے شخص کا جو تمام لوگوں سے
 بہتر تھا۔

قلتم خير من ركب الطايا بئر خير من ركب السفينا
 تمہیں نے قتل کیا اس شخص کو جو خشکی کی سواریوں اور کشتیوں پر سوار ہونے
 والوں میں سے بہترین تھا۔

ومن لبس التعال ومن تمسك بالسبع المثاني والميناء
 اور ان میں سے بہتر تھا جنہوں نے جو تاپرنا اور جو سب سے مثالی (سورہ فاتحہ) اور
 باقی سورہ قرآنی سے تمسک نہیں۔

لقد علمت قریش حيث كانت بانك خير هاصد و دنیا
 قریش جہاں بھی ہوں وہ جانتے ہیں کہ تو (اے علیؑ) ان سے حسب و نسب اور
 دین کے لحاظ سے بہتر تھا۔

اذا المستقبل وجه ابی قراب ریت البدر حار الناظرینا
 جب تو ابوتراب کے چہرے کی طرف متوجہ ہو تو تجھے چودھویں کا چاند نظر آئے
 گا جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتا ہے۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ہمیرہ سے روایت
 ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ کل تم میں
 سے ایسا شخص فوت ہوا ہے کہ جس سے اولیٰین سبقت نہیں لے سکے اور آخرین اس مرتبہ کو
 پانہیں سکے۔ جناب رسالت مآبؐ اس کو علم دے کر بھیجے تو جبرئیل و میکائیل اس کے
 دائیں بائیں ہوتے وہ اس وقت تک نہ پلٹتا جب تک کہ خدا اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دے
 دیتا۔

واقدی کہتا ہے کہ جب آپؐ کی شہادت کی خبر صحابہ کو پہنچی تو انہوں نے آپؐ پر
 گریہ کیا۔

اور ابو مسعود انصاری نے کہا ہے کہ ہم آپ کو خیر البشر سمجھتے تھے۔
اور ابن ملجم لعین کی مذمت میں طاہر بن محمد نے کہا ہے:

ياضربة من لعين ما اراد بها الا امام الهدى ظلما وعدوانا
اے لعین کی ضربت کہ جس سے اس کا قصد ظلم و عدوان کی بنا پر امام ہدی کے
علاوہ کوئی نہ تھا۔

انسی لا ذکرہ یوما فائتہ اشقی البریة عند اللہ خسرا
میں کسی دن اسے یاد کرتا ہوں تو اللہ کے نزدیک خسران کے لحاظ سے اسے
بدترین خلافت سمجھتا ہوں۔

وقال هذا رسول الله سيدنا وخاتم الرسل اعلاما و اعلانا
اور یہ بات اعلان و اعلام کے طور پر ہمارے آقا خاتم المرسلین نے فرمائی ہے۔
(عمران بن حطان خارجی نے ابن ملجم کی تعریف میں کچھ اشعار کہے تھے)
جب وہ اشعار قاضی ابوالخارث طبری کے پاس پہنچے تو انھوں نے عمران ملعون کے جواب
میں یہ اشعار کہے:

انسی لابرء حما انت قائله عن ابن ملجم الملعون بهتانا
میں بری ہوں اس چیز سے جو تو نے بہتان باندھتے ہوئے ابن ملجم ملعون کے
متعلق کہی ہے۔

انسی لا ذکرہ یوما فالعنه دینا والعن عمران بن حطانا
میں کسی دن اسے یاد کرتا ہوں تو دین بچھ کر اس پر اور عمران بن حطان پر لعنت
کرتا ہوں۔

عليه ثم عليك الدهر متصلا لعائن الله اسرانا و اعلانا
ابن ملجم پر پھر تجھ پر متصل زمانہ بھر اللہ کی لعنتیں ہوں پوشیدہ اور علی الاعلان

فانتقم عن كلاب الفار جاء به نص الشريعة برهانا و تبياننا
تم جہنم کے کتے ہو اس پر شریعت کی نص آئی ہے جو رہاں واضح ہے۔

قاضی نے اشارہ کیا ہے حضور اکرم کے اس ارشاد کی طرف کہ خارجی اہل جہنم کے کتے ہیں۔

میراثِ امیر المومنینؑ

علماء تاریخ کا اتفاق ہے کہ آپ نے کوئی دینار و درہم نہیں چھوڑے۔

انگشتری

آپ کی انگوشی پر یہ نقش تھا:

اللہ الملک علی عبدہ یعنی اللہ ہی اپنے بندہ کا مالک و بادشاہ ہے۔

آپ دائیں ہاتھ میں انگوشی پہنتے تھے اور اسی طرح امام حسن و امام حسین بھی۔

غلام امیر المومنینؑ

قنبر اور یحییٰ بن ابی کثیر تھے۔ یحییٰ نے اوزاعی سے روایت کی ہے یحییٰ عالم و

فاضل تھے اور ان کا بیٹا عبد اللہ بن یحییٰ بھی عالم تھا اور آپ کے کچھ اور غلام بھی تھے۔

ازواج

واقندی کہتا ہے جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو آپ نے چار آزاد بیویاں

چھوڑیں۔

۱۔ امامہ بنت زینب بنت (رہیمہ) رسول اللہ۔

۲۔ لیلیٰ تمیمیہ۔

۳۔ ام البنین کلابیہ۔

۴۔ اسماء بنت عمیس اور اٹھارہ کنیریں جو ام ولد تھیں۔

یہ تھیں وہ چیزیں جو آپ کی سیرت کے سلسلے میں ہم نے اس مختصر کتاب میں

ذکر کرنے کے لیے انتخاب کی تھیں۔ خداوند عالم آپ کی محبت سے نفع پہنچائے اور ہمیں

آپ کے گروہ میں مشور فرمائے!

تذکرہ جعفر بن ابی طالب

ہم نے ابتدا میں چونکہ آپ کے والد بھائی اور بہنوں کے حالات کا تذکرہ کیا تو یہ (مناسب) سمجھا کہ اختتام پر کچھ حالات حضرت جعفر طیار کے ذکر کیے جائیں ہم کہتے ہیں کہ یہ ذکر آئے ہیں کہ جعفر کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہیں اور یہ کہ جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے ہیں۔ وہ ابتدائی مسلمان تھے اور ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ ۷ھ میں جنگ خیبر فتح ہوئی تو اس سال وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور جعفر سے معافقہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ کس بات پر زیادہ خوشی کروں جعفر کے آنے یا خیبر کی فتح ہونے پر یہ بات ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ سے ذکر کی ہے۔ نبی اکرمؐ نے جعفر سے فرمایا تم خلقت اور خلق میں میرے مشابہ ہو۔ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اللہ جعفر کو ابو المساکین کہتے تھے کیونکہ جعفر مساکین و فقراء سے محبت کرتے انھیں کھانا کھلاتے اور ان کے پاس بیٹھ کر ان سے رفق و مدارات کرتے تھے ان کی مشہور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔

ہجرت حبشہ

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف سند کے ساتھ) جناب ام سلمہ سے روایت ہے کہ جب ہم زمین حبشہ میں پہنچے ہم بہترین پڑوسی نجاشی کے پڑوس میں اپنے دین پر مامون تھے اللہ کی ہم عبادت کرتے اور کوئی ہمیں اذیت نہ پہنچاتا۔ جب یہ خبر قریش کو ہوئی تو انھوں نے مشورہ کیا کہ ہمارے سلسلے میں نجاشی کے پاس دو سخت قسم کے آدمی بھیجیں اور نجاشی کے پاس کچھ عمدہ قسم کے ہدیے کی چیزوں میں سے بطور ہدیہ پیش کریں پس انھوں نے بہت سا چمڑا جمع کیا اور اس کے قائدین لشکر میں سے کوئی قائد ایسا

نہ چھوڑا کہ جس کے پاس ہدیہ نہ بھیجا ہو اور یہ سب چیزیں انھوں نے عبد اللہ بن ابی ربیعہ مخزومی اور عمرو بن عاص کی وساطت سے بھیجیں اور ان سے کہا کہ ہر قائد و مشیر کو یہ ہدیہ پیش کریں۔ قبل اس کے کہ مہاجرین کے متعلق کوئی بات نجاشی سے کرو پھر نجاشی کے پاس ہدایا لے جانا پھر اس سے التماس کرنا کہ مہاجرین کو ان سے بات کیے بغیر تمہارے حوالے کر دے۔

یہ دونوں مکہ سے نکلے یہاں تک کہ نجاشی کے پاس پہنچے اور ہر قائد و مشیر کو اس کا ہدیہ دیا اور اس سے کہا کہ بادشاہ کے شہر میں ہمارے کچھ بیوقوف لڑکے چلے آئے ہیں۔ انھوں نے اپنا دین ترک کر دیا ہے اور تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے انھوں نے ایک نیا دین گھڑ لیا ہے۔ ہمیں ان کے اشراف و بزرگوں نے بادشاہ کے پاس بھیجا تھا تا کہ وہ انھیں واپس کر دے۔ جب ہم بادشاہ سے اس معاملے میں بات چیت کریں تو تم بادشاہ کو یہ مشورہ دینا کہ وہ انھیں ہمارے سپرد کر دے اور ان سے کوئی بات نہ کرے کیونکہ ان کی اپنی قوم ان کے معاملات کو بہتر سمجھتی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ پھر ان دونوں نے وہ تحفہ جات نجاشی کی خدمت میں پیش کیے۔ نجاشی نے وہ قبول کر لیے پھر ان سے گفتگو شروع کی تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اسے نجاشی ہمارے کچھ بے وقوف چھو کرے تیرے شہر میں آگئے ہیں۔ انھوں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے بلکہ ایک نیا دین گھڑ لائے ہیں کہ جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ اور ہمیں ان کی قوم کے اشراف ان کے آباؤ اجداد چچاؤں اور قبیلہ والوں نے ان کے سلسلے میں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ انھیں واپس کر دیں کیونکہ وہ ان کی کڑی نگرانی کر سکتے ہیں اور زیادہ جانتے ہیں کہ جو انھوں نے ان پر عیب لگائے ہیں۔ نجاشی کے قائدین و مشیر بھی کہنے لگے یہ سچ کہتے ہیں آپ انھیں ان کے سپرد کر دیں۔ نجاشی کو غصہ آیا۔ وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں ان کو ان کے حوالے نہیں کروں گا اور میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ ایک قوم میرے پڑوس میں آ رہی ہے اور میرے شہروں میں انھوں نے قیام کیا اور مجھے انتخاب کیا جب تک میں انھیں بلا کر سوال نہ کر لوں کہ یہ دونوں ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اگر وہ

ایسے ہی ہوئے جس طرح یہ کہتے ہیں تو میں انھیں ان کے سپرد کردوں گا ورنہ میں ان کی حفاظت کروں گا اور ان سے حسن سلوک کروں گا جب تک وہ میرے ملک میں رہیں گے۔

پھر نجاشی نے کسی کو اصحاب رسالت مآب کی طرف بھیجا۔ جب اس کا قصد ان کے پاس آیا تو یہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ بادشاہ سے کیا کہو گے۔ کہنے لگے ہم اس سے کہیں گے کہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں اور ہمیں کچھ کہنے کا رسول اللہؐ نے حکم نہیں دیا۔ جو بھی ہونا ہو جائے۔ جب نجاشی کے پاس آئے نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلایا ہوا تھا۔ انھوں نے اس کے گرد اپنی کتابیں کھول رکھی تھیں۔ نجاشی نے کہا یہ کون سا دین ہے کہ جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو؟ اور تم میرے دین اور ان مختلف امتوں میں سے کسی اور دین میں داخل نہیں ہوئے۔ ام سلمہ کہتی ہیں بادشاہ نے گفتگو جعفر بن ابی طالب سے شروع کی تو وہ کہنے لگے اے بادشاہ ہم اہل جاہلیت میں سے ایک قوم تھے بتوں کی عبادت کیا کرتے، مردار کھاتے، برے کام کرتے، قطع رحمی کرتے، پڑوس سے برا سلوک کرتے، ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا، ہم اسی طریقے پر تھے یہاں تک کہ خداوند عالم نے ہماری طرف ایک امین رسول بھیجا جس کے نسب صداقت، امانت اور عفت کو ہم پہچانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ عزوجل کی طرف بلایا تاکہ ہم اس کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی عبادت کریں اور ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن میں ہم مبتلا تھے اور ان پتھروں اور بتوں کی عبادت ترک کر دیں جن کی عبادت ہم اور ہمارے بڑے کرتے تھے اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت ادا کریں، صلہ رحمی پڑوسی سے حسن سلوک، محرّمات اور خون بہانے سے بچیں اور ہمیں فواحش جھوٹ، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے منع کیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہ دیں اور ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزہ کا حکم دیا ہے۔ ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے، خدا کے وحدہ لا شریک کی عبادت کی، اس کا کسی کو شریک نہیں بناتے۔ ہم نے اس کو حرام سمجھا جسے اللہ نے ہم پر حرام

قرار دیا ہے اور حلال قرار دیا اسے جسے اللہ نے ہم پر حلال قرار دیا ہے۔ پس ہماری قوم نے ہم سے زیادتی کی اور ہمیں تکالیف دینے لگی وہ ہمیں اپنے دین سے پھسلانے لگے تاکہ ہمیں بتوں کی پرستش کی طرف پلٹادیں اور یہ کہ ہم حلال سمجھیں ان چیزوں کو جن بری چیزوں کو پہلے حلال سمجھتے تھے۔ جب ہم پر انھوں نے مظالم اور سختیاں شروع کیں اور ہمیں مشقت میں مبتلا کیا اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہوئے تو ہم نے تیرے ملک کی طرف خروج کیا اور تجھے تیرے غیر پر ترجیح دی۔ تیری ہمسائیگی کو پسند کیا اور یہ امید کی کہ اے بادشاہ تیرے یہاں رہتے ہوئے ہم پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا۔

راوی کہتا ہے کہ نجاشی نے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز اس میں سے ہے جو تمہارا نبی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے لایا ہے۔ جعفر نے جواب دیا کہ ہاں۔ نجاشی نے کہا وہ میرے سامنے پڑھو تو جناب جعفر نے سورہ کھہص کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی۔ پس خدا کی قسم نجاشی اتار دیا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور پادریوں نے اتنا گریہ کیا کہ ان کی کتابیں تر ہو گئیں۔

پھر نجاشی نے کہا بیشک یہ اور جو کچھ حضرت موسیٰؑ لے کر آئے تھے ایک ہی مشکوٰۃ (روشنی) سے ہیں۔ تم دونوں چلے جاؤ میں انھیں کبھی بھی تمہارے حوالہ نہیں کروں گا۔

ام سلمیٰ کہتی ہیں جب نجاشی کے دربار سے باہر آئے تو عمرو بن عاص کہنے لگا خدا کی قسم میں کل نجاشی کے پاس آؤں گا اور ان کے سامنے میں انھیں ایسے عیوب کا نشانہ بناؤں گا کہ جن سے ان کے وجود کو ختم کر دوں گا تو عبد اللہ بن ابی ربیعہ اس سے کہنے لگا (اور وہ ان دونوں میں سے ہمارے بارے میں زیادہ پرہیز سے کام لیتا تھا) ایسا نہ کرنا کیونکہ یہ لوگ ہمارے عزیز و رشتہ دار ہیں۔ کہنے لگا خدا کی قسم میں نجاشی سے کہوں گا کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ بندہ ہے۔ ام سلمیٰ کہتی ہیں دوسرے دن عمرو عاص صبح کے وقت نجاشی کے پاس گیا اور کہنے لگا اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ایک عظیم بات کہتے ہیں۔ پس ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان سے سوال کیجئے کہ

وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ پس نجاشی نے قاصد بھیجا اور یہ سوال پیش کیا کہ ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ ہم پر اس جیسی کوئی مصیبت نازل نہ ہوئی تھی۔ پس گروہ مہاجرین جمع ہوا اور ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق جب نجاشی نے سوال کیا تو کیا جواب دو گئے تو کہنے لگے ہم وہی کچھ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو نبی کریمؐ لے کر آئے ہیں۔ جو کچھ ہونا ہو جائے جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو اس نے ان سے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو جناب جعفرؓ نے کہا کہ ہم وہی چیز کہتے ہیں۔ جو ہمارے نبیؐ لے کر آئے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اس کی روح اس کے رسول اور اس کے کلمتہ تھے کہ جیسے اس نے مریم عذرا بتول کی طرف القا کیا۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور اس سے ایک لکڑی اٹھائی۔ پھر کہنے لگا اس لکڑی کی طرح حضرت عیسیٰ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں جو کچھ تم نے ان کے بارے میں کہا ہے۔ پھر کہنے لگا تم لوگ جاؤ تم اس زمین میں امن میں ہو جو تمہاری برائی کرے گا وہ سختی میں مبتلا ہوگا۔ پھر جو تمہیں برا بھلا کہے وہ نقصان اٹھائے گا۔ یہ بات اس نے تین بار دہرائی۔ پھر کہنے لگا کہ ان دونوں کے تحفے اور ہدیے انہیں واپس کر دو مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ خدا کی قسم یہ مجھ سے رشوت نہیں لے سکے۔ جبکہ میرا ملک میرے پاس ہے؟

اور ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) برابر وہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ ہم جعفر بن ابی طالبؓ کے پاس سرزمین حبشہ کی طرف یا نجاشی کی طرف جائیں۔ پس یہ خیر قریش کوئل گئی تو قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو بہت سے تحفے اور ہدیے دے کر روانہ کیا اور وہی واقعہ ذکر کیا ہے جو گزر چکا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جعفر نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا آج میں تمہاری طرف سے تقریر کروں گا۔ تم میں سے کوئی بھی بات نہ کرے۔ جب اس کے دربار کے پاس پہنچے تو درباریوں میں سے بعض لوگ بڑھ کر کہنے لگے کہ بادشاہ کو سجدہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے تو

نجاشی نے کہا تمہارے لیے اور جس کی طرف سے تم آئے ہو مرحبا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی شخص ہے جس کی عیسیٰ ابن مریم نے خوشخبری دی تھی۔ اگر میں ملک و بادشاہی میں پھنسانہ ہوا ہوتا تو ان کی خدمت میں جا کر قدموسی کا شرف حاصل کرتا۔

نیز ابو نعیم نے حلیہ میں عمرو بن عاص سے نقل کیا ہے کہ جب ہم نجاشی کے دربار کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے پکار کر کہا کہ عمرو بن عاص کو اذن حضوری دیا جائے میرے عقب سے جعفر نے پکارا کہ خدا کے گروہ کو اذن ملے اور نجاشی نے ان کی آواز سن لی تو انھیں مجھ سے پہلے اجازت دے دی!

اور ایک روایت میں ہے کہ نجاشی نے ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا ہوا تھا تو جو بھی اس کے دربار میں داخل ہوتا وہ اسے سجدہ کرتا۔ جب جناب جعفر آئے تو آپ نے اس کی طرف پشت کی اور داخل ہوئے جب نجاشی نے یہ دیکھا تو یہ بات اس کی نظروں میں عظیم اور بڑی معلوم ہوئی اور آپ کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا۔

شہادت حضرت جعفر طیار

مورخین کہتے ہیں کہ جناب جعفر مقام موتہ میں شہید ہوئے اور یہ مقام زمین بقاء کا حجاز سے قریب ترین خطہ تھا اور آپ کی شہادت ماہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں واقع ہوئی۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب رسالت مآب نے حرث بن عمیر ازدی کو بادشاہ بصری کی طرف ایک خط دے کر بھیجا تھا۔ جب حرث مقام موتہ میں وارد ہوا تو شرجیل بن عمرو غنائی سے حرث کا سامنا ہوا۔ اس نے حرث کو قتل کر دیا اور اس کے علاوہ اس نے رسول اللہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ کو یہ شاق گزارا۔ آپ نے لوگوں کو بلایا اور مقام حرف پر لشکر بندی کی اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور ثقیہ الوداع تک آپ نے اس لشکر کی مشابعت کی۔ پس یہ لوگ چلے یہاں تک کہ ہرزہ میں موتہ میں پہنچ کر ڈیرے ڈال دیے۔ ان کے مقابلہ میں ہرقل چار لاکھ کا لشکر لے کر آیا ان میں سے

چالیس ہزار اشخاص ایسے تھے جو شجاعت میں ایک دوسرے کے مد مقابل تھے۔ پس جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان ثابت قدم رہے۔ زید بن حارثہ، جعفر اور ابن رواحہ جو کہ سردار لشکر تھے شہید ہو گئے۔

ابن سعد نے طبقات میں ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ جناب جعفر کے بدن کے اگلے حصے میں دونوں کندھوں کے درمیان تلوار اور نیزہ کے نوے (۹۰) زخم تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں (حذف سند سے) انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب نے جعفر زید اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر ان کی موت کی اطلاع آنے سے پہلے دی اور ان کی شہادت کی خبر اس حالت میں دے رہے تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) میں جعفر کو جنت میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے دونوں پروں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔

اولاد جعفر طیار

۱۔ عبد اللہ اور اسی سے آپ کی کنیت ہے۔ ۲۔ محمد۔ ۳۔ عون ان تینوں کی والدہ اسماء بنت عمیس ہے۔ یہ سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے جب کہ جعفر نے دوسری مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان میں سے عبد اللہ زیادہ مشہور ہیں وہ سخت ترین لوگوں میں سے تھے اور پانچویں طبقے میں سے ہیں کہ جو رسول اللہ کی وفات کے وقت نو عمر تھے۔

جب یہ سرزمین حبشہ میں اسماء کے بطن سے پیدا ہوئے تو چند دنوں کے بعد نجاشی کا ایک بیٹا پیدا ہوا اس نے ان کے نام پر تبرکاً اس کا نام بھی عبد اللہ رکھا اور اسماء نے عبد اللہ بن نجاشی کو اپنے بیٹے عبد اللہ کے ساتھ دودھ پلایا اور ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) یحییٰ ابن ابی یعلیٰ سے نقل ہے کہ میں نے عبد اللہ بن جعفر کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھے وہ منظر یاد ہے جب رسول اللہ میری والدہ کے پاس تشریف لائے اور انھیں میرے والد کی شہادت کی خبر دی اور مجھے نظر آ رہا تھا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان کے

قطرات ریش مبارک پر پڑ رہے تھے۔ پھر فرمایا خدا یا بیشک جعفر بہترین ثواب کی طرف گئے ہیں پس تو ان کا بہترین جانشین بنا۔ اس کی اولاد میں جس طرح بہترین جانشینی کرتا ہے اپنے بندوں کی اولاد میں۔

پھر فرمایا اے اسماء کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ میری والدہ نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا بیشک خداوند عالم نے جعفر کے لیے دوہرے پرواز قرار دیے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ تو اسماء نے کہا اے اللہ کے رسول یہ بات لوگوں کو بھی بتائیے۔ عبد اللہ کہتے ہیں پس رسول اللہ کھڑے ہو گئے میرا ہاتھ پکڑا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے اپنے سامنے منبر کے نچلے درجہ پر بٹھا دیا۔ حزن و ملال آپ کے چہرہ سے ٹپک رہا تھا۔ آپ نے تقریر شروع کی اور فرمایا۔ انسان کو اپنے بھائی اور چچا زاد کی بڑی ڈھارس ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ جعفر شہید ہو گئے ہیں اور خداوند عالم نے ان کے لیے ہر پرواز قرار دیے ہیں۔ جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ پھر آپ منبر سے اترے اور گھر میں تشریف لے آئے اور مجھے بھی ساتھ لے آئے اور ہمارے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر میرے بھائی کو بلوا بھیجا۔ ہم نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر پاکیزہ و بابرکت کھانا کھایا۔ ام سلمہ نے کچھ جو لیے انھیں پیسا پھر انھیں چھانا پھر لپکایا۔ پھر ان پر زیتون ملا اور اس پر فلفل ڈالی۔ پس میں نے اور میرے بھائی نے آپ کے ساتھ وہ کھانا کھایا۔ تین دن تک ہم وہیں رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی ازواج کے گھروں میں پھرتے رہے۔ پھر ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ رسول اللہ تشریف لائے۔ میں اپنے بھائی سے ایک بکری کی (مصنوعی) فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا اس کو تجارت میں برکت عطا فرمائے۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی چیز کی فروخت نہیں کی مگر یہ کہ مجھے اس میں برکت نصیب ہوئی۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حسن بن سعد غلام حسن بن علی سے

منقول ہے کہ آپ نے جعفر کی اولاد کو تین دن کی مہلت دی۔ ان کی شہادت کی خبر آ

جانے کے بعد پھر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میرے بھائی پر آج کے بعد گریں نہیں کرو گے میرے بھائی کے بیٹوں کو بلاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ تین چھوٹے بچے لائے گئے وہ مرغ کے بچوں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔ محمد عون اور عبد اللہ۔ آپ نے فرمایا جام کو بلاؤ۔ جام آیا اور اس نے بچوں کی حجامت کی اور آپ نے فرمایا محمد تو ہمارے چچا ابی طالب کے مشابہ ہے اور عون سیرت و صورت میں میرا شبیہ ہے۔ پھر آپ نے عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا اسے بلند کیا اور فرمایا خدا یا جعفر کی اولاد کا تو بہترین محافظ بن اور عبد اللہ کو اس کے ہاتھ کی تجارت میں برکت دے۔ راوی کہتا ہے ان کی والدہ آئی وہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی تو رسول اللہ نے فرمایا کیا تجھے ان کے فقر و فاقہ کا خوف ہے حالانکہ دنیا و آخرت میں میں ان کا ولی ہوں۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن جعفر سے منقول ہے کہ رسول اللہ جب سفر سے آیا کرتے تو اپنے اہلیت کے بچوں سے ملاقات کرتے۔ ایک دفعہ تشریف لائے تو میں نے آپ کی طرف سبقت کی آپ نے مجھے اٹھا کر اپنے آگے بٹھالیا۔ پھر فاطمہ کے دونوں بیٹوں حسن و حسین میں سے ایک آیا تو اسے آپ نے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ ہم تینوں آپ کے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے اور نیز ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن جعفر سے نقل ہے کہ ایک دن رسول اللہ نے اپنی سواری پر مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا اور مجھے ایک راز کی بات بتائی جو میں کسی کے سامنے بھی بیان نہیں کروں گا۔

اور بخاری و مسلم نے عبد اللہ بن زبیر کے متعلق روایت کی ہے کہ اس نے عبد اللہ بن جعفر سے کہا کیا تجھے یاد ہے جب میں تم اور ابن عباس نے رسول اللہ سے ملاقات کی تھی۔ تو عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ ہاں ہمیں آپ نے اٹھالیا تھا اور تجھے چھوڑ دیا تھا۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد سے) کہ عبد اللہ بن عمر جب عبد اللہ بن جعفر سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ السلام علیک یا ابن ذی

الجناحین یعنی سلامتی ہو تمہارے لیے اے دو پر پرواز والے شخص کے بیٹے!

عبداللہ بن جعفر

واقفی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی وفات ۸۰ھ میں ہوئی۔ وہ سیلاب کا سال تھا۔ مکہ میں سیلاب آیا تھا جس میں حاجی اور اونٹ سامان سمیت غرق ہو گئے تھے اور یہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کا زمانہ تھا اور اس وقت مدینہ کا حاکم ابان بن عثمان تھا۔ عبداللہ کی نماز جنازہ ابان نے پڑھائی تھی۔ جب آپ کو چار پائی پر رکھا گیا اور نماز جنازہ ہو چکی تو ابان نے آپ کی چار پائی کو کندھا دیا اور اس وقت تک وہ اپنی گردن پر اٹھائے رہا جب تک کہ جنت البقیع میں آپ کی قبر تک جنازہ نہ پہنچا۔ عبداللہ بن جعفر کی عمر اس وقت نوے سال تھی۔

اولاد عبداللہ بن جعفر

آپ کی کئی ایک اولادیں تھیں ان میں سے ایک جعفر اکبر ہیں کہ جن سے آپ کی کنیت ان کی ماں ام عمرو بنت خراشی بن بغیض تھیں۔ ۲۔ علی۔ ۳۔ عون اکبر۔ ۴۔ محمد۔ ۵۔ عباس۔ ۶۔ ام کلثوم۔ ان کی والدہ جناب زینب بنت علی ہیں کہ جن کی والدہ جناب فاطمہ بنت رسول تھیں۔ ۷۔ حسن درج۔ ۸۔ عوج اصغر۔ یہ عون حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان دونوں بھائیوں کی ماں جلدت بنت مسیب بن نجبه فزاری تھیں۔ ۹۔ ابو بکر۔ ۱۰۔ عبید اللہ۔ ۱۱۔ محمد ان کی والدہ خواصاء بنت حفصہ تھیں جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھیں۔ ۱۲۔ صالح۔ ۱۳۔ یحییٰ ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں۔ ۱۴۔ موسیٰ ان کی بھی کوئی اولاد نہیں۔ ۱۵۔ جعفر۔ ۱۶۔ ام ایہیبا۔ ۱۷۔ ام ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہے۔ ۱۸۔ حمید۔ ۱۹۔ ام الحسن یہ ایک کثیر سے ہیں۔ ۲۰۔ جعفر۔ ۲۱۔ ابو سعید ان دونوں کی والدہ ام الحسین بنت عمر بنی صعصعہ میں سے ہے۔ ۲۲۔ معاویہ۔ ۲۳۔ اسحاق۔ ۲۴۔ اسماعیل۔ ۲۵۔ قثم۔ ۲۶۔ عباس۔ ۲۷۔ عون مختلف کنیزوں سے۔

(خاندان بنی ہاشم میں کسی فرد کا نام معاویہ بننے میں نہیں آیا یقیناً رومی کو سامع

ہوا ہے)

تذکرہ امام حسن علیہ السلام

آپ کی کنیت ابو محمد ہے اور القاب قائم مجتبیٰ، سید سبط اور ولی ہیں۔ آپ ۳ ہجری پندرہ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان کہی۔

امام احمد بن حنبل نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب میرا بیٹا حسن پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام اپنے چچا کے نام پر مزہ رکھا اور جب حسینؑ پیدا ہوا تو اس کا نام اپنے بھائی کے نام پر جعفر رکھا پس مجھے رسول اللہؐ نے بلایا اور فرمایا اے ابو تراب! مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں ان دونوں بچوں کے نام تبدیل کروں اور آپ نے ان کے نام حسن و حسین رکھے۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حسنؑ و حسینؑ کا عقیقہ دو مینڈھوں سے کیا اور جناب فاطمہؑ نے جب ان کے سر ترشوائے تو ان کے بالوں کو وزن کیا اور اتنی مقدار میں چاندی اور بعض کہتے ہیں سونا اور چاندی کا صدقہ دیا یہ ساتویں دن کیا گیا اور ان کے بالوں کا وزن ایک درہم تھا۔

فضائل

آپ بہت بڑے سخی و جواد تھے۔ روشن ضمیر تھے اور رسول اللہؐ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔

امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد کے ساتھ) براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپ امام حسنؑ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے خدا یا میں بیشک اس سے محبت کرتا ہوں تو مجھی اس سے محبت فرما۔ یہ

روایت متفق علیہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت کرے۔

نیز امام احمد نے کہا ہے (حذف سند سے) عقبہ بن حارث سے کہ جس کی کنیت ابو سرحہ ہے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر و فاطمہ رسولؐ سے چند دن بعد نماز عصر سے فارغ ہو کر جا رہے تھے حضرت علیؑ بھی ساتھ تھے کہ حضرت ابو بکر نے حسن بن علی کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو انھیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور کہنے لگے: یا بانی شبہ النبی لیس شبہا بعلی (اے وہ جس پر میرا باپ قربان ہو جائے جو نبی کی شبیہ ہے نہ علیؑ کی) اور حضرت علیؑ مسکرانے لگے۔ یہ روایت مفردات بخاری سے ہے۔

نیز امام احمد نے کہا ہے (حذف سند سے) ابو بکرہ اور نفیج بن حرف نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہؐ کو منبر پر دیکھا حسنؑ بھی آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک دفعہ حسنؑ کی طرف اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور ہو سکتا ہے خدا اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے۔ یہ روایت مفردات بخاری میں سے ہے۔

بخاری کے مفردات میں سے ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ و حسینؑ کے لیے محفوظ رہنے کی دعا فرماتے اور کہتے تھے میں تم دونوں کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس کے کلمات تامہ کے ساتھ ہر شیطان اور ہر برے قصد کرنے والے اور بری نگاہ سے۔ اور فرماتے کہ تمہارے باپ جناب ابراہیمؑ بھی اسلعل واسحاق کے لیے یہ دعا کیا کرتے تھے۔

بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ امام حسن بن علیؑ کے علاوہ کوئی شخص نبی اکرمؐ کے مشابہہ نہیں تھا۔ بخاری نے حسینؑ کے متعلق بھی یہی کہا ہے جسے عنقریب ہم آپ کے مقتل میں بیان کریں گے۔ جب آپ کا سر این زیاد کے سامنے پیش ہوا۔

مسند احمد میں ہے کہ امام حسنؑ چہرہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ شبہہ رسولؐ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سر سے لے کر ناف تک امام حسنؑ مشابہہ رسولؐ تھے۔ اور

ناف سے لے کر دونوں پاؤں تک حسینؑ۔

ابن سعد نے طبقات میں اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو دیکھا کہ وہ سجدہ میں ہوتے اور حسنؑ آ کر پشت رسالت پر سوار ہو جاتے آپ انہیں نہ اتارتے جب تک کہ حسنؑ خود نہ اتر جاتے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ حالت رکوع میں ہوتے اور حسنؑ آ جاتے تو آپ اپنے پاؤں کشادہ کر دیتے یہاں تک کہ حسنؑ دوسری طرف نکل جاتے۔

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے ایک بازار میں تھا۔ جب آپ واپس آئے تو میں بھی ساتھ تھا۔ مجھ سے تین مرتبہ فرمایا اے کم علم و کم مقدار حسن بن علیؑ کو بلاؤ۔ میں انہیں بلا لایا۔ ان کی گردن میں ایک ہار تھا۔ رسول اللہؑ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا خدا یا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کے بعد کوئی بھی میرے نزدیک حسن بن علیؑ سے زیادہ محبوب نہیں تھا اور ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اللہؑ کے بوسے لیا کرتے تھے۔

ابو نعیم اصفہانی نے حلیہ میں لکھا ہے کہ (حذف سند سے) محمد بن علی سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حسن بن علیؑ نے مدینہ سے مکہ تک بیس حج پیادہ کیے۔ حالانکہ سواریاں بھی آپ کے ساتھ ہوتیں اور وہ فرماتے کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں جاؤں تو اس کے گھر کی طرف پیدل چل کے نہ جاؤں!

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے پچیس حج پیادہ پائے اور تین مرتبہ اپنا مال نصف نصف خدا کی راہ میں تقسیم کیا یہاں تک کہ ایک جوتہ رکھ لیتے اور ایک راہ خدا میں دے دیتے۔ اور دوسرے سارا مال اللہ کے لیے دے دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ خدا سے دس ہزار درہم کا سوال کر رہا ہے۔ آپ نے وہ رقم اس کو بھیج دی۔ یہ کتاب میرے چچا مادری نے کتاب صفوہ میں ذکر کی ہے۔

پیش آمدہ واقعات

مورخین کا کہنا ہے کہ امام حسنؑ کی بیعت خلافت اسی دن کی گئی جس دن حضرت علیؑ شہید ہوئے اور سب سے پہلے قیس بن سعد بن عبادہ نے بیعت کی۔ قیس کہنے لگا مورخین کا کہنا ہے کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں کتاب خدا اور سنت رسول پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کیونکہ ان میں ہر قسم کی شرط آ جاتی ہے۔ پس قیس نے بیعت کی اور اس کے بعد سب لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے دو دن بعد آپ کی بیعت ہوئی۔

زہری کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کی اہل عراق میں سے چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ وہ حضرت کی معیت میں شام کی طرف جائیں گے اور جب حضرت علیؑ شہید ہو گئے تو ان لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کر لی۔ امام حسنؑ چھ مہینے ماہ ربیع الاول کے گزرنے تک ۴۱ھ میں کوفہ میں رہے۔ پھر آپ کوفہ سے نکلے اور مدائن میں قیام کیا اور قیس بن سعد کو مقدمۃ البکیش کے طور پر بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور معاویہ اپنا لشکر لے کر شام کی طرف سے آ گیا۔

شععی کہتا ہے کہ امام حسنؑ مدائن میں اپنے خیام میں تشریف فرما تھے کہ قیس بن سعد آ گئے۔ (لشکر معاویہ کی طرف) بڑھ چکا تھا۔ اچانک کسی نے لشکر میں منادی کر دی۔ یاد رکھو قیس قتل ہو گیا ہے پس بھاگ چلو۔ یہ لوگ امام حسنؑ کے خیام کی طرف بھاگے اور آپ کو لوٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ مست بھی کھینچ لی جو آپ کے نیچے تھی اور ایک شخص نے آپ کو خنجر مارا جس سے آپ زخمی ہو گئے اور ابن سعد کہتا ہے کہ جب امام حسنؑ نے لوگوں کا آپ سے متفرق ہو جانا اور اہل عراق کا اختلاف کرنا اور اہل کوفہ کا غرور دھوکا دینا دیکھا تو صلح کی طرف بائیں ہو گئے اور معاویہ نے بھی پوشیدہ طور پر حضرت کو خط لکھا تھا اور صلح کی دعوت دے چکا تھا لیکن ابھی تک آپ نے اسے جواب نہیں دیا تھا پھر (ان حالات) میں آپ نے صلح کی پیشکش منظور کر لی۔

شعی کہتا ہے کہ معاویہ سے امام حسنؑ نے ان شرائط پر صلح کی کہ کوفہ کے بیت المال سے آپ پانچ لاکھ دینار لیں گے اور یہ کہ معاویہ حضرت علیؑ پر سب و شتم نہیں کرے گا اور کچھ اور شرائط بھی تھے اور اس سلسلے میں ایک تحریر بھی لکھی گئی اور سدی کہتا ہے کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے طمع دنیا کے لیے صلح نہیں کی تھی بلکہ اس لیے صلح کی تھی کہ آپ نے دیکھ لیا تھا اہل کوفہ مجھ سے عذر دھوکا کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے کیا آپ کو جو کچھ کیا آپ کو یہ خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں انہیں معاویہ کے سپرد نہ کر دیں اور اس امر کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے صلح سے پہلے مقام نخیلہ میں خطبہ دیا اور فرمایا ہے اے لوگو یہ امر خلافت جس میں میرا اور معاویہ کا اختلاف ہو رہا ہے۔ یہ وہ حق ہے کہ جسے میں اصلاح امت اور ان کے خون محفوظ رہنے کی غرض سے چھوڑ رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمہارے امتحان کے لیے ایک اور وقت تک فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہے پھر معاویہ چلا اور کوفہ میں داخل ہوا تو عمرو عاص نے مشورہ دیا کہ امام حسنؑ کو حکم دے کہ وہ خطبہ پڑھیں تاکہ لوگوں کے سامنے ان کا عجز ظاہر ہو جائے۔ معاویہ نے آپ سے کہا اٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیے۔ آپ کھڑے ہو گئے اور خطبہ دینے لگے اے لوگو بیشک خدا نے ہمارے پہلے کے سبب تمہیں ہدایت کی اور آخری کے ذریعے تمہارے خون محفوظ کیے۔ ہم تمہارے نبی کے اہلبیت ہیں کہ جن سے خدا نے ہر قسم کے رجز کو دور رکھا ہے اور ہمیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے اس امر خلافت کی ایک مدت ہے اور دنیا منتقل ہونے والی چیز ہے اور خداوند عالم نے اپنے نبی سے فرمایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمہارے لیے آزمائش اور ایک وقت تک نفع دینے والی ہے۔ پس لوگ فریاد کر کے رونے لگے۔ معاویہ عمرو عاص کی طرف ملتفت ہوا اور کہنے لگا یہ تھی تیری رائے۔ پھر امام حسنؑ سے کہنے لگا اے اباجہ یہی کافی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اللہ کا فلاح پانے والا گروہ اور اس کے رسول پاک کی عمرت اور ان کے اہلبیت طیب و طاہر اور ثقلین میں سے ایک ہیں کہ جنہیں رسول اللہ تم میں چھوڑ کر گئے ہیں بس ہماری اطاعت خدا کی اطاعت کی قرین

ہے۔ پس اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اللہ اور رسول کی طرف اسے زد کر دو اور معاویہ نے ہمیں ایک ایسی چیز کی طرف بلایا ہے کہ جس میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف، اگر تم ساتھ دو تو ہم اس کی بات کو رد کر دیں اور ہم اللہ کے لیے اس کا مقابلہ کریں گے۔ تم لوگوں کی دھار پر لو اگر تم انکار کرتے ہو تو ہم قبول کر لیں گے لوگوں نے ہر طرف سے پکار کر کہا کہ رحم کیا جائے رحم کیا جائے!

اور ابن عبد البر مالکی کی کتاب استیعاب میں روایت ہے کہ ابو عامر بن سفیان بن یابلیل خارجی، بعض کہتے ہیں کہ ابن یسلی نے آپ کو پکار کر کہا اے مومنین کے ذلیل کرنے والے اور ہشام کی روایت میں ہے اے مومنین کے چیرے سیاہ کرنے والے۔ آپ نے فرمایا واے ہو تجھ پر اے خارجی مجھ سے سخت نکامی نہ کر۔ کیونکہ مجھے جس چیز نے اس صلح کرنے پر مجبور کیا ہے وہ تمہارا میرے باپ کو قتل کرنا اور مجھے نخر مارنا اور میرے مال و متاع کو لوٹنا ہے۔ جب تم جنگ صفین کی طرف چلے تھے تو تمہارا دین دنیا سے آگے تھا اور آج کے دن تمہاری دنیا دین سے آگے ہے۔ تجھ پر واے خارجی میں نے دیکھا ہے کہ اہل کوفہ ایسی قوم ہے کہ جن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور جو بھی ان کے دھوکے میں آئے گا وہ ذلیل ہو جائے گا ایک کی رائے دوسرے سے نہیں ملتی اور تحقیق میرے باپ کو ان سے سخت تکالیف اور تلخ شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ شہر بہت جلد تباہ ہو جائے گا اور اس شہر والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہوں میں بٹ گئے۔

اور ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی تو آپ نے کوفہ میں قیام فرمایا اور تیاری میں مشغول تھے جب آپ کا زخم ٹھیک ہو گیا تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے اہل کوفہ اپنے پڑوسیوں اور مہمانوں کے بارے میں جو تمہارے نبی کے اہلبیت ہیں خدا سے ڈرو۔ پس تمام لوگ رونے لگے۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب امام حسن نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی اور کوفہ میں مقیم تھے اور مدینہ کی طرف تیاری کر رہے تھے تو معاویہ کے پیروؤں کا ایک گروہ معاویہ کے پاس جمع ہوا جن میں عمرو بن عاص، ولید بن عقبہ (ولید عثمان کا مادری بھائی تھا

جسے حضرت علیؑ نے شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے) اور عتبہ تھا۔ کہنے لگے ہم چاہتے کہ تم امام حسنؑ کو زیارت کے بہانے اپنے دربار میں بلاؤ تا کہ مدینہ جانے سے پہلے انھیں شرمسار کریں۔ معاویہ نے انھیں منع کیا اور کہنے لگے۔ یہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ صاحب لسان ہیں۔ انھوں نے زیادہ اصرار کیا تو معاویہ نے کسی کو آپ کی طرف بھیجا اور زیارت کا شوق ظاہر کیا۔ جب آپ تشریف لائے یہ لوگ حضرت علیؑ کی بدگوئی کرنے لگے۔ امام حسنؑ خاموش بیٹھے رہے۔ جب یہ فارغ ہوئے تو امام حسنؑ نے خدا کی حمد و ثنا اور اس کے رسول محمدؐ پر صلوة بھیجی اور فرمایا کہ وہ شخص جس کی طرف تم اشارہ کر رہے ہو اس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دونوں بیتیں کیں جب کہ تم سب مشرک تھے اور جو کچھ اللہ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا تھا اس کے منکر و کافر تھے۔ اور اس شخص نے اپنے نفس کو شہوات سے محروم اور لذات سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی کہ اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو اپنے نفوس کو ان طیبات سے محروم نہ رکھو جو اللہ نے تم پر حلال قرار دیے ہیں اور تو اے معاویہ ان اشخاص میں سے ہے کہ جن کے متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے (یہ روایت مسلم نے ابن عباس سے نقل کی ہے) اور امیر المومنینؑ نے مشرکین سے رسول اللہؐ کی حفاظت کرتے ہوئے ان کے بستر پر رات گزاری اور شب ہجرت اپنا نفس ان کا فدیہ قرار دیا یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل کی اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو رضائے الہی چاہتے ہوئے اپنے نفس کو بیچتے ہیں اور انھیں وصف ایمان کے ساتھ متصف کر کے خداوند عالم نے فرمایا۔ ”بس تمہارا ولی اللہ اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اس سے مراد امیر المومنینؑ ہیں اور رسول اللہؐ نے ان سے کہا تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی اور تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔“ اور تو اے معاویہ وہی شخص ہے جس کی طرف جنگ اتراب (خندق) کے دن رسول اللہؐ نے نگاہ کی۔ آپ نے دیکھا کہ حیرا باپ اونٹ پر سوار تھا اور وہ لوگوں کو آپ سے جنگ کرنے پر اکسارہا تھا۔ تیرا بھائی اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ تو پیچھے سے اونٹ کو

ہنگارہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا خدا اونٹ کے سوار اس کے کھینچنے والے اور ہنگانے والے پر لعنت کرے۔ کسی مقام پر تیرا باپ آپ کے مقابل نہیں آیا۔ مگر یہ کہ آپ نے اس پر لعنت کی اور تو بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ تجھے عمر نے شام کا گورنر بنایا اور تو نے خیانت کی۔ پھر عثمان نے بنایا تو تو نے اس کی مدد میں کوتاہی کی اور تو ہی وہ شخص ہے جو اپنے باپ کو اسلام لانے سے روکتا تھا۔ یہاں تک کہ تو نے اسے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا:

يا صخر لا تسلمين طوعاً فتفضحنا بعد الذين بيدوا صبحوا مرفقاً
اے صخر اطاعت کرتے ہوئے اسلام قبول نہ کرو نہ ہمیں تو رسوا کر دے گا بعد
ان لوگوں کے جنہیں جنگ بدر میں چیرا پھاڑا گیا۔

اور تو جنگ بدر اُحد اور خندق بلکہ تمام جنگوں میں رسول اللہ سے جنگ کرتا رہا اور مسلمانوں کو اس فراش نے متعارف کرایا جس پر تو پیدا ہوا۔

پھر عمر و بن عاص کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اے نابذ کے بیٹے تیرا دعویٰ قریش میں سے پانچ اشخاص نے کیا تھا اور ان میں سے جو زیادہ مکینہ تھا اسے غلبہ حاصل ہوا اور وہ عاص ہے اور تو ایک مشرک کے بستر پر پیدا ہوا۔ اللہ تیرے متعلق یہ آیت اتری کہ تیرا دشمن ابتر (جس کی نسل نہ چلے) ہے اور تو اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دشمن تھا اور تو تمام مشرکین میں سے مسلمانوں کے لیے زیادہ مضر تھا اور تو نے یہ اشعار کہے تھے:

لا انثنى عن بنى هاشم بما استطعت فى الغيب والمحضر
وعن عائب اللات لا انثنى ولو لارضى اللات لم تمطر
میں حضور و غیاب میں جتنی میری طاقت ہوگی بنی ہاشم کے مقابلہ سے منہ نہیں موڑوں گا۔ اور لات بت کی عیب جوئی کرنے والے سے منہ نہیں موڑوں گا اور اگر لات راضی نہیں تو بارش نہیں برے گی۔

اور تو اے ولید میں تجھے امیر المؤمنین سے بغض رکھنے پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے تیرے باپ کو سختی سے قتل کیا تھا اور تجھے شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے۔ جب کہ تو نے مسلمانوں کو صبح کی نماز حالت نشہ میں پڑھائی تھی۔ اور تو نے کہا تھا کہ

اور زیادہ کر دوں اور تیرے متعلق خطرہ کہتا ہے:

ان الوليد احق بالعدر	شهد الحطيئة حين يلقي ربه
ازيدكم سكرًا وما يدري	نادى وقد تحت صلوتهم
لائت صلاتهم على العشر	ليزيدهم اخري ولو قبلوا
لقرنت بين الشفع والوتر	فاتوا ابا وهب ولو قبلوا
تركوا عنانك لم تنزل تجرى	جسوا عنانك اذ جريت ولو

نظیر گواہی دے گا جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا کہ بیشک ولید زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کا عذر قبول کیا جائے۔ ولید نے پکار کر (حالانکہ ان کی نماز تمام ہو چکی تھی کیا زیادہ کر دوں تمہارے لیے) نشے کی حالت میں کہا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ نماز اور زیادہ کر رہا ہے اور اگر وہ قبول کر لیتے تو ان کی نماز دس رکعت تک پہنچ جاتی۔ انھوں نے ابو وہب سے تجاویز کیا اور اگر قبول کر لیتے تو تم شفع دو و وتر کو ملا دیتے۔ انھوں نے تیری مہار روک لی جب تو چلنے لگا اور اگر تیری مہار کو چھوڑ دیتے تو تو چلتا رہتا۔

اور خداوند عالم نے اپنی کتاب میں تیرا نام فاسق رکھا ہے اور امیر المؤمنین کو مومن کہا ہے۔ اس قول میں کیا وہ جو مومن ہے اس کی مثل ہے جو فاسق ہے۔ یہ آپس میں مساوی نہیں ہو سکتے۔

حیرے اور امیر المؤمنین کے بارے میں حسان بن ثابت کہتا ہے:

انزل الله ذوالجلال علينا	فسي على وفي الوليد قرانا
ليس من كان موثنا عمر ك الله	كمن كان فاسقا خوانا
سوف يدعى الوليد بعد قليل	وعلى ابي الجزاء عيانا
فعلى يجزي هناك جنانا	ووليد يجزي هناك هوانا

خدائے ذوالجلال نے ہم پر علیؑ اور ولید کے بارے میں قرآن نازل فرمایا ہے۔ خدا تجھے زندگی دے مومن فاسق و خائن کی طرح نہیں ہو سکتا۔ عنقریب ولید اور علیؑ کو آنکھوں کے سامنے بدلہ دینے کے لیے بلایا جائے گا۔ علیؑ کو وہاں جزا و بدلہ میں جنت

اور ولید کو ذلت و خواری ملے گی۔

اور باقی رہا تو اے عتبہ تو تجھے بھی امیر المؤمنین کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ انھوں نے جنگ بدر کے دن تیرے باپ کو قتل کیا تھا اور تیرے چچا زاد شیبہ کے قتل میں شریک تھے اور کیا تجھے برا نہ لگا وہ شخص جس نے تیرے بستر پر قبضہ کیا اور تو نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا یہاں تک کہ تیرے متعلق نصر بن حجاج نے کہا:

بصدقة الهدلی من الحیان
الفاه معما فی الفراش فلم یکن
لا تعتبین یا عتبہ نفسک
ان النساء حائل الشیطان

مجھے عتبہ کے متعلق خبر ملی ہے کہ اس کی بیوی نے اسے قبیلہ حیان کے ہدلی نامی شخص کی دوستی کے لیے تیار کیا۔ عتبہ نے اسے اپنی بیوی کے پاس سویا ہوا پایا تو جو امر نہ بنا اور عورتوں کی طرح خوف کے مارے رک گیا۔ اے عتبہ اپنے نفس کو اپنی بیوی کی محبت پر ملامت نہ کر کیونکہ عورتیں شیطان کا جاں ہیں۔

پھر امام حسنؑ نے اپنے دامن کو جھاڑا اور کھڑے ہو گئے پس معاویہ نے کہا:

امر تکم امرا فلم تسمعو الہ
فلا ابیتم کنت فیکم کبعضکم
فحسبکم ما قال مما علمتم
و حسی بما الفاہ فی القبر و الکفن

میں نے تمہیں ایک چیز کا حکم دیا لیکن تم نے میری بات نہ سنی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم حسنؑ کو نہ بلاؤ۔ جب تم نے انکار کیا تو میں بھی تم میں سے بعض کی طرح تھا اور میرے متعلق خطاب نقصان اور نقصان تھا۔ پس تمہارے لیے کافی ہے جو کچھ اس نے کہا کہ جسے تم خود بھی جانتے تھے اور میرے لیے کافی ہے کہ جسے میں قبر و کفن میں بھی محسوس کروں گا۔

تفسیر عجیب

احص نے اور ہشام بن کلثبی نے اپنی کتاب (جس کا نام مثالب ہے) کہا ہے

اور اس کتاب میں امام حسن کے اس قول کی تشریح کی ہے جو آپ نے معاویہ سے کہا کہ وہ
 بستر معلوم ہے جس پر تو پیدا ہوا۔ میں مطلع ہوا کہ معاویہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ قریش
 کے چار اشخاص سے ہے۔ ۱۔ عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی۔ ۲۔ مسافر بن ابی عمر۔ ۳۔ ابو
 سفیان۔ ۴۔ عباس بن عبدالمطلب اور یہ لوگ ابوسفیان کے ندیم تھے اور ان میں سے ہر
 ایک ہند کے ساتھ مہتم تھا۔ عمارہ بن ولید قریش میں سے حسین ترین مرد تھا اور یہ وہی شخص
 ہے جس کی چغلی عمرو بن عاص نے نجاشی کے پاس کی تھی۔ نجاشی نے ایک جادوگر کو بلایا
 اس سے اس کے آلہ تناسل میں پھونکا تو یہ دیوانہ ہو گیا اور جنگلی جانوروں کے ساتھ
 پھرنے لگا اور نجاشی کی بیوی اس پر عاشق ہو گئی تھی اور مسافر بن ابی عمرو کے متعلق کلبی کا
 بیان ہے کہ عام لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ معاویہ اسی کے نطفہ سے پیدا ہوا کیونکہ اسے بندر
 سے بڑی محبت تھی۔ جب ہند حملہ ہوئی تو مسافر کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں یہ ظاہر نہ ہو
 جائے کہ یہ مجھ سے ہے۔ لہذا حیرہ کے بادشاہ ہند بن عمرو کے پاس بھاگ گیا اور اسی کے
 پاس رہنے لگا۔ جب ابوسفیان حیرہ میں گیا تو مسافر سے اس کی ملاقات ہوئی۔ وہ ہند کے
 عشق میں بیمار ہو گیا تھا اور اس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا تھا اس نے ابوسفیان سے مکہ کے
 حالات پوچھے وہ بتاتا رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے مکہ سے مسافر کے چلے آنے
 کے بعد ہند سے شادی کی۔ ابوسفیان نے اس سے یہ بھی کہا کہ تیرے آنے کے بعد میں
 نے ہند سے شادی کر لی ہے۔ یہ سننے کے بعد اس کی بیماری میں اضافہ ہو گیا اور یہ پگھلنے
 لگا۔

اور نیز ہشام بن محمد کلبی نے کتاب مثالب میں ذکر کیا ہے کہ ہند بڑی شہوانی
 عورت تھی سیاہ رنگ کی طرف مائل تھی۔ جب کوئی سیاہ بچہ پیدا ہوتا تو اسے مار دیتی تھی۔
 ہشام کہتا ہے کہ یزید بن معاویہ اور اسحاق بن ظاہر بن عبید کے درمیان معاویہ
 کے سامنے جبکہ وہ خلیفہ تھا طعن و تشنیع کی بات ہوئی۔ یزید نے اسحاق سے کہا کہ تمہارے
 لیے بہتر یہ ہے کہ تمام بنی حرب جنت میں داخل ہوں۔ یزید نے اس سے اشارہ کیا اس
 بات کی طرف کہ اسحاق کی ماں بنی حرب کے ایک شخص سے مہتم تھی۔ تو اسحاق نے یزید سے کہا

کہ تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ نبی عباس سارے جنت میں داخل ہوں۔ یزید اس کی بات نہ سمجھا اور معاویہ کچھ گیا۔ جب اسحق چلا گیا تو معاویہ نے یزید سے کہا کہ کس طرح لوگوں سے گالی گلوچ کی بات کرتا ہے جب تجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تجھے کیا کیا کہا جا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے اسحق پر طنز کیا ہے اور وہ ہے بھی ایسا ہی۔ معاویہ نے کہا اور اس نے کیا کہا؟ تمہیں معلوم نہیں کہ بعض قریش کا زمانہ جاہلیت میں یہ گمان تھا کہ میں عباس سے ہوں۔

شععی نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے فتح مکہ کے دن ہند کی طرف اس بات کا کچھ اشارہ کیا تھا کہ جب ہند بیعت کرنے کے لیے آئی حالانکہ آپ نے اس کا خون مباح قرار دیا تھا۔ وہ کہنے لگی کس شرط پر آپ کی بیعت کروں؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم زنا نہیں کرو گی۔ کہنے لگی تو کیا کوئی شریف عورت زنا کرتی ہے تو آپ نے اسے پہچان لیا اور حضرت عمر کی طرف دیکھ کر قسم فرمایا۔

اور امام حسن کا عمرو بن عاص سے یہ فرمانا کہ تو مشترک فرماں پر پیدا ہوا ہے۔ نیز کلبی نے مثالب میں ذکر کیا ہے کہ نابینہ عمرو کی ماں ان زانیہ عورتوں میں سے تھی کہ جنہوں نے مکہ میں اپنے نشان لگا رکھے تھے۔

پس عاص بن وائل نے چند قریش کے ساتھ جن میں ابو لہب امیہ بن خلف ہشام بن مغیرہ اور ابو سفیان بن حرب تھے ایک ہی طہر میں اس سے بد فعلی کی۔

کلبی کہتا ہے کہ جو لوگ مکہ میں زانی مشہور تھے وہ ایک جماعت تھی۔ ان میں سے مذکورہ بالا اشخاص کے علاوہ امیہ بن عبد شمس، عبد الرحمن بن حکم بن ابی عاص مردان بن حکم کا بھائی عتبہ بن ابو سفیان معاویہ کا بھائی اور عقبہ بن ابی معیط بھی تھے۔ پس جب نابینہ عمرو سے حاملہ ہوئی تو لوگوں نے اس بارے میں باتیں کیں جب اسے جن چکی تو ان پانچ آدمیوں نے (جن کا ہم نے ذکر کیا ہے) جھگڑا کیا ہر ایک یہ گمان رکھتا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ ان میں سے عاص بن وائل اور ابو سفیان زیادہ مصر تھے۔ ہر ایک کہتا تھا خدا کی قسم یہ میرا نطفہ ہے۔ ان دونوں نے نابینہ کو فیصل مقرر کیا اس نے عاص کا انتخاب کیا۔ کہنے

لگی یہ اس کا ہے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھے اس بات پر کس چیز نے اکسایا ہے حالانکہ ابوسفیان اس سے زیادہ بزرگ ہے وہ کہنے لگی تمہاری بات درست ہے لیکن ابو سفیان بخیل ہے اور عاص نخعی ہے یہ میری بیٹیوں پر خرچ کرے گا لیکن ابوسفیان نہیں کرے گا۔ نابغہ کی کچھ لڑکیاں تھیں۔ اور رہا امام حسن کا ولید بن عقبہ سے یہ فرمانا کہ حضرت علیؑ نے شراب پینے کی وجہ سے تجھے کوڑے لگائے تھے تو سب مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان نے ولید بن عقبہ کو ۲۶ھ میں کوفہ کا حاکم بنایا تھا ولید ہمیشہ شراب پیتا تھا وہ شراب کی محفل جماتا اور اس کے ندیم اور گانے والے ساری رات صبح تک اس کے ساتھ رہتے اور جب موذن اسے صبح ہونے کی اطلاع دیتا تو وہ نشہ کی حالت میں جا کر نماز پڑھاتا۔ ایک دن وہ شبِ خوابی کے لباس میں اٹکا اسے ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اسی حالت میں محراب کی طرف بڑھا اور نماز فجر چار رکعت پڑھا دی اور کہنے لگا کیا زیادہ کروں؟ تو عبد اللہ بن مسعود نے کہا ہم آج تک تجھ سے زیادتی میں ہیں۔ جب سجدہ میں گیا تو کہنے لگا تو پی اور مجھے پلا۔ پس ابن غیلان ثقفی نے کہا۔ تجھے اور جس نے تجھے ہم پر امیر بنا کر بھیجا ہے خداوند عالم پیپ پلائے۔ پھر ابن غیلان اور اہل مسجد نے ولید کو کنکریاں ماریں۔ ولید قصر الامارہ میں داخل ہو گیا۔ وہ نشے میں جھوم رہا تھا۔ جاتے ہی تخت پر سو گیا۔ ایک جماعت نے اس پر جھوم کیا جن میں ابو جندب بن زبیر اسدی ابن عوف ازدی وغیرہ تھے لیکن وہ نشے میں دھت پڑا تھا انھوں نے اسے بیدار کرنا چاہا لیکن وہ بیدار نہ ہوا۔ پھر اس نے ان پر شراب کی تے کر دی۔ اس کے ہاتھ سے انھوں نے اس کی انگوٹھی اتاری اور فوراً مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ پس دربار خلافت میں داخل ہوئے اور ولید کے خلاف انھوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے۔ وہ کہنے لگا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ جو اس نے پی تھی وہ شراب ہے؟ وہ کہنے لگے وہی شراب اس نے پی ہے جو زمانہ جاہلیت میں ہم پیتے تھے پس عثمان نے ان دونوں (ابو جندب اور ابن عوف کو) جھڑک دیا اور برا بھلا کہا وہ دونوں حضرت عثمان کے پاس سے نکل کر حضرت علیؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو سارا واقعہ بتایا۔ آپ عثمان کے پاس تشریف لے

گئے اور فرمایا تم نے گواہوں کو رد اور حدود کو باطل کر دیا ہے تو عثمان کہنے لگے آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اس فاسق کی طرف کسی کو بھیج کر اسے حاضر کر پس اگر گواہ قائم ہو گئے تو اس پر حد جاری کر۔ پس عثمان نے کسی کو ولید کے پاس بھیجا اور اس کو حاضر کیا پس لوگوں نے اس کے خلاف گواہی دی۔ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ عثمان نے کوڑا حضرت علیؑ کی طرف پھینکا اور کہنے لگے۔ پھر آپ اس پر حد جاری کریں۔ آپ نے کوڑا اٹھایا اور ولید کے قریب ہوئے ولید حضرت سے ہٹتا جاتا تھا۔ پس آپ نے اسے پکڑ کر زمین پر بیچ دیا۔ عثمان نے کہا آپ کو یہ حق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لیے کہ یہ فاسق ہو گیا ہے پھر یہ اپنا بچاؤ کرتا ہے اس سے کہ اس سے خدا کا حق لیا جا رہا ہے۔ پھر آپ نے اسے چالیس کوڑے لگائے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ نے ولید کو بد دعادی جبکہ اس نے آپ کی امان کو رد کر دیا تھا جس کی تفصیل اس طرح ہے:

امام احمد مسند میں کہتے ہیں (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ عقبہ کی بیوی رسول اللہؐ کی خدمت میں اس کی شکایت لے کر آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسولؐ ولید مجھے مارتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول اللہؐ نے مجھے بناہ دی ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہی عورت پھر آئی اور کہنے لگی کہ اس نے تو مجھے اور زیادہ پیٹا ہے۔ آپ نے اپنے کپڑے کا ایک کنارہ پھاڑ کر اسے دیا اور کہا کہ اس سے جا کر کہو کہ یہ میری امان ہے رسول اللہؐ کی طرف سے۔ تھوڑی ہی دیر ہم رکے کہ وہ پھر آئی اور کہنے لگی اس نے مجھے اور زیادہ مارا ہے۔ رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا خدا یا تو ہی ولید سے بدلہ لے اور ایک روایت میں ہے خدا یا فاسق کو کیفر کر دار تک پہنچا۔

ولید کے فاسق ہونے کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ ولید نے ایک دن حضرت علیؑ سے کہا کیا میں آپ سے زیادہ زبان دراز اور زیادہ تیز باز نہیں! تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فمن كان مومنا كمن كان فاسقا لا يستون كياموس مثل فاسق کے

ہے یہ دونوں مساوی نہیں ہیں۔ یہ ابن عباس نے ذکر کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے ولید کو ۸ھ میں بنی مصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا وہ مسلمان ہو گئے تھے اور انھوں نے مسجد بھی بنائی تھی جب انھیں ولید کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اس کے استقبال کے لیے ہدایا اور ہتھیار لے کر خوشی میں باہر نکلے جب اس نے اپنی طرف آتے دیکھا تو یہ مدینہ کی طرف واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ انھوں نے زکوٰۃ نہیں دی اور ہتھیار لے کر میری طرف چل پڑے پس ان کی طرف کوئی لشکر جنگ کے لیے بھیجئے۔ پس حارث بن عبد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا تو نے میرے قاصد کے قتل کا ارادہ کیا اور زکوٰۃ بھی نہیں دی۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو نبی برحق بھیجا ہے وہ تو ہم تک پہنچا ہی نہیں اور راستے سے پلٹ آیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے پس خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم فاسق بنباء فتبینوا الے ایمان والو جب فاسق کوئی خبر دے تو اس کی دیکھ بھال کرو۔

ہشام بن محمد کلبی نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ مروان بن حکم نے جبکہ وہ مدینہ کا حاکم تھا امام حسنؑ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور کہا کہ حسنؑ سے کہنا مروان بن حکم کہتا ہے کہ تیرا باپ وہ تھا جس نے افتراق ڈالا حضرت عثمان بن عفان کو قتل کیا اور علماء و زہاد کو ختم کر دیا یعنی خوارج اور تو اپنے غیر پر فخر کرتا ہے جب تجھے کہا جائے کہ تمہارا باپ کون ہے تو تم کہتے ہو کہ میرا ماموں گھوڑا ہے۔ پس قاصد امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابو محمد میں ایسے شخص کا پیغام لے کر آیا ہوں جس کے حملہ کا خوف اور تلوار کا ڈر ہے اور اگر آپؑ پسند نہ کریں تو میں وہ پیغام نہیں پہنچاتا۔ اور اپنے نفس سے آپؑ کا بچاؤ کرتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا نہیں پیغام پہنچاؤ۔ ہم اس پر اللہ کی مدد چاہتے ہیں۔ پس اس نے پیغام دیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ مروان سے جا کر کہو اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے سچائی کی جزا دے اور اگر جھوٹا ہے تو خدا سخت انتقام لینے والا ہے۔ وہ قاصد امام حسنؑ کی بارگاہ سے نکلا تو امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی آپؑ نے فرمایا کہاں سے آرہے ہو کہنے لگا آپؑ کے بھائی

امام حسنؑ کی خدمت میں سے۔ آپ نے فرمایا وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ کہنے لگا مروان کا پیغام لے کر آیا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا پیغام تھا۔ قاصد نے بتانے سے انکار کیا آپ نے فرمایا بتاؤ ورنہ تمہیں قتل کر دوں گا۔ امام حسنؑ نے یہ بات سن لی۔ تشریف لائے اور فرمایا بھائی اسے جانے دو۔ امام حسینؑ نے کہا نہیں خدا کی قسم جب تک یہ بتائے گا نہیں۔ قاصد نے وہ فقرات دہرائے۔ آپ نے فرمایا حسین بن علی اور فرزند فاطمہؑ تجھے کہتا ہے اے زرقاء کے بیٹے جو لوگوں کو اپنی طرف بازار ذی الحجاز میں بلاتی اور بازار عکاظ میں صاحب نشان تھی اور اے رسول اللہؐ کے دھکے دھکے ہوئے اور لعنت کیے ہوئے کے بیٹے تو پہچان کہ تو کون ہے تیری ماں کون تھی اور تیرا باپ کون تھا! وہ قاصد مروان کے پاس آیا اور انہی فقرات کا اعادہ کیا۔ جو دونوں بزرگوں نے فرمایا۔ تو مروان کہنے لگا کہ حسن کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ رسول اللہؐ کے بیٹے ہیں اور حسینؑ سے کہو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم علی ابن ابی طالبؑ کے بیٹے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مروان سے کہنا یہ دونوں باتیں میرے لیے ہیں اور تیری ناک رگڑنے کے لیے۔

اصحیٰ کہتا ہے کہ حسینؑ کا یہ کہنا اے اپنی طرف بلانے والی کے بیٹے۔ تو ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ مروان کی ماں جس کا نام امیہ تھا یہ زمانہ جاہلیت کی بدکار عورتوں میں سے تھی اور اس کا جھنڈا تھا بيطار (نعل لگانے والے) جھنڈے کے ساتھ جس طرح وہ مشہور تھی اور اس کا نام ام بقل زرقاء تھا۔ مروان کا باپ نامعلوم تھا اور حکم کی طرف ایسے ہی منسوب ہو گیا تھا جس طرح عمرو عاص کی طرف منسوب تھا اور آپ کا یہ فرمانا کہ اے رسول اللہؐ کے نکالے ہوئے کے بیٹے اس سے آپ کا اشارہ حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس کی طرف تھا۔ حکم فتح مکہ کے دن اسلام لایا اور مدینہ میں سکونت اختیار کی یہ رسول اللہؐ کی خبریں کفار مکہ کی طرف منتقل کرتا اور آپ کے خلاف جاسوسی کرتا تھا۔ صحیحی کہتا ہے کہ اس نے اسلام صرف اسی مقصد کے لیے قبول کیا تھا اور یہ حقیقت میں مسلمان نہیں ہوا تھا۔ رسول اللہؐ نے اسے ایک دن دیکھا کہ وہ چل رہا ہے اور چلتے چلتے جھک جاتا ہے اور رسول اللہؐ کی نقل اتارتا ہے۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تو ہمیشہ کے لیے ایسا ہی ہو

جائے۔ اس کے بعد جب وہ چلتا تو معلوم ہوتا کہ وہ ابھی گر پڑے گا۔ آپ نے اسے طائف کی طرف جلا وطن کر دیا اور اسے لعنت کی۔ جب سرکار رسالت مآب کی وفات ہو چکی تو حضرت عثمان نے حضرت ابوبکرؓ سے بات چیت کی کہ اسے واپس بلا لے کیونکہ حکم عثمان کا چچا تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ کام میرے بس میں نہیں کیونکہ یہ وہ امر ہے جو رسول اللہؐ نے کیا ہے۔ خدا کی قسم میں حضورؐ کی کسی طرح مخالفت نہیں کروں گا۔ جب ابوبکر انتقال کر گئے اور ان کی جگہ عمر کی حکومت ہوئی تو عثمان نے عمر سے یہی بات کی تو حضرت عمر نے کہا اے عثمان تمہیں رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ سے حیا و شرم نہیں آتی تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن کو مدینہ میں واپس بلانا چاہتے ہو! خدا کی قسم یہ بات کبھی نہیں ہوگی۔ پس جب وہ وفات پا گئے اور عثمان ان کی جگہ آئے تو اسی دن جس دن تخت نشین ہوئے اسے واپس بلا لیا۔ اسے اپنے قریب بٹھایا اور اسے مال عظیم دیا، اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا مسلمان عثمان کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی اس حرکت کو برامانا اور یہ پہلی چیز تھی کہ جسے مسلمانوں نے برا جانا۔ کہنے لگے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن کو واپس بلایا ہے اور خدا اور رسولؐ کی مخالفت کی ہے تو عثمان کہنے لگے رسول اللہؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ واپس بلا لیں گے۔ پس اسی سبب سے جاز کے ایک گروہ نے عثمان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ پھر حکم عثمان کی خلافت ہی کے زمانہ میں فی النار ہوا۔ حضرت عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے جنازہ کے پیچھے چلے۔ پس یہ بات مسلمانوں کو بہت شاق گزری اور کہنے لگے کیا وہ کافی نہیں تھا جو تم نے کیا تھا۔ یہاں تک کہ تم نے منافق ملعون کی نماز جنازہ پڑھائی کہ جس پر رسول اللہؐ نے لعنت کی اور اسے شہر بدر کر دیا تھا۔ پس مسلمانوں نے عثمان کی بیعت تو زدی اور انھیں قتل کر دیا اور حضرت عثمان نے حکم کے بیٹے مروان کو افریقہ کا نمس جو کہ پانچ لاکھ دینار تھا دے دیا۔ جب یہ خبر حضرت عائشہؓ کو ملی تو حضرت عثمان کو پیغام بھیجا کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں تھا کہ تم نے منافق کو واپس بلا لیا یہاں تک کہ تم نے اسے مسلمانوں کا مال بھی واپس دے دیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور تشیع جنازہ بھی کی۔ اسی وجہ سے انھوں نے فرمایا تھا کہ نعلس کو قتل کر دو خدا اسے

قتل کرے بیشک یہ کافر ہو گیا ہے۔

جب مروان کو پتہ چلا کہ بی بی عائشہ نے اس کا بہت برا مانا ہے تو وہ ان کے پاس آیا اور عتاب و ملامت کرنے لگا۔ بی بی عائشہ نے فرمایا نکل جا یہاں سے اے زرقا کے بیٹے میں رسول اللہ پر گواہی دیتی ہوں کہ آپ نے تیرے باپ پر لعنت کی جب کہ تو اس کی پشت میں تھا۔

شععی کہتا ہے کہ مروان ۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہ نے اسے شہر بدر کیا۔

وفات امام حسنؑ

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ سے صلح کرنے کے بعد ۴۹ھ تک آپ مدینہ میں مقیم رہے۔ چالیس دن تک بیمار رہے اور ۲۵ ربیع الاول کو وفات پائی۔ آپ کے سن مبارک میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا سن ۴۹ سال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۳۷ سال ہے۔ پہلا قول صحیح ہے۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مشہور ہے جہاں زیارت کی جاتی ہے۔

سبب شہادۃ

مورخین کہتے ہیں جن میں سے عبدالبر بھی ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کنڈی نے زہر دیا تھا۔ اور شععی کہتا ہے کہ معاویہ نے جعدہ سے مکاری کی اور اس سے کہا کہ امام حسنؑ کو زہر دے دو اور جس کے عوض میں تیری شادی یزید سے کر دوں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تجھے دوں گا جب امام حسنؑ شہید ہو گئے تو جعدہ نے معاویہ کی طرف پیغام بھیجا اور وعدہ پورا کرنے کا مطالبہ کیا تو معاویہ نے رقم تو اسے بھیج دی اور کہلا بھیجا کہ میں یزید سے محبت کرتا ہوں اور اس کی زندگی چاہتا ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یزید سے تیری شادی کر دیتا۔

۱ ارشاد موصوفی کے مطابق حضرت امام حسنؑ ۲۸ صفر ۵۰ھ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

شععی کہتا ہے اس بات کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ امام حسنؑ اپنی شہادت کے وقت فرماتے تھے اور آپ کو وہ معلوم ہو چکا تھا جو معاویہ نے کہا تھا کہ معاویہ کا بھیجا ہوا زہر اپنا کام کر چکا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم جو اس نے جمعہ سے وعدہ کیا ہے وہ اسے پورا نہیں کرے گا اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ قابل اعتناء نہیں۔

اور میرے جد مادری نے کتاب صفوۃ میں بیان کیا ہے کہ یعقوب بن سفیان نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ جمعہ نے ہی آپ کو زہر دیا تھا۔ شاعر اسی ضمن میں کہتا ہے:

تغفرکم لک من سلوۃ تفرج عنک غلیل الحزن
صبر کر پس کتنے مقام لنگلی کے تیرے لیے موجود ہیں جو تجھ سے حزن و ملال کی
سوزش کو دور کر دیں گے۔

بموت النبی و قتل الوصی و قتل الحسین و سم الحسن
(تسلی حاصل کر) وفات رسولؐ، قتل وصیؑ، شہادت حسینؑ اور زہر حسنؑ کے
ساتھ۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ معاویہ نے آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا کیونکہ امام حسنؑ اور ان کے بھائی حسینؑ شام میں معاویہ کے پاس گئے تھے۔

ابو نعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عمیر بن اسحاق کہتا ہے کہ میں اور ایک دوسرا شخص امام حسنؑ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے کہ جس بیماری میں آپ نے وفات پائی تو آپ نے فرمایا اے شخص جو حاجت ہو سوال کر۔ وہ شخص کہنے لگا نہیں خدا کی قسم ہم آپ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے جب تک خداوند عالم آپ کو عافیت نہیں بخشتا۔ آپ نے فرمایا سوال کر لے قبل اس کے کہ سوال نہ کر سکے کیونکہ میرے جگر کے کئی ٹکڑے باہر آچکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے لیکن اس مرتبہ جیسا کوئی زہر نہیں تھا۔

راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

آنجناب کا آخری وقت تھا۔ حسینؑ ان کے سر ہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے اے بھائی آپ کس کو ظلم جانتے ہیں؟ فرمایا کیوں؟ تا کہ تم اسے قتل کرو۔ حسینؑ نے کہا ہاں اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو خدا زیادہ طاقتور اور سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے بدلے کوئی بے گناہ قتل ہو۔

ابن سعد نے واقعی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسن کا وقت احتضار آیا تو آپ نے فرمایا مجھے اپنے نانا کے پاس دفن کرنا یعنی رسول اللہ کے پاس۔

پس امام حسینؑ نے چاہا کہ آپ کو رسول اللہ کے حجرہ میں دفن کریں پس بنی امیہ مروان اور سعید بن عاص جو کہ حاکم مدینہ تھا اس امر سے مانع ہوئے۔ اس پر تمام بنی ہاشم تیار ہو گئے کہ ان سے جنگ کریں۔ ابوبکر نے کہا تھا تمہارا کیا خیال ہے اگر موسیٰ کا بیٹا فوت ہو جاتا تو کیا وہ اپنے باپ کے ساتھ دفن نہ ہوتا؟

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ بھی ان کے ساتھ تھیں وہ کہنے لگیں کہ رسول اللہ کے ساتھ کوئی دفن نہیں ہو سکتا۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ مروان نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ بنی ہاشم نے چاہا تھا کہ حسنؑ کو رسول اللہ کے پاس دفن کریں اور سعید بن عاص بھی اس معاملے میں بنی ہاشم کا ہموار ہو گیا تھا۔ میں نے عثمان مظلوم کی وجہ سے انھیں روک دیا کہ عثمان تو جنت البقیع میں دفن ہوں اور حسنؑ رسول اللہ اور ابوبکر کے ساتھ دفن ہو جائے۔ اس پر معاویہ نے شکریہ کا خط اس کی طرف لکھا اور سعید بن عاص کو معزول کر کے مروان کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔

جب آپ دفن ہو چکے تو آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ قبر پر کھڑے ہو گئے در آنحالیکہ آپ رورہے تھے اور کہا اے ابو محمد خدا آپ پر رحمت نازل کرے اگر آپ کی زندگی باعث عزت تھی تو آپ کی وفات نے کمر توڑ دی ہے اور بہترین روح وہ تھی جس نے آپ کے بدن کے ساتھ زندگی گزاری اور بہترین بدن وہ تھا کہ جسے آپ کے کفن نے چھپایا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ آپ ہدایت کے فرزند پرہیزگاری کے حلیف اور

خاص اصحاب کساء تھے۔ اسلام کی گود میں پلے اور ایمان کے سینے سے دودھ پیا تھا۔ آپ کے کارنامے عظیم اور مدارج انتہائی تھے اور آپ کے ذریعے خداوند عالم نے دو گروہوں میں مصالحت کرائی۔ آپ کے سبب دین کی پراگندگی مجتمع ہوئی۔ بس آپ پر سلام ہے۔ آپ زندگی اور وفات کے بعد طیب و طاہر ہیں۔

واقدی کہتا ہے جب آپ کی وفات کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اس وقت مقام خضرا میں تھا اس نے تکبیر کی آواز بلند کی جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔

ابن سعد کہتا ہے کہ جب امام حسنؑ فوت ہوئے تو ابن عباس اس وقت شام میں تھے ان کی بصارت جاتی رہی تھی۔ وہ معاویہ کے پاس گئے اور اپنے چلانے والے سے کہا کہ مجھے نہ کھینچنا تا کہ معاویہ شامت نہ کرے۔ معاویہ کہنے لگا خدا کی قسم میں تجھے ایسی بات کی خبر دیتا ہوں جو میری شامت سے بھی زیادہ سخت ہے پھر کہنے لگا حسنؑ بن علیؑ فوت ہو گئے ہیں۔ ابن عباس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون! اور خدا کی قسم اے معاویہ تو بھی ان کے بعد نہ رہ سکے گا۔

اولاد امام حسنؑ

واقدی اور ہشام نے کہا ہے کہ آپ کے پندرہ فرزند اور آٹھ بیٹیاں تھیں ان میں سے علی اکبرؑ، علی اصغرؑ، جعفرؑ، فاطمہؑ، سکینہؑ، ام حسنؑ، عبداللہؑ، قاسمؑ، زیدؑ، عبدالرحمنؑ، احمدؑ، اسمعیلؑ، حسینؑ، عقیلؑ اور حسنؑ ہیں اور وہ ابو عبداللہ حسن بن حسن بن علی ہیں۔ یہ ترتیب جو ذکر ہوئی ہے یہ واقدی اور محمد بن ہشام کی ہے۔

لیکن محمد بن سعد نے طبقات میں ان کی ترتیب اس کے علاوہ بیان کی ہے اور اس نے کہا ہے کہ امام حسنؑ کی اولاد میں سے محمد اصغرؑ، جعفرؑ، حمزہؑ، فاطمہؑ ان کی والدہ ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبدالمطلب تھی اور محمد اکبرؑ کہ جن سے آپ کی کنیت ہے اور حسنؑ ان کی والدہ خولہ بنت منظور غطفانیہ ہے اور زید ام حسن اور ام ثمر کی والدہ ام بشر بنت ابو مسعود انصاری ہے کہ جس کا نام عقبہ بن عمرو تھا۔ اسمعیل اور یعقوب کی ماں جعدہ بنت

اشعث بن قیس ہے جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ قاسم ابو بکر اور عبد اللہ جو امام حسین کی معیت میں کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی ماں کنیز تھی اور ان کی نسل نہیں چلی۔ بعض کہتے ہیں ان کی ماں کا نام نفیلہ تھا۔

حسین المرقوم عبد الرحمن، ام سلمہ ایک کنیز سے ہیں جس کا نام ظمیا تھا۔ عمر بھی کنیز سے پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد بھی نہیں ہے اور ام عبد اللہ یہ امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین کی والدہ ہیں ان کی والدہ ایک کنیز تھی جس کا نام صافیہ تھا۔ طلحہ کی کوئی اولاد نہیں اس کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبد اللہ تھی ہے اور عبد اللہ اصغر کی ماں زینب بنت سمیع بن عبد اللہ تھی یہ سمیع جریر بن عبد اللہ بکلی کا بھائی تھا اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ زید بن حسن کی اولاد تھی جن میں سے محمد ایک کنیز سے پیدا ہوا۔ آگے اس کی اولاد نہیں اور نفیہ بنت زید ہے۔ نفیہ کی والدہ کا نام لیانہ بنت عبد اللہ بن عباس ہے اور حسن بن زید ابو جعفر منصور کی طرف سے حاکم مدینہ ہوئے تھے ان کی ماں کنیز تھی۔

واقدی کہتا ہے کہ زید بن حسن نے بطحا بن ازہر میں وفات پائی یہ مقام مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کا جنازہ القبح میں لایا گیا۔ ان کی تاریخ وفات نہیں معلوم ہو سکی۔ مگر یہ کہ وہ تابعین کے دوسرے طبقے میں سے ہیں۔

حسن بن حسن بن علی کی اولاد میں سے عبد اللہ بن حسن بن حسن بن حسن بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی ہیں یہ سب منصور کی قید میں کوفہ میں وفات پا گئے ہم آئندہ ان کا تذکرہ کریں گے اور زینب بنت حسن بن حسن اور ام کلثوم بنت حسن اور ان سب کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی ہیں اور فاطمہ کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبد اللہ ہیں اور جعفر بن حسن بن حسن اور فاطمہ ام قاسم ملیکہ یہ ایک کنیز سے پیدا ہوئے۔ جسے حبیبہ فارسیہ کہا جاتا تھا۔ ام کلثوم ایک کنیز سے ہے یہ سب حسن بن حسن بن علی کی اولاد ہیں۔ جن میں سے عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی علیہ السلام ہیں۔

ہم عبد اللہ کے کچھ حالات ذکر کرتے ہیں۔ واقدی نے آپ کے حالات میں

کہا ہے کہ عبداللہ کی کنیت ابو محمد تھی۔ یہ مدینہ میں رہتے تھے یہاں تک کہ بنی امیہ کی سلطنت ختم ہوئی۔ جب ابو عباس سفاح نے خلافت پر قبضہ کیا تو اولاد ابو طالب کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ اس کے پاس گئے وہ مقام ابنار میں تھا اس نے سب کو بہترین جائزہ دیا اور عبداللہ کو مقدم رکھا انھیں عطیہ دیا اور اپنے قریب بٹھایا اور ان سے وہ سلوک کیا جو دوسروں سے نہیں کیا تھا اور وہ رات کے وقت اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے۔ ایک رات آدھی رات تک باتیں ہوتی رہیں۔ ابو عباس نے ایک ڈبیہ منگوائی جس میں کچھ جواہرات تھے اسے کھولا پھر کہنے لگا اے ابو محمد خدا کی قسم یہ ان جواہرات میں سے ہیں جو بنی امیہ کے قبضے میں تھے اور ہمیں ملے ہیں اور وہ عبداللہ کے ساتھ تقسیم کر لیے پھر ابو العباس کو اذگھ آگئی وہ اپنا سر رکھ کر سو گیا تو عبداللہ نے یہ اشعار کہے:

الم تر حوشا امسی دینی تصور انفعھا لینی نفلہ
 یومل ان یعمرو عمر فوج وامر اللہ یاتی کل لیلہ
 (کیا تو حوشب کی طرف نہیں دیکھتا کہ وہ حملات تعمیر کرتا ہے جن کا نفع بنی نفلہ کو پہنچے گا وہ امید رکھتا ہے کہ نوح جتنی عمر گزارے گا حالانکہ خدا کا حکم ہر رات آتا ہے)

ابو العباس بیدار ہو گیا اور اس نے آپ کے اشعار کا مفہوم سمجھ لیا اور کہنے لگا کیا یہ شعر میرے پاس مثلاً پڑھے جا رہے ہیں۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے جو احسان میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے اور میں نے کوئی چیز تم سے چھپا نہیں رکھی۔ بس انھوں نے کہا اے امیر المؤمنین خدا کی قسم میں نے برائی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ اشعار یوں ہی میری زبان پر آ گئے تھے اور اگر آپ اس چیز کو برداشت کر سکتے ہیں جو مجھ سے سرزد ہوئی ہے تو کر لیجئے۔ کہنے لگا میں نے برداشت کر لیا۔

صولی نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں اشعار عبداللہ نے ایک دوسرے موقع پر کہے تھے۔ وہ کہتا ہے جب عبداللہ ابو العباس کے پاس آئے تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑا اور آپ کو ان حملات اور مکانات میں پھرانے لگا جنہیں اس نے ہاشمیہ میں تعمیر کیا تھا اور ان پر بڑا اترا تھا۔ عبداللہ نے اس وقت یہ دونوں اشعار پڑھے۔ تو سفاح

آگ بگولا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہنے لگا تمہاری کیا مراد ہے۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم میرا مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ میں تمہیں ان سے زہد اور پرہیزگاری کی تلقین کروں۔ سفاح نے کہا: اریسدا حیات و یرید قتل الخ (میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے) تو عبداللہ نے کہا مجھے معاف کر دیجئے سفاح کہنے لگا خدا مجھے معاف نہ کرنے اگر تجھے کبھی بھی معاف کر دوں۔

عبداللہ بن حسن کی اسیری

مورخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن کی کئی اولادیں تھیں جن کا تذکرہ آگے کریں گے۔ ان میں سے ممتاز حیثیت کے محمد اور ابراہیم تھے اور یہ دونوں حصول خلافت کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ منصور ان سے خائف تھا اور یہ منصور کے خوف سے دیہاتوں میں رہتے تھے۔ پھر یہ شہروں کی طرف منتقل ہو گئے۔ جاز سے یمن کی طرف پھر بصرہ کی طرف پھر سندھ چلے گئے۔ جب ۱۲۴ھ میں منصور حج پر گیا تو مدینہ میں عبداللہ بن حسن بن حسن کے ساتھ ملاقات کی اور ان سے ان کی دونوں بیٹوں کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم مجھے ان کا علم نہیں تو منصور نے ان سے سخت کلامی کی پھر انہیں قید کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ جب ان سے ان کے بیٹوں کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم اگر وہ دونوں میرے قدموں کے نیچے ہوتے تو بھی میں قدموں کو نہ اٹھاتا۔

اور صوفی نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگوں نے عبداللہ کو اپنے دونوں بیٹوں کے معاملے کو چھپانے کے سلسلے میں ملامت کی تو وہ کہنے لگے کہ میرا امتحان ابراہیم و خلیل اللہ کے امتحان سے زیادہ عظیم ہے کیونکہ خداوند عالم نے انہیں اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اللہ کی اطاعت تھی تو خدا نے فرمایا کہ بیشک یہ واضح ابتلا ہے۔ یہ مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ میں اپنے بیٹوں کی اس سے مخبری کروں تاکہ یہ انہیں یہ قتل کر دے اور یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ پس منصور نے ان کی قید کا حکم دے دیا۔ وہ تین

سال قید رہے۔ ان کے ساتھ ایک جماعت قیدی تھی جن میں حسن اور ابراہیم عبداللہ کے بھائی حسن کے بیٹے تھے اور حسن بن جعفر بن حسن اور ابو بکر بن حسن بن حسن جو عبداللہ کے بھائی تھے۔ سلیمان عبداللہ علی عباس جو داؤد بن حسن بن حسن کے بیٹے تھے اور محمد واسطی جو ابراہیم بن حسن بن حسن کے بیٹے تھے اور عباس بن حسن بن حسن بن علی کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ اپنے دروازہ پر بیٹھے تھے ان کی والدہ نے فریاد کی کہ خدا کے لیے اسے چھوڑ دو کہ میں اسے آخری بار دیکھ لوں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ علی بن حسن بن حسن بڑے عابد و پرہیزگار تھے۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن اور علی بن محمد بن عبداللہ اور ان کی گرفتاری کا کام ریاح بن عثمان کے سپرد کیا گیا۔ یہ منصور کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا اس نے انھیں بیڑیاں پہنا دیں اور بہت سختی سے پیش آیا۔

ان میں سب سے پہلے عبداللہ کو قید سے رہا کیا گیا۔ پھر باقی یکے بعد دیگرے قید ہوئے اور اسی حالت میں قید رہے۔ یہاں تک کہ ابو جعفر منصور ۱۳۲ھ میں حج کے لیے آیا اور بعض کے قول کے مطابق عبداللہ ۱۴۱ھ میں قید ہوئے۔ جب منصور حج سے پلٹا تو ریاح کی طرف پیغام بھیجا وہ ان کو لے چلا اور ان کے ساتھ ہی محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان کو (جو حسن بن حسن کی اولاد کا مادری بھائی تھا اور جسے دیباچ کہا جاتا تھا) بھی ساتھ لیا اور ان سب کی دادی جناب فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب تھیں۔ پس ریاح نے ان کو مزید بیڑیوں اور طوقوں میں جکڑا اور ان کے حلقے تنگ کر دیے یہاں تک کہ ان کے پاؤں میں زخم ہو گئے اور انھیں مقام ربذہ میں لے کر آیا کیونکہ منصور اس سال مدینہ میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ ربذہ ہی میں قیام ٹھہرا ہوا اور یہ لوگ بے کجاہہ اونٹوں پر وہاں پہنچے۔ ان کے نیچے کوئی کپڑا یا گدا وغیرہ نہیں تھا اور ابو جعفر ربذہ کے پیچھے ان کی حالت دیکھ رہا تھا۔

عبدالرحمن بن ابوموالی کہتا ہے کہ میں نے ان لوگوں کی ربذہ میں حالت دیکھی کہ یہ لوگ دھوپ میں پڑے ہوئے تھے۔ ابو جعفر منصور نے محمد دیباچ کو بلا لیا ان کی بیٹی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کے نکاح میں تھی اور کہنے لگا مجھے بتاؤ کہ کہاں ہیں دونوں

جھوٹے اور فاسق محمد و ابراہیم عبد اللہ بن حسن بن حسن کے بیٹے محمد نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ اس ملعون نے آپ کو چار سو کوڑے مارے پھر ایک سخت و درشت قیص ان پر ڈال دی۔ پھر اس قیص کو کھینچا تو ان کا چہرہ بھی ساتھ ہی آ گیا۔ یہ ایک حسین ترین انسان تھے اسی لیے انھیں دیباچ کہا جاتا تھا۔ ان کی آنکھ پر ایک کوڑا لگا جس سے ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ انھیں بیڑیوں سمیت ان کے بھائی عبد اللہ کے پاس لایا گیا یہ پیاسے تھے لیکن کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ انھیں پانی پلا دیتا۔ جناب عبد اللہ نے فریاد کی کہ اے گروہ مسلمین کیا اولاد رسول پیاسی مرے گی؟ پھر ابو جعفر منصور ایک محل میں سوار ہوا اس کے دوسری جانب اس کے مد مقابل ریح تھا اور اولاد حسن کو اونٹوں کے پالانوں پر سوار کیا گیا۔ ان کے سر ننگے تھے دھوپ ان پر پڑتی تھی۔ ان کے نیچے بھی کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ننگے پیاسے اور بھوکے تھے۔ ایک دن ابو جعفر منصور ان کے قریب سے گزرا۔ وہ محل میں تھا کہ جس پر ریشم و دیباچ کے پردے پڑے تھے۔ تو عبد اللہ بن حسن نے پکار کر کہا کیا ہم نے جنگ بدر میں یہی سلوک کیا تھا؟ اس ملعون نے کوئی جواب نہ دیا ان کا اشارہ جناب رسالت مآب کے سلوک کی طرف تھا جو آپ نے عباس سے کیا تھا۔ جب وہ جنگ بدر میں قید ہوئے تھے اور تکلیف سے کراہتے تھے تو آپ نے فرمایا عباس کے کراہنے سے آج رات میں سو نہیں سکا۔ پھر انھیں چھوڑ دیا تھا۔ صولی نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ جب ان بیسکوں کو اونٹوں پر مینہ سے باہر نکالا گیا ہر ایک کے ساتھ ایک ساہی تھا۔ اس وقت ابن زناد سعدی نے یہ اشعار کہے:

من لنفس كثيرة الاشفاق ولعين كثيرة الاطواق

زیادہ ڈرائے ہوئے نفس اور زیادہ نیچے دیکھنے والی آنکھ کا کون ہے۔

جهدت الذي دهاها زمانا تم جادت بدر مها المهرق

ایک زمانہ تک وہ خشک رہی اس مصیبت کے سبب جس نے اسے گھیرے رکھا

پھر خون کے آنسو بہائے۔

نفراق الذين راحوا الى الموت عيانا والموت مر المذاق

ان کے فراق میں آنسو بہائے جو کھلی ہوئی موت کی طرف جا رہے تھے موت کا
ذائقہ ملتا ہے۔

ثم ظلموا یسلمون علینا باکف مشدودة فی وثاق
پھر وہ ہم پر سلام کرنے لگے ایسی ہتھیلیوں سے جو مضبوط رسیوں سے بندھی
ہوئی تھیں۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ دیباچ کی اس بیٹی کا نام جس کی شادی انھوں نے
ابراہیم سے کی رقیہ تھا۔ یہ لوگ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ ابو جعفر منصور انھیں
بدترین حالت کے ساتھ کوفہ میں لایا۔

واقفی کہتا ہے کہ یہ لوگ اولاد امام حسنؑ میں سے ہیں افراد تھے کہ جنھیں کوفہ
میں قید کر دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں ہاشمیہ میں۔ جو کوفہ کے مقابل تھا۔ انھیں ایک سرداب
میں رکھا گیا جو زمین کے نیچے تھا جس میں نہ رات کا پتہ تھا نہ دن کا۔ یہ سرداب کوفہ کے پل
کے سامنے معروف جگہ ہے جہاں اب زیارت کی جاتی ہے۔ ان کے پاس پانی کا کوئی
انتظام نہ تھا۔ وہ وہیں بول و براز کرتے تھے اس لیے وہاں سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ ان
کے پاؤں پر دم آ گیا۔ جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو دفن بھی نہیں ہو سکتا تھا بلکہ ان
کے سناٹے گل کر مٹی ہو جاتا اور وہ اسے دیکھتے رہتے اور بعض کہتے ہیں کہ سرداب ان پر گر
پڑا اور وہ سب وہیں مر گئے۔

طبری کا کہنا ہے کہ وہ پیاس سے مر گئے کیونکہ ان کے پاس پینے کے لیے پانی
کا کوئی انتظام نہیں تھا۔

مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا عبداللہ بن حسن اسے بیٹوں محمد و
ابراہیم کے منصور کے خلاف خروج کرنے کے بعد فوت ہوئے یا پہلے از زیادہ حج بھیجے
کہ ان کا خروج عبداللہ کی زندگی ہی میں تھا جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

خروج محمد و ابراہیم

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابو جعفر منصور عبداللہ بن حسن اور ان کے خاندان کو

گرفتار کر کے کوفہ لایا تو محمد و ابراہیم اس سے خوف زدہ ہوئے پس وہ یمن کی طرف چلے گئے پھر ہندوستان کی طرف پھر خفیہ طور پر کوفہ آئے اور ابو جعفر ان کے پیچھے جاسوس لگا رکھے تھے۔ منصور کے لشکر میں سے بہت سے لوگوں نے محمد و ابراہیم کی بیعت کر لی پھر انھیں خوف محسوس ہوا۔ محمد جاز اور ابراہیم بصرہ کی طرف چلے گئے۔

شہادت محمد بن عبداللہ بن حسن

مورخین کا بیان ہے کہ منصور کی تمام شہروں میں بیعت لی گئی لیکن جب لوگوں نے اس کا قہر و ظلم دیکھا تو محمد نے دوسو پچاس شہسواروں کے ساتھ ماہ رجب میں مدینہ میں خروج کیا۔ انھوں نے نعرہ بگبیر بلند کیا اور قید خانہ پہنچ کر اس کا دروازہ توڑا وہاں جتنے قیدی تھے سب کو باہر نکال لیا۔ ریاح بن عثمان کو ہشام کے گھر میں مجبوس کر دیا۔ محمد نمبر پر گئے اور خطبہ دیا کہ اے لوگو اس سرکش ٹھکانے دشمن ابو جعفر منصور کا معاملہ تم سے مخفی نہیں۔ اس نے خدا کی دشمنی میں کعبہ محترم کی اہانت کرتے ہوئے قبۃ حضر بنایا ہے اور خداوند عالم نے فرعون کو اس وقت پکڑا جب اس نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ اس امر کے قیام میں زیادہ حقدار مہاجرین و انصاری اولاد ہیں۔ خدایا ان لوگوں نے تیرے حرام کو حلال اور تیرے حلال کو حرام قرار دیا ہے اور جسے تو نے ڈرایا اسے انھوں نے امان دے رکھی ہے اور جسے تو نے امان دی اسے ڈراتے ہیں۔ ان کی تعداد کو ختم کر دے اور انھیں علیحدہ علیحدہ ختم کر دے۔ ان میں سے کسی کو نہ باقی رہنے دے۔ پھر وہ منہ سے اتر آئے۔

واقعی کہتا ہے کہ مکہ مدینہ اور یمن پر محمد کا قبضہ ہو گیا تھا۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ مالک بن انس سے محمد کے ساتھ خروج کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا اور کہا گیا کہ ہماری گردنوں میں منصور کی بیعت پڑی ہوئی ہے تو مالک نے کہا تم لوگوں نے مجبوراً بیعت کی تھی اور مجبور کی قسم کا کچھ مواخذہ نہیں ہوتا۔ پس لوگوں نے محمد کا ساتھ دینے میں جلدی کی۔ مالک اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور باہر نہ نکلا۔

واقعی وغیرہ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن علی بن عبداللہ ابن عباس منصور کا بچا بھی

اس کی قید میں تھا۔ ابو جعفر منصور نے کہا کہ اس معاملے میں ان سے مشورہ کرو تو عبد اللہ نے کہا کہ ابو جعفر کو نخل نے قتل کیا ہوا ہے اس سے کہو کہ مال خرچ کرے۔ اگر غالب آ گیا تو وہ مال دوبارہ اس کے پاس واپس آ جائے گا اور اگر مغلوب ہو گیا تو اس کے دشمن کے پاس ایک درہم بھی نہ ہوگا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب ابو جعفر کو محمد کے خروج کی خبر ملی تو اس نے اسے خط لکھا۔ امیر المومنین ابو جعفر کی طرف سے محمد بن عبد اللہ کی طرف۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں خدا کے اس قول تک مگر وہ جو توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تمہیں ان پر قدرت حاصل ہو تو جان لو کہ خدا بخشش کرنے والا مہربان ہے اور مجھ پر تمہارے لیے اللہ کا میثاق اور اللہ رسول کا ذمہ ہے اگر تم توبہ کرو اور لوٹ آؤ قبل اس کے کہ مجھے تمہارے اوپر قدرت حاصل ہو تو تم تمہارے تمام فرزند بھائی عزیز اور جنھوں نے تمہارا ساتھ دیا ہے ان کے خون اور مال محفوظ ہیں اور میں تمہیں دس لاکھ درہم عطا کروں گا اور جس شہر میں تم چاہو گے وہاں رہنے دوں گا اور تمہارے عزیزوں میں سے جو قید ہیں سب کو رہا کر دوں گا۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے متعلق پختہ میثاق و عہد لو تو جسے چاہو بھیج دو وہ مجھ سے امان نامہ اور مواثیق و عہدوں لے جائے۔ والسلام!

پس محمد بن عبد اللہ نے اس کی طرف خط لکھا:

محمد بن عبد اللہ مہدی کی طرف سے عبد اللہ بن محمد کی طرف! طسم یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ ہم تجھ پر موسیٰ و فرعون کی خبر کی حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اس قوم کے لیے جو ایمان لائے ہیں بیشک فرعون نے اپنے آپ کو زمین میں بلند سمجھا اور اہل زمین کو کئی فرقتے بنا دیا ایک گروہ کو اس نے کمزور سمجھا ان کے بیٹے کو ذبح کرتا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا اور بیشک وہ مفسدین میں سے تھا اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان پر جنھیں زمین میں کمزور بنا دیا گیا۔ انھیں امام بنائیں اور انھیں وارث قرار دیں اور زمین پر انھیں تمعین و اقتدار بخشیں اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکر کو وہ کچھ دکھائیں جس سے وہ

ڈرتے تھے اور میں تجھ پر اسی قسم کی امان پیش کرتا ہوں جیسی تو نے پیش کی اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم نے اس امر کا دعویٰ ہماری وجہ سے کیا اور ہمارے شیعوں کی وجہ سے خروج کیا اور ہمارے فضل و کرم کے خطبے پڑھے اور ہمارے باپ علیؑ ہی وصی تھے اور وہی امام تھے پس تم ان کی ولایت و حکومت کے وارث کس طرح بن گئے؟ جبکہ ان کی اولاد زندہ ہے۔ پھر تمہیں معلوم ہے کہ کسی نے اس امر خلافت کا دعویٰ نہیں کیا کہ جس کا نسب اور شرف ہم ایسا ہو۔ ہم نہ طلقاء (فتح مکہ کے وقت رسول اللہؐ نے جنہیں آزاد کیا تھا) کے نہ دھتکارے ہوئے لوگوں کے نہ ملائین کے بیٹے ہیں اور بنی ہاشم میں سے کسی کے پاس وہ وسیلہ اور ذریعہ نہیں جو ہمارے پاس قرابت، سبقت اور فضل میں ہے۔ ہم رسول اللہ کی زمانہ طفولیت کی والدہ فاطمہ بنت عمرو کے بیٹے ہیں اور اسلام میں فاطمہ بنت رسول اللہ کی اولاد ہیں ہمارا باپ تمام لوگوں میں سے پہلا مسلمان ہے اور پہلا وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ہمارے جد امجد رسول اللہ جدہ ماجدہ خدیجہ طاہرہ ہیں۔ اور ہمارا باپ دو طرف سے ہاشم کی اولاد ہے ایک باپ کی طرف سے اور ایک ماں فاطمہ بنت اسد کی طرف سے اسی طرح حسنؑ دونوں طرف سے ہیں۔ پس میں اوسط بنی ہاشم ہوں نسب کے لحاظ سے اور اشرف ہوں میں ماں باپ کی نسبت سے۔ نہ ماؤں کی وجہ سے کوئی جھگڑ سکتا ہے اور نہ اولاد کے سبب۔ اور نہ اس کی اصل عجم میں ہے اور تیرے لیے امان ہے جس طرح تو نے ذکر کیا ہے اگر تو میری اطاعت میں داخل ہو جائے اور میری دعوت کو قبول کر لے۔ میں تجھے تیری ذات تیری اولاد مال، عزیز اور ہر وہ کام جو تو نے کیا ہے اس میں امان دیتا ہوں۔ مگر اللہ کے حدود میں سے کوئی حد کسی مسلمان یا ذی کا کوئی حق ہو اور باقی رہا تیری امان تو تو کون سی امان مجھے دیتا ہے اپنے چچا عبد اللہ بن علی یا ابو مسلم یا ابن ہبیرہ والی۔ والسلام!

پس ابو جعفر نے محمد کی طرف خط لکھا:

ابا جعفر میں تمہارے خط مطلع ہوا تمہارا زیادہ زور اور فخر عورتوں کی قرابت سے تھا تا کہ بے راہ اور گھٹیا لوگوں کو تم گمراہ کر سکو۔ حالانکہ خداوند عالم نے عورتوں کو چچاؤں کی

مانند قرار نہیں دیا اور عورتیں قرابت داروں اور اولیاء کی طرح نہیں ہیں کیونکہ خداوند عالم نے چچا کو باپ قرار دیا ہے اور یہ جو تم نے ذکر کیا ہے کہ اولادِ وفاطمہ بنت عمر میں سے ہو تو کفر اس کے لیے حاجب ہو گیا۔ نہ وہ وارث ہے نہ اس کی اولاد اور تمہارا یہ کہنا کہ علیؑ دو طرف سے ہاشم کی اولاد میں سے ہیں تو رسول اللہؐ اول و آخرین کے سردار ہیں اور ان کو ہاشم نے صرف ایک طرف سے خلق کیا ہے اور تم نے یہ خیال جو ظاہر کیا ہے کہ تم کینروں کی اولاد میں سے نہیں ہو تو تم نے اس شخص پر فخر کیا ہے جو تم سے بہتر ہے اور وہ ابراہیمؑ فرزند رسول اللہؐ ہیں۔ حالانکہ تم میں سے بہترین اشخاص کینروں کے بیٹے ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کے بعد علی بن الحسین تم میں ایسا شخص پیدا نہیں ہوا اور ان کی والدہ کثیرہ سے اور وہ تم سے اور تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر ہیں۔ اسی طرح اسماعیل بن ابراہیمؑ طفیل الرحمن کی والدہ کینزہ تھیں۔ اسی طرح محمد بن علی بن الحسین کی والدہ کثیرہ سے تھیں۔ حالانکہ تم میں سے ان ایسا کوئی نہیں اور نہ ان کے بیٹے جعفرؑ جیسا، حالانکہ ان کی والدہ کینزہ تھیں۔ ان (طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا) اور جب ابو جعفرؑ سے مایوس ہو گیا تو ان کے مقابلہ کے لیے اپنے چچا عیسیٰ کو بھیجا اور کہنے لگا مجھے پرواہ نہیں ان میں سے جو دوسرے کو قتل کر دے کیونکہ سفاح نے ابو جعفر کے بعد ولی عیسیٰ کو بنایا تھا لیکن ابو جعفر اس کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ عیسیٰ کو چار ہزار کاشکر دے کر روانہ کیا۔ پھر اس سے کہا کہ جنگ کرنے سے پہلے اسے امان پیش کرنا۔ عیسیٰ روانہ ہوا۔ جب وہ مقام ضحید پر پہنچا تو محمد کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ سے خط و کتابت کی وہ محمد کو چھوڑ کر چلے گئے۔ محمد کے ساتھ ایک لاکھ جمع ہو گئے تھے۔ پس محمد نے خندقیں مدینہ کے گرد کھود لیں۔ اور تیار ہو گیا۔ صولی کہتا ہے کہ جب ابو جعفر کاشکر محمد کے حملہ میں آ گیا تو محمد کو کسی چیز کی اتنی فکر نہیں تھی جتنا اپنے دفتر کے محل جانے کا تھا کیونکہ اس میں ان لوگوں کا ریکارڈ تھا جنہوں نے محمد سے خط و کتابت کی تھی اور اس کی بیعت کی تھی۔ جب اس سے فارغ ہوا تو کہنے لگا اب میں طیب خاطر سے مردوں گا۔ اگر محمد یہ نہ کرتے تو لوگ مصیبتِ عظیم میں مبتلا ہو جاتے۔ عیسیٰ آیا اور وہ ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا اے محمد تمہارے لیے امان ہے۔ محمد نے چلا کر کہا خدا کی قسم میں

تیری بات نہیں سنتا اور بے شک عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ پھر محمد گھوڑے سے اتر پڑے۔ آپ کے ساتھ ایک لاکھ میں سے صرف تین سو تیرہ افراد اہل بدر کی تعداد جتنے باقی رہ گئے تھے۔ پھر محمد اور ان کے ساتھیوں نے غسل کیا کا فور لگایا پھر عیسیٰ اور اس کے لشکر پر حملہ کیا اور تین دفعہ ان کو شکست دی۔ پھر ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور محمد کو شہید کر دیا۔ حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کیا۔ وہ انھیں پہچان نہ سکا ان کا سر لے کر وہ عیسیٰ کے پاس آیا۔ محمد کی بہن زینب اور بیٹی فاطمہ نے ان کا جسم جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ ان کا سر ابو جعفر کے پاس پہنچایا گیا۔ اس نے سر کو کوفہ میں نصب کرایا اور شہروں میں بھی تشہیر کیا۔ محمد خروج کے بعد شہادت تک دو مہینے سترہ دن زندہ رہے کیونکہ اول رجب میں خروج کیا تھا اور رمضان کی چودہ راتیں تھیں کہ شہادت پر فائز ہوئے ان کا سن شہادت کے وقت ۴۵ سال تھا وہ احجاز زیت کے پاس شہید ہوئے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو ایک شخص ابو جعفر منصور کے پاس آیا تو منصور نے اس سے پوچھا کیا حالات ہیں؟ وہ کہنے لگا محمد بھاگ گئے ہیں۔ ابو جعفر نے کہا تو جھوٹ بکتا ہے ہم ایسے خاندان سے ہیں جو بھاگتے نہیں۔

ابن سعد کہتا ہے کہ محمد کی اولاد میں سے عبداللہ کو ہشام بن عمر نے بلاد قشیر میں میدان جنگ میں قتل کیا اور علی مصر کی قید میں وفات پا گیا۔ حسن کو موسیٰ بن عیسیٰ نے مقام رخ میں بیدروی سے قتل کیا فاطمہ سے حسن بن ابراہیم نے شادی کی۔ زینب سے محمد بن سفاح کا عقد ہوا۔ ان سب کی والدہ ام سلمہ بنت محمد بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھیں اور طاہر کی ماں فاختہ بن ملح اولاد زبیر میں سے تھی۔ ابراہیم کنیز سے پیدا ہوئے!

شہادت ابراہیم بن عبداللہ برادر محمد بن عبداللہ

مورخین کا بیان ہے کہ اسی سال عبداللہ منصور نے بغداد کی تعمیر شروع کی کہ اسے خیر ملی کہ ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں خروج کیا ہے۔ اہواز اور فارس پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا ہے۔ لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے

ہیں۔

جب سے ابو جعفر نے محمد کو شہید کیا تھا ابراہیم ابو جعفر سے جنگ کرنے کے لیے بہت مشتعل اور بیتاب تھے۔

ابراہیم کا خروج ابتداء شوال اور بعض کے نزدیک ابتداء رمضان میں اسی سال تھا۔ ابو جعفر نے تعمیر بغداد کا کام روک دیا۔ عورتوں اور لذات سے کنارہ کشی کی اور کہنے لگا خدا کی قسم میں ان میں سے کسی چیز کی طرف اس وقت تک رغبت نہیں کروں گا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ابراہیم کا سر میرے لیے ہے یا میرا سر اس کے لیے۔ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ لشکر مل گیا تھا۔ ابو جعفر کے پاس اس وقت صرف دو ہزار شاہسوار تھے کیونکہ وہ اپنا لشکر شام اور خراسان میں تقسیم کر چکا تھا۔

ابراہیم اپنا لشکر لے کر کوفہ کی طرف چلے اور مقام باحزری میں جو کوفہ کے نزدیک تھا ڈیرے ڈال دیے۔ اہل بصرہ نے ابراہیم کو مشورہ دیا تھا کہ بصرہ سے نہ جاؤ لیکن کوفہ سے جو وفد آیا تھا اس نے کہا کہ کوفہ میں ایک لاکھ افراد آپ کی آمد کے منتظر ہیں اور جب آپ کو دیکھ لیں گے تو آپ پر کٹ مریں گے۔ وہ اسی لالچ میں کوفہ کی طرف آئے۔ جب باحزری میں اترے تو ایک رات ابراہیم نکل کر اپنے لشکر کا جائزہ لینے لگے۔ انھوں نے لشکر میں گانے بجانے کی آواز سنی تو کہنے لگے میں خیال نہیں کر سکتا کہ جس لشکر میں یہ چیز ہو وہ کامیابی سے ہمکنار ہو!

پھر ابو جعفر نے عیسیٰ کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ ابراہیم سے کہا گیا کہ عیسیٰ پر شیخوں ماریں۔ انھوں نے کہا میں شیخوں کو پسند نہیں کرتا تو لوگوں نے کہا کہ ملک چاہتے ہیں لیکن قتل کرنا پسند نہیں کرتے۔ پھر باحزری میں جنگ شروع ہوئی۔ شععی کہتا ہے کہ یہ مقام کوفہ سے سولہ فرسخ پر واقع ہے۔ جنگ شروع ہوئی ابو جعفر کے لشکر کو شکست ہوئی مگر عیسیٰ اپنے اعزہ اور خواص کے ساتھ ثابت قدم رہا۔ ابراہیم کی کامیابی ظاہر تھی۔ وہ میدان جنگ میں ہی تھے کہ ایک تیر آیا جو نہ معلوم ہو سکا کہ کس طرف سے آیا وہ چھری کا کام کر گیا۔ پس ابراہیم زمین پر گرے اور کہنے لگے کہ امر

الہی مقدر ہو چکا ہے۔ ہم کچھ ارادہ کرتے ہیں اور خدا کا ارادہ کچھ اور ہوتا ہے۔ اس کے بعد ابراہیم کے ساتھی بھاگ نکلے۔ عیسیٰ کے ساتھی آئے اور انھوں نے ابراہیم کا سر کاٹ لیا۔ عیسیٰ کے پاس لے گئے۔ اس نے سجدہ شکر کیا، پھر ذرا ابو جعفر کے پاس بھیج دیا۔

ابراہیم کی شہادت پیر کے دن اسی سال ۲۵ ذیقعدہ کو ہوئی۔ شہادت کے دن ان کا سن ۳۸ سال تھا۔ خروج سے لے کر شہادت تک کی مدت پانچ دن کم تین مہینے تھی۔

جب ابراہیم کا سر ابو جعفر کے پاس لایا گیا تو وہ رو پڑا۔ یہاں تک کہ اس کے آنسو ابراہیم کے رخسار پر بہنے لگے۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر ان کا سر کوفہ میں نصب کر دیا گیا۔ ابو جعفر نے ربیع سے کہا کہ اس کا سر اس کے باپ عبد اللہ کے پاس قید خانہ میں لے جا۔ پس ربیع ابراہیم کا سر لے کر اس وقت پہنچا جب عبد اللہ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگا کہ جلدی نماز ختم کرو۔ انھوں نے جلدی کی اور سلام پھیرا، سر کو دیکھا، اسے اٹھایا اور اپنی گود میں رکھا پھر کہا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ اے ابو القاسم اہلاً و سہلاً بیشک تم نے اللہ کے عہد و میثاق کو پورا کیا ہے۔

ربیع کہنے لگا ابو القاسم تمہارے نزدیک کیسا تھا؟ عبد اللہ نے جواب دیا جیسا اس شعر میں کہا گیا ہے۔

فتی کان یحمیہ من الذل سفینہ و یکفیہ سوات الذبوب اجتنابہا

(ایسا جوان تھا کہ اس کی تلوار ذلت سے بچاتی اور گناہوں سے ان کا اجتناب

کافی تھا)

پھر ربیع سے کہا اپنے صاحب سے جا کر کہنا کہ ہماری تنگی و ترشی اور تیری ناز و نعمت کے دن گزر گئے ہیں ہماری ملاقات قیامت کو ہوگی اور خدا فیصلہ کرنے والا ہوگا۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ کا پیغام ابو جعفر کو پہنچایا۔ میں نے اسے کبھی اتنا متاثر نہیں پایا تھا جتنا میرے اس کہنے سے متاثر ہوا۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ابراہیم کی والدہ ہند بنت ابی عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعہ بن اسود بن مطعب ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جب محمد بن عبد اللہ نے مدینہ میں خروج کیا اور اس پر خلیفہ کہہ کر سلام ہونے لگا تو

اس نے اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ وہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو بصرہ میں اسی سال یعنی ۱۲۵ھ میں داخل ہوا اور اس نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ فقہاء میں سے عیسیٰ بن یوسف، معاذ بن معاذ، عباد بن عوام، اسحاق بن یوسف، ازرق اور معاویہ بن ہشیم بن بشیر نے علماء کے ایک گروہ کے ساتھ ابو جعفر کے خلاف خروج کیا۔ ابراہیم بصرہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس کا بھائی مدینہ میں شہید ہوا تو یہ بھی عراق کی طرف گیا اور وہاں شہید ہو گیا۔ ابراہیم کی اولاد میں سے حسن بن امامہ بنت عصمت کلابیہ تھا اور علی جو ایک کنیر سے تھا۔

اسی سال ابو جعفر منصور نے محمد دیباج کو شہید کیا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ بری الذمہ اور بے قصور ہیں۔ ان کی شہادت کا سبب یہ تھا کہ انھیں عبداللہ بن حسن بن حسن کے ساتھ قید کیا تھا اور منصور کے نائب ابو عون نے خراسان سے اسے خط لکھا کہ مجھ و ابراہیم کے خروج کی وجہ سے اہل خراسان ہمارے خلاف ہو گئے ہیں اور وہ ان کے خروج کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ منصور نے محمد دیباج کا سر قلم کر کے ابو عون کی طرف بھیجا اور کچھ اشخاص بھی ساتھ روانہ کیے جو خدا کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ محمد بن عبد اللہ بن حسن کا سر ہے اور اس کی والدہ فاطمہ بنت رسول ہیں۔ پس جب اہل خراسان پر یہ بات منکشف ہوئی تو وہ کہنے لگے ابو جعفر کے اس جیسے جھوٹ پر پہلے مطلع نہ تھے۔

اسی سال عبداللہ بن حسن بن حسن اور جوان کے ساتھ تھے ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ واقدی نے ہم سے بیان کیا کہ قیدیوں میں سے سب سے پہلے عبداللہ بن حسن نے وفات پائی تو قید خانہ کا داروغہ کہنے لگا تم میں سے اس کا جو زیادہ قریبی ہو وہ باہر آئی نماز جنازہ پڑھے تو ان کے بھائی حسن بن حسن بن حسن باہر آئے اور انھوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ یہ عید قربان کا دن تھا اور اس وقت عبداللہ کی عمر ۷۵ سال تھی اور بعض کے نزدیک ۷۲ سال اور بعض نے کہا ہے کہ ۶۷ سال تھی لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

ابو فرج اصفہانی نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز عبداللہ بن حسن بن حسن کا

اور تعظیم کیا کرتا تھا ان کی ضروریات پوری کرتا رہتا۔ ایک مرتبہ اس نے عبداللہ کو اپنے دروازہ پر کھڑا دیکھا تو کہنے لگا میں نے آپ سے نہیں کہا ہوا کہ جب آپ کو کوئی حاجت درپیش ہو تو مجھے اطلاع بھیج دیا کیجئے۔ خدا کی قسم مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر کھڑا ہوا دیکھے۔

اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن کی والدہ فاطمہ بنت الحسینؑ ہیں اور عبداللہ کی اولاد محمد و ابراہیم جن کا ذکر کیا جا چکا ہے اور سوئی ہارون و فاطمہ زینب و رقیہ و ام کلثوم ان سب کی ماں ہند بنت عید بن عبداللہ بن زمرہ بن اسود بن مطلب ہیں اور علیؑ و ادریس اصغر جو کہ صاحب اندلس اور بربر تھے اور داؤد کی والدہ عاتکہ بنت عبد الملک بن حرت شاعر مخزومی ہیں اور سلیمان و یحییٰ صاحب دہلیم ان دونوں کی ماں قریبہ بنت اسبج بن ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمرہ بن اسود بن مطلب ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی کنیت ابو محمد تھی اور وہ مدینہ کے چوتھے طبقے کے تابعین میں سے تھے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ عابد صاحب بیت و شرافت اور فصیح و بلیغ تھے واقدی نے کہا ہے کہ ان کا بیٹا ادریس بن عبداللہ یحییٰ بن مدینہ میں رہا۔ جب حسین بن علی نے مقام فتح میں خروج کیا تو ادریس بھی ان کے ساتھ تھے لیکن حسین کی شہادت کے بعد یہ اندلس چلے گئے۔ وہیں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اولاد ہوئی اور ان کی اولاد اس علاقہ پر قابض ہو گئی۔ ادریس مدینہ میں ایک دختر بنام فاطمہ چھوڑ گئے تھے جس سے ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے شادی کر لی تھی۔

ہشام کہتا ہے کہ علی نے ہارون الرشید نے تلاش کرنا شروع کیا۔ یہ وہلم کی طرف چلے گئے۔ وہاں کافی تعداد میں لوگ ان کے گرو جمع ہو گئے۔ ہارون نے ان کے مقابلے میں یحییٰ کو بھیجا اس نے انھیں امان دی۔ پس وہ ہارون کے پاس آئے اور اس نے انھیں مدینہ واپس بھیج دیا۔ جب حسین بن علی نے مقام فتح میں خروج کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے اور وہاں سے نکلے۔

واقدی کہتا ہے کہ علی نے عبداللہ بن حسن بن حسن کے بعد وفات پائی۔ پھر محمد

دیباچ نے کہ جن کے سر کو ابو جعفر منصور نے خراسان کی طرف بھیجا تھا وہ محمد بن عبداللہ بن عمرو تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی تھیں، ان کے والد کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے مسرف کہا جاتا تھا۔ وہ اپنی والدہ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے اور ان کے مادری بھائی ان سے محبت کرتے اور ان کی وجہ سے ہی محمد کو ابو جعفر نے قتل کیا تھا اور محمد کی اولاد میں سے خالد عبدالعزیز، عبداللہ، قاسم اور عثمان تھے۔ ان سب کی والدہ ام کلثوم بنت ابراہیم بن محمد بن طلحہ تھی تھیں اور ام کلثوم کی والدہ سہانہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ ان کے ساتھ قید میں علی بن حسن بن حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھے اور وہ ابو حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن صاحب فتح ہیں۔ وہ عبادت و ریاضت کے لحاظ سے اپنے زمانہ کے افضل ترین شخص تھے وہ اپنے اہلیت میں سے کسی کا کھانا اور جو جاگیریں ابو العباس سفاح اور ابو جعفر منصور نے لوگوں کو دے رکھی تھیں ان میں سے نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ ان کے چشموں سے نہ وضو کرتے اور نہ پانی پیتے تھے اور یہ لوگ قید خانہ میں ان پر گریہ کرتے اور کہتے کہ یہ بیچارے بھی ہماری وجہ سے مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں۔

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ القاب سید ذی ذی المبارک سبط اور شہید کر بلا ہیں۔ آپ ماہ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت چھ ماہ میں ہوئی یہ خصوصیت صرف آپ کو حضرت یحییٰ ابن زکریا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو حاصل ہوئی۔ ابن سعد کہتا ہے جب آپ پیدا ہوئے تو رسول اللہ نے کان میں اذان کہی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ حسین سے بے انتہا محبت کرتے اور انہیں اپنے کاندھوں پر سوار فرماتے اور ان کے ہونٹوں اور دانتوں کے بوسے لیا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ جبریل ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ حسین کے بوسے لے رہے تھے۔

جبریل نے کہا کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں فرمایا ہاں۔ جبریل نے کہا عنقریب آپ کی امت انہیں شہید کرے گی۔

بخاری نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں سرکار رسالت نے فرمایا یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں یعنی حسن و حسین یہ روایت مفردات بخاری میں ہے۔

امام احمد نے کہا ہے (حذف سند سے) ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا حسن و حسین جو انان جنت کے سردار ہیں اور ترمذی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔

ابو محمد جوہری نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد سے) عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جو ان سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو ان سے نفرت رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ یعنی حسن و حسین۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) وانكہ بن اسحق سے روایت ہے کہ میں فاطمہ کے (دروازہ کے) پاس آیا اور ان سے حضرت علی کے متعلق پوچھا وہ کہنے لگیں کہ رسول اللہ کی طرف گئے ہیں۔ میں ان کا بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اچانک رسول اللہ تشریف لائے ان کے ساتھ حضرت علی اور حسن و حسین تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ پکڑا اور حجرہ میں داخل ہوئے حسن کو اپنے دائیں زانو پر حسین کو بائیں زانو پر اور حضرت علی و فاطمہ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر ان پر اپنی ردا ڈال دی۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیرا۔ پھر فرمایا خدا یا یہ میرے حقیقی اہلبیت ہیں اور یہ حدیث حسین اور باقی حضرات کی فضیلت پر مشتمل ہے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں حضرت علی بن حسین سے انھوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حسن و حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن عبید کہتا ہے کہ حسین نے بچپن حج پایادہ ادا کیے حالانکہ سواریاں آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ نیز ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ امام حسین ایک دن حضرت عمر کے پاس آئے اس وقت وہ رسول اللہ کے منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت امام حسین نے حضرت عمر سے کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آ۔ لیکن حضرت عمر نے انھیں اپنی گود میں اٹھالیا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور کہنے لگے کہ کیا ہمارے سروں پر بال آپ کے باپ کے علاوہ کسی اور نے اگائے ہیں؟

عکرمہ کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب حسن و حسین سے (اظہار) محبت کرتے تھے اور انھیں اپنے بیٹے سے مقدم رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک دن مال غنیمت تقسیم کیا تو حسن و حسین علیہم السلام میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار

درہم دیے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو ایک ہزار درہم دیے اس پر عبداللہ اپنے باپ سے کچھ ناراض ہوئے اور کہنے لگے آپ میری سبقت اسلامی اور ہجرت کو جانتے ہیں اور پھر بھی ان دونوں عمر لڑکوں کو آپ مجھ پر فضیلت دیتے ہیں۔ تو حضرت عمر نے کہا وائے ہو تجھ پر اے عبداللہ تو ان کے نانا جیسا نانا ان کے باپ جیسا باپ ان کی ماں جیسی ماں ان کی نانی جیسی نانی ان کے ماموں جیسا ماموں ان کی بہن جیسی بہن ان کے چچا جیسا چچا ان کی پھوپھی جیسی پھوپھی لے آ۔ ان کے نانا رسول اللہ۔ ان کا باپ علیؑ ماں فاطمہؑ نانی خدیجہؑ ماموں ابراہیمؑ فرزند رسول اللہ ان کی بہن زینب و ام کلثوم۔ ان کے چچا جعفر بن ابی طالب اور ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابوطالب ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ ابن عباس حسن و حسینؑ کی رکاب تھاما کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات سوار ہوتے اور کہا کرتے تھے کہ یہ دونوں فرزند ان رسول اللہ ہیں۔

شعبی نے خداوند عالم کے اس ارشاد صرح البحرین یلتقیان بینہما بوزخ لا یبعیان یعنی دو دریا موزن ہوئے ان کے درمیان برزخ ہے وہ ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کرتے۔ کی تاویل میں سفیان ثوری اور سعید بن جبیر سے ذکر کیا ہے کہ بحرین علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ برزخ محمد رسول اللہ اور یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان (یعنی ان سے لؤلؤ و مرجان نکلتے ہیں) وہ حسن و حسینؑ ہیں!

سیرت مبارکہ

مورخین کہتے ہیں کہ اپنے بھائی امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کا دستور تھا کہ ہر سال مدینہ سے مکہ کی طرف پیدل حج کرتے تھے یہاں تک کہ ۶۰ھ میں معاویہ مر گیا۔ اس کی جگہ زید برسر اقتدار آیا۔ معاویہ نے زید سے کہا تھا جب اسے وصیت کی تھی کہ میں نے تیرے لیے زمین ہموار کر دی ہے۔ تمام شہر اور لوگوں کو تیرے سامنے بچھا دیا ہے اور عرب کی گردنیں تیرے لیے جھکا دی ہیں اور مجھے کوئی ڈر نہیں کہ تیرے ساتھ اس امر

حکومت میں کوئی تنازعہ کرے کہ جس کی میں نے بنیاد ڈالی ہے سوائے قریش کے چار افراد کے حسین بن علی۔ عبد اللہ بن زبیر۔ عبد اللہ ابن عمر اور عبد الرحمن بن ابی بکر۔ عبد اللہ بن عمر کو عبادت نے پچھاڑ دیا ہے جب اس کے علاوہ کوئی نہ رہا تو وہ تیری بیعت کر لے گا۔ حسین کو اہل عراق کبھی نہ چھوڑیں گے۔ یہاں تک کہ ان سے خروج کروائیں گے۔ اگر وہ خروج کرے اور تو اس پر کامیاب ہو جائے تو ان سے اعراض کرنا کیونکہ ان کی قریبی رشتہ داری اور حق عظیم ہے اور ابو بکر کا بیٹا تو اس کی ہمت عورتوں اور لوہو و لہب کے علاوہ کچھ نہیں جب وہ دیکھے گا کہ اس کے ساتھی کچھ کر رہے ہیں تو وہ بھی کرنے لگے گا اور باقی رہا وہ جو شیر کی طرح گھٹنے ٹیکے گا اور سانپ کی طرح سر نیچا کرے گا اور لومڑی کی طرح چال بازیاں دکھائے گا اور زبیر کا بیٹا ہے اگر وہ کود پڑے اور تجھے فرصت ملے تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا!

پس جب معاویہ مر اتوا اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عقبہ بن ابی سفیان مکہ کا عمرو بن سعید بن عاص اور کوفہ کا لقمان بن بشیر اور بصرہ کا عبید اللہ بن زیاد باپ کی موت کے بعد یزید کا کوئی مقصد نہ تھا مگر یہ کہ ان اشخاص سے بیعت لے جن کے نام اس کے باپ نے اسے گوائے تھے۔

پس یزید نے ولید بن عقبہ کو خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ ان اشخاص سے سختی سے بیعت لے جس میں کسی قسم کی ڈھیل نہ ہو۔ پس جب ولید نے خط پڑھا تو مروان بن حکم کو طلب کیا۔ اسے یزید کے خط سے آگاہ کرنے کے بعد اس سے مشورہ کیا کہ تیری کیا رائے ہے میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت کسی کو بھیج کر انہیں بلا لے اور انہیں بیعت اور اطاعت کی دعوت دے اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کی گردنیں اڑا دے قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کی موت کا علم ہو کیونکہ اگر انہیں علم ہو گیا تو ہر ایک کو د پڑے گا اور اختلاف و مخالفت کا اظہار کرے گا اور اپنی طرف لوگوں کو بلائے گا۔ سوائے ابن عمر کے کہ وہ جنگ وجدال کرنا نہیں چاہتا مگر یہ کہ اسے اپنا دفاع کرنا پڑے یا سختی سے یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے پس ولید نے عمر بن عثمان کو حسین اور عبد اللہ بن زبیر کی

طرف بھیجا اس نے ان دونوں کو مسجد میں پایا اور کہنے لگا امیر تمہیں بلا رہا ہے انہوں نے کہا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ پھر ابن زبیر نے امام حسینؑ سے کہا آپ کا کیا ارادہ ہے کہ اس نے ہمیں کیوں بلایا ہے حالانکہ اس وقت وہ کسی خاص امر کے علاوہ نہیں بیٹھا کرتا آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ ان کا سر پرست سرکش مر گیا ہے پس اس نے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم سے یزید کے لیے بیعت لے لیں اس کے کہ لوگوں میں وفات سرکش کی خبر پھیلے۔

ابن زبیر کہنے لگا یہی بات ہوگی۔ پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا میں اپنے جوانوں کو جمع کرتا ہوں اور انہیں ہمراہ لے کر اس کے پاس جاتا ہوں پس آپ نے اپنے اعزاء اور جوانوں کو جمع کیا پھر ان سے فرمایا جب میں تمہیں بلاؤں تو اندر گھس آنا۔

پھر آپ ولید کے دربار میں داخل ہوئے۔ مروان اس کے پاس موجود تھا۔ ولید نے یزید کا خط آپ سے پڑھوایا اور بیعت کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا میرا جیسا شخص پوشیدہ بیعت نہیں کر سکتا بلکہ وہ مجمع عام میں ہوگی اور یہی بات تمہیں محبوب ہے ولید عافیت کو دوست رکھتا تھا۔ کہنے لگا آپ خدا کی عافیت و پناہ میں تشریف لے جائیں۔ یہاں تک کہ آپ اور لوگوں کے ساتھ ہمارے پاس آئیں تو مروان نے ولید سے کہا خدا کی قسم اگر یہ اس وقت تجھ سے جدا ہو گئے تو پھر بیعت نہیں کریں گے اور تجھے ان پر کبھی قدرت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ تمہارے درمیان بہت سے لوگ قتل نہ ہوں۔ انہیں اسی وقت گرفتار کر لے یہاں تک کہ یا بیعت کریں یا ان کی گردن اڑا دے۔ امام حسینؑ فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا اور زرقا کے بیٹے وہ مجھے قتل کرے گا۔ یا تو تو جھوٹ بتاتا ہے اور افترا باندھتا ہے پھر آپ وہاں سے باہر چلے آئے تو ولید مروان سے کہنے لگا اے مروان خدا کی قسم میں اسے دوست نہیں رکھتا کہ جن چیزوں پر سورج طلوع کرتا ہے یہ مجھے دی جائیں اور میں حسینؑ کو شہید کروں۔

ابن زبیر نے کہا تھا میں ابھی آتا ہوں پھر وہ راتوں رات مکہ کی طرف ایک غیر معروف راستے سے خود اور اپنے بھائی جعفر بن زبیر کے ساتھ نکل گئے۔ ان کے پیچھے کچھ

لوگ بھیجے گئے لیکن وہ ان سے آگے نکل گئے۔

حسینؑ دوسری رات اپنے اہل و عیال اور جوانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ لوگ تو ابن زبیر کی تلاش میں رہے اور آپ مکہ میں پہنچ گئے۔ پھر ولید نے ابن عمر کی طرف بھیجا تو اس نے کہا باقی لوگ بیعت کریں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔

حدی کہتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ مدینہ سے نکلنے وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے
فخرج منها خائفا يترقب یعنی وہ نکلا اس سے خوف کی حالت میں انتظار کرتے۔

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو عمرو بن سعید نے آپ سے کہا کیسے آنا ہوا آپ نے فرمایا کہ خدا اور اس کے گھر کی پناہ لینے آیا ہوں۔ آپ نے مکہ میں قیام فرمایا۔ جب ولید کی کارگزاری یزید تک پہنچی تو اس کی جگہ عمرو بن سعید کو حاکم مدینہ بنایا۔ واقدی کہتا ہے کہ معاویہ کی موت کے وقت ابن عمر مدینہ میں نہیں بلکہ مکہ میں تھا۔ اس کے بعد ابن عمر اور ابن عباس مدینہ میں آئے۔ جب امام حسینؑ نے مکہ میں قیام کر لیا اور اہل کوفہ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے آپ کی طرف خط لکھا اور اس میں کہا کہ ہم اپنے نفوس کو آپ کے لیے روکے ہوئے ہیں۔ ہم حاکمان وقت کے ساتھ نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ پس آپ ہماری طرف آئیے ہم ایک لاکھ کی تعداد میں ہیں ہم میں ظلم و جور عام ہو گیا ہے اور ہم میں کتاب خدا اور سنت نبی کے خلاف عمل ہو رہا ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ خداوند عالم آپ کی وجہ سے ہمیں حق پر جمع کر دے گا اور آپکے ذریعے ہم سے ظلم کو دور رکھے گا آپ اس امر خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یزید اور اس کے باپ سے کہ جس نے امت سے اس بارے میں غاصبانہ معاملہ کیا ہے جو شراب پیتا بندروں اور ظبوروں سے کھیلتا اور دین کا مذاق اڑاتا ہے۔ خط لکھنے والوں میں سلیمان بن صرد اور مستب بن نجیہ اور کوفہ کے بڑے بڑے لوگ تھے۔

ہشام بن محمد کہتا ہے پھر حضرت حسینؑ کی طرف اہل کوفہ کے خطوط کثرت سے آنے لگے۔ ان کے قاصد پے در پے آئے کہ اگر آپ ہماری طرف تشریف نہ لائے تو اس کا گناہ آپ پر ہوگا۔ آپ نے جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور آپ کو اس سے منع کیا اور کہنے لگے اے ابن عم اہل کوفہ خدا لوگ ہیں انہوں نے آپ کے والد کو شہید کیا۔ آپ کے بھائی کی مدد نہ کی ان کو خنجر مارا ان کا مال و اسباب چھین لیا اور انھیں دشمن کے سپرد کر دیا وغیرہ۔ آپ نے فرمایا یہ ان کے خطوط اور قاصد ہیں کہ جن کی بنا پر میرے لیے وہاں جانا اور دشمنانِ خدا کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہو گیا ہے۔ ابن عباس رونے لگے اور کہاوا حسینا!

جب ابن زبیر کو آپ کا ارادہ معلوم ہوا تو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر آپ یہاں قیام کریں تو ہم آپ کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ آپ یزید اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں اور ابن زبیر آپ کے جانے کی خبر کو لوگوں سے چھپاتا تھا اور یہ تو صرف اس لیے کہا تھا کہ کسی اور بات کی نسبت اس سے نہ دی جائے۔

اور جب محمد بن حنفیہ کو آپ کے جانے کی خبر ملی تو وہ وضو کر رہے تھے اور طشت ان کے سامنے رکھا تھا۔ وہ اتاروئے کہ طشت کو اپنے آنسوؤں سے پر کر دیا۔ مکہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کے جانے سے محزون و مغموم نہ ہو۔ جب لوگوں نے اس سلسلے میں بہت گفت و شنید کی تو آپ نے قبیلہ اوس کے شاعر کے یہ اشعار پڑھے:

سامض وما الموت عار علی الفتی اذا مانوی خیراً و جاہد
میں جاؤں گا اور موت مرد کے لیے عار نہیں جب نیت نیک ہو جہاد کرے اور
قرض اتارے۔

و اسی الرجال الصالحین بنفسہ و فارق مشوراً و خالف محرماً
وان طشت لم اوہم و ان منت لم الم کف بک ذل ان تعیش و ترغمها
اور مدد کرے صالح لوگوں کی اپنے نفس سے اور ہلاکت سے جدا اور فعل حرام
کی مخالفت کرے اگر میں زندہ رہوں تو مغموم نہیں اور اگر مر جاؤں تو قابلِ ملامت نہیں
حیری ذلت کے لیے کافی ہے کہ تو زندگی گزارے اور تجھے ذلیل کیا جائے۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وکان امر اللہ قدراً مقدوراً اور خدا کا حکم مقرر

شدہ تقدیر ہے۔

پھر امام حسینؑ نے مکہ سے نکلنے سے پہلے مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجا اور اس سے کہا جا کر دیکھو کہ جو کچھ انھوں نے ہمیں لکھا ہے اگر درست ہے تو ہمیں اطلاع دو۔

اور امام حسینؑ نے ذی الحجہ ۶۰ھ میں مکہ سے روانہ ہوئے پس جب آپ بنی عامر کے بستان میں پہنچے تو فرزدق شاعر آپ سے ملا۔ وہ آٹھویں ذی الحجہ کا دن تھا۔ فرزدق نے کہا اے فرزند رسول آپ نے حج سے پہلے کیوں جلدی کی۔ فرمایا اگر میں جلدی نہ کرتا تو سختی سے گرفتار کر لیا جاتا پس اے فرزدق مجھے بتاؤ کہ تم کیا خبر رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے عراق کے لوگوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ اپنی ذات کے بارے میں ڈریے اور واپس لوٹ جائیے۔

آپ نے اس سے فرمایا اے فرزدق یہ ایسی قوم ہے جس نے شیطان کی اطاعت لازم کر لی ہے اور رحمن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ زمین میں فساد برپا کر رکھا ہے۔ حدود الہی کو باطل کر دیا ہے، شراب پیتے ہیں اور فقرا و مساکین کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ دین خدا کی مدد اس کی شریعت کی عزت اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے کھڑا ہو جاؤں۔ فرزدق نے اپنی راہ لی اور چلا گیا۔

حضرت مسلم بن عقیل

مورخین کا بیان ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو عوجہ نامی ایک شخص کے یہاں قیام ہوا۔ اہل کوفہ آپ کے پاس آنے جانے لگے اور بارہ ہزار بعض کے نزدیک اٹھارہ ہزار اشخاص نے آپ کی بیعت کر لی۔ آپ نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور انہیں ان تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ایک شخص جو ہوا خواہان یزید میں سے تھا نعمان بن شہیر کے پاس گیا۔ نعمان کوفہ کا گورنر تھا اس سے کہنے لگا تو کمزور ہے اور تجھے کمزور سمجھ لیا گیا ہے شہر کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ اس نے مسلم کا سارا کا واقعہ بیان کیا۔ نعمان

نے کہا خدا کی قسم اللہ کی اطاعت میں میرا کمزور ہونا مجھے اس کی نافرمانی میں قوی ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم میں اس پردے کو نہیں پھاڑوں گا جسے خدا نے چھپا رکھا ہے۔

اس شخص نے یہ بات یزید کو تحریر کی۔ یزید عبید اللہ بن زیاد کو سب لوگوں سے زیادہ مبغوض رکھتا تھا لیکن اب اس کی ضرورت اسے محسوس ہوئی تو اسے خط لکھا کہ میں نے تجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کا گورنر بھی بنایا ہے۔ حسین کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کرو اور مسلم بن عقیل کوفہ میں ہیں ان کو قتل کر دے۔ پس ابن زیاد بصرہ کے سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ کوفہ میں ڈھاٹا باندھے ہوئے داخل ہوا۔ ان کی کسی بیٹھک کے سامنے سے گزرنا اور سلام کرنا تھا مگر یہ کہ وہ لوگ کہتے کہ آپ پر سلام ہوا ہے فرزند رسولؐ۔ وہ لوگ گمان کرتے تھے کہ یہ حسین ہیں۔ اسی طرح وہ قصر امارت میں آ کر فروکش ہوا۔ اپنے ایک غلام کو بلایا اسے تین ہزار درہم دیے اور کہنے لگا جاؤ اور پوچھ گچھ کرو اس شخص کے متعلق کہ جس کی اہل کوفہ بیعت کر رہے ہیں۔ پس اسے بتانا کہ میں تمہارے شیعوں میں سے ہوں۔ اور یہ مال اسے دے دینا کہ اسے دشمن کے خلاف استعمال کرو۔ پس وہ شخص نرمی سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کے پاس پہنچا ان کے پاس ہانی بن عروہ بھی موجود تھے پس اس شخص نے آپ کی بیعت کی اور مال سپرد کیا۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ پس ابن زیاد نے اہل کوفہ سے پوچھا کہ ہانی بن عروہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ میرے پاس نہیں آتا۔ محمد بن اشعث کہنے لگا کہ میں اسے تمہارے پاس لاتا ہوں۔ پس محمد ہانی کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا امیر تجھے یاد کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ انھیں ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت قاضی شریح بھی بیٹھا تھا۔ جب ابن زیاد نے ہانی کی طرف دیکھا تو کہنے لگا کہ خائن شخص کو اس کے اپنے پاؤں لائے ہیں۔ جب ہانی نے ابن زیاد پر سلام کیا تو وہ کہنے لگا اے ابی مسلم کہاں ہے۔ ہانی نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ ابن زیاد نے اس غلام کو حاضر ہونے کا حکم دیا جسے تین ہزار درہم دے کر بھیجا تھا۔ جب وہ باہر آیا اور ہانی نے اسے

دیکھا تو وہ پریشان ہو کر کہنے لگا خدا کی قسم میں نے انھیں نہیں بلایا تھا۔ وہ خود میرے مکان میں آگئے تھے۔ ابن زیاد کہنے لگا پھر اسے میرے پاس لے آ۔ ہانی کہنے لگا خدا کی قسم اگر وہ میرے دونوں قدموں کے سائے میں ہوتے تو بھی میں اپنے قدموں کو بلند نہ کرتا۔ ابن زیاد نے ہانی کو چھڑی سے اتنا مارا کہ ان کا خون بہنے لگا۔ ہانی ایک سپاہی کی تلوار کی طرف جھپٹے کہ تلوار اس سے چھین لیں لیکن اس نے آپ کو روک دیا۔ تو ابن زیاد کہنے لگا خدا نے تیرا خون حلال قرار دیا ہے۔ قبیلہ مذحج کے لوگ دارالامارہ کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور آوازیں بلند کرنے لگے۔ ابن زیاد نے قاضی شریح سے کہا ان کے پاس انھیں جا کر کہو کہ ہانی کو پوچھ گچھ کے لیے روکا گیا ہے۔ ہانی نے شریح سے کہا خدا سے ڈرو یہ مجھے قتل کرنے والا ہے۔ پس شریح ان کے پاس گیا اور ان سے ابن زیاد والی بات کہی پس وہ لوگ منتشر ہو گئے۔

مسلم بن عقیل کو یہ خبر مل گئی پس وہ ہانی کے گھر سے باہر آئے اور اپنی علامت کے ساتھ منادی کرائی۔ پس اہل کوفہ میں سے چار ہزار افراد ان کے گرد جمع ہو گئے۔ مسلم نے انھیں جنگ کے لیے تیار کیا اور قصر الامارہ کی طرف چلے۔ ابن زیاد کے پاس سردار ان کوفہ موجود تھے وہ ان سے کہنے لگا کہ جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مسلم سے منتشر کر دو ورنہ تمہاری گردنیں اڑا دیں گا۔ وہ قصر الامارہ پر چڑھ گئے اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ پس جتنے لوگ مسلم کے ساتھ تھے وہ ترتر ہو گئے۔ اتنے میں شب کی سیاہی زیادہ پھیل گئی اور مسلم تنہا رہ گئے۔ وہ ایک دروازہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ اس گھر سے ایک عورت نکلی آپ نے اس سے کہا اے کثیر خدا مجھے پانی پلاؤ۔ اس نے آپ کو پانی پلایا اور کہنے لگی آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ اس نے کہا اندر تشریف لے آئیے۔ آپ اس گھر میں داخل ہو گئے۔ وہ عورت محمد بن اشعث کے غلام کی ماں تھی۔ اس کے بیٹے نے مسلم کو پہچان لیا اور جا کر ابن اشعث کو خبر کر دی۔ اس نے ابن زیاد کو بتایا۔ ابن زیاد نے عمرو بن حریش مخزومی کو جو اس کی سپاہ کا سردار تھا محمد بن اشعث سمیت مسلم کی طرف بھیجا انھوں نے آ کر اس گھر کو گھیر لیا۔ مسلم ان سے جنگ کرتے

ہوئے باہر نکلے۔ محمد بن اشعث نے آپکو امان پیش کی اور انھیں ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ اس کے حکم سے مسلم کو دارالامارہ کے اوپر لایا گیا اور ان کا سر قلم کر کے لوگوں کی طرف پھینک دیا اور جسم کناسہ میں لٹکا دیا۔ پھر ہانی بن عروہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ اس سلسلے میں شاعر کہتا ہے

ان كنت لا تدرين بالموت فانظري ابى هانى بالسوق وابن عقيل
احسابهما ريب المنون فاصبحا احاديث من يسعي بيلك سبيل
اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کسے کہتے ہیں تو بازار میں ہانی اور مسلم بن عقیل کی
طرف دیکھ جو حادثہ زمانہ ان پر وارد ہو گئے اور وہ ہر طرف جانے والے کے لیے باعث
گفتگو بن گئے۔

دوسرا شاعر مسلم بن عقیل کے خلاف محمد بن اشعث کی تگ و دوہ کے متعلق کہتا ہے۔

وتركت عمك لم تقاتل دونه فضلا ولولا انت كان ممنعا
وقتل وانذ حزب ال محمد وهبته رثيا فإله و دروعا
اور تو نے اپنے چچا کو چھوڑ دیا اور بز دلی کی وجہ سے اس کے سامنے نہ لڑا اگر تو نہ
ہوتا تو محفوظ رہتا اور تو نے آل محمد کی جماعت کے آئے ہوئے ایک شخص کو قتل کیا اور اس کی
تلوار اور زره اتار لی۔

ابن زیاد کے پاس لانے سے پہلے ابن اشعث نے آپ کا سامان جنگ اتار لیا اور مسلم آٹھ ذی الحجہ کو شہید ہوئے۔ امام حسینؑ کے مکہ سے روانہ ہونے سے ایک دن بعد اور بعض کہتے ہیں اسی دن شہید ہوئیں جس دن امام نے مکہ سے کوچ کیا تھا اور ابن زیاد نے مسلم ابن عقیل کا سرد مشق کی طرف یزید کے پاس بھیج دیا۔ یہ بنی ہاشم کے سردوں میں سے پہلا سر تھا جو بھیجا گیا اور مسلم کا جسم پہلا بنی ہاشم کا جسم تھا جسے سولی پر لٹکایا گیا۔

ابن ہشام بن محمد اور ابن اسحاق نے مسلم بن عقیل کا واقعہ اس سے زیادہ مکمل طور سے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے روانہ ہوئے تو

عبداللہ ابن مطہج نے آپ سے ملاقات کی۔ اس نے کہا میں آپ پر سے قربان جاؤں
اے ابا عبداللہ کہاں کا ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ میں کوفہ جا رہا ہوں۔ اس نے عرض کی
کہ اہل کوفہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔ ان کا دھوکا اور حضرت علیؑ و امام حسنؑ سے جو
سلوک انھوں نے کیا تھا وہ ذکر کیا پھر کہنے لگا آپ حرم خدا کو نہ چھوڑیں۔ کیونکہ آپ
سردار عرب ہیں اور لوگ آپ کے برابر کسی کو بھی نہیں قرار دیں گے اور ہر طرف کے لوگ
آپ کی خدمت میں آئیں گے اور خدا کی قسم اگر آپ شہید ہو گئے تو آپ کے بعد ہمیں
غلام بنا لیا جائے گا۔ آپ آگے بڑھے یہاں تک کہ مکہ میں نزول اجلال فرمایا۔ ہر طرف
سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ابن زبیر کعبہ سے چٹا ہوا تھا دن میں
کعبہ کے پاس نماز اور رات کو طواف کرتا اور درمیان میں دو مرتبہ آرام کرتا۔ روزانہ امام
حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کا مکہ میں رہنا ابن زبیر کے لیے سب
لوگوں سے زیادہ ناگوار تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ لوگوں کا رجحان آپ کی طرف ہے نہ کہ ابن
زبیر کی طرف۔ اسی لیے ابن زبیر آپ کو مکہ سے چلے جانے کا مشورہ دیتا۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ ابالیان کوفہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت حسینؑ مکہ میں ہیں اور
انھوں نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے۔ تو وہ لوگ سلیمان بن عمرو کے مکان پر جمع
ہوئے سلیمان نے ان سے کہا اے قوم حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور تم
ان کے باپ کے پیروکار ہو پس اگر تم لوگ ان کی مدد کرو اور ان کے دشمن کے ساتھ جہاد
کرو تو انہیں خط لکھو اور اگر تمہیں اپنی بزدلی اور سستی کا خوف ہے تو انہیں دھوکا نہ دو وہ لوگ
کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ہم آپ کی نصرت کریں گے اور ہم ان پر اپنی جانیں قربان کر
دیں گے۔ پس ان لوگوں نے آپ کو وہی کچھ لکھا جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں اور
انھوں نے وہ خط عبداللہ بن سبیح صمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا پس یہ دونوں
امام حسینؑ کی خدمت میں دس رمضان المبارک کو پہنچے۔ پھر ان دونوں کے دو دن بعد قیس
بن مسہر صیدادی اور عبدالرحمن بن عبداللہ ارجی اور عمارہ بن عبداللہ بن سلوی کو ایک سو
پچاس خط دے کر روانہ کیا۔ پھر دو دن گزارنے کے بعد صفی بن ہانی سبئی اور سعید بن

عبداللہ حنفی کو روانہ کیا اور ان کے ساتھ جو خط بھیجا اس میں امام حسین کو لکھا کہ لوگ آپ کے قدم میں سنت لزوم کے منتظر ہیں اور آپ کے علاوہ ان کی رائے میں اور کوئی نہیں ہے پس آپ تشریف لائیے اور شیث بن ربیع حجار بن ابجر زید بن حرث اور عروہ بن قیس نے اور لوگوں کے ساتھ آپ کو خط لکھا۔ اما بعد پس کھیت تیار ہو چکے ہیں پھل پک گئے ہیں آپ تشریف لائیے۔ آپ تیار شدہ لشکر اپنے لیے پائیں گے۔ والسلام!

یہ تمام خطوط آپ کو مکہ میں ملے تو اس وقت آپ مسلم بن عقیل کو اس طرف بھیجا اور انہیں خط لکھ کر دیا تحقیق میں۔

میں تمھاری طرف اپنے بھائی اپنے چچا کے فرزند اپنے اہل بیت میں سے قابل وثوق شخص کو بھیج رہا ہوں اور میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ میری طرف تمھارے حالات تحریر کرے پس اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمھارے گروہ اور تم میں سے صاحبان عقل و دانش کی رائے مجتمع ہے جس طرح کہ تمھارے خطوط سے معلوم ہوتا ہے تو میں تمھارے پاس آؤں گا ورنہ نہیں۔ والسلام!

پھر آپ نے مسلم بن عقیل کو بلایا اور انہیں قیس بن مسہر صیداوی، عبداللہ بن عمارہ سلوی اور عبدالرحمن بن عبداللہ ارجی کے ساتھ روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ یہ کام صیغہ راز میں رہے۔ پس مسلم کوفہ کی طرف چلے جب وہاں پہنچے تو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر قیام کیا۔ غیغہ ان کے پاس آنے لگے۔ آپ نے ان کے سامنے امام حسین کا خط پڑھا وہ سب کے سب رونے لگے۔ پھر وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم آپ کے لیے تلوار زنی کریں گے یہاں تک کہ ہم سب مرجائیں۔ یہ خبر نعمان بن بشیر تک پہنچ گئی۔ اس نے خطبہ دیا اور کہنے لگا فتنوں اور خون بہانے سے بچو۔ نعمان ایک عافیت پسند شخص تھا پس عبداللہ بن مسلم بن سعید حضری نے جو بنی امیہ کا ساتھی تھا پکار کر کہا کہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس کی اصلاح سختی اور تشدد کے بغیر نہیں ہو سکتی اور تمھاری رائے تو کمزور قسم کے لوگوں والی ہے۔ نعمان نے کہا کہ میں اطاعت خدا میں کمزوری کو نافرمانی خدا میں قوت سے بہتر سمجھتا ہوں۔

عبداللہ نے یہ بات یزید کو لکھی۔ اس نے نعمان کو معزول اور ابن زیاد کو (کوفہ

کا) گورنر بنا دیا۔ جب ابن زیاد کوفہ میں پہنچا تو اس نے مسلم بن عقیل کو تلاش کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں انھیں شہید کر دیا اور ان کا سر ہانی بن عروہ کے سر کے ساتھ یزید کے پاس بھیجا اور یزید کو خط لکھا کہ حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے امیر المؤمنین کا حق لیا۔ اور اس کے دشمن کو ٹھکانے لگایا۔ یزید نے اس کو خط کا جواب دیا۔ اس کا شکر یہ ادا کیا اور کہا تو نے ایک عقلمند آدمی والا کام کیا اور مضبوط دل اور شجاع کی طرح حملہ کیا اور تیرے متعلق جو مجھے ظن تھا اسے سچ کر دکھایا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین عراق کی طرف متوجہ ہیں اس کے لیے دیکھ بھال کرنے والے اور سرحدوں کی رکھوالی کرنے والے معین کر اور ان سے پوری حفاظت کر لے اور جس پر برائمان ہو جائے اسے قید کر دے جو مشتبہ ہو اس کا مواخذہ کر اور جو کچھ اچھا یا برا حادثہ پیش آئے اس کی مجھے اطلاع دے۔ والسلام۔

ہشام نے کہا ہے کہ امام حسین مکہ سے مدینہ کی طرف بروز اتوار ۲۸ رجب ۶۰ھ کو نکلے اور بروز جمعہ تین شعبان مکہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں ماہ شعبان رمضان شوال اور ذیقعدہ کا مہینہ قیام کیا اور ۸ ذی الحجہ بروز منگل مکہ سے روانہ ہوئے۔ وہ ترویہ کا دن تھا کہ جس دن مسلم بن عقیل نے کوفہ میں ظہار کیا تھا۔

نیز ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ امام حسین نے قیس بن مسہر کو مسلم بن عقیل کی طرف روانہ کیا تاکہ آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے آپ کو اس کے حالات معلوم ہو جائیں آپ کو ان کے حالات معلوم ہو جائیں۔ قیس کو ابن زیاد نے گرفتار کر لیا اور ان سے کہا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کذاب بن کذاب (معاذ اللہ) یعنی امام حسین کو برا بھلا کہو۔ قیس منبر پر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے لوگو میں امام حسین کو مقدم حاضر میں چھوڑ آیا ہوں اور میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں۔ پس خداوند عالم کذاب ابن کذاب ابن زیاد پر لعنت کرے۔ قیس کو قصر الامارہ سے پھینکا گیا اور وہ جاں بحق ہو گئے۔

عراق میں امام کا ورود

ابن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا کہ اس شخص (حسین) کی میرے لیے کفایت

کر و عمر آپ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ابن زیاد سے کہنے لگا مجھے اس سے معاف کرو۔ ابن زیاد نے کہا معاف نہیں کروں گا۔ اور ابن زیاد نے اسے رے اور خوزستان کی حکومت دے دی تھی۔ پس کہنے لگا کہ حسین سے جنگ کرو ورنہ میں تمہیں معزول کر دوں گا عمر نے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے ابن زیاد نے مہلت دے دی ابن زیاد نے مہلت دے دی۔ وہ سوچتا رہا۔ پس اس نے ولایت رے کو قتل حسین پر ترجیح دی۔ جب صبح ہوئی تو ابن زیاد کے پاس گیا اور کہنے لگا میں حسین سے لڑوں گا۔ محمد بن سیرین نے کہا کہ اس معاملے میں حضرت علی ابن ابی طالب کی کرامت ظاہر ہوئی۔ آپ کی ملاقات ایک دن عمر سعد سے ہوئی جب وہ نوجوان تھا تو آپ نے فرمایا وہ اے ہوتیرے لیے اے ابن سعد تیری کیا حالت ہوگی جبکہ تو ایسے مقام پر کھڑا ہوگا کہ تجھے جنت اور جہنم کا اختیار دیا جائے گا اور تو جہنم کی آگ کو ترجیح دے گا۔

واقعی کہتا ہے کہ جب امام حسین نے قادسیہ سے کوچ کیا تو آپ ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور اترنے کے لیے جگہ کا انتخاب کر رہے تھے کہ اچانک سوا لشکر تاریک رات کی طرح ظاہر ہوا۔ ان کے نشان گدھوں کے پر اور نیزے جگل معلوم ہوتے تھے۔ وہ آ کر آپ کے مد مقابل اترا اور تین دن تک آپ پر پانی بند کر دیا اور عبد اللہ بن حصین از دی نے پکار کر کہا اے حسین پانی کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ گویا وسط آسمان ہے۔ خدا کی قسم آپ اس کا ایک قطرہ نہیں پی سکتے جب تک پیاس سے مر نہ جائیں۔ آپ نے عرض کی خدایا اسے پیاس کے ساتھ قتل کر اور اسے کبھی نہ بخشا۔ وہ اس کے بعد پانی پیتا لیکن سیر نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پانی سے پھول گیا اور وہ پیاس سے داخل جہنم ہوا۔

عمر و بن حجاج نے پکار کر کہا اے حسین! یہ وہ پانی ہے جسے کتے خنزیر گدھے اور بھیڑیے پیتے ہیں لیکن خدا کی قسم تم اس کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے۔ جب تک (معاذ اللہ) جہنم میں کھولنا ہو پانی نہ ہو۔ اس بات کا سننا امام حسین کے لیے پانی نہ ملنے سے کہیں سخت تھا!

واقعی کہتا ہے کہ جب عمر سعد کے پاس شمر پہنچا تو عمر سعد نے اسے پکار کر کہا
خدا کی قسم تیرے لیے اہل اوس و سہل انہیں ہے اے مبروص خدا تیرے گھر کو قریب نہ کرے اور
تیری ملاقات نہ ہو اور بڑا ہو اس چیز کا جو تولے کرا آیا ہے۔ پھر عمر بن سعد نے خط پڑھا اور
کہنے لگا خدا کی قسم تو نے ابن زیاد کو اس کے ارادہ سے موڑ دیا ہے۔ وہ تو مان گیا تھا لیکن تو
شیطان ہے جو کچھ تو نے کرنا تھا کیا ہے۔ شمر کہنے لگا اگر امیر کے حکم کی پیروی کرنی ہے تو
ٹھیک ورنہ لشکر میرے حوالہ کرو۔ پس عمر سعد نے امام حسینؑ کی طرف کسی کو بھیج کر اس کی
خبر دی تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنا ہاتھ مرجانہ کے بیٹے کے ہاتھ پر کبھی نہ رکھوں
گا۔

اور ہم نے ذکر کیا ہے اور ہمارے جد مادری ابو الفرج نے بھی کتاب منظم میں
بیان کیا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کے سامنے کھڑا ہو گیا اور
کہنے لگا ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں۔ پس اس کے سامنے جناب عباسؑ، عثمان اور جعفر
علی ابن ابی طالبؑ کے فرزند نکلے اور کہنے لگے تو کیا چاہتا ہے تو وہ (ملعون) کہنے لگا اے
ہماری بہن کے بیٹے تم امان میں ہو۔ ان حضرات نے کہا خدا تجھ پر اور تیری امان پر لعنت
کرے کیا تو ہمیں امان دیتا ہے اور فرزند رسول کے لیے امان نہیں!
میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ شمر کے اس قول کو کہ ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں
سے مراد یہ ہے کہ شمر کا اشارہ ام البنین بنت حزام کی طرف تھا جو کلابیہ خاندان سے تھیں اور
شمر بھی اسی خاندان سے تھا۔

اور ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ام البنین جریر بن عبد اللہ بن مخلد کلابی کی پھوپھی
تھیں اسی لیے شمر بن ذی الجوشن نے ان کے لیے امان حاصل کی تھی۔

شہادت

ہشام کہتا ہے کہ عمر بن سعد جب مایوس ہو چکا تو اس نے پکار کر کہا اے اللہ کے
شہسوار و سوار ہو جاؤ پس یہ لشکر آگے بڑھا اور جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ یہ مجھ سے

جنگ کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اصحاب اور اعزاء سے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اور مجھ سے جدا ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا خدا اس زندگی کو قبیح قرار دے جو آپ کے بغیر ہو اور یہ بات آپ کی بہن جناب زینب بنت علیؑ نے سن لی وہ کھڑی ہو گئیں دامن چادر زمین پر خط دے رہا تھا۔ انھوں نے کہا ہائے افسوس کاش کہ موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی۔ میرے باپ علیؑ میری ماں فاطمہؑ اور بھائی حسنؑ آج کے دن مجھ سے بچھڑ گئے آگے گزرے ہوئے بزرگوں کے جانشین اور اے باقی رہنے والوں کے فریاد رس! پھر آپ نے اپنے چہرے پر طمانچہ مارے حسینؑ انھیں تسلی دیتے لیکن ان کے دل کو چین نہ آتا۔

پھر امام حسینؑ نے فرمایا اس زمین کو کیا کہا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا کر بلا اور اسے نینوا بھی کہتے ہیں۔ آپ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کرب و بلا (یعنی دکھ اور مصیبت) مجھے میری نانی ام سلمیٰ نے بتایا تھا کہ جبرئیل رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تم اس وقت میرے پاس تھے، تم رونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ میں نے تمہیں چھوڑ دیا اور رسول اللہؐ نے تمہیں اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ پس جبرئیل نے کہا کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ جبرئیل نے عرض کی آپ کی امت عنقریب اسے قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ شہید ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ جبرئیل نے زمین کر بلا پر اپنے پر پھیلا دیے اور آپ کو وہ زمین دکھلا دی پس جب امام حسینؑ سے کہا گیا کہ یہ زمین کر بلا ہے تو آپ نے اس کی مٹی کو سونگھا اور فرمایا خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس کی خبر جبرئیل نے رسول کو دی تھی اور میں یقیناً اسی زمین میں شہید ہوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مٹی بھر مٹی اٹھائی اور اس کو سونگھا اور فرمایا خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں اس بات کو واقفیت سے بیان کیا ہے اور کہا کہ رسول اللہؐ بیدار ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی مٹی تھی۔

نیز ابن سعد نے شعی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ جنگ صفین کو جاتے ہوئے جب کر بلا سے گزرے اور نینوا جو فرات کے سامنے ہے اس کے پاس پہنچے تو

کھڑے ہو گئے آپ نے وضو کا پانی لانے والے سے کہا ابو عبد اللہ کو بتاؤ (یا حسین کے باپ کو بتاؤ) کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔ اس نے کہا کر بلا! پس آپ آبدیدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ گریہ کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی کہ کس چیز نے آپ کو رالایا۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے انھوں نے بتایا کہ تحقیق میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا جسے کر بلا کہتے ہیں پھر جبریل نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور وہ مجھے سونگھنے کے لیے دی پس میری آنکھیں میرے قابو میں نہ رہیں اور وہ تر ہو گئیں۔

حسن بن کثیر اور عبد خیر نے روایت کی ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کر بلا پہنچے تو آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا میرا باپ قربان ہو جائے ان پر کچھ جوان ہیں جو یہاں مارے جائیں گے یہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے یہاں ان کے خیمے لگیں گے یہاں وہ شخص شہید ہوگا پھر آپ کا گریہ و بکا زیادہ ہو گیا۔

پس جب وہ رات آئی جس کی صبح آپ (حسینؑ) شہید ہوئے تو امام مظلوم تمام رات عبادت الہی میں مصروف رہے اور اپنے بھائی حسن کے لیے دعائے رحمت کرتے رہے۔

جب صبح طلوع ہوئی وہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم کی تاریخ تھی اور بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کا دن اور ۶ اھ تھی۔ آپ نے اپنے اصحاب کو میمنہ اور میسرہ پر تیار کیا اور وہ ۳۵ سوار اور ایک سو پیادے تھے اور کچھ لوگ کہتے ہیں ستر سوار اور سو پیادے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ تیس پیادے تھے (لیکن یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ انصار چھوٹے بڑے سب ملا کر بہتر تھے)۔ آپ نے علم اپنے بھائی عباسؑ کو دیا خیمے اور اہل حرم اپنے پیچھے رکھے۔

پھر امام حسینؑ نے پکار کر کہا اے اہل کوفہ کیا یہ تمہارے خطوط نہیں جو تم نے میری طرف بھیجے اور مجھے دھوکا دیا۔ تمہارے عہد و پیمان کہاں گئے۔ کسی نے جواب نہ دیا اور

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پکارا اے شعث بن ربیع اے حجار بن حرا اے قیس بن اشعث اے زید بن حرت اے فلاں اے فلاں کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے؟ وہ ملاعین کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہتے ہیں!

حربن یزید الریاحی ان کے سرداروں میں سے تھے وہ کہنے لگے ہاں خدا کی قسم ہم نے آپ کی طرف خط لکھے اور آپ کو بلایا۔ خدا باطل اور اس کے ماننے والوں کو دور کرے خدا کی قسم میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر انھوں نے اپنے گھوڑے کو ایڑا لگائی۔ اور حسینؑ کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ پس حسینؑ نے ان سے کہا ایلا وسہلاً تم خدا کی قسم دنیا اور آخرت میں ح رہو۔

پھر ح نے فوج شام کو پکار کر کہا وائے ہوتم پر تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے تھیں وہ لوگ ہو جنھوں نے حسینؑ کو بلایا ہے۔ جب وہ تمہارے پاس آ گئے تو تم نے انھیں دشمن کے سپرد کر دیا اور وہ ایک قیدی کی طرح ہو کر رہ گئے اور تم نے انہیں اس بنے والے پانی سے منع کیا جسے یہود و نصاریٰ اور مجوس پیتے ہیں اور جنگل کے سور جس میں لوٹتے ہیں۔ بہت برا سلوک کیا ہے تم نے محمدؐ کے اہلبیت اور ذریت کے ساتھ ان کے بعد اور اگر تم لوگوں نے اس کی مدد نہیں کی اور جس کے لیے قسمیں کھائی تھیں اسے پورا نہیں کیا تو اسے چھوڑ دو کہ وہ جہاں چاہے خدا کی زمین میں جا کر رہے کیا تم اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور کیا ان کے نانا محمدؐ کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے، کیا تمہیں قیامت کا یقین نہیں پھر ح نے حملہ کیا اور کہا:

اضرب فی اعناقکم با السیف من خیر من حل منی والخیف
میں تمہاری گردنوں پر اس شخص کی حمایت میں تلوار ماروں گا جو منی اور حنیف میں اترنے والوں میں بہتر ہے۔

ح نے ان میں سے ایک جماعت کو قتل کر دیا۔ پھر وہ زیادہ ہو گئے اور انھوں نے ح کو شہید کر دیا۔

واقعی کہتا ہے کہ لشکر حسینؑ کی طرف سب سے پہلے عمر سعد نے تیر پھینکا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ وہ ان کے قتل کرنے پر مصر ہیں تو آپ نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھا اور بلند آواز سے فرمایا میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا رسول اللہؐ ہیں۔ اے قوم کس بنا پر تم میرے خون کو حلال سمجھتے ہو۔ کیا میں تمہارے نبی کی دختر کا فرزند نہیں ہوں۔ کیا تمہیں میرے جد کا ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا کہ یہ دونوں نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اگر تم میری بات کی تصدیق نہیں کرتے تو جابر زید بن ارقم اور ابو سعید خدری سے پوچھ لو، کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں۔ شمر ملعون نے پکار کر کہا اسی گھڑی تم ہاویہ میں وارد ہو گے (معاذ اللہ) حسینؑ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے میرے جد رسول اللہؐ نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے میں نے دیکھا ہے گویا ایک کتاب میرے اہلبیت کے خون کو پی رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے۔ شمر کہنے لگا میں خدا کی ایک حرف پر عبادت کروں اور میری سمجھ میں نہ آئے کہ تم کیا کہتے ہو۔

پھر امام حسینؑ ملتفت ہوئے کہ آپ کا ایک بچہ بیاس سے رو رہا ہے آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور فرمایا اگر مجھ پر تمہیں رحم نہیں آتا تو اس بچے پر رحم کرو پس ایک شخص نے اس بچے کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ پس حسینؑ نے فرمایا خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ فضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔

حصین بن تمیم نے آپ کو ایک تیر مارا جو آپ کے ہونٹوں پر لگا اور آپ کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ حسینؑ نے فرمایا خدایا میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں اس سلوک کی جو مجھ سے میرے بھائیوں میری اولاد اور میرے اہلبیت سے کیا جا رہا ہے۔ پھر نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف ادا کی۔ آپ حالت نماز میں تھے کہ دشمن نے آپ پر سخت ترین حملہ کیا۔ پس زہیر بن قین نے حسینؑ کی حفاظت میں حملہ کر دیا۔ وہ کہتے تھے

ان زہیر و انابن القین اردکم بالسيف عن حسين

(میں زہیر قین کا بیٹا ہوں اور تمہیں حسین سے تلوار کے ذریعے رو کروں گا)

امام حسین کو غنودگی آگئی۔ بیدار ہوئے تو فرمانے لگے میں نے اسی وقت

اپنے جد رسول اللہ کو دیکھا ہے وہ کہتے تھے بیٹا صبر کرو ابھی ہمارے پاس پہنچنے والے ہو۔

پھر شمر نے چیخ کر کہا کیا دیکھ رہے ہو اس پر حملہ کرو پس حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر

تلوار ماری جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور زرعۃ بن شریک تمیمی نے آپ کے سر پر

تلوار ماری جس سے اور آپ کے دائیں کندھے پر وار کیا اور اسے الگ کر دیا۔ سان بن

انس نے آپ کی ریڑھ کی ہڈی پر نیزہ مارا پھر وہ ملعون گھوڑے سے اترا اور ذبح کرنے

کے بعد آپ کا سر جدا کر لیا اور آپ کے قاتل کے متعلق مورخین نے اختلاف کیا ہے۔

چند اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ آپ کا قاتل سان بن انس نخعی ہے۔ یہ قول ہشام

بن محمد کا ہے دوسرا قول ہے کہ حصین بن تمیم نے آپ کو تیر مارا پھر گھوڑے سے اترا کر آپ کو

ذبح کیا اور آپ کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا تاکہ ابن زیاد کا قرب حاصل ہو

اور تیسرا قول ہے کہ مہاجر بن اوس تمیمی نے آپ کو شہید کیا اور چوتھا یہ ہے کہ کثیر ابن

عبداللہ اشجعی ہے اور پانچواں قول ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو شہید کیا اور زیادہ صحیح

قول یہ ہے کہ سان بن انس نخعی اور شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو شہید کیا۔ اور جب سان

حجاج کے دربار میں داخل ہوا تو اس نے کہا تو قاتل حسین ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حجاج نے

کہا تجھے بشارت ہو کہ تو اور وہ ایک گھر میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ مورخین کہتے ہیں کہ حجاج

کی زبان سے اس جملے سے اچھی بات کبھی نہیں سنی گئی۔ پھر انھوں نے آپ کے جسم کے

زخم شمار کیے تو ۳۳ زخم نیزوں کے اور ۳۴ زخم تلوار کے تھے۔ آپ کے لباس میں ۱۲۰

سوراخ تیروں کے تھے۔ ان ملائین نے آپ کا لباس اتار لیا۔ یہاں تک کہ آپ کا زیر

جامہ بحر بن کعب تمیمی نے لیا قیس اسحاق بن حویہ خضرمی نے اور آپ کی تلوار قلائس غشلی

نے لی اور پیر کی چادر قیس بن اشعث کندی نے، نعلین اسود بن خالد ازدی نے، عمامہ جابر بن

یزید نے اور ٹوپی مالک بن بشیر کندی نے لی اور عمر بن سعد نے کہا جو حسین کا سر لے کر

آئے گا سے ہزار درہم دیا جائے گا۔

اور عمر سعد نے یہ بھی کہا کون ہے جو ان کے سینوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرے۔ ان ملائین نے آپ کی پشت اور سینہ کو گھوڑوں سے روندنا۔ آپ کی پشت پر سیاہ نشانات نظر آئے ان کے متعلق سوال کیا تو بتایا گیا کہ حسین رات کے وقت مساکین مدینہ کے لیے کھانا لے کر جاتے تھے۔ فاطمہ بنت الحسین کی اوڑھنے والی چادر ایک ملعون نے چھین لی اور زیور دوسرے نے اور آپ کے المخرم اور بیٹیوں کی چادریں چھین کر انھیں ننگے سر کر دیا اور واقدی نے کہا ہے کہ سنان بن انس آیا اور بعض کہتے ہیں کہ شمر تھا اس نے عمر بن سعد کے خیمے کے دروازہ پر کھڑا ہو کر کہا:

اوقر ر کابی فضہ و ذہبا انا قتلت سیدم محبا
میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دے میں نے صاحب دربان سردار کو قتل
کیا ہے۔

قتلت خیر الناس اما و ابا او خیر ہم ان ینسون نسبا
میں نے اسے قتل کیا ہے جو ماں باپ کے لحاظ سے افضل اور حسب و نسب کے
ذریعے سب سے بہتر تھا۔

ابن سعد نے پکار کر کہا کیا تو مجنون ہے۔ اگر ابن زیاد نے یہ اشعار سن لیے تو وہ
تجھے قتل کر دے گا۔

اور ابن سعد نے طقات میں ذکر کیا ہے کہ سنان بن انس نے ابن زیاد کے
دروازہ پر آ کر یہ اشعار پڑھے تو اس نے اسے کچھ بھی نہ دیا۔

شہادت بنی ہاشم

ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ آل ابوطالب میں سے جو جماعت شہید ہوئی ان
میں سے حسین ابن علی ہیں جنھیں سنان بن انس نے شہید عباس ابن علی کو زید بن رقاد نے
عباس کے بھائی جعفر، عبداللہ اور عثمان بھی شہید ہوئے ان سب کی والدہ ام العقیلین ہیں

جن کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ محمد بن علی شہید ہوئے ان کی والدہ کنیز تھی۔ ابوبکر بن علی شہید ہوئے ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن دارم تھی، علی بن الحسین بن علی وہ علی اکبر ہیں ان کی والدہ لیلیٰ بنت مرہ ثقفیہ تھیں آپ کو مرہ بن سعد عبدی نے شہید کیا اور علی بن الحسین (سجاد) کو بیمار سمجھ کے شہید نہ کیا گیا۔ عبداللہ بن حسین (علی اصغر) جن کی والدہ رباب بنت امراء القیس تھیں انھیں ہانی بن ثابت حضرت نے شہید کیا اور عبداللہ بن حسن بن علی جن کی والدہ کنیز تھیں عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا اور عبداللہ بن حسن بن علی کہ جن کی والدہ کنیز تھیں انھیں سعد بن عمر بن نفیل ازدی نے شہید کیا۔ عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو عبداللہ بن قطیبہ طائی نے شہید کیا۔ ان کی والدہ جملہ بنت مسیب بن بخیہ تھی اور محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کو شہید کیا گیا۔ ان کی والدہ حوط بنت حصہ تسمیہ تھی۔ جعفر بن عقیل شہید ہوئے ان کی والدہ ام البنین بن نفرہ تھی۔ ان کو بشر بن حوط صدائی نے شہید کیا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عقیل جن کی والدہ کنیز تھی ان کو عمر بن صلح صیداوی نے شہید کیا اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسلم بن عقیل کو ابن زیاد نے شہید کیا اور ان کی والدہ کنیز تھی اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل شہید ہوئے ان کی والدہ رقیہ بنت علی تھیں اور رقیہ کی والدہ کنیز تھی۔ انھیں عمر بن صلح صدائی نے شہید کیا اور محمد بن مسلم بن عقیل کہ جن کی والدہ کنیز تھی انھیں لقیط بن یاسر جہنی نے شہید کیا اور حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بن علی کو صغیر اسن سمجھ کے چھوڑ دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اولاد ابوطالب میں سے سترہ افراد (میدان کر بلا میں) شہید ہوئے۔ جن میں سات افراد اولاد علیؑ تھے حسین، عباس، جعفر، عبداللہ، جعفر، عثمان اور ابوبکر حسین کے دو فرزند تھے علی (اکبر) اور عبداللہ (اصغر) اور اولاد حسن میں سے تین تھے ابوبکر، قاسم اور عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عون اور محمد عقیل کی اولاد میں سے پانچ۔ مسلم، جعفر، عبداللہ، عبداللہ بن مسلم اور ان کے بھائی محمد بن مسلم۔ مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ امام حسین کے ساتھ عبدالرحمن بن عقیل اور عون بن عقیل بھی شہید ہوئے۔ اس بنا پر وہ اکیس نہیں گئے اور انھیں کے بارے میں سراقہ بن باہل کہتا ہے۔

يا عين ابكى بعبرة وعويل واندبى ان ندبت ال الرسول
اے آنکھ آنسو کے ساتھ گریہ کر اور اگر آل رسول پر ندبہ کرنا چاہتی ہے تو ندبہ
کر۔

سبعة منهم لصلب على قد ايد و اوسعه عقيل
ان میں سے سات علیؑ کے اور سات عقیل کے بیٹے فنا کے گھاٹ اتار دیے
گئے۔

لعن الله حيث حل زياداً وابنه والعجوز ذات البعول
زیاد (خبیث) جہاں بھی ہو اس پر اس کے بیٹے پر اور کئی شوہروں والی بڑھیا پر
خدا لعنت کرے۔ بڑھیا سے مراد سمیہ ہے جو بدکار تھی اس کا واقعہ مشہور ہے اور بعض کہتے
ہیں اس کا نام مر جانہ تھا۔

شعبي کہتا ہے سب سے پہلے ان میں سے حضرت عباسؑ پھر علی بن الحسینؑ
شہید ہوئے اور جب علی اکبر میدان میں آئے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

انا بن الحسين بن علي نحن وبيت الله اولى بالنبى

من شمر و عمرو ابن زياد

(میں حسین بن علی کا علی بیٹا ہوں خانہ خدا کی قسم ہم نبی اکرم کے زیادہ حقدار

ہیں شمر، عمرو اور حرا مزادے ابن زیاد سے)

آپ کو ایک ملعون نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا۔ ان کے بعد عون بن جعفر، پھر
قاسم بن حسن پھر عبداللہ بن حسن پھر عبداللہ بن علی پھر عثمان بن علی پھر عبدالرحمن بن عقیل
پھر محمد بن عبداللہ بن جعفر پھر خود حسین شہید ہوئے۔ یہ سب یکے بعد دیگرے شہید
ہوئے۔ زبیر بن قین حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے (واقعات کربلا سے کم از کم واقفیت
رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ شہداء کربلا کے واقعات جو اوپر بیان کیے گئے ہیں مجمل ہونے
کے علاوہ تمام مورخین کے بیانات کے بھی خلاف ہیں۔ یہ واقعات کسی مفصل کتاب میں
دیکھے جائیں مترجم) زبیر کی بیوی نے اس کے غلام سے کہا جاؤ اور اپنے آقا کو کفن پہناؤ۔

وہ غلام گیا تو دیکھتا ہے کہ حسینؑ کی نعش مبارک بے کفن پڑی ہے اس نے خیال کیا کہ اپنے آقا کو تو کفن پہناؤں اور حسینؑ کو اسی طرح چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ پس اس نے آپ کو کفن پہنایا پھر دوسرا کفن زہیر کو پہنایا۔ محمد بن سعد نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا انیس جوان ایسے شہید ہوئے جو جناب فاطمہؑ سے ہیں اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے کافی حضرات شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت نماز ظہر اور عصر کے درمیان جمعہ کے دن واقع ہوئی کیونکہ آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف (ظہر) پڑھ لی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کا دن تھا۔

سرہائے شہداء اور اسیران کربلا

ہشام بن محمد واقدی اور ابن اسحاق کہتے ہیں پھر عمر سعد نے امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کے سر اور آپ کی بیٹیاں اور جو بچے باقی رہ گئے تھے انہیں خولی بن یزید اسی کے ساتھ ابن زیاد کی طرف روانہ کیا۔ ان میں علی بن الحسینؑ بھی تھے جو کہ مریض تھے جب ان کا گزر امام حسینؑ کی لاش مبارک سے ہوا تو جناب زینب بنت علیؑ پکاریں و الحمد للہ صلی علیک اللہ اسماء هذا حسینؑ مرسل بالعرء و بالاما و سنا تک سبایا و ذریعتک قتلی تسفی علیہم الصبایا محمد اہ (انسوس ہے اے محمد مصطفیٰؐ آپ پر تو خداوند عالم نے درود و سلام کیا اور یہ حسینؑ ریگ صحرا اور خون میں نہائے میدان میں پڑے ہیں آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی ذریعت کو شہید کر دیا ہے۔ ان پر ہوا کے جھونکے خاک ڈال رہے ہیں اے محمدؐ! پس آپ نے یہ فقرات کہہ کر ہر دوست اور دشمن کو رالایا اور امام حسینؑ کے سر مبارک کے ساتھ ۹۲ سرہائے شہداء نیز لوں پر بلند کیے گئے۔

اور مفردات بخاری میں ابن سیرین سے مروی ہے کہ جب سر حسینؑ ابن زیاد کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا اور وہ ملعون آپ کے دانتوں پر چھری مارتا اور آپ

کے حسن و جمال کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا اور اس کے دربار میں انس بن مالک بھی موجود تھے تو وہ رونے لگے اور کہا کہ یہ تو سب سے زیادہ رسول اللہ سے مشابہت رکھتے تھے اور آپ کی ریش مبارک پر وہ سب کا خضاب تھا اور بعض کہتے ہیں سیاہ رنگ سے خضاب کیا تھا اور ابن ابی دنیا نے روایت کی ہے کہ ابن زیاد کے دربار میں زید بن ارقم موجود تھے انھوں نے کہا اپنی چھڑی کو اٹھالے خدا کی قسم میں نے بہت دفعہ دیکھا کہ رسول اللہ ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بو سے لیتے تھے۔ پھر زید رونے لگے۔ پس ابن زیاد نے ان سے کہا خدا تمہاری آنکھوں کو لائے۔ اگر تم بڑھاپے کی وجہ سے سٹھیا نہ گئے ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ پس زید کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے لوگو تم آج کے بعد غلام ہو گئے ہو تم لوگوں نے جناب فاطمہ کے بیٹے کو شہید کیا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر بنا لیا۔ خدا کی قسم یہ تم میں سے اچھے لوگوں کو قتل اور برے لوگوں کو غلام بنا کر رہے گا پس دوری ہے اس کے لیے جو ذلت و خواری ننگ اور عار پر راضی رہے۔ پھر کہنے لگے اے ابن زیاد میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ سخت ہے میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے حسن کو اپنے دائیں زانو پر اور حسین کو بائیں زانو پر بٹھایا ہوا تھا۔ پھر آپ نے دونوں کے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھا پھر فرمایا خدا یا میں ان دونوں اور صالح المؤمنین (امیر المؤمنین) کو تیری امان میں دیتا ہوں اے ابن زیاد کس طرح تو نے رسول اللہ کی امانت کا خیال رکھا اور ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد علیہ اللعن کے سامنے رکھا گیا تو اسے اس کے کاہن نے کہا کھڑا ہو جا اور اپنا قدم اپنے دشمن کے منہ پر رکھ دے پس وہ ملعون کھڑا ہو گیا اور اپنا نجس قدم آپ کے چہرہ مبارک پر رکھا۔ پھر زید بن ارقم سے کہنے لگا کیسا سمجھتے ہو۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ اپنا منہ اس مقام پر رکھتے تھے جہاں تو نے قدم رکھا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ زید بن معاویہ کے ہاں زید بن ارقم کے ساتھ پیش آیا اور ابن جریر نے کہا ہے کہ زید کے دربار میں ابو ہریرہ اسلمی تھے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

شعسی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کے پاس قیس بن عبادہ موجود تھے تو ابن زیاد نے کہا تم میرے اور حسین کے معاملے میں کیا کہتے ہو تو قیس نے جواب دیا کہ قیامت کے دن حسین کے نانا باپ اور ماں آئیں گے اور حسین کی شفاعت کریں گے اور تیرا نانا باپ اور ماں آئیں گے اور وہ تیری شفاعت کریں گے۔ ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور انھیں دربار سے نکال دیا۔

ہشام کہتا ہے کہ جب علی بن الحسین اصغر خواتین کے ساتھ یزید کے دربار میں پیش ہوئے آپ بیمار تھے تو ابن زیاد نے کہا یہ کیسے بچ گیا اسے بھی قتل کرو۔ تو زینب بنت علی نے فرمایا اے ابن زیاد جتنے خون ہمارے بہا چکا ہے وہ تمہارے لیے کافی ہیں۔ اور اگر انھیں بھی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی قتل کر دے اور حضرت علی (زین العابدین) نے فرمایا اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو دیکھ کہ ان عورتوں کا اور کون قریبی رشتہ دار ہے جو ان کے ساتھ رہے گا؟ ابن زیاد نے کہا یہ کام تمہارا ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ علی بن الحسین کو تو اس لیے انھوں نے چھوڑ دیا کہ جب ان کے باپ مارے گئے تو آپ بیمار تھے شمر ملعون آپ کے قریب سے گزرا تو کہنے لگا اسے بھی قتل کر دو اس لڑکے کے درپے نہ ہو جاؤ پھر شمر سے کہا دائے ہوتھ پر ان المخرم کے لیے کون ہوگا۔

اور ابن زیاد نے اس مجلس میں زینب علیا سے کہا تمہارے اس خدا کی جس نے تمہیں رسوا کیا اور قتل کیا اور تمہاری بات کو جھوٹا کر دکھایا تو آپ نے فرمایا بلکہ تمہارے اس خدا کی جس نے محمد کی وجہ سے ہمیں کرامت و عزت بخشی اور آپ کی وجہ سے ہمیں پاک کیا جو پاک کرنے کا حق ہے اور رسوا و ذلیل تو فاسق اور جھوٹا فاجر ہوتا ہے اور خداوند عالم نے ہمارے اہل بیت کے لیے شہادت لکھ دی تھی پس وہ اپنے قبر میں لیٹنے کی جگہ کی طرف بڑھے اور عنقریب خدا ہمیں اور تمہیں اکٹھا کرے گا اور اپنے سامنے ہمارا فیصلہ کرے گا۔

ابن ابی الدنیا کہتا ہے کہ پھر ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا خطبہ دیا اور کہنے لگا تمہارے اس خدا کی جس نے کذاب ابن کذاب (معاذ اللہ) حسین اور اس کے شیعوں کو قتل کیا پس عبد اللہ بن عقیف ازدی کھڑے ہو گئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کے مسجد

میں رہنے لگے تھے۔ ان کی دائیں آنکھ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی معیت میں ضائع ہو گئی تھی۔ انھوں نے کہا اے مرجانہ کے بیٹے کذاب بن کذاب تو اور تیرا باپ اور وہ ہے جس نے تجھے حاکم بنایا ہے اے مرجانہ کے بیٹے کیا تم لوگ انبیاء کی اولاد کو شہید کرنے والے اور فاسقین والی باتیں بیان کرتے ہو۔

پس ابن زیاد نے کہا اس کو گرفتار کر لو۔ عبداللہ علامت ازد کے ساتھ پکارے تو ان میں سے سات سو آدمی کو دپڑے اور وہ انھیں لے کر گھر پہنچا آئے۔

پھر عمر بن سعد ابن زیاد کے دربار سے اٹھا اور اپنے گھر جا رہا تھا وہ راستے میں کہتا جاتا تھا اس طرح سے کوئی نہیں پلٹا جیسے میں واپس آیا ہوں میں نے ابن زیاد جیسے فاسق و فاجر کا بیٹا ہے کی اطاعت کی اور حاکم عادل کی نافرمانی کی ہے اور ایک شریف قرابت سے قطع رحمی کی ہے لوگوں نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ اور جب بھی لوگوں کے قریب سے گزرتا تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے اور اگر مسجد میں جاتا تو لوگ وہاں سے نکل جاتے اور جو بھی اسے دیکھتا اس پر لعنت بھیجتا پس وہ اپنے گھر میں رہنے لگا یہاں تک کہ فی النار والسقر ہوا۔ ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے مرجانہ مادر ابن زیاد نے ابن زیاد سے کہا اے خبیث تو نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے۔ خدا کی قسم تو جنت کو کبھی دیکھ بھی نہیں سکتا۔ پھر ابن زیاد نے تمام سرکوفہ میں نیزوں پر نصب کیے۔ یہ اسلام میں مسلم بن عقیل کے بعد پہلے سر تھے جو نصب کیے گئے اور وہ ستر سے زیادہ تھے۔

بعض نے کہا ہے کہ درباب بنت امراء القیس زوجہ حضرت حسینؑ نے آپ کا سر مبارک اٹھایا اور اسے اپنی گود میں رکھا اس کے بوسے لیے اور فرمایا:

وا حسینا فلا نسیت حسینا اوقلہ السنۃ الاعلاء
ہائے حسینؑ میں کبھی حسینؑ کو نہیں بھولوں گی۔ دشمن کے نیزے ان کی طرف
بزھے۔

غادر وہ بکر بلا حریضا لاسقی اللہ جانبی کر بلا
ان کو کربلا میں پچھاڑ دیا گیا اس جگہ کو خدا سیراب نہ کرے۔

اور عبید بن عمر کہتا ہے کہ میں نے اس قصر (قصر الامارہ کوفہ) میں عجیب بات دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا ہوا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے رکھا تھا پھر میں نے دیکھا کہ مختار کا سر مصعب بن زبیر کے سامنے رکھا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک بن مروان کے سامنے تھا۔ پوچھا گیا کہ یہ سب کچھ کتنی مدت میں ہوا۔ کہنے لگا تین سال۔ پس حیف ہے دنیا کے لیے جو یہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ پھر ابن زیاد نے سروں کو دوسرے دن اتارا اور سرہائے شہداء اور قیدیوں کو شام کی طرف یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کیا۔

سر مظلوم جانب دمشق

واقفی کہتا ہے ابن زیاد نے زجر بن قیس جعفی کو بلایا اور سرہائے شہداء اور جملہ اسیران کر بلا اس کے سپرد کیے اور اسے دمشق بھیجا۔ ربیعہ بن عمر بیان کرتا ہے میں یزید بن معاویہ کے پاس اس کے خواص کے ساتھ بیٹھا تھا اچانک کہا گیا کہ زجر بن قیس دروازہ پر موجود ہے اور اذن چاہتا ہے۔ یہ گھبرا کر سیدھا ہو بیٹھا اور فوراً اسے حاضر ہونے کی اجازت دی۔ وہ داخل ہوا تو یزید نے پوچھا کہ کیا خبر لایا؟ زجر نے کہا جو تجھے مرغوب و محبوب ہے۔ تجھے بشارت ہو اللہ کی فتح و نصرت کی حسین اپنے اہلبیت اور شیعوں کے ستر سواروں کے ساتھ ہم پر وارد ہوئے ہم نے ان پر امان اور ابن زیاد کے حکم کو قبول کرنا پیش کیا۔ انھوں نے انکار کر دیا اور جنگ کو ترجیح دی۔ اب ان کے جسم عریاں پڑے ہیں اور وہ جنگل میں پچھاڑ دیے گئے۔

تمام روایات مشہورہ جو یزید کے متعلق موجود ہیں ان میں ہے کہ جب سر حسین اس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور وہ سر مبارک پر خیزراں کی چھڑی مارتا اور ابن زبیری کے یہ اشعار پڑھتا:

لیت اشیاخی بیلر شہدوا رقعۃ الخزرج من رقع الامثل

کاش میرے جنگ بدر والے بزرگ جنگ خزرج میں خیزروں کے پڑنے کے

وقت حاضر ہوتے۔

قد قتلنا القرن من ساداتہم وعدلنا قتل بد وفا عدل
ہم نے اس کے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کیا اور بدر کا بدلہ ہم نے برابر
چکا لیا۔

شععی نے کہا ہے کہ ابن زبیری کے اشعار میں یزید نے درج ذیل ابیات کا
اپنی طرف سے اضافہ کیا:

لعبت ہاشم بالملک فلا خیر جاء ولا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم من نسی احمد ما کان فعل
بنی ہاشم نے ملک و سلطنت کے لیے کھیل کھیلا نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل
ہوئی۔ میں قبیلہ خندف میں سے نہیں اگر میں نے اولاد احمد مجتبیٰ سے ان کے کیے ہوئے کا
بدلہ نہ لیا۔

زہری کہتا ہے جب سرہائے شہداء آئے تو یزید سیر و سیاحت میں مصروف
مقام جیرون میں تھا تو اس نے خود یہ اشعار کہے:

لما بدت تلک الحمول واشرقت تلک الشمس الی ابی جیرون
تعب الغراب فقلت صبح اولاد تصح فلقد قضیت من الغویم دیون
جب ظاہر ہوئے یہ اونٹ اور چمکے یہ آفتاب جیرون کے ٹیلوں پر تو فراق کا کوا
بولنے لگا میں نے کہا تو چیخے یا چپ رہے میں نے اپنے قرضخواہ سے قرضے چکا لیے ہیں۔
مجاہد کہتا ہے خدا کی قسم لوگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو یزید کو لعنت ملامت اس کی
عیب جوئی اور اس سے قطع تعلق کا اظہار نہ کرتا ہو۔

ابن ابی الدنیا کہتا ہے اس وقت یزید کے پاس ابو برزہ سلمیٰ موجود تھے وہ اس
سے کہنے لگے اپنی چھڑی کو اٹھالے خدا کی قسم میں نے اکثر اوقات رسول اللہ کو اس لبوں
کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) اور خواتین عصمت رسیوں میں

جکڑے کھڑے تھے۔ پس سید سجاد نے باواز بلند کہا اسے یزید تیرا کیا خیال ہے اگر رسول اللہ ہمیں اس طرح رسیوں میں جکڑا ہوا بے کجاوہ اونٹوں پر دیکھیں تو کیا کہیں؟ اس پر تمام لوگ رونے لگے۔

ہشام بن محمد نے اپنے باپ سے اس نے عبید بن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قیصر روم کا سفیر دربار یزید میں حاضر تھا وہ یزید سے دریافت کرنے لگا یہ کس کا سر ہے۔ یزید نے کہا حسین کا۔ وہ کہنے لگا کون حسین؟ یزید نے جواب دیا فاطمہ کا بیٹا۔ اس نے کہا کون فاطمہ؟ یزید نے کہا محمد کی بیٹی۔ سفیر نے کہا محمد! تمہارا نبی؟ یزید نے کہا ہاں۔ سفیر نے پوچھا اس کا باپ کون تھا؟ یزید نے جواب دیا علی ابن ابی طالب۔ اس نے کہا علی ابن ابی طالب کون تھا؟ یزید نے کہا ہمارے نبی کا چچا زاد بھائی۔ تو اس نے کہا ہلاکت ہے تمہارے لیے اور تمہارے دین کے لیے۔ مسیح کے حق کی قسم تم لوگ نالائق ہو۔ ہمارے بعض جزیروں میں ایک گر جا ہے جس میں اس گدھے کا گھر رکھا ہوا ہے جس پر ہمارے سردار مسیح سوار ہوتے تھے۔ ہم لوگ ہر سال اطراف دنیا سے اس کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اس پر نذریں مانتے ہیں اور اس کی تعظیم اسی طرح کرتے ہیں جس طرح تم لوگ خانہ کعبہ کی کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا اور دوبارہ اس کے پاس واپس نہ آیا۔

محمد بن سعد نے طبقات میں محمد بن عبدالرحمن سے بیان کیا ہے کہ میری ایک راس الجالوت (یہودی پادری) سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا میرے اور داؤد کے درمیان ستر نبی ہیں اور یہودی میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور تم لوگوں نے نبی کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔

عبدالملک بن ہاشم نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابو محمد عبدالملک بن ہشام نخوی بصری نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ جب ابن زیاد نے سر حسین قیدیوں سمیت یزید کی طرف روانہ کیا وہ جس منزل پر قیام کرتے سر حسین اس صندوق سے نکالتے جو اس سر کے لیے بنایا گیا تھا اور سر کو نیزے پر رکھ کر ساری رات صبح

کوچ کے وقت تک اس کی حفاظت کرتے رہتے اور پھر دوبارہ اسے صندوق میں رکھ کر اپنا سفر شروع کر دیتے۔ پس ایک ایسی منزل پر اترے کہ جہاں قریب ہی ایک گرجا تھا اس میں ایک پادری رہتا تھا۔ انھوں نے معمول کے مطابق سر مبارک صندوق سے نکال کر نیزے پر بلند کیا اور سر کی محافظت کرنے لگے اور نیزہ کو گرجا کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ پس جب آدھی رات ہوئی تو راہب نے دیکھا کہ سر انور سے لے کر آسمان تک نور کا ایک شعلہ بلند ہے۔ اس نے دیوار سے جھانک کر ان لوگوں سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم ابن زیاد کے آدمی ہیں۔ اس نے کہا یہ کس کا سر ہے؟ تو انھوں نے بتایا یہ سر حسین بن علی بن ابی طالب اور فاطمہ بنت رسول اللہ کے فرزند کا ہے اس نے کہا جو تمہارا نبی ہے انھوں نے کہا ہاں۔ راہب کہنے لگا تم بری قوم ہو اگر عیسیٰ مسیح کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے آنکھوں پر بٹھلاتے۔ پھر وہ راہب ان سے کہنے لگا کیا میرے ساتھ ایک معاملہ کرو گے؟ کہنے لگے وہ کیسا؟ راہب نے کہا میرے پاس دس ہزار دینار ہیں وہ لے لو اور یہ سر مجھے دے دو کہ جتنی رات باقی رہ گئی ہے اس میں یہ سر میرے پاس رہے اور جب تم کوچ کرنے لگو تو اسے واپس لے لینا۔ انھوں نے کہا کیا حرج ہے۔ انھوں نے سر راہب کے حوالہ کیا اور اس نے دینار انھیں دے دیے۔ راہب سر لے گیا اسے دھویا خوشبو لگائی اور اپنے زانو پر رکھ کر ساری رات بیٹھا روتا رہا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو کہنے لگا اے سر میں اپنے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے جدا مجد اللہ کے رسول ہیں اور میں آپ کا خادم اور غلام ہوں اور پھر جو کچھ گرجا میں اس کے پاس تھا وہ لے کر نکلا اور اہلبیت کی خدمت کرنے لگا!

ابن ہشام نے سیرت میں کہا ہے کہ پھر انھوں نے سر لیا اور چل پڑے جب دمشق کے قریب پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے آؤ یہ دینار آپس میں تقسیم کر لیں تاکہ بڑید انھیں دیکھ کر ہم سے لے نہ لے۔ وہ تھیلیاں اٹھائیں۔ انھیں کھول کر دیکھا تو وہ دینار ٹھیکریاں ہو چکے تھے۔ ان کی ایک جانب یہ آیت تحریر تھی ولا تحسبن اللہ غافل عما يعمل الظالمون یہ گمان نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے عمل سے غافل ہے۔ اور دوسری

جانب یہ آیت تھی و سيعلم الدين ظلموا ای منقلب ینقلبون عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بازگشت کس طرف ہے۔ پس وہ تمام ٹھیکریاں انھوں نے نہر بردائیں پھینک دیں۔

ہشام بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ جب خواتین عصمت و طہارت دربار یزید میں داخل ہوئیں تو اہل شام میں سے ایک شخص نے فاطمہ بنت حسین کی طرف دیکھ کر یزید سے کہا کہ یہ لڑکی مجھے بخش دے کیونکہ یہ ہمارے لیے حلال ہیں۔ وہ شہزادی فریاد کرنے لگی، کانپنے لگی اور اپنی پھوپھی کے دامن سے لپٹ گئی۔ جناب زینبؓ نے آواز بلند کہا یہ بات یزید کے بس کی نہیں اور نہ اسے کوئی حق حاصل ہے۔ یزید غصے میں آ کر کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے کہا۔ ہمارے قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ اور ہماری طرت کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کر لے پھر جو چاہے کرتا پھر۔ پس اس لعین کا غصہ یہ سن کر ٹھنڈا ہوا۔

سر مظلوم کہاں دفن ہوا؟

سر کے بارے میں مورخین کے درمیان مختلف اقوال ہیں۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ یزید نے قیدیوں کے ساتھ ہی مدینہ واپس کر دیا تھا پھر وہاں سے جسد اطہر کی طرف کر بلا میں پلٹا دیا گیا اور جسم کے ساتھ دفن ہوا۔ ہشام وغیرہ نے یہی کہا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی والدہ جناب فاطمہؓ کی قبر کے پاس دفن ہوا۔ یہ قول ابن سعد کا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب سر مدینہ میں پہنچا تو اس وقت مدینہ کا حاکم سعید بن عاص تھا اس نے سر مظلوم اپنے سامنے رکھنا ناک پکڑی پھر حکم دیا کہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان کی والدہ فاطمہؓ کے پاس دفن کیا جائے۔ شعیبی نے لکھا ہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا اس نے سر مظلوم کو اٹھایا اور اپنے سامنے رکھا اور ناک کی ہڈی کو پکڑا اور یہ شعر کہا:

یا حنذا بروک فی الیئدین ولو نک الاحمر فی الخدین

کس قدر اچھی ہے ٹھنڈک تیری دونوں ہاتھوں میں اور تیرا سرخ رنگ
رخساروں میں۔

خدا کی قسم عثمان موت کے دن میرے سامنے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سر حسین دمشق میں ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ سر حسین دمشق میں خزانہ یزید میں پایا گیا۔

پس لوگوں اسے کفن دے کر باب الفراءیس کے پاس دفن کروایا۔ بلاذری نے اپنی تاریخ
میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ سر حسین دمشق کے دارالامارہ میں ہے اور واقدی نے بھی ایسا
ہی کہا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ سر حسین مسجد رقعہ میں فرات کے کنارے ہے۔ رقعہ مشہور

شہر ہے۔ یہ قول عبداللہ بن عمرو راق نے کتاب مقتل میں ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب

سر حسین یزید ابن معاویہ کے سامنے لایا گیا تو وہ کہنے لگا۔

سر عثمان کے بدلے یہ سر میں آل ابی معیط کے پاس بھیجوں گا اور وہ رقعہ میں

تھے۔ وہ سران کے پاس بھیجا گیا۔ انھوں نے ایک گھر میں سر مبارک دفن کر دیا۔ پھر وہ گھر

وہاں کی مسجد جامع میں داخل کر لیا گیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ خلفائے فاطمین نے سر مبارک کو باب الفراءیس سے

عسقلان کی طرف منتقل کیا پھر وہاں سے قاہرہ منتقل کر دیا اور وہ سروہین قاہرہ میں ہے

وہاں شہید عظیم ہے جہاں زیارت کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں بھی ہو آپ کا سر مبارک

یا جسم مبارک لیکن آپ دلوں میں ساکن اور اسرار و خواطر میں گھر کیے ہوئے ہیں۔

ہمارے بعض بزرگوں نے یہ اشعار ہمارے سامنے کیے:

لا تطلبوا المولیٰ حسینؑ بارض شرق او مغرب

وعرا الجمع وعرجوا نحوی فمشہدہ لقلبی

آقائے حسینؑ کو زمین مشرق و مغرب میں تلاش نہ کرو۔ سب کو چھوڑ کر میری

طرف آؤ کیونکہ آپ کی قبر میرے دل میں ہے۔

آپ کے سن مبارک میں چند مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی عمر ۵۶ برس ہے۔ یہ واقدی کا قول ہے کیونکہ آپ ۴ھ میں پیدا ہوئے تھے دوسرا قول یہ ہے کہ ۵۵ برس یہ سدی کا ہے اور تیسرا قول ۵۸ برس ہے۔

سر مبارک اور ان اونٹوں کا تذکرہ جن پر اسیران سوار تھے

(حذف اسناد کے ساتھ) مروان بن وصین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جن اونٹوں پر حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تھے جب انھیں نحر کیا گیا تو کوئی بھی ان کا گوشت نہ کھا سکا۔ وہ ایلوے سے بھی زیادہ کڑوے تھے۔

واقدی کہتا ہے کہ جب سر حسینؑ اور اسیران کر بلا مدینہ کے قریب پہنچے تو مدینہ میں کوئی بھی باقی نہ رہا سب چیخ و پکار کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ زینب بنت عقیل بن ابی طالب اس حالت میں باہر آئیں کہ ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا بال پریشان تھے وہ وا محمدؑ فریاد کر رہی تھیں وا حسیناہ وا اخوتاہ وا اہلہ وا محمداہ۔ ہائے حسینؑ ہائے میرے بھائی ہائے میرے عزیز۔ پھر کہنے لگیں:

ماذا تقولون اذا قال النبی لکم
ماذا جعلتم و انتم اخر الامم
تم کیا جواب دو گے جب نبی اکرمؐ تم سے کہیں گے کہ یہ تم نے کیا کیا حالانکہ تم
آخری امت تھے۔

ساہلیتسی و اولادی امالکم
عهد اما انتم توفون باللہم
تم نے میرے اہلیتسی اور اولاد کے ساتھ کیا کیا کیا وعدوں کا پاس نہیں کرتے
کیا تم بیٹاقوں کی وفا نہیں کرتے۔

ذریستی و بنو اعمی بمضیقہ
منہم اساری و قتلی خرجوا بدم
میری اولاد اور میرے رشتہ داروں کو ضائع کر دیا گیا۔ بعض قید اور بعض خون
میں لت پت ہیں۔

ما کان هذا اجزائی اذا نصحت لکم
ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم

میری نصیحت کا یہ بدلانا تھا کہ تم میرے رشتہ داروں سے برا سلوک کرو۔

واقعہ کربلا کے سلسلے میں

جناب ام سلمہ، حسن بصری، ربیع ابن خشم و غیرہ کے اقوال

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب ام سلمیٰ کو شہادت حسینؑ کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کیا ان لوگوں نے ایسا کیا ہے خداوند عالم ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے پر کرے پھر وہ رونے لگیں یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئیں۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ام سلمہ نے کہا خداوند عالم اہل عراق پر لعنت کرے۔

زہری کہتا ہے کہ جب حسن بصری کو شہادت حسینؑ کی خبر ملی تو وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی کپٹیاں حرکت کرنے لگیں۔ پھر کہنے لگا کس قدر ذلیل ہے وہ امت جس نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو شہید کیا ہے۔ خدا کی قسم حسینؑ کا سر ان کے جسم کے ساتھ دوبارہ ملحق کیا جائے گا اور حسینؑ کے جد بزرگوار پدر والا تبار ابن مرجانہ سے ضرور ان کا بدلہ لیں گے۔

زہری کہتا ہے کہ جب ربیع ابن خشم کو شہادت حسینؑ کی خبر ملی تو وہ رو کر کہنے لگا بیشک انھوں نے ایسے نوجوانوں کو قتل کیا ہے کہ اگر رسول اللہؐ انھیں دیکھتے تو اظہارِ محبت کرتے اپنے ہاتھ سے انھیں کھانا کھلاتے اور اپنے زانو پر بٹھاتے۔

نیز ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور زہری نے حسن بصری سے ذکر کیا ہے کہ حسن نے ذکر کیا کہ پہلی مصیبت جو عرب پر وارد ہوئی ہے وہ معاویہ کا زبردستی زیاد ابن ابیہ کو اپنا بھائی بنانا اور شہادت حسینؑ ہے۔

عامر شعی کہتا ہے کہ جب عبد اللہ بن زبیر کو شہادت حسینؑ کی خبر پہنچی تو اس نے کہ میں خطبہ دیا اور کہا اور یاد رکھو کہ اہل عراق دھوکہ باز اور فسق و فجور کرنے والی قوم ہے اور یاد رہے کہ ان میں سے اہل کوفہ شریک ہیں۔ انھوں نے حسینؑ کو بلایا تھا تاکہ وہ ان پر

حکومت کریں۔ ان کے معاملات کو سیدھا کریں اور ان کے دشمن کے خلاف ان کی مدد کریں اور ارکانِ اسلام کو دوبارہ قائم کریں۔ جب حسینؑ ان کے پاس گئے تو ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کے ساتھ جنگ کرنے لگے اور ان سے کہا کہ فاجر ملعون ابن زیاد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھو تا کہ جو اس کی رائے ہو وہ اس کے مطابق آپ کے ساتھ سلوک کرے پس حسینؑ نے شریفانہ موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی خداوند عالم حسینؑ پر اپنی رحمت نازل کرے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے ان کے قتل کا حکم دینے والے اور راضی ہونے والے پر لعنت کرے۔ کیا جو کچھ حسینؑ کے ساتھ معاملہ ہوا ہے اس کے بعد بھی کوئی ان پر اعتماد کر سکتا ہے اور ان بدکردار دھوکہ بازوں کے وعدہ پر اعتبار کر سکتا ہے۔ یاد رکھو خدا کی قسم حسینؑ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے اور حسینؑ ان کے درمیان حکومت کرنے کے لیے فاجر ابن فاجر سے بہتر تھے۔ خدا کی قسم وہ قرآن کے بدلے گانے اور خوفِ خدا میں گریہ کرنے کے بدلے حدیٰ خوانی اور روزے کی جگہ شرابِ خواری اور رات کو عبادت کی بجائے ظہورے اور ذکرِ الہی کی مجالس کے بجائے شکار کے پیچھے دوڑنے اور بندروں سے کھیلنا نہیں چاہتے تھے۔ ایسے شخص کو انہوں نے شہید کر دیا ہے۔ پس عنقریب یہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں جا گریں گے۔ یاد رکھو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔ پھر وہ منبر سے اتر آیا۔

ابن عباس کا خواب!

(حذف اسناد کے ساتھ) عمار بن ابی عمار نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال پریشان و غبار آلود ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول اس شیشی میں کیا ہے۔ فرمایا حسینؑ اور اس کے ہاتھوں کا خون ہے۔ میں آج دن بھر یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم انتظار کرتے رہے۔ پس معلوم ہوا کہ اسی دن حسینؑ شہید ہوئے تھے اور بعض کہتے

ہیں۔ یہ خواب عمار بن ابی عمار نے دیکھا تھا۔

نوح جنات

زہری نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے جن کا نوح نہیں سنا تھا مگر اس رات جس میں حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا۔

الایاعین فاختلفی بجهد
ومن یبکی علی الشهداء بعدی
علی وهط تقودهم المنايا
الی متبحرفی ثوب عبدا
اے آنکھ پوری کوشش سے گریہ کر کیونکہ میرے علاوہ ان شہداء پر کون روئے گا۔ اس قوم پر گریہ کر جنہیں موت ایک جابر حاکم کی طرف کھینچ لے گئی جس نے غلام کا لباس پہنا ہوا ہے۔

ام سلمہ کہتی ہیں مجھے معلوم ہو گیا کہ بیشک حسینؑ شہید ہو گئے اور شععی کہتا ہے کہ اہل کوفہ نے ایک کہنے والے کو رات کے وقت کہتے سنا:

ابکی قتیلا بکربلا
مصرح الجسم بالاماء
میں کربلا میں شہید ہونے والے پر روتا ہوں جس کا جسم خون سے لت پت ہے۔

ابکی قتیلا الطفلة ظلما
بغیر جرم سوی الوفاء
میں اس پر روتا ہوں جسے سرکش لوگوں نے ظلماً شہید کیا ہے جس کا جرم سوائے وفائے عہد کے کچھ نہ تھا۔

ابکی قتیلا بکی علیہ
من ساکن الارض والسماء
میں اس پر روتا ہوں جس پر آسمان وزمین کے رہنے والوں نے گریہ کیا ہے۔
هتک اهلوه واستحلوا
ما حرم الله فی الاماء
اس کے ناموس کی بے حرمتی کی گئی اور ان سے وہ سلوک کیا جو کئیوں سے بھی

جائز نہیں۔

بابی جنتہ المعری الامن الدین والحياء

میرا باپ قربان ہوا اس پر جس کا جسم دین و حیا کے علاوہ لباس سے بے نیاز تھا۔

كل الرزايا لها عزاء وما لذا الرزء من عزاء

ہر مصیبت پر صبر کیا جاسکتا ہے لیکن اس مصیبت پر صبر نہیں ہو سکتا۔

زہری کہتا ہے قول جن میں سے جو محفوظ رہ سکا یہ اشعار ہیں:

مسح النبي جبينه وله بريق في الحدود

نبی اکرم اُس کی پیشانی کو چھوتے تھے اور اس کے رخسار چمکتے تھے۔

ابواہ من عليا قريش وجده خير الجدود

اس کے ماں باپ قریش کے بلند خاندان سے تھے اور اس کے جد بزرگوار بہترین

جد تھے۔

قتلوک یا بن رسول اللہ فامسکرنا را الخلود

اے فرزند رسول ان لوگوں نے آپ کو شہید کیا اور ہمیشہ کی آگ میں سکونت

اختیار کی۔

اور ہشام بن محمد نے کہا کہ جب حسین شہید ہوئے تو آپ کے قاتلوں نے

آسمان سے کسی کہنے والے کو کہتے سنا:

ايها القاتلون جهلا حسينا البشر و ابا العذاب والتكيد

اے جہالت کی بنا پر حسین کو قتل کرنے والے تھے سخت عذاب و وبال کی

بشارت ہو۔

كل اهل السماء يدعوا عليكم من بنى و مرسل و قبيل

تمام اہل آسمان تجھے بددعا کرتے ہیں وہ نبی ہوں یا رسول اور ہر قوم کے ملائکہ!

قد لعنتم على لسليمان بن داؤد و موسى و صاحب الانجيل

سليمان بن داؤد حضرت موسیٰ و صاحب الانجيل علی کی زبان پر تجھے لعنت کی

گئی ہے۔

وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اشعار بعض ملائکہ کہہ رہے ہیں۔

ہمارے بعض اساتذہ نے بیان کیا ہے کہ ابن ہبیر یہ شاعر کا گزر کر بلا سے ہوا تو

وہ وہاں بیٹھ گیا۔ حسینؑ اور آپ کے اہل بیت پر گریہ کیا اور آپ کے متعلق فی البدایہ مرثیہ

میں اشعار کہیں پھر وہ اسی جگہ سو گیا تو اس نے خواب میں جناب رسالت مآبؐ کو دیکھا۔

آپ نے فرمایا اے شخص خداوند عالم تجھے میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے بیشک

خدا نے تجھے اس گروہ میں لکھ لیا ہے جس نے حسینؑ کی معیت میں جہاد کیا تھا!

وجہ شفق؟

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی شہادت حسینؑ سے پہلے آسمان

پر نہیں دیکھی گئی تھی۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے کتاب تبصرہ میں کہا ہے کہ انسان کا چہرہ

غصہ کے وقت سرخ ہو جاتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس وقت غصہ میں ہے اور یہ

ناراضگی کی علامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ مجسم نہیں ہے لہذا اس نے اپنے غیض و

غضب کو قاتل حسینؑ کے متعلق آسمان پر شفق کی صورت میں ظاہر فرمادیا ہے اور جو صاف

صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ظلم عظیم ہے۔ (عقل سلیم رکھنے والے سمجھتے ہیں)

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے اسی کتاب میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب

عباس جنگ بدر میں قید ہو گئے تو رسول اللہؐ نے ان کے کراہنے کی آواز سنی جس کے

باعث آپ اس رات نہ سو سکے لیکن اس وقت آپ کی کیا حالت ہوتی اگر حسینؑ کے

کراہنے کی آواز سن لیتے؟

نیز کہا ہے کہ جب جناب حمزہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو اس سے سرکار

رسالتؐ نے فرمایا کہ تو اپنے چہرہ کو میرے سامنے سے ہٹالے کیونکہ میں اسے کیسے رکھ سکتا

ہوں جس نے دوستوں کو قتل کیا ہو؟ حالانکہ اسلام گزشتہ باتوں کو مٹو کر دیتا ہے۔ لیکن رسول

خداؐ اگس طرح دیکھ سکتے ہیں اسے جس نے سین کو ذبح کیا اور جس نے آپ کے قتل کا

حکم دیا اور آپ کے اہلیت کو اونٹوں پر سوار کیا؟

ابن سرین کہتا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو تین دن تک دنیا تاریک رہی پھر یہ سرخی ظاہر ہوئی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) ہلال بن ذکوان سے روایت ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو دو یا تین ماہ تک یہ کیفیت رہی کہ نماز صبح سے لے کر غروب آفتاب تک دیواروں پر گویا خون ملا ہوا ہے۔ ہم ایک سفر پر گئے وہاں بارش ہوئی تو اس کا اثر مثل خون ہمارے لباس پر باقی رہا۔

ابن سعد کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا۔ آسمان سے خون کی بارش ہوئی تا آنکہ اس کا اثر کپڑوں کے پھٹ جانے تک باقی رہا۔

سدی کہتا ہے جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان نے گریہ کیا۔ اس کا گریہ اس کی سرخی تھی!

ابن سرین نے کہا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی بعثت سے پانچ سو سال پہلے کا ایک پتھر ملا جس پر سریانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جب اس تحریر کو عربی میں منتقل کیا گیا تو وہ یہ تھی:

اتسرجوامۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب
کیا وہ امت قیامت کے دن حسینؑ کے جد کی شفاعت کی کوئی امید رکھ سکتی ہے جس نے حسینؑ کو شہید کیا۔

سلیمان بن یسار نے کہا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر تحریر تھا:

لا بدان تردد القیامۃ فاطمۃ وقمیصھا بدم الحسینؑ ملطخ
ضرور جناب فاطمہؑ میدان قیامت میں اس حالت میں روانہ ہوں گی کہ ان کی قمیص خون حسینؑ سے تھڑی ہوئی ہوگی۔

ویل من شفاعۃ خصمائه والصور فی یوم القیامہ ینفع

اور روز قیامت صور پھونکا جائے گا تو ہلاکت اس شخص کے لیے جس کی سفارش کرنے والے دشمن ہوں۔

عبداللہ ابن عمر

امام احمد نے مسجد میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن ابی نعیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں ابن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس سے سوال کرنے لگا کہ لباس میں مجھ کا خون لگا ہو تو وہ پاک ہے کہ نجس؟ ابن عمر نے اس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو اس نے کہا اہل عراق میں سے ہوں تو ابن عمر نے کہا اس کی طرف دیکھو کہ یہ مجھ سے خون کے متعلق سوال کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے دختر رسول کے فرزند کو شہید کر دیا ہے اور میں نے حضور کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ یہ روایت مفردات بخاری میں سے ہے۔

یزید کا خط

واقفی۔ ہشام۔ ابن اسحاق نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جب حسین شہید ہو گئے تو عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ ابن عباس کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کی بیعت کریں اور کہا کہ میں یزید جیسے فاسق و فاجر سے زیادہ حقدار ہوں تمہیں میری سیرت اور یزید کی سیرت اور میرے باپ زبیر کی کارکردگیاں رسول اللہ کے ساتھ اور معاویہ کے کرتوت معلوم ہیں تو ابن عباس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ فتنہ کھڑا ہو گیا ہے اور خون خرابہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ مجھے ان معاملات سے کیا سروکار ہے میں مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس نے ابن عباس کو خط لکھا۔

سلام علیک۔ اما بعد تحقیق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ منکر خدا نے حرم خدا میں تمہیں اپنی بیعت کی طرف دعوت دی ہے اور تم نے ہماری بیعت کی وفاداری میں انکار کر دیا ہے پس دیکھو جو لوگ تمہارے اہل بیت میں سے اور جو لوگ تمہارے پاس مختلف شہروں سے وارد ہوں انہیں اپنی بہترین رائے سے جو میرے اور ابن زبیر کے متعلق تم رکھتے ہو اس سے

مطلع کرو اور سوائے اس کے نہیں کہ ابن زبیر نے تمہیں اپنی اطاعت کے لیے بلایا تھا اور اپنی بیعت کی دعوت دی تھی تاکہ تم باطل میں اس کے مددگار اور گناہ میں اس کے شریک بنو۔ لیکن تم نے ہماری اطاعت کرتے اور ہمارے حق کو پہچانتے ہوئے ہماری بیعت کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا۔ پس خداوند عالم تمہیں ذی رحم کی طرف سے بہترین جزا دے۔ جو صلہ رحمی کرنے والوں کو اور اپنے عہد و میثاق کی وفا کرنے والوں کو دیتا ہے۔ میں بہت کچھ بھول جاتا ہوں لیکن تمہاری نیکی نہیں بھولوں گا اور تم سے فوراً صلہ رحمی کروں گا جس کے تم اہل ہو۔ دیکھنا بلا د اسلام کے اطراف سے جو بھی تمہارے پاس آئے اسے ابن زبیر کی ملیح کاریوں سے ڈراؤ اور اس کی چرب زبانی سے بچاؤ کیونکہ وہ لوگ تمہاری بات کو زیادہ توجہ سے سنتے اور ان باتوں کی زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ والسلام!

پس ابن عباس نے (جواباً) اسے خط لکھا۔ میرے پاس تیرا خط پہنچا جس میں تو نے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے تیرے حق کو پورا کرتے ہوئے ابن زبیر کی بیعت ترک کر دی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے میں نے تیری تعریف کے مد نظر یا تیری محبت کے لیے ایسا نہیں کیا۔ تو سمجھتا ہے کہ حسین اور بنی مطلب کے جوانوں کو قتل کرنا میں بھول جاؤں گا۔ جو خاک و خون میں غلطاں ریگستان میں بغیر لباس کے پڑے تھے اور جن پر ہوائیں خاک اڑا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے لیے ایک قوم کو بھیجا جس نے انہیں دفن کر دیا۔ میں سب کچھ بھول سکتا ہوں لیکن تیرا حسین کو حرم رسول اور حرم خدا سے زبردستی نکالنا اور تیرا ابن مرجانہ کو خط لکھنا اور اس میں حسین کے قتل کا اسے حکم دینا یہ سب تو نہیں بھول سکتا۔ میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ عنقریب وہ تجھے پکڑے گا جبکہ تو نے اس کے نبی محمدؐ کی عترت کو قتل کیا ہے اور ان کے قتل پر راضی ہوا ہے اور باقی رہا تیرا یہ کہنا کہ تو میری نیکی کو نہیں بھولے گا پس تو روک لے اپنی نیکی اور صلہ رحمی کو مجھ سے کیونکہ میں اپنی محبت کو تجھ سے روکے ہوئے ہوں اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جو ہمارا حق تیرے پاس ہے تو اس میں سے بہت کم ہمیں دیتا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا حصہ تو روکے ہوئے ہے۔ پھر تو مجھ سے تاکید کرتا ہے کہ میں لوگوں کو تیری اطاعت کی ترغیب دوں اور ابن

زبیر کی اطاعت سے باز رکھوں یہ تیرے کوئی باعث شرف نہیں۔ تو مجھ سے اپنی نصرت و مودت کے لیے کہتا ہے حالانکہ تو نے میرے چچا کے بیٹے اور اہلبیت رسول کو شہید کیا ہے جو ہدایت کے چراغ اور تاریکی کے ستارے تھے کہ جنہیں تیرے لشکروں نے تیرے حکم سے ایک ہی مقام پر بچھاڑ کر شہید کر دیا ہے۔

کیا تو بھول چکا ہے کہ تو نے اپنے آدمی حرم الہی کی طرف بھیجے تھے تاکہ وہ حسینؑ کو قتل کر دیں اور تو ہمیشہ ان کے پیچھے لگا رہا اور انہیں ڈراتا رہا یہاں تک کہ تو نے انہیں عراق کی طرف نکلنے کے لیے مجبور کر دیا (اور یہ تو نے) اللہ اس کے رسولؐ اور اس کے اہل بیت کے ساتھ اپنی عداوت کی بنا پر کیا۔ وہ اہل بیت کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور انہیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ پس وہ لوگ ہم ہیں نہ کہ تیرے وہ آباء و اجداد جو حق سے روگردان سرکش اور کافر تھے فاجر و فاسق تھے جو اونٹ کے جگر اور گدھوں کے کھروں والے تھے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے جنہوں نے رسول اللہؐ سے ہر مقام پر جنگ کی اور تیرا دادا اور باپ وہ تھے جنہوں نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جمع کیا تھا اگر تو مجھ سے نکل گیا اور دنیا میں تجھ سے اپنے بدلے نہ چکا سکا تو مجھ سے پہلے بہت سے بنی قتل کیے گئے ہیں اور خدا نصرت کے لیے کافی ہے اور یہ بات تجھے ایک وقت گزر جانے کے بعد معلوم ہوگی اس پر تو میری مودت و محبت کا مطالبہ کرتا ہے اور مجھے علم تھا جب کہ میں نے تیری بیعت کی تھی یہ بات میں نے نہیں کی تھی مگر یہ کہ میں جانتا تھا کہ میرے باپ اور چچا کی اولاد اس امر خلافت کی تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ حقدار ہے لیکن تم لوگوں نے ظلم کیا اور دعویٰ کیا اور وہ چیز لے لی جو تمہارا حق نہ تھی اور تم نے اصل حقدار پر ظلم کیا ہے۔ مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے یہ یقین ہے کہ وہ تمہیں اسی طرح عذاب دے گا جیسے اس نے قوم عاد و ثمود قوم لوط اور اصحاب مدین کو کیا تھا۔

اے یزید تیرے عظیم ترین گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تو دختران رسول اطفال بنی اور حرم پیغمبر کو عراق سے شام تک قیدی بنا کر بے مقصد و چادر اس لیے لے گیا

تا کہ لوگوں کو ہمارے خلاف اپنی شوکت و عظمت اور قوت دکھائے اور یہ کہ تو نے ہم پر قہر و ظلم کیا ہے اور تجھے آل رسول پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور اپنے زعم ناقص میں تو تو نے اپنے کافر و فاجر رشتہ داروں کا جو جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے بدلہ چکا لیا ہے اور اس انتقام کو ظاہر کر دیا جو تو اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا اور ان کینوں کا اظہار کیا ہے جو عرصے سے تیرے دل میں اس طرح پوشیدہ تھے جیسے آگ چھماق کے سینے میں چھپی ہوتی ہے اور تو نے اور تیرے باپ نے خون عثمان کو تو ان حسد اور کینوں کے اظہار کا ایک وسیلہ بنایا ہے۔ پس ہلاکت ہے تیرے لیے یوم جزا کے فیصلہ کرنے والے کی طرف سے اور خدا کی قسم اگر تو میرے ہاتھ کے زخم سے محفوظ ہو گیا ہے تو تو میری زبان کے لگائے ہوئے چرکوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا تو کمزور رائے اور ہلاک ہونے والا ہے۔ تیرے لیے خاک ہے اور تو مذمت کیا گیا ہے اور تو اس خیال خام میں نہ رہنا کہ تو آج ہم پر فتیاب ہو گیا ہے پس خدا کی قسم اگر میں تجھ پر آج فتح و ظفر حاصل نہیں کر سکتا تو کل ضرور حاکم عادل کے سامنے مجھے فتح نصیب ہوگی۔ جو اپنے حکم میں ظلم و جور نہیں کرتا۔ اور عقرب وہ بہت جلد دردناک عذاب سے تیرا مواخذہ کرے گا اور تجھے دنیا سے لعنت کیا ہوا دھتکارا ہوا اور گناہ گارا اٹھالے گا۔ پس زندہ رہ تیرا باپ نہ ہو جب تک تو چاہتا ہے کیونکہ جو کچھ تو کسب کر رہا ہے وہ خدا کے پاس بڑھ رہا ہے۔ اور سلام اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔

واقعی کہتا ہے کہ جب یزید نے یہ خط پڑھا تو اسے سخت گناہ عارض ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ ابن عباس کو قتل کر دے لیکن ابن زبیر کے معاملہ نے اسے فرصت نہ دی اور جلد ہی پھر سختی کے ساتھ خدا نے اس کا مواخذہ بھی کر لیا۔

اولاد امام حسین علیہ السلام

۱۔ علی اکبر یہ جنگ کربلا میں باپ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی کوئی اولاد نہیں۔
ان کی والدہ آمنہ بنت ابی فرودہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں اور آمنہ کی والدہ ابو سفیان بن حرب کی بیٹی تھی۔

- ۲۔ علی اصغر (زین العابدین ہیں) نسل انہی سے چلی ہے۔ آپ کی والدہ (شہر بانو) ایک شہزادی تھیں۔ زہری کہتا ہے کہ حضرت علی (امام زین العابدین) اپنی والدہ کے اتنے فرمانبردار تھے کہ ایک پیالہ میں کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا اس بات سے ڈرتا ہوں کہ شاید میرا ہاتھ اس لقمہ کی طرف جس پر میری ماں کی نگاہ پڑ گئی ہے۔ پس میں کہیں عاق نہ ہو جاؤں۔
- ۳۔ حسین کا ایک بیٹا جعفر تھا جس کی کوئی اولاد نہیں اور اس کی ماں سلافہ قضائیہ تھیں۔
- ۴۔ فاطمہ تھیں۔ ان کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تھیں۔
- ۵۔ عبد اللہ (علی اصغر) جو باپ کے ساتھ یوم طف (کربلا) میں شہید ہوئے۔
- ۶۔ سکینہ۔ ان کی والدہ رباب بنت امراء القیس ہیں۔
- فاطمہ بنت الحسین حسن بن حسن بن علی کے نکاح میں تھیں ان کی وفات ۷۱ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

انتقام

زہری کہتا ہے کہ قاتلان حسین میں سے کوئی ایسا نہیں بچا تھا جسے دنیا ہی میں عتاب نہ کیا گیا ہو یا وہ قتل ہو یا اناہا ہو گیا۔ یا اس کا چہرہ سیاہ ہو اور یا تھوڑی ہی مدت میں اس کی حکومت ختم ہو گئی۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے کتاب المنتظم میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار افراد کو قتل کیا تھا اور فرزند فاطمہ کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار کو قتل کروں گا اور ایک روایت کے الفاظ ہیں آپ کی بیٹی کے بیٹے کے بدلے!

واقفی نے ابن رماح سے حکایت کی ہے اس نے کہا کہ کوفہ میں ایک اندھا بوڑھا رہتا تھا جو شہادت حسین کے وقت وہاں موجود تھا۔ پس ہم نے اس سے اس کی آنکھوں کے ضائع ہونے کے متعلق اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اس گروہ میں شامل تھا ہم دس آدمی تھے مگر میں نے نہ کسی پر تلوار چلائی تھی نہ کسی کو تیر مارا تھا۔ نہ کسی کو نیزہ لگایا تھا۔ جب حضرت حسین شہید ہو گئے اور آپ کا سر نیزہ پر بلند کیا گیا تو میں واپس اپنے گھر لوٹ آیا۔ میں اس وقت تک صبح و سالم تھا میری آنکھیں گویا دو ستارے تھے میں اس رات سویا تو میرے پاس حالت خواب میں کوئی آنے والا آیا اور کہنے لگا رسول اللہ تجھے بلا رہے ہیں۔ میں نے کہا مجھے۔ بھلا مجھے رسول اللہ سے کیا سروکار (یعنی وہ مجھے کیوں بلاتے ہیں؟) پس اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور جھڑک دیا۔ میرا کمر بند پکڑا اور مجھے اس جگہ لے آیا جہاں کچھ لوگ رسول اللہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ غمگین اور متحیر تھے۔ اپنی آستین اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپ کے سامنے چڑے کا وہ ٹکڑا تھا جس پر لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ میرے وہ دس ساتھی آپ کے سامنے ذبح ہوئے پڑے تھے۔ میں نے آپ پر سلام کیا تو آپ نے فرمایا خدا تجھے سلامتی نہ دے اور زندہ نہ رکھے۔ اے اللہ کے ملعون دشمن کیا تجھے مجھ سے بھی شرم و حیا نہ آئی تو نے میری ہنک کی اور میری عزت کو تہ تیغ کیا اور میرے حق کی رعایت نہ کی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے جنگ نہیں کی۔ فرمایا درست ہے لیکن تو نے ان کے لشکر کی سیاہی کو زیادہ تو کیا (یعنی ان کی کثرت تعداد کا سبب تو بنا) آپ کے دائیں طرف ایک طشت تھا جس میں خون حسین تھا آپ نے فرمایا خدا تجھے سلامتی نہ دے بیٹھ جا۔ میں گھٹنوں کے بل آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے ایک سلاخی لی اسے گرم کیا پھر اسے میری آنکھ میں داخل کیا پس میں اندھا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

ہشام بن محمد نے قاسم بن اصبح مجاشعی سے حکایت کی ہے وہ کہتا ہے جب سروں کو کوفہ میں لایا گیا تو ایک سوار آیا جو سب لوگوں سے خوبصورت تھا اس نے اپنے گھوڑے کی گردن میں ایک لڑکے کا سر لٹکایا ہوا تھا جس کے اچھی داڑھی نہیں آئی تھی گویا

کہ وہ چودھویں کا چاند ہے۔ گھوڑا کتوتیاں بدلتا ہوا چلتا تھا۔ جب وہ اپنے سر کو جھکاتا تو نوجوان کا سر زمین سے جا لگتا۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کس کا سر ہے اس نے کہا عباس بن علی کا (ظاہر ایہ عباس بھی علی کے فرزند تھے لیکن علم دار کے علاوہ تھے) میں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا حرمہ بن کائل اسدی۔ راوی کہتا ہے کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میں نے دیکھا حرمہ کا چہرہ کونکہ سے بھی زیادہ سیاہ تھا۔ میں نے اس سے کہا میں نے تجھے اس دن دیکھا تھا جس دن تو نے گھوڑے کی گردن میں سر باندھا ہوا تھا۔ عرب میں تجھ سے دجیہ چہرے والا کوئی نہیں تھا اور آج تجھ سے زیادہ بد ہیبت اور روسیہ چہرے والا کوئی نہیں ہے۔ پس وہ رونے لگا اس نے کہا خدا کی قسم اس دن سے لے کر جس دن میں نے وہ سراٹھایا ہوا تھا اس دن سے ہر رات بلا تاخیر دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کے قریب لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں دھکیل دیتے ہیں میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں لیکن وہ آگ مجھے جھلسا دیتی ہے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے پھر وہ ملعون بدترین حالت میں مرا۔

سدی نے حکایت بیان کی ہے کہ میں کربلا میں وارد ہوا میرے پاس تجارت کے لیے گند تھی۔ ہم ایک شخص کے مہمان ہوئے اس کے پاس رات کا کھانا کھایا۔ پس ہم نے شہادت حسین کا تذکرہ کیا کہ جو قتل حسین میں شریک تھا وہ بری موت مرا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا کہ میں آپ سے جنگ کرنے والوں میں سے تھا لیکن مجھے اب تک کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ راوی کہتا ہے جب رات کا آخری حصہ آیا تو اچانک چیخ و پکار بلند ہوئی۔ ہم نے پوچھا کیا بات ہے تو انھوں نے بتایا کہ وہی شخص چراغ درست کر رہا تھا کہ اس کی انگلی جلنے لگی پھر وہ جلن اس کے جسم میں سرایت کر گئی ہے اور وہ جل گیا ہے۔ سدی کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ وہ کونکہ کی مثل بن چکا ہے۔

ابن زیاد

علماء تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب حسین شہید ہو گئے تو وہ لوگ جنھوں نے

آپ امداد میں کوتاہی کی تھی حیران و پریشان ہوئے اور کفارے دینے لگے جب یزید بن معاویہ ۶۲ھ میں مر گیا تو کوفہ کے شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی وہ اس کی زندگی میں اس سے ڈرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا تحریک اس سال (شہادت سے) اور یزید کی موت سے پہلے تھا اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

ہشام بن محمد نے لکھا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو کوفیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ غمگین ہوئے انھوں نے سمجھا کہ ان کے لیے نجات کی کوئی صورت نہیں اور ان کے اس گناہ عظیم کو کوئی چیز نہیں دھو سکتی مگر یہ کہ وہ ان لوگوں کو قتل کریں جنھوں نے جناب حسینؑ کو شہید کیا تھا۔ یا خود سب کے سب انتقام خون حسینؑ کی راہ میں قتل ہو جائیں پس ان لوگوں نے سرداران کوفہ میں سے پانچ آدمیوں کو منتخب کیا۔ سلیمان بن صرور خزاہی صحابی رسول۔ مسیب بن مخنف فزاری جو حضرت علیؑ کے بہترین و معتمد اصحاب میں سے تھے۔ عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی۔ عبد بن والی تمیمی اور قاعد بن شداد بکلی۔ ان سب کا اجتماع سلیمان بن صرور خزاہی کے مکان پر ہوا۔ انھوں نے بالاتفاق ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیے کہ وہ اہل شام سے خون حسینؑ کے انتقام کے سلسلے میں جنگ کے لیے بالکل تیار ہیں اور ۶۵ھ میں انھیں خیلہ میں جمع ہونا ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ شہادت حسینؑ کے فوراً بعد ۶۱ھ کے اوائل ہی میں حرکت میں آچکے تھے اور مال جمع کرتے رہے اور تیاریاں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یزید اپنے کیے کو پہنچا۔ پھر اسی سال یزید کی موت کے پانچ ماہ بعد ماہ رمضان میں جمعہ کے دن مختار بن ابی عبیدہ کوفہ سے اٹھے اور جب ۶۵ھ میں داخل ہوا تو سلیمان بن صرور کوفیوں سمیت مقام خیلہ میں جمع ہوئے۔ سلیمان کے ساتھ اٹھارہ ہزار آدمی کوفہ کے قسم کھا چکے تھے۔ لیکن صرف پانچ ہزار آدمی ان کے ساتھ رہے۔ جب انھوں نے شام جانے کا قصد کیا تو عبداللہ بن سعد نے کہا آپ شام جا رہے ہیں حالانکہ تمام قاتلین حسینؑ تو کوفہ میں ہیں عمر بن سعد اور لشکر کے باقی چاروں سردار یہیں مقیم ہیں۔ تو سلیمان نے کہا مگر جس نے لشکر جمع اور تیار کیا تھا وہ تو شام میں ہے۔ وہ فاسق بن فاسق ابن مرجانہ ہے اور ابن زیا کو جب یزید کے مرنے کی خبر ملی تو وہ کوفہ سے بھاگ

کر شام میں چلا گیا تھا پس اس نے مروان بن حکم کی پناہ لی تھی اور مروان کو اس نے ہی خلیفہ بنایا تھا تو سلیمان نے کہا۔ جب ہم ابن زیاد کو قتل کر چکیں گے تو پھر قاتلین حسین کی طرف پلٹیں گے۔ پھر سلیمان اپنے ساتھیوں سمیت روانہ ہوئے اور ان کا نام تو امین (توبہ کرنے والے) رکھا گیا تھا۔ پس یہ لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ چشمہ وردہ پر پہنچے جو مقام خابور میں ہے یہ قریسیا کے علاقہ کے قریب ہے۔ پس عبید اللہ ابن زیاد اہل شام کا لشکر لے کر ان کے مقابلے میں آ گیا۔ وہ لشکر مروان بن حکم نے تیار کر کے ابن زیاد کے ساتھ بھیجا تھا پس کئی دن تک ان کی جنگ ہوتی رہی حالانکہ یہ لوگ چار ہزار تھے اور ابن زیاد کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا۔ پھر ایک دن جنگ ہوئی تو دن کے ابتدائی حصے میں سلیمان کا پلہ بھاری تھا پھر آخردن معاملہ الٹ گیا پھر سلیمان شہید ہو گئے اور ان کے ساتھی منتشر ہو گئے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب ابن زیاد تو امین سے فارغ ہوا تو اسے خبر ملی کہ مروان طاعون میں مر گیا ہے۔ یہ چلتا رہا یہاں تک کہ مقام جزیرہ میں پہنچا۔ ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ تو امین میں سے جو لوگ باقی بچ گئے تھے وہ عراق لوٹ آئے۔ پس مختار نے خردج کیا اور لصرہ مدائن اور دوسرے شہروں سے امداد پہنچنے لگی اور ابراہیم بن مالک اشتر نخعی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور کوئی بھی ان کے ہمراہ ہو گئے۔ وہ پکارتے تھے اے خون حسین کا بدلہ لینے والے!

سلیمان بن عمرو

ابن سعد نے کہا ہے کہ سلیمان تیسرے طبقے کے مہاجرین میں سے تھے ان کی کنیت ابوالمطرف ہے۔ رسول اللہ کے ساتھ رہے ان کا اصل نام یسار تھا۔ رسول اللہ نے سلیمان رکھا۔ ان کا سن کافی تھا اپنی قوم کے بزرگ تھے حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے۔ یہ ان اشخاص میں سے تھے جنہوں نے حضرت امام حسین کو کوفہ آنے کے لیے خطوط لکھے تھے۔ مگر یہ ابن زیاد کے ڈر سے امام حسین کی معیت میں

جہاد نہ کر سکے۔ پھر یہ امام حسین کی شہادت کے بعد آگے بڑھے لوگوں کو جمع کیا اور چشمہ وردہ پر ابن زیاد کی فوج سے لڑے۔ اہل شام کی فوج کا سپہ سالار حصین بن نمیر تھا۔ جنگ ہوئی تو سلیمان گھوڑے سے اتر پڑے۔ حصین نے انھیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ جب یہ زمین پر گرے تو یہ فقرہ کہا فزت بربت الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ان کے ساتھ مسیب بن نجبه بھی شریک ہوئے ان دونوں کے سر کاٹ کر مروان بن حکم کے سامنے پیش کیے گئے۔

ابن سعد کے بیان کے مطابق وقت شہادت سلیمان کی عمر ترانوے سال تھی جس ۶۶ھ شروع ہوا تو مختار نے امام حسین کے خون کا بدلا لینے کا اعلان کر دیا۔ ابن زیاد اس وقت جزیرہ میں تھا۔ پھر مختار نے عبداللہ بن مطحج کو جو ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا مکہ کی جانب روانہ کر دیا۔ اور قصر الامارۃ پر قبضہ کر لیا۔ پھر مختار نے ان لوگوں کو پکڑ کر قہج ترین اور ہولناک طریقے پر قتل کرنا شروع کیا۔ جو امام حسین کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے تھے اور ان چھ ہزار افراد میں سے کسی کو بھی نہ بخشا جنہوں نے ابن سعد کی معیت میں امام حسین سے جنگ کی تھی اور دریا پر قبضہ کیا تھا۔

مختار نے کچھ لوگوں کو خولی بن یزید اصحی کی طرف بھیجا جو سر حسین ابن زیاد کے پاس لے کر آیا تھا۔ وہ بیت الخلاء میں چھپ گیا تو ان لوگوں نے اس کی بیوی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہے اس نے کہا بیت الخلاء میں۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اس کا مشلہ کیا اور اسے جلا دیا۔ مختار نے کہا میں اس شخص کو ضرور قتل کروں گا جس کے قتل پر اہل آسمان اور اہل زمین راضی ہیں۔ مختار نے ابن سعد کو اس شرط پر ایمان دے رکھی تھی کہ وہ کوفہ سے باہر نہ جائے۔ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ مختار یہ یہ باتیں کر رہا تھا۔ خدا کی قسم اس کی مراد تیرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ پس عمر نے اپنے بیٹے حفص کو مختار کے پاس بھیجا۔ اس نے مختار سے کہا میرا باپ کہتا ہے کہ کیا آپ اس وعدہ کو پورا کریں گے جو ہم سے کیا گیا ہے۔ یا یہ کہا کہ وہ بات پوری کریں گے جو آپ کے اور ہمارے درمیان تھی۔

مختار نے حفص سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر مختار نے دو شخصوں سے کوئی راز کی بات کہی۔ پھر وہ دنوں اس حالت میں لوٹے کہ ایک کے ہاتھ میں عمر بن سعد کا سر تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا بیٹا حفص کہنے لگا کیا تم نے ابو حفص کو قتل کر دیا ہے؟ مختار نے کہا کیا تو اس کے بعد زندگی کی آرزو رکھتا ہے؟ یہ تیرے لیے کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا پس اس کی بھی گردن مار دی۔ مختار نے کہا عمر حسینؑ کے عوض ہے اور حفص علی بن الحسین کے عوض۔ حالانکہ پھر بھی یہ برابر کا قصاص نہیں۔

پھر مختار نے کہا خدا کی قسم اگر قریش کے چار حصوں میں سے تین حصے بھی حسینؑ کے بدلے قتل کر دوں تو بھی کافی نہیں بلکہ ان کے ایک پورے کے برابر بھی نہیں ہو سکتے پھر بدترین طریقے پر شمر کو قتل کیا اور بعض کہتے ہیں شمر کو اسی طرح ذبح کیا جیسے اس نے امام حسینؑ کو ذبح کیا تھا۔ شمر مردہ تھا اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنا گیا۔

ابو سعد نے کہا ہے کہ شمر کا باپ جنابی کلابی تھا کہ جس کی کنیت ابو شمر تھی اور کہا گیا ہے کہ اس کی کنیت ابو نابتہ تھی اور اس کا نام ذوالجوشن تھا۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اسلام قبول کر لے۔ اس نے قبول نہ کیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا تجھے کیا چیز مانع ہے کہ تو اس امر کی ابتدا میں داخل ہو وہ کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی ہے اور آپ کو نکال دیا ہے اور آپ سے جنگ کی ہے۔ پس اگر آپ ان پر غالب آگئے تو میں بھی آپ کی اتباع کر لوں گا اور اگر آپ کو غلبہ حاصل نہ ہوا تو میں اتباع نہیں کروں گا۔ پس آپ نے فرمایا عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ مجھے ان پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ ذوالجوشن کہتا ہے میں اپنی قوم میں تھا جب کوئی آقا تو ہم اس سے پوچھتے کیا خبر ہے؟ وہ کہتا کہ محمدؐ نے اپنی قوم پر فتح حاصل کر لی ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ ذی الجوشن رسول اللہؐ کے پاس جنگ بدر سے آپ کی فراغت کے بعد حاضر ہوا اور ایک گھوڑا ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کا نام عرجاء تھا لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ مختار نے تمام سر محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھیجے۔ پھر ابن زیاد آیا اور وہ تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ موصل میں اترا۔ پس مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو تین ہزار کا لشکر دے کر اس کے مقابلے کے لیے تیار کیا۔ بعض کا قول ہے کہ سات ہزار کا لشکر تھا۔ یہ ۶۹ھ کی بات ہے۔ پس ابراہیم کی ابن زیاد سے جنگ ہوئی اور اسے دریا کے کنارے قتل کیا۔ ابن زیاد کے لشکر کی قتل ہونے والوں کی نسبت دریا میں غرق ہونے والے زیادہ تھے۔ مورخین نے ابن زیاد کے قاتل میں اختلاف ہے۔

ابن جریر نے ابراہیم بن اشتر سے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس شخص کو موجزن نہر کے کنارے قتل کیا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں نے اس کے جسم کو تلوار سے دو برابر کے ٹکڑے کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے شریک بن جریر ثعالبی نے قتل کیا اور بعض جابر یا جبر کو اس کا قاتل ٹھہراتے ہیں۔ ابن اشتر نے ابن زیاد کا سر مختار کے پاس بھیجا۔

پس مختار قصر الامارة میں جا کر بیٹھا اور تمام سراں کے سامنے ڈال دیے گئے۔ مختار نے وہ سرو ہاں ڈال دیے کہ جہاں امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے سر رکھے گئے تھے۔ مختار نے ابن زیاد کا سرو میں نصب کیا جہاں امام حسینؑ کا سر نصب کیا گیا تھا۔ پھر دوسرے دن رجبہ میں اور سروں کے ساتھ ڈال دیا۔

عمار بن عمیر کہتا ہے میں مقام کناسہ میں سروں کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ لوگ کہنے لگے وہ آیا وہ آیا۔ پس اچانک ایک بہت بڑا سانپ آیا اور وہ تمام سروں کو چھوڑتا ہوا ابن زیاد کی ناک کے دونوں تھنوں میں داخل ہوا اور باہر نکل کر کچھ دیر کو غائب ہو گیا۔ پھر دوبارہ آیا اور ویسا ہی کیا اور بعض کہتے ہیں کہ سانپ نے یہ عمل قصر الامارة میں یہ عمل مختار کے سامنے کیا تھا پس مختار نے کہا اسے چھوڑو اسے چھوڑو اور ایک روایت میں ہے کہ یہ عمل وہ سانپ تین دن تک کرتا رہا۔

یزید بن معاویہ

علماء تاریخ نے حسن بصری سے ذکر کیا ہے کہ حسن نے کہا کہ تحقیق معاویہ میں ایسی برائیاں تھیں کہ اگر ان میں سے بعض تمام اہل زمین میں ہوئیں تو ان کے لیے کافی تھیں۔

۱۔ اس امر خلافت پر اس کا کود پڑنا۔

۲۔ مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر جاگیریں دے دینا۔

۳۔ ابن زیاد کو زبردستی اپنا بھائی بنا لینا۔

۴۔ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنا اور

۵۔ یزید جیسے شخص کو لوگوں پر مسلط کرنا۔

اور حسن کہتا ہے کہ معاویہ خود کہا کرتا تھا اگر مجھے یزید سے محبت نہ ہوتی تو میں اپنی رشد و ہدایت کو دیکھ لیتا۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری ابو الفرج نے کتاب رد علی المستعصب المانع من ذم یزید (یعنی متعصب عنادی کی رو میں جو یزید کی مذمت سے روکتا ہے) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کہ یزید بن معاویہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تو میں نے کہا کافی ہے اس کے لیے وہ چیز جس میں وہ ہے۔ تو اس نے کہا کیا تم اس پر لعنت کرنا جائز سمجھتے ہو؟ تو میں نے کہا وہ علماء جو متورع اور پرہیزگار ہیں کہ جن میں سے احمد بن حنبل بھی ہیں انھوں نے یزید کے متعلق وہ کچھ کہا ہے جو لعنت سے بھی زیادہ ہے۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) مہتابین یحییٰ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے یزید بن معاویہ کے متعلق سوال

کیا تو وہ کہنے لگا وہ وہی ہے جس نے کیا جو کچھ کیا ہے۔ میں نے کہا اس نے کیا کیا ہے؟
امام احمد نے کہا اس نے مدینہ میں لوٹ مار کی۔ میں نے کہا ہم اس سے حدیث (نقل)
کر سکتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں وہ اس لائق نہیں کسی کو نہیں چاہیے کہ اس سے حدیث تحریر
کرے۔

اور میرے جد ابو فرج نے (حذف اسناد کے ساتھ) صالح بن احمد بن حنبل
سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کچھ لوگ ہمیں یزید کی دوستی کی
نسبت دیتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا جس کا اللہ پر ایمان ہو وہ یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے؟
میں نے کہا پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟ تو انہوں نے کہا تو نے مجھے کب کسی
چیز پر لعنت کرتے دیکھا ہے اے بیٹا تو کیوں لعنت نہیں کرتا اس پر جس پر خدا نے اپنی
کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا اور خدا نے کہا اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی
ہے تو انہوں نے کہا اپنے اس ارشاد میں فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی
الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمنہم واعصی
ابصارہم (پس تحقیق تم قریب ہو کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے
ارحام سے قطع چکی کرو گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ پس خدا نے
انہیں بہرہ بنا دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔) پس کیا کوئی فساد قتل سے بھی
زیادہ عظیم ہے اور ایک روایت میں ہے جب صالح نے امام احمد سے سوال کیا تو انہوں
نے کہا اے بیٹا میں کیا کہوں اس شخص کے بارے میں جس پر خدا نے اپنی کتاب میں
لعنت کی ہے پھر گزشتہ واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

میرے (مؤلف) جد مادری نے کہا ہے کہ قاضی ابو یعلیٰ نے ایک کتاب
تصنیف کی ہے اور اس میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو مستحق لعنت ہیں اور ان میں یزید کا
ذکر بھی ہے اور اسی کتاب میں کہا ہے کہ جو شخص یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتا ہے یا تو
اسے اس بات کا علم نہیں اور یا وہ منافق ہے وہ جانتا ہے کہ لوگوں کو مغالط میں ڈالے اور
بعض اوقات جاہلوں کو رسالت مآب کے اس قول سے دھوکا دیتا ہے کہ مومن لعنت نہیں

کرتا۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن اس پر جو مستحق لعنت نہ ہو اس پر لعنت نہیں کرتا۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سائب بن خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے جو اہل مدینہ کو ظلماً ڈرائے خدا سے ڈرائے گا اور اس پر اللہ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے یا عدل کیا ہے قیامت کے دن خداوند عالم اسے قبول نہیں کرے گا۔

بخاری نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) بی بی عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سعد سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل مدینہ سے کوئی مکرو فریب نہیں کرے گا مگر یہ کہ وہ اس طرح پگھل جائے گا کہ جیسے نمک میں پانی حل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی حدیث مسلم نے بھی بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ کوئی شخص اہل مدینہ کی برائی کا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے جہنم کی آگ میں اس طرح پگھلائے گا کہ جس طرح قلعی پگھل جاتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یزید نے اہل مدینہ کو ڈرایا اور اس کے رہنے والوں کو قید کیا۔ مدینہ کو لوٹا اور اسے مباح قرار دیا۔ اس واقعہ کا نام واقعہ حرہ ہے اور اس واقعہ کا سبب وہی ہے جو واقف دی۔ ابن اسحاق۔ ہشام بن محمد نے روایت کی ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد ۶۲ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس گیا۔ پس ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ شراب پیتا ہے، ظہوروں اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ جب وہ واپس آئے تو علی الاعلان اس پر لعنت کرنے لگے اس کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکال دیا اور وہ کہنے لگے ہم ایسے شخص کی طرف سے آئے ہیں جس کا کوئی دین و مذہب نہیں وہ شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔ ان لوگوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسلیل کی بیعت کر لی اور حنظلہ کہتا ہے خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا جب تک کہ ہمیں یہ خوف لاحق نہیں ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ مارے جائیں۔

وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے بد فعلی کرتا ہے شراب پیتا ہے

اور نماز نہیں پڑھتا اور اولاد انبیاء کو قتل کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر لوگوں میں سے کوئی میرا ساتھ دے تو میں یزید کے بارے میں خدا کے لیے بہترین امتحان دینے کو تیار ہوں پس یہ خیر یزید کو پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو اہل شام میں سے ایک انبوه کثیر کے ساتھ بھیجا پس اس نے مدینہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیا ابن غسبل اور اشرف مدینہ کو قتل کیا اور تین دن تک ان کے مال لوٹا رہا اور ہنک حرمت کرتا رہا اور ابن سعد نے کہا کہ مروان بن حکم مسلم بن عقبہ کو اہل مدینہ کے خلاف بھڑکانا تھا یہ بات یزید تک پہنچی تو اس نے مروان کا شکریہ ادا کیا اس کی قرب و منزلت بڑھادی اور اسے مال بھی دیا۔ مدائنی نے کتاب حرہ میں زہری سے ذکر کیا ہے کہ حرہ کے دن کے مقتولین قریش مہاجرین و انصار اور اموال میں سے محترم بزرگ اشخاص سات سو تھے۔ غیر معروف آزاد غلام اور عورتیں دس ہزار تھیں اور ان لوگوں نے خون میں ہاتھ رنگے۔ یہاں تک کہ خون قبر رسول تک پہنچے اور روضہ رسول اور مسجد پڑ ہو گئی۔ اور مجاہد کہتا ہے کہ حجرہ رسول اور منبر رسول کی پناہ لی لیکن تلوار ان میں اپنا کام کرتی رہی۔

واقعہ حرہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا اس واقعہ اور یزید کی موت میں تین ماہ کا وقفہ تھا۔ خدا نے اسے زیادہ مہلت نہ دی۔

ابو الحسن مدائنی نے ام یثیم بنت یزید سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے قریش کی ایک عورت کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ پس ایک چشمی اس کے سامنے آیا تو اس عورت نے اسے گلے لگا لیا اور اس کے بوسے لیے۔ میں نے اس سے کہا تجھے اس سے کیا سروکار ہے۔ تو وہ کہنے لگی یہ جنگ حرہ کے دن کا میرا بیٹا ہے اس کے باپ نے میرے ساتھ منہ کالا کیا اور میں نے اسے جنا۔ مدائنی نے ابوقرہ سے بھی ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہشام بن حسان نے کہا کہ واقعہ حرہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے بغیر شوہر کے بچے جنے اور مدائنی کے علاوہ دیگر مورخین نے دس ہزار عورتیں کہی ہیں۔

شخصی نے کہا ہے کہ کیا یزید اس پر راضی نہیں تھا حالانکہ اس کا اس نے حکم دیا تھا اور مروان بن حکم کے کروت پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مسلم بن عقبہ مدینہ سے مکہ کی طرف

روانہ ہوا اور راستے ہی میں مر گیا تو اپنا جانشین حسین بن نمیر کو بنا گیا اور اس نے کعبہ کو منجھتیوں سے پتھر مارے اسے گرایا اور جلایا اور یزید کی موت کی خبر ماہ ربیع میں آئی خدا اس پر لعنت کرے۔

میرے (مؤلف) کے جد مادری نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا امام حسینؑ سے جنگ کرنا اور عمر بن سعد اور شمر کو آپ کے قتل پر مسلط کرنا اور سر ہائے شہداء کو اس کے پاس لے جانا کوئی تعجب خیز نہیں بلکہ تعجب تو اس پر ہے کہ یزید نے آپ کے سر سے برا سلوک کیا اور آپ کے دندان مبارک پر چھڑی لگائی۔ آل رسول کو قیدی بنا کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اس نے ابن زبیری کے اشعار پڑھے کہ کاش میرے بدروا لے بزرگ موجود ہوتے اسٹخ اور اس نے سر حسینؑ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ پس کیا جائز ہے کہ یہ عمل خوارج کے ساتھ بھی روا رکھا جائے۔ حالانکہ جملہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خارجیوں اور باغیوں کو کفن دیا جائے۔ ان پر نماز پڑھی جائے اور انھیں دفن کیا جائے اور اگر اس کے دل میں زمانہ جاہلیت کے کینے اور بدر کی دشمنی نہ ہوتی تو سر حسینؑ کا احترام کرتا جبکہ سر اس کے پاس پہنچا تھا اسے چھڑی سے نہ مارتا اور عزت و احترام سے دفن کر دیتا اور آل رسول سے نیکی اور احسان کرتا۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ جو چیز اس کی بدظنیتی پر دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کو اپنے پاس بلایا اور بہت سماں دیا۔ بہت گراں قدر تحفے دیے اور اپنی مجلس میں قرب اور اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا اسے اپنی بیویوں کے سامنے کیا اپنا ندیم بنایا۔ ایک رات شراب پی اور مغنیہ سے کہا گاؤ پھر یزید نے برجستہ کہا:

اسقنی شربة تروى خوادى
ثم مل فاسق مثلها ابن زياد
مجھے ایسی شراب پلا جو میرے دل کو سیراب کرے پھر پیالہ پڑ کر کے ویسا ہی ابن زیاد کو پلا۔

صاحب السر والامانة عندى
والتسلید نغمی و جهادی
جو صاحب راز و امانت ہے میرے نزدیک اور میرے لیے مال قیمتی اور جہاد

کو درست کرتا ہے۔

فقاتل الخار جی اعنی حسینا و عید الاعضاء و الحساد
جو خارجی کا قاتل ہے یعنی حسین کا (معاذ اللہ) اور دشمنوں اور حاسدوں کو
ہلاک کرنے والا ہے۔

اور ابن عقیل نے کہا منجملہ ان چیزوں کے جو یزید کے کافر و زندیق ہونے پر
دلیل ہیں چہ جائیکہ اس پر سب و لعنت کرنا وہ اشعار ہیں کہ جن کے ذریعے اس نے اپنے
الحاد اور حبث باطن اور برے اعتقاد کو واضح کیا ہے ان میں سے اس کا وہ قول ہے جو اس
قصیدہ کی ابتدا میں ہے۔

علیہ ہاتنی و اعلمنی و ترنمی بد لک انی لا احب التناحیا
اے علیہ آؤ اور بلند آواز سے گاؤ اور رقص کرو کیونکہ میں سرگوشی کو پسند نہیں
کرتا۔

حدیث ابی سفیان قد ماسمی بہا الی احد حتی اقام الموا کیا
یہ واقعہ ابوسفیان سے بیان کرو جبکہ وہ کوہ احد پر گیا اور رونے والی عورتوں کو مردوں
پر کھڑا کیا۔

الاهات فاسقینی علی ذاک قهوة تخیر لعنسی کرماشامیا
خبردار وہ بات سناؤ اور اس کے ساتھ وہ شراب پلاؤ جسے شامی انگور سے عسلی
نے منتخب کر کے بنایا ہے۔

اذا ما نظرنا فی امور قدیمہ وجدنا حلالاً شربها مترالیا
ہم جب ماضی کے حالات پر غور و فکر کرتے ہیں تو اس کا پینا ہمیشہ حلال پاتے
ہیں۔

وان مت یا ام الحمیر افانکحی ولا تاملی بعد الفراق تلامیا
اور اگر میں مرجاؤں اے ام حمیر تو کسی سے نکاح کر لینا اور جدائی کے بعد
ملاقات کی آرزو رکھنا۔

فان الذی حدثت عن یوم بعثنا احادیث طسم تجعل القلب ساهیا
یہ تجھے بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے لیے قبر سے اٹھنے کا دن ہے یہ پرانی باتیں
ہیں جو دل کو غافل کر دیتی ہیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ انہی (کفریات) میں سے اس کا یہ قول بھی ہے
ولو لم یمس الارض فاضل بردھا لما کان عندی سمعة فی التیمم
اور اگر شراب کے بچے ہوئے گھونٹ کی ٹھنڈک زمین کو نہ چھوتی تو میرے
نزدیک تیمم میں زمین کو مسح کرنا درست نہیں تھا۔
اور انہی میں سے اس کا یہ قول بھی ہے:

معشر الندمان قوموا واسمعوا موت الاغانی
اے ندمیوں کی جماعت اٹھو اور گانے والی عورتوں کی آواز کو سنو۔

واشربوا کاس مداما واترکو ذکر المغانی
خالص شراب کا پیالہ پیو اور عبادت میں گنگٹانے کا ذکر چھوڑو۔

اشغلتنی نغمه العیدان عن صوت الاذانی
ظنبوروں کے نغمے نے مجھے اذان کی آواز سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے۔

وتعوضت عن الحور خموداً فی الانسان
اور حور کے عوض میں نے شراب کے مٹکوں کو اپنا لیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے اقوال ہیں جو میں نے دوسری کتاب میں یزید کے
دیوان سے نقل کیے ہیں۔

انہی چیزوں کی وجہ سے تو ان کی حکومت اس امت کے لیے تنگ و عار ثابت
ہوئی یہاں تک کہ ابو العلاء معری نے اسے امت پر ”ایک عیب“ کی طرف اشارہ کیا
ہے۔

اری الایام تفعل کل فکر فما انافی العجائب مسترید
الیس قریبکم قتلت حسینا وکان علی خلافکم بزید

میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ بالکل انوکھے کام کرتا ہے پس میں عجائبات میں کوئی زیادہ تعجب نہیں کرتا کیا تمہارے قریش نے حسینؑ کو قتل نہیں کیا جبکہ تمہاری خلافت یزید کے قبضے میں تھی۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ جب میرے جد مادری ابو الفرج نے بغداد میں منبر پر امام ناصر اور اکابر علماء کے سامنے یزید پر لعنت کی تو سر پھروں کی ایک جماعت مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چلی گئی تو میرے جد مادری نے کہا خبردار دوری ہے اہل مدین کے لیے جیسے تو مسمود دور ہو گئی تھی۔

ہمارے بزرگوں نے اس دن کی حکایت بیان کی ہے کہ ایک جماعت نے میرے جد سے یزید کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا پوچھتے ہو اس شخص کے متعلق جو تین سال خلیفہ رہا۔ پہلے سال اس نے حسینؑ کو شہید کیا دوسرے سال اہل مدینہ کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا اور تیسرے سال خانہ کعبہ پر منجینق سے پتھر مارے اور اسے مہدم کیا تو انھوں نے کہا ہم اس پر لعنت کرتے ہیں تو انھوں نے کہا پس یزید پر لعنت کرو۔

اور میرے جد مادری نے کتاب رد علی المتعصب العنید میں کہا ہے کہ حدیث میں اس شخص پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ جس نے وہ کام کیا ہے جو افعال یزید کا عشر عشر بھی نہیں اور وہ احادیث ذکر کی ہیں بخاری اور مسلم نے صحیحین میں۔ جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث ہے کہ رسول اکرمؐ نے عیب جوئی کرنے والی عورتوں اور لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں پر لعنت کی۔ اور ابن عمر سے حدیث ہے کہ اللہ نے عیب جوئی اور عیب تلاش کرنے والی عورت پر لعنت کی ہے اور اللہ نے بت بنانے والوں پر لعنت کی ہے اور جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے سود کھانے اور کھلانے والوں پر لعنت کی ہے اور ابن عمر کی حدیث مسند میں ہے کہ شراب پر دس وجوہ کی بنا پر لعنت کی ہے اور اسباب میں بہت سی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں یزید کے افعال سے کہیں کم ہیں جو کہ حسینؑ ان کے بھائیوں اور اہل قاتل کرنا مدینہ کو لوٹنا، کعبہ کو گرانا اور اسے منہجیوں سے پتھر مار کرانا اور وہ اشعار کہنا جو اس کے فاسد عقیدہ پر دلالت کرتے ہیں۔ جو شخص مزید

معلومات چاہتا ہے اس معاملہ میں اسے وہ کتاب ابو الفرج دیکھنی چاہیے جس کا نام ”ردمتعب العیند“ ہے۔

جعفری تفہمتہ العوام (جدید مترجم)

مومنین یا حکمین کی دیرینہ خواہش، احرام کرتے ہوئے اللہ اور اس کے حبیب پاک نے ہتھکنڈا لگائی ہے، یہ عزت بخشی کہ ہم یہ گرانقدر تحفہ مومنین کے حضور پیش کر رہے ہیں۔ یہ تحفہ ہر طرح سے مکمل جدید اور مترجم ہے۔ اس میں پیدائش سے لے کر تک کے مسائل کو نہایت خوبی سے بہترین عظام خصوصاً ”آقای الحاج سید روح الخمینی کے فتوؤں کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

اس میں آداب زندگی، آداب شب، کھانے کے آداب، آداب مہمان نوازی، غسل و لباس، سفری دعائیں، کتاب النکاح، کتاب الاولاد، حقیقہ کے مسائل، زیارت و زراعت، باغبانی، صنعت و حرفت، دعائیں برائے وسعت رزق، نماز حاجات، تمیز حلال و حرام، کتاب المیت، غسل میت، نماز میت، احکام قبر، تلقین میت، کتاب طہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الوارث، کتاب العقائد، فروعات دین، مسئلہ عقیدہ، نماز کے ضروری مسائل، اذان و اقامت، مختصر زیارات، آئمہ، نماز تہجد، تعقیبات نماز پنجگاندہ، اعمال شب بھر، اعمال ماہ محرم، اعمال روز عاشور، زیارت امام حسین، روز عاشور، دعائے عظیمہ، اعمال ماہ صفر، رجب الاول، اعمال ماہ رجب اور روزانہ کی دعائیں، اعمال ماہ شعبان، نیمہ شعبان، عرفہ حاجت، کتاب الصوم، حلال حرام روزے و دیگر مسائل، تاریخ و ارماہ رمضان کی دعائیں، اعمال شب قدر، احکام عید الفطر، نماز عیدین، احکام عید الضحیٰ، احکام عید غدیر، احکام عید مہالہ، عید نوروز، اہم سنت نمازیں، احکام کتاب الزکوٰۃ، فس، کتاب الزیارات، اہم مقامات مقدسہ، عراق و ایران، زیارات دمشق، حج و مسائل حج تلبیہ، طواف، حج تمتع، قربانی، کتاب التعمیر، تحقیق ماتم و زنجیر ذی، لوح، تہذیب، علم ذوالحج و غیرہ و دیگر بہت سے مسائل مزید یہ کہ یہ برصغیر کا واحد تفہمتہ العوام ہے جو ترجمے کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کوئی تفہمتہ العوام آپ کو مترجم نہیں ملے گا۔ آپ اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

محمد بن حنفیہ

آپ کی کنیت ابو القاسم اور بعض کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ ہے وہ تابعین کے طبقہ اول میں سے ہیں۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے کہ ہمیں محمد بن حنفیہ نے اپنے باپ حضرت علی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر آپ کے بعد میرا کوئی بیٹا پیدا ہو تو میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھ لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پس رسول اللہ کی طرف سے حضرت علی کو اجازت تھی۔

زہری کہتا ہے کہ محمد عظیم ترین اور شجاع ترین اشخاص میں سے تھے۔ فتنوں اور جن بھگڑوں میں باقی لوگ پڑے تھے محمد ان سے کنارہ کش تھے اور کیسائیوں کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ محمد بن حنفیہ مرے نہیں بلکہ وہ جبل رضوی کی ایک گھاٹی میں مقیم ہیں اور ان کے ساتھ ان کے چالیس ساتھی بھی ہیں۔ جو اس شعب میں داخل ہوئے تھے۔ پس کسی کو ان کا علم نہیں وہ زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں۔

ہشام کہتا ہے کہ محمد کو ابن زبیر نے قبر زمزم میں مقید کر دیا تھا اور آپ کے ساتھ آپ کے قبیلے کے بزرگ اور بنی ہاشم کے گروہ میں سے بیس افراد کو قید کیا تھا کہ جنہوں نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی تھی اور ابن زبیر نے ان کے لیے ایک مدت مقرر کر دی تھی کہ اگر اس مدت کے اندر بیعت نہ کی تو انہیں آگ سے جلا دیا جائے گا اور آپ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ آپ مختار کو پیغام بھیجیں اور اپنے حالات اور ابن زبیر نے جو دھمکی دی ہے اس کی اطلاع دیں۔ آپ نے اس مشورہ پر مختار کو خط لکھا اے اہل کوفہ ہمارا ساتھ نہ چھوڑنا جس طرح حسین کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ پس جب مختار نے خط پڑھا تو رو پڑے اشراف کوفہ کو جمع کیا ان کے سامنے خط پڑھا اور کہا کہ یہ خط تمہارے مہدی اور

تمہارے نبی کے اہل بیت کے سردار کا ہے۔ انھیں قاصد اس حالت میں چھوڑ آیا ہے کہ وہ قتل ہونے اور جل جانے کے منتظر ہیں اور میں ابواحق نہیں ہوں۔ اگر میں نے ان کی مدد نہ کی اور میں لشکر کے پیچھے لشکر روانہ کروں گا۔ مثل سیلاب کے یہاں تک کہ کاہلیہ کے بیٹے (ابن زبیر) پر ہلاک ہوگی۔ پھر مختار نے عبداللہ جدلی کو ہزار شہسوار کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر ہزار در ہزار کا لشکر چلا یہاں تک کہ مکہ میں گھس گئے اور پکارنے لگے اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والے اور یہ اس وقت پہنچے کہ لکڑیاں قصبہ کے دروازے پر جمع ہو چکی تھیں اور مدت معینہ میں بسے صرف دو دن باقی تھے۔ پس لوگوں نے قہہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو نکالا اور محمدؐ پر سلام کیا اور کہنے لگے ہمارے اور اللہ کے دشمن (کہ جس نے کعبہ میں جنگ کو حلال سمجھا ہے) کے درمیان حائل نہ ہو جسے محمدؐ نے کہا میں اللہ کے حرم میں جنگ کو حلال نہیں سمجھتا۔ پھر پڑے در پڑے مختار کی طرف سے تعداد بڑھتی رہی یہاں تک کہ محمدؐ چار ہزار افراد کے ساتھ باہر نکلے اور مقام ایلہ میں جا کر دو سال قیام کیا اور ابن زبیر نے آپؐ کا گھر جلا دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ محمدؐ مقام طائف میں مقیم رہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔

ارشادات محمدؐ

(حذف اسناد کے ساتھ) منذر ثوری سے روایت ہے وہ کہتا ہے محمد بن حنفیہ کہا کرتے تھے۔ وہ دانا نہیں جو اچھی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کون ہے کہ جسے زندگی بسر کرنی ہی ہو اور خدا اس کے لیے کشائش اور نکلنے کا راستہ نہ قرار دے۔ اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ محمدؐ نے کہا جس کے نزدیک اپنا نفس عزت دار ہے اس کی آنکھوں میں دنیا حقیر و ذلیل ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ محمدؐ نے کہا کہ بیشک اللہ نے تمہارے نفوس کی قیمت جنت قرار دی ہے۔ پس جنت کے علاوہ کسی چیز سے انھیں نہ بیچو۔ نیز محمدؐ نے کہا ہر وہ کام جس میں رضائے الہی مطلوب نہ ہو وہ ختم و ہلاک ہونے والا ہے۔

ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علی بن
الحسین سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ بادشاہ روم نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط
لکھا اسے تہدید کی اور دھمکی دی اور قسم کھائی کہ عنقریب میں تیری طرف ایک لاکھ کالشکر
خشکی کے راستے سے اور ایک لاکھ کالشکر سمندر کے راستے سے بھیجوں گا ورنہ مجھے جزیہ ادا
کر۔ پس عبدالملک نے حجاج کی طرف خط لکھا اور حجاج حجاز میں تھا۔ کہ تو محمد بن حنفیہ کو قتل
کی دھمکی دے اور اس کے جواب سے مجھے مطلع کر اور عبدالملک بہت کافی خوف زدہ تھا۔
پس جب عبدالملک کا خط حجاج کے پاس پہنچا تو حجاج نے محمد کو خط لکھا۔ جس میں انھیں
ذرا یاد دہم کیا۔ تو محمد نے حجاج کو لکھا۔

اما بعد پس تحقیق اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ نگاہ رحمت اپنی مخلوق پر ڈالتا ہے اور مجھے
امید ہے کہ وہ ایک نظر رحمت میری طرف بھی کر دے اور تجھ سے مجھے محفوظ رکھے۔ پس
حجاج نے آپ کا یہ جواب عبدالملک کو لکھ بھیجا اور عبدالملک نے وہی جواب بادشاہ روم کو
لکھا تو بادشاہ روم نے لکھا کہ یہ کلام تجھ سے اور تیرے خاندان سے صادر نہیں ہوا بلکہ یہ
اہل بیت نبوت کا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حجاج حجاز کا گورنر بن کر آیا تو محمد نے عبدالملک کو
خط لکھا اور کہا کہ حجاج وہ شخص ہے جسے تو جانتا ہے پس اس کے ہاتھ اور زبان کو مجھ پر مسلط
نہ کر۔ پس عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا اور اس میں ان سے تعرض کرنے سے منع کیا۔ پس
طواف کعبہ میں ایک دن آنا سامنا ہو گیا تو حجاج نے اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹ کر
کہا۔ اگر امیر المؤمنین (عبدالملک) نہ ہوتا تو میں یہ کرتا اور وہ کرتا! تو محمد نے اس سے کہا
تجھ پروائے ہوائے حجاج تحقیق خدا کے لیے ہر دن پھر پہلا سا کلام کیا۔

ثوری نے کہا ہے کہ ایک دن محمد نے اپنے ایک بیٹے سے کہا اگر تو باادب بنا
چاہتا ہے تو ہر چیز کا بہترین حصہ لے لے اور اگر عالم بننا چاہتا ہے تو صرف ایک ہی فن پر
اکتفا کر!

ثوری کہتا ہے علی بن الحسین سے روایت ہے کہ اشتر نجفی نے جنگ صفین کے

دوران ایک دن محمد حنفیہ سے کہا کہ آپ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر حضرت امیر المومنین کی مدح کیجئے اور آپ کے کچھ مناقب بیان کیجئے۔ پس محمد دونوں صفوں کے درمیان پہنچے اور امیر معاویہ کے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا اے اہل شام اے نفاق کی ذریت اور آگ کے بچے ہوئے اور جہنم کا ایندھن دور ہو جاؤ چودھویں کے روشن اور واضح چاند سے اور نجم ثاقب سے نفوذ کرنے والے نیزے سے روشن ستارہ سے ہلاک کرنے والی تلوار اور صراطِ مستقیم اور ٹھانٹھیں مارنے والے سمندر سے جو بہت علم رکھتا ہے۔ قبل اس کے ہم تمہیں فی النار کر دیں یا تم پر لعنت کریں جس طرح یہود پر کی ہے اور خدا کا حکم جاری ہو کر رہتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس گھائی میں گھس رہے ہو یا کس ٹیلے پر چڑھ رہے ہو اور کہاں سرگرداں پھرتے ہو بلکہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں اور بصارت نہیں رکھتے کیا رسول کے ہم پلہ کو تیروں کا ہدف بناتے ہو اور دینِ خدا کے رئیس و سردار سے چشمک کرتے ہو۔

پس اس کے بعد کون سی ہدایت کے رستے پر چلو گے اور کون سے پھٹے ہوئے کپڑے کو پیوند لگاؤ گے دور ہے دور ہے خدا کی قسم سبقت دینی میں وہ آگے بڑھ گیا اور وہ نشانہ پر تیر لگانے میں کامیاب ہو گیا اور انعام پر اس کا قبضہ ہے اور اس نے فصلِ خطاب پر اپنا حق ثابت کر دیا ہے آنکھیں اس کی بلندی تک پہنچنے سے پہلے تھک گئیں اور گردنیں اس کی رفعت کو دیکھنے سے پہلے ٹیزھی ہو گئیں وہ بلندی کی چوٹی پر بلند ہوا اور اجٹائے مقصد تک پہنچ گیا۔ جو بھی قصد کرے وہ اس کی کوشش سے عاجز ہے اور اس کے لیے طلب کرنا دشوار ہے اور جس چیز کی وہ آرزو رکھتا ہے اور ضرورت سمجھتا ہے وہ اس سے قوت ہو گئی اور اس کی شجاعت کے مقابلے میں صاحبِ ہمت شجاع ٹرک جاتا ہے اور وہ شیر کی طرح بہادر شخص کی کوشش کو باطل کر دیتا ہے اور وہ کس طرح دور کی جگہ سے اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں انہیں ضرور جھک جانا چاہیے اور رک جانا چاہیے پس کیا تم رسول کے دوست کی بیعت توڑتے ہو یا رسول کے بھائی پر سب و شتم کرتے ہو۔ حالانکہ وہ نسب میں رسول کا بھائی ہے۔ جب نسب بیان کریں اور جب مثال دیں تو وہ ہارون کی مانند ہے اور

جب استحسان کریں تو بہت بڑی طاقت کا مالک ہے جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی جب کہ باقی لوگ منحرف تھے اور اس کا ایمان شہرہ آفاق تھا جب ان لوگوں نے کفر کیا اور جب دشمن کے مقابلے سے باقی پیچھے ہٹے تو اسے بلایا گیا اور جب مشرکین نے اپنا عہد و میثاق توڑ دیا تو یہ ان کی طرف ان کے عہد و پیمانہ کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہجرت کی رات اس کو بستر پر سلا یا گیا۔ جب باقی لوگ کم ہمت ہو گئے اور یہ جنگ احد کے دن ثابت قدم رہا جب کہ اور لوگ بھاگ گئے اور وقت وداع اسے اسرار و رموز کا امین بتایا گیا جب اوروں کو روک دیا گیا۔

ھذی المکارم لاقصبان من لبن شیبا بماء فصارا بعد ابو الاء
یہ کارم و فضائل ہیں نہ دودھ کے دو پیالے ہیں جو پانی سے ملا کر بعد میں پیشاب ہو گئے۔

اور وہ (علیؑ) کیسے الگ ہو سکتا ہے ہر رفعت و بلندی و ثنا سے حالانکہ وہ اور رسول اللہ ایک باپ کے فرزند ہیں اور ان دونوں کے آباء و اجداد نجیب و شریف ہیں اور دونوں نے ایک ہی پیالے سے دودھ پیا ہے اور دونوں ایک ہی راستوں گھنٹیوں چلے ہیں۔ دونوں ایک درخت کے سایہ میں رہے ہیں اور دونوں کریم ترین اصل کی فرع ہیں۔ پس رسول اللہ رسالت کے لیے اور امیر المؤمنین خلافت کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور علیؑ کے ذریعے خدا نے اسلام کی گرہ کو کھولا ہے یہاں تک کہ شرک کی تار کی چھٹ گئی اور نفاق کی نخوت کا قلع قمع ہو گیا۔ یہاں تک کہ نفاق کا جوش خاموش ہو گیا اور جاہلیت کے نشان مٹ گئے اور ذلت و خواری کے بیچ کھل گئے اور ٹیڑھی قوم ایک دوسرے میں ضم ہو گئی اور گدلا پانی پینے کے قابل ہو گیا۔ یہاں تک کہ فرمایا پس امیر المؤمنین کے کس احسان میں شک کرتے ہو اور کس معاملہ میں دوسروں کو ان پر ترجیح دیتے ہو اور ہمارا پروردگار مہربان و مددگار ہے۔ ان چیزوں پر جو تم بیان کرتے ہو یہ سب دونوں لشکروں میں کوئی باقی نہ رہا۔ جس نے محمدؐ کے فضل و بزرگی کا اعتراف نہ کیا ہو۔

وفات محمد بن حنفیہ

مورخین کے تین اقوال ہیں آپ کی وفات کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ مقام ایلبہ پر وفات ہوئی اور دوسرا یہ کہ مدینہ میں اور آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی۔ آپ کے بیٹے ابو ہاشم کی اجازت سے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے تیسرا قول یہ ہے کہ طائف میں وفات پائی۔ آپ کی وفات ۸۱ھ میں بہ عہد عبدالملک بن مروان ہوئی۔ آپ نے ۶۵ سال کی عمر پائی۔

اولاد

- ۱۔ ابو ہاشم۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ یہ آپ کے سب سے بڑے فرزند تھے اور بزرگ علماء میں سے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں گئے تو اس نے ان کی تعظیم کی، پھر فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ پس سلیمان نے کسی شخص کو بھیجا کہ ان کے راستے میں زہر آلود دودھ لے کر بیٹھے۔ جب ابو ہاشم نے اس دودھ کو پیا تو موت کا احساس ہوا۔ پس حمیمہ کی طرف عدول کیا۔ ان کی ملاقات محمد بن علی بن عبداللہ سے ہوئی اس نے انہیں بتایا کہ حکومت تمہاری اولاد میں چلے گی اور اسے حکومت دینے والوں کے خطوط دیے اور بتایا کہ کیا کرنا ہے۔ پھر وہیں حمیمہ میں زمین شراہ میں بلقا کی طرف ان کی موت واقع ہوئی۔ ابو ہاشم کے ایک بیٹے ہاشم تھے جس سے ان کی کنیت ابو ہاشم تھی۔
 - ۲۔ محمد اصغر ان کی کوئی دلاؤ نہیں۔ ان دونوں کی ماں جلا کی بیٹی قبیلہ کنانہ سے تھیں۔
 - ۳۔ محمد اکبر۔
 - ۴۔ لباہ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ بن عباس تھیں۔
 - ۵۔ علی۔ ان کی ماں ام عثمان بنت ابو جریہ قضاعیہ تھیں۔
 - ۶۔ طالب۔
 - ۷۔ عون۔
 - ۸۔ عبید اللہ۔
- یہ مختلف کنیتوں سے پیدا ہوئے۔

- ۹۔ ریٹھ یہ بچی بن زید بن علی (زین العابدین) کی ماں ہیں جو خراسان میں شہید ہوئے۔
- ۱۰۔ ام سلمہ یہ ایک کنیز سے تھیں اور محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے۔
- ۱۱۔ جعفر اکبر۔ ۱۲۔ علی۔
- ۱۳۔ حمزہ۔ ۱۴۔ جعفر اصغر۔
- ۱۵۔ حسن مختلف کنیزوں سے۔
- ۱۶۔ ابراہیم۔ ان کی والدہ مسرعة بنت عماد بن شیبان بن جابر عوفیہ تھیں۔
- ۱۷۔ قاسم۔ ۱۸۔ ام ایہیا۔
- ۱۹۔ عبد الرحمن ان کی والدہ ام عبد الرحمن تھی اور اس کی ماں برہ بن عبد الرحمن بن حرث بن نوفل تھی۔
- ۲۰۔ جعفر اصغر۔ ۲۱۔ عون۔
- ۲۲۔ عبد اللہ اصغر ان کی والدہ ام جعفر بن محمد بن جعفر ابن ابی طالب تھیں۔
- ۲۳۔ عبد اللہ۔ ۲۴۔ رقیہ۔
- ۲۵۔ محمد ان کی ماں کنیز تھی۔ زبیر بن بکاء نے کہا ہے کہ عبد اللہ محمد کے بڑے بیٹے تھے اور انھیں کی کنیت ابو ہاشم تھی اور انھیں ہی سلیمان بن عبد الملک نے زہر آلود دودھ پلایا تھا۔
- محمد نے صحابہ کی ایک جماعت سے حدیث لی ہے اور معظم احادیث اپنے والد گرامی حضرت علی سے لی ہیں۔

جناب خدیجہ اور فاطمہ الزہراء علیہما السلام

واضح ہو کہ جناب خدیجہ خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی کی بیٹی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا نسب عدنان تک پہنچتا ہے اور خدیجہ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ قبیلہ رجم سے تھیں جو کہ فہر بن مالک کی اولاد میں سے تھا اور فاطمہ کی ماں ہالہ بنت عبد مناف تھیں۔ ہالہ کی ماں عرقہ تھی اس کا نام قلابہ بنت سعید تھا جو کہ لوی بن غالب کی اولاد سے ہے۔

واقدی نے کہا ہے کہ یہ خدیجہ باکرہ تھیں اور ورقہ بن نوفل کے ساتھ منسوب تھیں ورقہ ان کا چچا زاد تھا پس ان کی شادی نہ ہو سکی۔ پس ان سے ابو ہالہ نے کہ جس کا نام ہند بن بناس تھی تھا تزویج کی پس ان سے ہند پیدا ہوئی پھر ان سے عقیق بن عابد مخزومی نے شادی کی اور ان سے ایک لڑکی بنام ہند پیدا ہوئی اور خدیجہ کو ام ہند کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جناب خدیجہ رسول اللہ سے عمر پندرہ سال بڑی تھیں۔

واقدی نے کہا ہے کہ خدیجہ صاحب شرف تھیں اور مال کثیر رکھتی تھیں۔ اپنا مال تجارت شام کی طرف بھیجا کرتی تھیں۔ پس ان کے تجارتی قافلے قریش کے تمام قافلوں کے برابر ہوتے تھے۔ یہ لوگوں کو اجیر بنا لیتیں اور کمیشن پر مال دیتی تھیں۔ پس جب رسول اللہ کی عمر ۲۵ سال ہوئی اس وقت آپ کو مکہ میں صرف اثین کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا تو خدیجہ نے کسی کو آپ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ آپ میرے تجارت کے قافلے کے ساتھ شام کی طرف میرے غلام میسرہ کے ساتھ جائیں۔ پس رسول اللہ نے ان کے مال تجارت کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ خدیجہ کے غلام میسرہ نے دوران سفر آپ سے عجائبات

دیکھے اور دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیے رہتا ہے۔ میسرہ نے جو کچھ دیکھا تھا خدیجہ سے بیان کیا پس جب آپ مکہ میں واپس آئے تو خدیجہ نے بھی آپ کے سر پر بادل کو سایہ کیے ہوئے دیکھاں شام سے واپس آنے کے دو دن بعد آپ سے شادی کر لی یہ شادی خدیجہ کے باپ نے کی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے بھائی عمر بن خویلد نے اور بعض کے نزدیک ان کے چچا عمرو نے کی تھی اور زیادہ صحیح قول کی بنا پر اس وقت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی کیونکہ ان کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال پہلے ہوئی تھی اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ خدیجہ کے ساتھ ان کی شادی ان کے چچا عمرو ہی نے کی تھی۔

واقدی نے کہا ہے کہ خدیجہ کے والد توفار اول میں مر چکے تھے۔

خطبہ نکاح

مورخین نے کہا ہے کہ عقد کے وقت ابوطالب بنی ہاشم کے بزرگ و اشراف رسول اللہ کے چچا تشریف لائے آپ نے خطبہ پڑھا:

حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں ذریت ابراہیم اور اولاد اسمعیل اور معدی چوٹی اور مضمر کا عنصر قرار دیا ہے اور ہمیں اپنے گھر کا نگہبان اور حرم کی دیکھ بھال کرنے والا مقرر فرمایا۔ اور ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا جہاں حج کیا جاتا ہے۔ اسن والا حرم بنایا۔ ہمیں لوگوں کا حاکم قرار دیا۔ پھر تحقیق میرے بھائی کا فرزند یہ محمد بن عبد اللہ ایسا شخص ہے کہ جس سے کسی آدمی کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ہر ایک پر ترجیح رکھتا ہے اور اگر اس کے پاس دولت و دنیا کم ہے تو یہ ایک زائل ہونے والا سایہ اور نہ رہنے والی چیز ہے اور محمد وہ ہے کہ جس سے فضل، نسب، قرابت، سچائی اور امانت کو تم پہنچاتے ہو۔ اس نے خدیجہ کی خواستگاری کی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حق مہربیس اونٹ، دس اونٹ، سونا ایک غلام اور ایک کینز تھا۔

فضائل خدیجہ

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے خدیجہ سے محبت و مودت فرماتے

ان کا احترام کرتے اور اپنے تمام امور میں ان سے مشورہ فرماتے تھے۔ وہ آپ کی سچی و زیر و مشیر تھیں۔ وہ پہلی خاتون ہیں جو آپ پر ایمان لائیں۔ ان کی زندگی میں آپ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔ اور ابراہیم بن ماریہ (جن کا تذکرہ کریں گے) کے علاوہ آپ کی تمام اولاد خدیجہ سے ہے۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ بنی اسرائیل میں سے بہترین عورت مریم بنت عمران اور اس امت کی عورتوں میں سے بہترین خاتون خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

نیز صحیحین میں ابو ہریرہ سے حدیث منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جناب جبرئیل رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ یہ خدیجہ آپ کی خدمت میں آ رہی ہیں پس انھیں ان کے رب کا سلام پہنچائیے اور جنت کے گھر کی خوشخبری دیجئے جو مجوف موتی سے بنا ہوگا جس میں سکون ہی سکون اور آرام ہی آرام ہے۔

نیز صحیحین میں ہے بی بی عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھ پر رسول اللہؐ کی کوئی بیوی گراں نہیں گزری جتنا کہ خدیجہ گراں تھیں حالانکہ میں نے انھیں دیکھا تک نہیں تھا لیکن رسول اللہؐ ان کا بہت زیادہ تذکرہ کیا کرتے اور بعض اوقات کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے گوشت میں سے کچھ خدیجہ کی سہیلیوں کو ضرور بھیجتے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں گویا دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہ تھی۔ پس آپؐ فرماتے تھے خدیجہ تھی اور بس وہی تھی اور میری اس سے صدیق اور پاک و پاکیزہ اولاد ہے۔

بی بی عائشہؓ سے ایک روایت میں ہے وہ کہتی ہیں ایک دن مجھے غیرت آئی، میں نے کہا وہ تو ایک بڑھیا عورت تھی اور خدا نے اس کے بدلے آپ کو بہتر عورتیں دی ہیں۔ بی بی عائشہؓ کہتی ہیں پس رسول اللہؐ غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپ کے سر کے اگلے بال حرکت کرنے لگے اور فرمایا خدا کی قسم خدا نے اس کے بجائے مجھے اچھی بیوی نہیں دی۔ بیشک وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگ کافر تھے اور اس نے میری

تصدیق کی جب باقی لوگ میری تکذیب کر رہے تھے۔ اس نے مجھے اپنے مال سے سیراب کیا جب لوگوں نے محروم قرار دیا تھا اور خداوند عالم نے اس سے مجھے اولاد عنایت کی جب کہ دوسری عورتوں کو اولاد سے محروم کیا۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم پھر کبھی خدیجہ کو برائی سے یاد نہیں کروں گی۔

ایک روایت میں بی بی عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ کو غضب ناک کیا اور میں نے لفظ خدیجہ کو تصغیر کے ساتھ خدیجہ کہا تو آپ نے مجھے جھڑک دیا تو آپ نے کہا کہ مجھے خدیجہ کی محبت دی گئی ہے۔
زہری کہتا ہے ہمیں خبر ملی ہے کہ جناب خدیجہ نے رسول اللہ پر بے حساب رقم خرچ کی۔

وفات جناب خدیجہؓ

واقعی نے کہا ہے جناب خدیجہ کی وفات بعثت کے دس سال بعد ہوئی جبکہ ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ ابوطالب کی وفات سے تین دن پہلے اور بعض کے نزدیک ایک مہینہ بعد میں ہوئی۔

حکیم بن حزام نے کہا ہے کہ ہم نے انھیں مقام حجون میں دفن کیا اور رسول اللہ ان کی قبر میں خود اترے اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم جاری نہیں ہوا تھا۔
ہشام نے کہا ہے کہ خدیجہ کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ماہ رمضان کی دس تاریخ کو ہوئی تھی۔

اولادِ خدیجہؓ

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ کی اولاد ذکور میں قاسم تھے اور انھیں سے حضور کی کنیت تھی اور بعثت سے قبل دو سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ عبد اللہ تھے انھیں طیب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور بعض کہتے ہیں ایک سال بعد۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب خدیجہ نے عرض کی اے رسول اللہؐ میرے جو آپ سے بچے پیدا ہوئے تھے وہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا جنت میں۔

اب رہیں زینب ان سے ابو العاص بن ربیع نے شادی کی۔ ابو العاص کا نام مقسم بن عبد العزی بن عبد الشمس تھا۔ وہ زینب کی خالہ ہالہ بنت خویلد خواہر خدیجہ کا لڑکا تھا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے علی رکھا تھا وہ بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ زینب کی ابو العاص سے ایک لڑکی تھی جس کا نام امامہ تھا۔ اس سے حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد شادی کی۔ بعض کہتے ہیں یہ شادی جناب سیدہؑ کی وصیت کی بنا پر تھی۔ زینب کی وفات ۸ھ میں ہوئی تھی۔

(روایات مستند اور تاربخانے معتبر سے یہ ثابت ہے کہ جناب فاطمہؑ کے علاوہ حضورؐ کی کوئی صاحبزادی حضرت خدیجہ سے نہیں تھی۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ جناب فاطمہؑ کے علاوہ تمام لڑکیاں کافروں سے منسوب تھیں۔ حقیقت یہی ہے کہ جناب سیدہؑ کے علاوہ تمام لڑکیاں ربیہ تھیں۔ مترجم)

ولادت جناب فاطمہؑ

جناب فاطمہؑ کی ولادت کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ جناب سیدہؑ اس وقت پیدا ہوئیں جب کہ قریش بیت اللہ الحرام کو بنا رہے تھے بعثت سے پانچ سال پہلے (روایات شیعہ اس کے خلاف ہیں) اور حضرت علیؑ نے ان سے ہجرت کے دوسرے سال رمضان میں شادی کی اور رخصتی ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد اللہ بن بریدہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو بکر نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی تو رسول اللہؐ نے فرمایا وہ کم سن ہے اور میں خدا کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ پس عمر کی ابو بکر سے ملاقات ہوئی۔ تو ابو بکر نے اس بات کی خبر دی تو انھوں نے کہا رسولؐ نے تمہیں منع کر دیا ہے۔ پھر عمر نے

ان کی خواستگاری کی تو ان کو بھی آپ نے سچ کر دیا۔ پھر علیؑ نے خواستگاری کی تو ان سے شادی کر دی اور فرمایا بیشک خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کر دوں۔ پس حضرت علیؑ نے اپنا اونٹ اور گھر کی کچھ چیزیں فروخت کیں اور جناب فاطمہؑ سے شادی کر لی۔

ابن سعد نے کہا ہے ہمیں ابورسانے مجالد سے اس نے عامر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے فاطمہؑ سے شادی کی حالانکہ میرے اور ان کے لیے مینڈھے کی کھال کے علاوہ کوئی فرش و بستری نہیں تھا۔ رات کو ہم اس پر آرام کرتے اور دن کو اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے۔ جناب فاطمہؑ کے علاوہ میری اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں لکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی زید مدنی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب جناب فاطمہؑ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا گیا تو آپ نے حضرت علیؑ کے پاس سوائے پھیلی ہوئی ریت ایک ٹکیہ ایک کوزہ اور ایک گھڑے کے علاوہ اور کچھ نہ پایا۔ پس رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں کچھ دیر بعد تمہارے ہاں آ رہا ہوں۔ رسول اللہؐ آئے۔ آپ نے پانی منگوا یا اس میں وہ دعائیں پڑھیں جو خدا نے چاہیں۔ پھر وہ پانی حضرت علیؑ کے سینے اور چہرے پر چھڑک دیا۔ پھر آپ نے فاطمہؑ کو بلایا۔ وہ اپنی چادر میں اس حالت میں حاضر ہوئیں کہ شرم سے پسینے پسینے ہو رہی تھیں۔ آپ نے سیدہؑ پر پانی چھڑکا اور ان سے کہا یاد رکھو میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو میرے خاندان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور عزیز تھا۔ پھر آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور فرمایا اب تم جانو اور تمہاری بیوی۔ ہمارے لیے دعا کرتے رہو۔ یہاں تک کہ آپ اپنے حجرہ میں واپس ہوئے۔

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی تو رسول اللہؐ سیدہ کے پردے کے قریب ہوئے اور فرمایا علیؑ تمہارا رشتہ ماں جھگڑے ہیں۔ سیدہؑ خاموش ہو گئیں تو آپ نے حضرت علیؑ سے شادی کر دی۔

(حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ

نے فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی تو سیدہؓ نے عرض کی آپ نے میری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو غریب ہے اور جس کے پاس کوئی مال دنیا نہیں تو رسول اللہؐ نے سیدہ سے کہا۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ خدا نے اہل زمین میں سے صرف دو اشخاص کا انتخاب لیا ہے۔ ایک کو تیرا باپ اور دوسرے کو تیرا شوہر قرار دیا ہے۔

احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عائشہ سے روایت ہے وہ

کہتی ہیں کہ جناب فاطمہؓ کی رفتار بالکل رسول اللہؐ سے مشابہہ تھی۔ وہ رسول اللہؐ کے پاس تشریف لائیں آپ نے فرمایا مرحبا اے میری بیٹی۔ پھر حضورؐ نے انہیں دائیں طرف بٹھایا پھر کوئی بات بطور راز انہیں بتائی۔ تو وہ رونے لگیں تو میں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے تمہیں مخصوص قرار دیا ہے اور تم روتی ہو۔ پھر آپ نے ایک اور راز کی بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ میں نے کبھی اتنا جلد خوشی اور رنج کا قرب آج جیسا نہیں دیکھا رسول اللہؐ نے تم سے کون سی راز کی بات کہی تھی؟ تو سیدہ نے کہا میں رسول اللہؐ کا راز فاش نہیں کر سکتی۔ جب آپ کی رحلت ہو گئی تو میں نے فاطمہؓ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ جبریل ہر سال قرآن میرے سامنے ایک مرتبہ پیش کرتا تھا اور اس سال دو مرتبہ کیا ہے میں اس سے سمجھتا ہوں کہ میرا بلاؤا فریب آ گیا ہے اور میرے اہلیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملو گی۔ میں حیرا بہترین سلف ہوں پس میں رو پڑی۔ آپ نے پھر فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہو پس یہ بات تھی جس نے مجھے ہنسایا۔ یہ روایت متفق علیہ ہے اور مسلم و بخاری نے اس روایت کے علاوہ جناب فاطمہؓ سے کوئی روایت اپنی اپنی صحیحین میں نقل نہیں کی۔ اور (محدثین نے) کہا ہے کہ سیدہؓ نے رسول اللہؐ سے اٹھارہ حدیثیں اور بعض کے نزدیک اسی حدیثیں نقل کی ہیں مسلم نے سر رہن مجزمہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ فاطمہؓ میرا کلا ہے جو بات اسے ترود میں ڈالتی ہے وہ بات مجھے ترود میں ڈالتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف دے تو وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ پس جس نے

فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

ابو احمد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہؐ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فاطمہؑ سے کہا۔ بیشک اللہ تیرے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتا ہے اور تیرے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔

ہمیں بہت سے محدثین نے اسماعیل بن احمد سمرقندی سے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو بطنان عرش سے ایک منادی دے گا اہل موقف اپنی آنکھیں بند کر لو اور سر جھکا لو تاکہ فاطمہ بنت محمد پل صراط سے گزر جائے۔

ابونعیم نے کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن اعمید سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے اپنے اور فاطمہؑ کے متعلق یہ خبر دوں وہ رسول اللہؐ کی بیٹی اور آپ کے گھر والوں سے سب سے زیادہ آپ سے مکرم و محترم تھیں۔ وہ میری بیوی تھی۔ اس نے اتنی چکی پیسی کہ اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا اور مشک سے اتنی مرتبہ پانی بھرا کہ اس کی گردن میں نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی یہاں تک کہ اس کے کپڑے میلے ہو گئے۔ ہانڈی کے نیچے آگ جلائی یہاں تک کہ اس سے اسے تکلیف ہو گئی۔ وہ آٹا گوندھتی تھی یہاں تک کہ اس کے سر کے بال ہشت میں لگتے تھے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے کہا خدا کی قسم میں نے اتنا پانی بھرا ہے کہ میرے سینے میں تکلیف ہونے لگی ہے اور خداوند عالم نے تیرے باپ کے پاس کچھ قیدی بھیجے ہیں پس جا کر ان سے ایک کنیز طلب کرو۔ سیدہ نے فرمایا آٹا پیتے پیتے میرے ہاتھ بھی تھک چکے ہیں۔ پھر جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہیں اپنی تکالیف بتائیں تو آپ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ میں تمہیں ایسی چیز دوں جو تمہارے لیے اس سے بہتر ہو جس کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ ہم نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا تم دونوں ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر

پڑھا کرو اور جب بستر پر لیٹنے لگو تو تسبیح کیا کرو۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے مردی ہے کہ ایک رات ہم نے کھانے کے بغیر بسر کی اور صبح بھی اسی طرح گزری۔ پس میں گھر سے نکلا تا کہ کوئی چیز تلاش کروں جس سے گوشت خریدوں۔ پس مجھے کچھ مل گیا جس سے میں نے گوشت خرید کیا۔ وہ فاطمہؑ کے پاس لے آیا انھوں نے پکایا۔ ہم نے رسول اللہؐ کو دعوت دی۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا میری بیویوں کے لیے کچھ نکالو پس سیدہؑ نے رسولؐ کی بیویوں کے لیے اس ہنڈیا میں سے بھی نکالا۔ پھر آپ نے فرمایا اپنے باپ اور شوہر کے لیے نکالو پس سیدہؑ نے تمیل حکم کی۔ پھر سیدہؑ نے اس کا ڈھکنا اٹھایا تو وہ ہنڈیا جوں کی توں بڑھی۔ اس سے ہم کھاتے رہے جب تک کہ خدا نے چاہا۔

ایشیائے اہل بیتؑ

علماء مفسرین نے کہا ہے کہ انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیراً الخ وہ نذر کو پورا کرتے اور اس دن کا خوف رکھتے ہیں جس کی مصیبت پھیلی ہوئی ہوگی۔

ہمیں ابوالجعد محمد بن ابی المکارم نے خبر دی ہے (حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے وہ آیت یوفون بالنذر کے بارے میں کہتے ہیں کہ حسن و حسینؑ بیمار ہوئے پس ان کی عیادت کو رسول اللہؐ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ عمر و ابو بکر تھے اور تمام عرب نے ان کی عیادت کی۔ ان عیادت کرنے والوں نے کہا اے ابوالحسن کیا اچھا ہوتا کہ آپ اپنے بیٹوں کے لیے نذر مانگتے اور جو نذر پوری نہ کی جائے اس کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں۔ پس حضرت علیؑ نے کہا میں اللہ کے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر میرے بچے اس مرض سے صحت یاب ہو گئے تو میں شکر یہ کے طور پر تین روزے رکھوں گا اور جناب فاطمہؑ نے بھی یہی کہا اور اس کنیز نے جس کا نام فضہ تھا یہی کہا پس دونوں شہزادوں نے لباس عافیت پہنا اور آل محمدؐ کے پاس دولت دنیا میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ پس حضرت علیؑ

شمعون یہودی کے پاس گئے اور اس سے تین صاع جو یہ طور قرض لیے پھر وہ یہ لے کر جناب سیدہ کے پاس آئے۔ پس سیدہ نے اس میں سے ایک صاع جو لے کر پیسے اور ان کی پانچ روٹیاں پکائیں ہر ایک کے لیے ایک روٹی اور حضرت علی نے نماز مغرب رسول اکرم کے ساتھ ادا کی پھر گھر میں تشریف لائے کھانا سب کے سامنے رکھا گیا تو ایک ساکلی یا مسکین آیا اور وہ دروازہ پر کھڑا ہو کر کہنے لگا تم پر سلام ہو اے اہلبیت محمد! میں مسلمانوں کے مساکین میں سے ایک مسکین ہوں مجھے تم کھانا کھلاؤ خدا تمہیں جنت کے دسترخوانوں میں سے کھانا کھلائے گا۔ پس علی نے اس کی آواز سنی تو فرمایا۔

فاطمہ ذات المجدد والیقین یا بنت خیر الناس اجمعین
اے فاطمہ صاحب بزرگی و یقین اے تمام لوگوں سے بہترین شخص کی بیٹی
اماترین البائس المسکین قد قام بالباب لہ حنین
کیا تکلیف وہ مسکین کو نہیں دیکھتی کہ وہ دروازہ پر کھڑا ہے اور اس کا درد بھرا الجھ
ہے۔

یشکر الی اللہ و یشکر الی اللہ یشکر الی اللہ و یشکر الی اللہ
وہ اللہ کی بارگاہ میں شکوہ کر رہا ہے اور عاجزی ظاہر کر رہا ہے اور ہمارے پاس
بھوکا اور محزون شکایت لے کر آیا ہے۔

کل امرء بکسبہ رہین و فاعل الخیرات یسبتین
ہر شخص اپنے کسب کامرہون ہے اور اچھے کام کرنے والا واضح ہو جاتا ہے۔
موعده جنت علیین حرمها اللہ علی الفسین
اس کی وعدہ گاہ علیین کی جنت ہے کہ جسے اللہ نے بخیل پر حرام قرار دیا ہے۔
ولبخیل موقف مہین تھوی الی النار والسجین

شراب الحمیم والغسلین

اور بخیل کے لیے ایک خوار کرنے والا موقف ہے جس سے وہ بھین کی آگ
میں گر پڑے گا۔

پس جناب فاطمہ نے عرض کی:

اطعنه ولا ابالي الساعة ارجوا اذا اشبعت ذامجاعة
میں ابھی اسے کھانا دیتی ہوں اور کوئی پرواہ نہیں کرتی اور جب میں بھوکے کو
سیر کرتی ہو تو امید۔

ان الحق الاخيار و الجماعة واسكن الخلد ولى شفاعه
رکھتی ہوں کہ میں اخیار کے گروہ سے مل جاؤں اور جنت خلد میں سکونت پذیر
ہو جاؤں اور مجھے حق شفاعت مل جائے۔

ابن عباس نے کہا ہے پس انھوں نے اس مسکین کو کھانا دے دیا اور اس دن اور
رات انھوں نے سادہ پانی کے علاوہ کوئی چیز نہ چکھی! جب دوسرا دن ہوا تو جناب فاطمہ
نے کچھ جو پیسے اور ان سے پانچ روٹیاں بنائیں۔ حضرت علیؑ نماز مغرب پڑھنے کے بعد
گھر تشریف لائے۔ پس ایک یتیم آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اس نے کہا تم پر سلام ہو
اے اہلبیت محمدؐ میں مہاجرین کی اولاد میں سے ایک یتیم ہوں میرا والد شہید ہو گیا ہے مجھے
کھانا کھلاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے خدا تمہیں جنت کے دسترخوانوں
میں سے کھانا کھلائے۔ پس حضرت علیؑ نے فرمایا:

فاطمه بنت سيد الكريم بنت نبي ليس بالذميم
اے فاطمہ سید کریم نبی کی بیٹی وہ نبی جسے کسی قسم کا عیب نہیں لگایا جاسکتا۔

قد جاءنا الله هدا یتیم قد حرم الخلد على اللنیم
ہمارے پاس خدا اس یتیم کو لایا ہے اور بیشک خدا نے جنت بخیل پر حرام قرار دی
ہے۔

بخملى فى الحشر الى الجحيم شرابه الصديد والحميم
بخیل کو محشر میں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا جس میں پینے کے لیے پیپ
اور گرم پانی ہوگا۔

ومن يجرود اليرم فى النعيم شرابه الرحيق والتسليم

اور جو آج کے دن سخاوت کرے تو جنت نعیم میں اس کا شربت خالص شراب
اور تسنیم ہوگا۔

جناب فاطمہؑ نے جواباً عرض کیا:

انى اطعمه لا ابالى واوثر الله على عيالى

امسوجيآء وهم اشبالي

میں اسے کھانا کھلاؤں گی اور پرواہ نہیں کروں گی اور میں خدا کو اپنے بچوں پر
ترجیح دوں گی۔ خواہ وہ میرے بیٹے ہوتے ہونے بھی بھوکے رات بسر کریں اور سارا کھانا
یتیم کو دے دیا۔

پس جب تیسرا دن آیا تو فاطمہؑ نے باقی جو پیسے اور روٹیاں پکائیں پس حضرت
علیؑ نماز مغرب کے بعد آئے پس ایک قیدی آیا وہ دروازہ پر رکا اور کہنے لگا تم پر سلام ہو
اے اہلبیت محمد! میں اسیر و محتاج ہوں ہمیں قید کرتے ہو اور کھانا نہیں کھلاتے ہمیں کھانا
کھلاؤ اس بچت سے جو خدا نے تمہیں رزق دیا ہے۔ اس کی آواز حضرت علیؑ نے سنی تو
فرمایا:

فاطمه يا بنت النبى احمد بنت نبى سيد مسود
اے فاطمہ اے نبی احمد کی بیٹی اے نبی سید کی بیٹی جس کی سرداری تسلیم کر لی گئی
ہے۔

منى على اسيرنا المقيد من يطعم اليوم يجده فى غد
ہمارے مقید اسیر پر احسان کر جو آج کے دن کھانا کھلائے گا وہ کل اے موجود
پائے گا۔

عند العلى المساجد المجد من يزرع الخيرات سوف يحصل
بلند و بزرگ صاحب مجد خدا کے پاس اور جو خیرات کا درخت بوئے عنقریب
اسے کاٹے گا۔

تو جناب سیدہؑ نے فرمایا:

لم یبق عندی الیوم غیر صاع قد مجلت لفی مع الذراع
میرے پاس صرف ایک صاع باقی رہ گیا ہے میرے ہاتھ بازو سمیت تھک
چکے ہیں۔

ابنای واللہ من الجیاع ابوہما للخیر ذواصطناع
خدا کی قسم میرے بچے بھوکے ہیں اور ان کا باپ تنگی کرنا چاہتا ہے۔
پھر انہوں نے وہ کھانا اٹھا کر اس قیدی کو دے دیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو
حضرت علیؑ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حالت میں کہ دونوں بیٹوں کو اٹھائے
ہوئے تھے جن کی حالت مرغ کے بچوں کی طرح تھی۔ جب رسول اللہؐ نے ان دونوں کو
دیکھا تو فرمایا اور میری بیٹی کہاں ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ محراب عبادت میں ہے۔
پس رسول اللہؐ کھڑے ہو گئے اور جناب سیدہ کے پاس تشریف لائے اور سیدہ کا شکم
مبارک پشت سے لگ چکا تھا، بھوک کی شدت سے ان کی آنکھیں دھنس چکی تھیں۔ پس
نبی کریمؐ نے فرمایا میں اللہ کی بارگاہ میں آل محمدؑ کے لیے فریاد کرتا ہوں کہ وہ بھوک سے مر
رہے ہیں۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور وہ آیت پڑھ رہے تھے۔ یوفون بالنذر الخ

سورہ ہل اتی (دھر)

ان میں سے خدا کا یہ قول ہے یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا
(وہ پیئیں گے ایسے پیالے سے جس میں کافور کا استخراج ہوگا) اس میں کافور کا ذکر کیوں
کیا گیا ہے حالانکہ یہاں نہیں جاتا اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے ایک یہ کہ اس شراب کی
سفیدی اپنے حسن میں اور خوشبو کی پاکیزگی اور ٹھنڈک میں کافور کی طرح ہوگی دوسرا یہ کہ
کافور ہی جنت میں ایک چشمہ ہے۔ تیسرا یہ کہ چونکہ دنیا میں خوف کی گرمی ان پر غالب
رہی تھی تو جنت میں کافور کو ملا دیا گیا۔

ان فضائل میں سے ایک ویطعمون الطعام علی حبه بعض کہتے ہیں کہ
ضمیرہ اللہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی وہ کھانا اللہ کی محبت اور بعض کہتے ہیں محبت سے ثواب

مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کھانے کی چاہ کے باوجود کیونکہ اس وقت انہیں کھانے کی ضرورت تھی اور ان میں سے اسی قول میں لایرون فیہا شمساً ولا زمہیراً زمہیر سے مراد چاند ہے نہ وہ جنت میں آفتاب دیکھیں گے اور نہ ماہتاب کو۔

وليلة ظلامها قد المتكبر
قطعتها والزمهیر ماظھر
اور ایک ایسی رات تھی کہ جس کی تاریکی نے حملہ کیا اس کو میں نے عبور کیا
حالانکہ اس کا چاند ظاہر نہیں ہوا تھا۔

اور ان میں سے خدا کا ایک یہ قول ہے اذ ارعیتم حسبتم لولوء منشورا
یعنی جنت میں غلمان کو دیکھے گا تو انہیں بکھرے ہوئے موتی خیال کرے گا۔ اگر آپ کہیں
کہ بکھرے ہوئے کی جگہ منظوم موتی اچھے معلوم ہوتے ہیں تو جواب یہ ہے۔ گویا کہ وہ
غلمان خدمت کے لیے پھیل جائیں گے۔ چونکہ دنیا میں ان ذوات مقدرہ نے تکالیف
برداشت کی تھیں تو خداوند عالم نے جنت میں ان کے لیے خادم مقرر کر دیے ہیں اور ان
میں سے ایک بات یہ ہے کہ خداوند عالم نے تمام نعمات و لذات جنت کا اس سورہ میں
تذکرہ فرمایا ہے مثلاً درخت، شہریں، غلمان، کھانے، محلات اور جو چیزیں اس باب سے
متعلق ہیں سوائے حور کے یہاں تک کہ علماء کو ان اجروں پر تعجب ہوا اور انہوں نے حور کے
نہ ہونے کو عیب سمجھا تو ان سے کہا گیا کہ اس بات میں جناب سیدہ کے اعزاز و وقار کو ملحوظ
رکھا گیا ہے۔ یا یہ مقصد ہے کہ حوریں پھر بھی کثیریں ٹھہریں اور کثیروں کا ذکر آزاد خواتین
کے مقابلے میں نہیں کیا جاتا میرے (مؤلف) کے جد مادری کو بغداد میں مجالس وعظ میں
۵۹۶ھ میں یہ اشعار کہتے سنا جو انہوں نے کتاب ”تجرۃ المبتدی“ میں ذکر کیے ہیں وہ
اشعار یہ ہیں

اھوی علیا وایمانی مجتہ
کما مشرک دمہ من سیفہ و کفا
میں علی سے عشق رکھتا ہوں اس کی محبت میرا ایمان ہے کتنے مشرک ہیں جن کا
خون اس کی تلوار سے بہا۔

ان کنت و یحک لم تسمع فضائلہ
فاسمع مناقبہ من هل اتی ولفی

تجھ پر دائے ہوا کرتے اس کے فضائل نہیں سنے تو سورہ صل اتی اور آیت قل کفی

سے سن۔

جناب فاطمہؑ کا رسول اللہؐ کے لیے نوحہ کرنا اور آپ کی فصاحت

سعدی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب رسول اللہؐ کی رحلت ہوئی تو سیدہ آپ کا نوحہ پڑھنے کے لیے کھڑی ہوئیں فرمایا:

ابسی وابتاہ اجاب زبساد عاہ
جنت الفردوس ماواہ من ربہ ما اوفاہ

اتی جبریل نعاہ

میرے بابا ہائے میرے بابا آپ نے رب کے بلاوے پر اجابت کی آپ کے رہنے کی جگہ جنت فردوس ہے وہ اپنے رب سے کس قدر قرب و منزلت رکھتے ہیں جبریل ان کی موت کی خبر لایا تھا۔

جب سرکار رسالت نے وقت وفات ہائے مصیبت کہا تو سیدہ نے کہا ہائے میرے باپ کی مصیبت تو آپ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی دکھ و مصیبت نہیں!

اور جب سرکار رسالت دفن ہو چکے تو سیدہ نے فرمایا اے انس تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہؐ پر مٹی ڈالو؟

شععی نے کہا ہے کہ جب سیدہ کو ان کی میراث سے محروم کر دیا گیا تھا تو انھوں نے اپنے سر پر اوڑھنی سے پٹی باندھ لی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائیں اور رسول اللہؐ کے کچھ اوصاف بیان کیے۔ مجملہ آپ کے دیگر ارشادات کے یہ بھی تھا:

جس وقت بھی مشرکین کی طرف سے کوئی مصیبت اپنا منہ کھولتی یا شیطان کا سینک ظاہر ہوتا تو آپ اپنے قدموں سے اس کی ناک رگڑ دیتے۔ اور اس کے شعلے اپنی تلوار سے بجھا دیتے اور اس کے سینک کو اپنے پختہ ارادہ سے توڑ دیتے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے لیے اپنے انبیاء کے گھر اور اصفیاء و محبوب بندوں کی جائے قرار کو

پسند کیا تو دنیا نے تمہاری طرف اپنا سر بلند کیا۔ پس میں نے تمہیں اس حالت میں پایا کہ تم دنیا کی پکار کا جواب دینے لگے اور اس کے دھوکے اور غرور کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ بات تم سے ہوئی حالانکہ عہد رسالت قریب اور مدت زیادہ نہ گزری تھی۔ اور (رسول کی) جدائی کا ابھی زخم مندمل نہیں ہوا تھا پس کہاں سرگرداں پھر رہے ہو حالانکہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے۔ اے ابی قحافہ کے بیٹے کیا تم تو اپنے باپ کے وارث بنو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہو سکوں۔ پس لے لو دنیا کی اس اونٹنی کو درانحالیکہ اس پر پالان رکھا ہوا ہے اور وہ مستحقِ مذمت ہے۔ پس بہترین حاکم حق تعالیٰ ہے اور وعدہ گاہ قیامت ہے اور ہرنبا کے لیے ایک جائے استقرار ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ پھر سیدہ نے رسول اللہ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

قد كان بعدك ابناء وهنشة لو كنت شاهد هالم تكبر التوب
آپ کے بعد کچھ باتیں اور سخت مصیبت آگئی اگر آپ موجود ہوتے تو یہ
مصیبتیں نہ بڑھتیں۔

انا فقد ناک فقد الارض وابلها واعتیک اهلک لی اغتالک التوب
ہم نے آپ کو اس طرح مفقود پایا جیسے زمین سے بارش مفقود ہو اور تیرے
اہلیت کو ہلاک کرنے کی ٹھان لی گئی جب خاک نے آپ کو پوشیدہ کر دیا!

وقد و زنا بما لم یبرزہ احد من البریة لا عجم ولا عرب اور ہم پر
ایسی مصیبت آپڑی کہ وہی مصیبت آج تک مخلوقات میں سے کسی عجم پر پڑی تھی نہ عرب
پر۔ پھر سیدہ نے اس دنیا سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیشہ رسول اللہ پر ندبہ اور گریہ کرتی
رہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ جا ملحق ہوئیں۔

وفات جناب سیدہ!

مورخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ کی وفات سے لے کر سیدہ بیمار رہے لگیں

اور ایک روایت ہے کہ جب سیدہ کو موت کا احساس ہوا تو انھوں نے ایک وصیت لکھی

اور اس پر زبیر ابن عوام اور مقداد بن اسود کو گواہ قرار دیا وہ وصیت حضرت علیؑ کو اور علیؑ کے بعد اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کو اور منجملہ وصیتوں کے ساتھ باغوں کے متعلق وصیت تھی (وہ باغ یہ تھے) ۱۔ حسی۔ ۲۔ صافیہ۔ ۳۔ دلال۔ ۴۔ عواف۔ ۵۔ برمہ۔ ۶۔ تمیم اور ۷۔ مال ام ابراہیم۔

آپ کے غسل کے متعلق مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ ام سلمہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں سیدہ فاطمہ بیمار ہوئیں تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ ایک دن صبح کے وقت وہ اچھی حالت میں تھیں حضرت علیؑ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو مجھ سے کہنے لگیں اے اماں میرے لیے غسل کا اہتمام کرو میں نے تعمیل ارشاد کی آپ انھیں اور بہترین طریقے سے غسل کیا جیسا کہ کیا کرتی تھیں۔ پھر فرمایا کہ میرے نئے کپڑے لے آؤ۔ میں نے وہ کپڑے حاضر کیے آپ نے زیب تن فرمائے پھر فرمایا حجرہ کے درمیان فرش بچھا دو میں نے ویسا ہی کیا آپ اس پر لیٹ گئیں اور منہ قبلہ کی طرف کر لیا اور اپنا ہاتھ گردن کے نیچے رکھ لیا اور فرمایا۔ میں اس دنیا سے جا رہی ہوں اور غسل کر چکی ہوں پس مجھے کوئی غسل نہ دے اور آپ کی رحلت ہوگئی۔ پس حضرت علیؑ آئے میں نے انھیں اطلاع دی۔ وہ رونے لگے اور کہنے لگے ان کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے پھر سیدہ کے اسی غسل کے ساتھ ان کا جنازہ اٹھایا ان پر نماز ادا کی گئی اور دفن کر دیا۔ حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا کہ حسن و حسینؑ کو نہ بتانا میں نے کہا کہ نہیں بتاؤں گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اساء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا اور زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے انھیں غسل دیا اور نماز پڑھائی اور رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ جب حضرت علیؑ سیدہ کو دفن کر چکے تو یہ اشعار کہے:

لکل اجتماع من خلیلین فرقة و کل الذی دون الفراق قليل
ہر دو دوستوں کے اجتماع کے بعد فراق ہوتا ہے اور جدائی کے مقابل ہر مصیبت

یچ ہے۔

وان افتقادی فاطماً بعد احمد دلیل علی ان لایروم خلیل
 اور میرا احمد مصطفیٰ کے بعد فاطمہ کو مقنود پانا دلیل ہے اس بات کی کہ کوئی
 دوست ہمیشہ رہنے والا نہیں۔

نیز یہ اشعار بھی آپ نے ارشاد فرمائے:

الا یا ایہا الموت الذی لیس نارکی ارضی فقد ایت کل خلیل
 اے وہ موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے مجھے راحت پہنچا کیونکہ تو نے
 میرے ہر خلیل و دوست کو فنا کر دیا ہے۔

ازاں بصیرا بالمدین اجمہم کانک تخرنحوہم بدلیل
 میں تجھے بالبصارت سمجھتا ہوں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں میں دوست
 رکھتا ہوں گویا کسی رہبری کرنے والے کے ذریعے تو ان کا قصد کرتی ہے۔

پھر حضرت علیؑ رسول اللہ کی قبر کے پاس آئے اور کہا آپ پر سلام ہو اے اللہ
 کے رسول اور آپ کی بیٹی پر جو آپ کے جوار میں نازل ہو رہی ہے اور جو بہت جلدی
 آپ سے ملتی ہوئی ہے۔ میرا صبر اس کے فراق میں کم ہو گیا ہے اور میری قوت و طاقت
 میں کمزوری آگئی ہے۔ ہاں البتہ آپ کی عظیم جدائی تاسی اور آپ کی سخت مصیبت
 میرے لیے تاسی اور اقتدا کے لیے کافی ہے پس ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اس کے
 پاس واپس جانا ہے پس امانت واپس لوٹالی گئی اور گروی شدہ چیز واپس لے لی گئی۔
 بہر حال میرا حزن و ملال آپ دونوں پر ہمیشہ رہے گا اور میری رات بیداری میں کٹے گی۔
 یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لیے بھی آپ کا وہ گھر پسند فرمائے جس میں آپ مقیم ہیں
 اور اس گندے اور گتہ گار کرنے والے گھر سے مجھے منتقل کر دے۔

اور امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے جابر بن
 عبد اللہ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے (علیؑ سے) فرمایا اے دو
 پھولوں کے باپ عنقریب تیرے دونوں رکن تجھ سے چھن جائیں گے پس جب رسول
 اللہ کی وفات ہوئی تو انھوں نے کہا یہ ان دونوں رکنوں میں سے ایک تھے اور جب حضرت

فاطمہؑ کی وفات ہوئی تو فرمایا اور یہ دوسرا رکن ہے۔

مورخین کا اختلاف ہے کہ سیدہ اور رسول اللہؐ کی وفات میں کتنے دن کا فاصلہ تھا۔ اس میں چند قول ہیں ایک یہ ہے کہ دس دن کم چھ مہینے کیونکہ سیدہ کی وفات بروز منگل کی رات تیسری ماہ رمضان ۱۱ ہجری میں ہوئی اور رسول اللہؐ نے ۱۱ ربیع الاول کو وفات پائی تھی۔ دوسرا قول تین ماہ کا ہے اور تیسرا دو ماہ اور دس دن ہے۔ اسی طرح آپ کے سن مبارک میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

اور میں نے کتاب موالید اہل بیت میں دیکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا فاطمہ (اعلان نبوت کے) پانچ سال بعد پیدا ہوئیں اور اپنے والد بزرگوار کے ساتھ آٹھ سال مکہ میں قیام کیا اور دس سال مدینہ میں قیام رہا اور رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ ستر دن گزارے اور ایک روایت ہے کہ چالیس دن گزارے۔ اور آپ کی جب وفات ہوئی تو ان کا سن مبارک اٹھارہ سال تھا۔ (اگرچہ مؤلف نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے لیکن گھر کی باتیں گھر والے بہتر جانتے ہیں)

اولاد امجاد

آپ کی اولاد حسن و حسین اور زینب و ام کلثوم تھیں۔ پہلے حسن پیدا ہوئے پھر حسین پھر زینب اور پھر ام کلثوم۔ پس زینب کی شادی عبد اللہ ابن جعفر سے ہوئی آپ سے عون اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات اپنے شوہر کی زندگی میں ہوئی۔ اور ان (ام کلثوم) کے ساتھ عون بن جعفر نے شادی کی۔ عون کی آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور عون فوت ہوئے تو ان کے بھائی محمد بن جعفر سے شادی کی۔ پھر محمد کے بعد عبد اللہ بن جعفر سے نکاح ہوا اور عبد اللہ کی زوجیت میں وفات پائی اور ابن اسحاق نے حضرت علیؑ سے سیدہ فاطمہؑ کی اولاد میں مزید جناب محسن کا ذکر کیا ہے۔ جو بچپن میں (شہید) فوت ہوئے اور لیس بن سعد نے مزید ایک شہزادی بنام رقیہ جو صغریٰ ہی میں وفات پا گئی تھیں کو بیان کیا ہے۔

آئمہ علیہم السلام کا تذکرہ

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) علی بن ربیعہ نے کہا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے ملاقات کی تو ان سے کہا کیا آپ نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک ان میں سے دوسری سے بڑی ہے۔ زید نے کہا ہاں میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک کھینچی ہوئی رسی ہے اور اپنی عترت جو میرے اہلبیت ہیں خبردار یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر حاضر نہ ہوں۔ خیردار دیکھنا کہ میرے بعد ان کے ساتھ تم کیا برتاؤ کرتے ہو۔

مسلم نے اپنی صحیح میں زید بن ارقم کی حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے ایک پانی کے گڑھے کے قریب کہ جسے خم کہا جاتا تھا یا جسے خمنا پکارا جاتا تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔ پس آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور وعظ و ذکر الہی بجالائے۔ پھر فرمایا ابا بعداے لوگو سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کے بلاوے کا جواب دوں اور میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں نور اور ہدایت ہے پس اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑو اور اس سے متمسک ہو جاؤ۔ پس آپ نے کتاب خدا کی اقتدار پر اکسایا اور ترغیب دلائی پھر فرمایا اور میرے اہلبیت اور میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہل بیت کے معاملے میں یہ فقرہ دوسرے مرتبہ فرمایا۔

پس حصین بن سیرہ نے زید بن ارقم سے کہا اور کون ہیں آپ کے اہل بیت اے زید۔ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہلبیت سے نہیں تو زید نے کہا ہاں آپ کی بیویاں اہل

خانہ ہیں لیکن اہل بیت تو وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ پس زید نے کہا نہیں خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایک زمانہ تک رہتی ہے پھر وہ اسے طلاق دے دیتا ہے پس وہ اپنے باپ اور قوم و قبیلے کے پاس چلی جاتی ہے لیکن آپ کے اہلیت تو آپ کے وہ عزیز واقارب ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

اور امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے کرنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم ان چار میں سے چوتھے ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور حسنؑ و حسینؑ اور ان کی ماں اور ہماری اولاد دوزخیت ہمارے پیچھے ہوگی اور ہمارے شیعہ ہم سب کے پیچھے ہوں گے۔

ایک روایت ہے کہ ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں پس جب ستارے جاتے رہے تو اہل آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لیے امان ہیں۔ پس جب میرے اہلیت اس دنیا سے اٹھ گئے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

اور ابوالفرج اصفہانی نے کتاب مرج البحرین میں اپنی سند کے ساتھ ابوذر سے روایت کی ہے۔ ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے الگ رہا وہ غرق ہو گیا۔

حضرت علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ

اور وہ ابوالائمہ ہیں اور ان کی کنیت ابوالحسن اور لقب زین العابدین ہے اور رسول اللہؐ نے آپ کا نام سید العابدین رکھا تھا (جیسا کہ ہم آپ فرزند محمد کے حالات میں ذکر کریں گے) اور سجاد ذوالفقار زکی اور امین ہے۔ ثقات اونٹ کے ان اعضاء کو کہا جاتا ہے جو اسے بٹھانے کے وقت زمین پر لگتے اور سخت ہو جاتے ہیں چونکہ آپ طویل سجدے کرتے تھے لہذا آپ کے سجدہ اعضاء پر گٹھے ہو جاتے تھے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں اور بعض کے نزدیک ان کا نام شاہ زناں تھا۔ آپ کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۳۷ھ ہے اور بعض کے نزدیک ۳۳ھ ہے۔ آپ تابعین کے طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ آپ واقعہ کر بلا میں اپنے والد کے ساتھ تھے لیکن چونکہ آپ بیمار تھے لہذا شہید نہیں ہوئے۔ واقعہ کر بلا کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نسل کے منقطع ہونے سے خائف تھے۔ پس آپ نے جنگ صفین کے دن فرمایا جبکہ حسن و حسینؑ کو جنگ میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا اور بعض کہتے ہیں کہ صرف حسینؑ کو دیکھ کر فرمایا کہ میری طرف سے اس نوجوان کو روکو کہ وہ میری کمر کو نہ توڑ دے کیونکہ میں اسے موت سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ قابل وثوق مامون کثیر الحدیث بلند مرتبہ رفیع القدر پرہیزگار عابد اور خوف خدا رکھنے والے تھے۔ اور کہا ہے ابن عباس جب انھیں دیکھتے تو کہتے مرحبا اے حبیب فرزند حبیب اور ابن سعد نے کہا ہے کہ آپ ہندی اور سیاہ خضاب لگاتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ صرف سیاہ خضاب ہی لگایا کرتے تھے اور ابن خلکان نے کتاب تذکرہ میں زہری سے

ذکر کیا ہے کہ وہ کہتا ہے عبد الملک بن مروان نے مدینہ سے حضرت علی بن الحسین کو گرفتار کر لیا "آپ کو زنجیر پہنائی اور آپ پر کچھ نگہبان مقرر کیے۔ زہری کہتا ہے میں نے ان نگہبانوں سے اجازت لی کہ میں آپ سے وداع ہوں انھوں نے اجازت دے دی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحالیکہ بیڑیاں آپ کے پاؤں میں اور ہتھکڑیاں آپ کے ہاتھوں میں تھیں اور آپ ایک خیمہ میں تھے۔ میں رونے لگا اور عرض کی میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ کی جگہ میں ہوتا اور آپ صحیح و سالم ہوتے تو فرمایا اے زہری کیا تیرا خیال ہے کہ جو چیزیں تو مجھ پر اور میری گردن میں دیکھ رہا ہے یہ مجھے کوئی ضرر پہنچا رہی ہیں اور اگر میں چاہوں تو یہ نہ رہیں اور یہ تو مجھے عذاب خدا یاد دلاتی ہیں۔ پھر آپ نے اپنے پاؤں بیڑیوں اور ہاتھ ہتھکڑیوں سے باہر نکال لیے۔ پھر فرمایا میں ان کے ساتھ مدینہ سے دو میل تک بھی نہیں رہوں گا۔ پس چار راتیں گزری تھیں کہ وہ نگاہان جو آپ کے ساتھ تھے واپس مدینہ آئے اور آپ کو تلاش کرنے لگے۔ انھوں نے آپ کو نہ پایا تو میں نے ان سے سوال کیا وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کو اپنی نگرانی میں سمجھتے تھے اور یہ کہ وہ اترے ہوئے ہیں اور ہم ان کے گرد انکی نگہبانی کر رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہمیں نہ ملے اور بیڑیاں موجود تھیں۔

زہری کہتا ہے اس کے بعد میں عبد الملک کے پاس گیا اس نے آپ کے متعلق مجھ سے سوال کیا تو میں نے اسے بتایا وہ کہنے لگا جس دن نگہبانوں سے وہ گم ہوئے تھے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تجھے مجھ سے کیا سروکار ہے میں نے کہا کہ آپ میرے پاس قیام کیجئے تو فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا پھر آپ چلے گئے۔ پس خدا کی قسم میرا دل خوف سے بھر گیا۔

ابن ابی الدینانے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبد الرحمن بن حفص قرشی سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ حضرت علی بن الحسین جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ کیا بات ہے جو وقت وضو آپ کا معمول بن گئی ہے۔ تو فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا قصد کر رہا ہوں ابن

سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ جب حضرت علی بن الحسینؑ چلتے تو آپ کے ہاتھ حرکت نہیں کرتے تھے۔ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کاپنے لگتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ میں کس سے مناجات کرنا چاہتا ہوں۔

اور ابن ابی الدینا نے کہا ہے (حذف اسناد سے) ابوالفرج اصفہانی نے بیان کیا کہ حضرت علی بن الحسینؑ کے گھر میں آگ لگ گئی تھی اس وقت آپ محراب عبادت میں تھے۔ لوگ کہنے لگے اے فرزند رسول آگ ہے آگ لیکن آپ بلا تردد عبادت میں مشغول رہے یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کو گھر کی آگ کی کوئی پروا نہ ہوئی تو فرمایا میں آخرت کی آگ بجھانے میں مصروف رہا۔

اور قرشی نے کہا ہے کہ ایک شخص حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا فلاں شخص آپ کو ناسزا کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس کے پاس چلو وہ شخص آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس کا گمان تھا کہ آپ اس سے انتقام لیں گے لیکن جب آپ اس کے پاس پہنچے تو فرمایا۔ اے فلاں جو کچھ تو نے میرے حق میں کہا ہے اگر حق تھا تو خدا مجھے معاف کرے اور اگر باطل تھا تو خدا تجھے معاف کرے۔

یہ بھی قرشی نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ علی بن الحسینؑ اور حسن بن حسن کے درمیان کوئی منافق تھا پس حسن حضرت کے پاس آئے جبکہ آپ اپنے اصحاب کے زمرہ میں مسجد میں تشریف فرما تھے تو انھوں نے سب کچھ کہہ ڈالا اور آپ خاموش رہے اور حسن واپس چلے گئے لیکن رات کے وقت حسن علی بن الحسینؑ کے گھر آئے اور عذر و معذرت کی باتیں کرنے لگے۔ پس حسن باہر نکلے اور انھوں نے آپ کو گلے سے لگا لیا۔ دونوں رونے لگے یہاں تک کہ حاضرین سخت تعجب ہوئے پھر حسن نے کہا خدا کی قسم میں دوبارہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جس سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ پس آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے میں تم کو معاف کرتا ہوں۔

ابویعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) آپ فرمایا کرتے

تھے دوستوں کا نہ ہونا منافرت ہے۔

اور حضرت امام محمد باقرؑ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا خدا یا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے تو میرا ظاہر اچھا ہو اور میرا باطن برا ہو۔ خدا یا جس طرح میں نے قصور کیا ہے اور تو نے میرے ساتھ احسان کیا ہے پس اگر مجھ سے وہ دوبارہ سرزد ہو تو دوبارہ بھی ایسا ہی کرنا۔

اور حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا تحقیق ایک گروہ نے خدا کی عبادت اس کے خوف سے کی ہے۔ یہ غلاموں والی عبادت ہے اور ایک گروہ نے اس کی عبادت جنت کی رغبت میں کی ہے۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے۔ ایک گروہ نے اس کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے عبادت کی ہے یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ آپ اپنی طہارت کے لیے پانی خود مہیا فرماتے تھے اور کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ طہارت کے معاملے میں ان کی اعانت و مدد لے۔ پس جب رات کو اٹھتے تو پہلے مسواک کرتے پھر وضو فرماتے اور جو رکعتیں دن میں رہ جاتے انھیں رات میں پورا کرتے۔ رات دن میں آپ کا معمول ایک ہزار رکعتیں تھیں۔

(حذف اسناد کے ساتھ) امام محمد باقرؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا تعجب ہے تکبر اور فخر کرنے والے کے لیے کہ کل وہ ایک نطفہ تھا اور آنے والے دن مردار ہو جائے گا اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کے وجود میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ اس کی پیدا کردہ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے اور تعجب ہے اس پر جو دوبارہ پیدا کیے جانے میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ پہلی مرتبہ پیدائش کو دیکھتا ہے اور تعجب ہے مجھے اس پر جو دار الفنا کے لیے تو عمل کرتا ہے اور بقا کے گھر کو چھوڑ دیتا ہے اور فرمایا جب آپ کے پاس کوئی سوال کرنے والا آتا تو فرماتے مرحبا اے شخص جو میرا توشہ آخرت کی طرف اٹھا کر لے جاتا ہے۔

ابونعیم نے کتاب حلیہ میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) شبیبہ بن نعمان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت سجادؑ لوگوں کو بخشش و عطا فرماتے اور جب آپ کی رحلت

ہوئی تو لوگوں کو معلوم ہوا وہ مدینہ کے سو خاندانوں کو پرورش فرماتے تھے۔

ایک روایت میں ہے انھیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کا رزق کون لاتا ہے کیونکہ حضرت ان کی ضروریات رات کے وقت ان تک پہنچاتے تھے۔ پس جب ان کی رحلت ہوئی تو لوگوں نے اس سلسلے کو مفقود پایا۔

ایک روایت میں ہے کہ روٹیوں کا تھیلا اپنی پشت پر لاد کر رات کو لے جاتے اور تصدق فرماتے اور کہتے کہ چھپا کر صدقہ دینا غضب پروردگار کو رد کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ ہم صدقہ نامعلوم سے علی بن الحسینؑ کی وفات کے بعد ہی محروم ہوئے۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) سفیان ثوری سے روایت ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ نے حج یا عمرہ کے لیے جانے کا قصد کیا تو آپ کی ہمیشہ فاطمہ بنت الحسینؑ نے آپ کے لیے سامان سفر تیار کیا جس پر ہزار درہم خرچ کیے اور وہ آپ کے ساتھ روانہ کیا۔ پس جب آپ وادی حرہ کی پشت پر پہنچے تو اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور ابن سعد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ علی بن الحسینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے والا مثل اس شخص سے ہے جو کتاب خدا کو پس پشت ڈال دے مگر یہ کہ اسے خوف شدید ہو۔ عرض کیا گیا وہ کونسا خوف ہے فرمایا کس جبار سرکش کا خوف ہو کہ وہ اس پر زیادتی کرے گا یا طفیان و سرکشی کرے گا اور ابن سعد کہتا ہے کہ آپ نے اپنا مال دو مرتبہ خدا کے نام پر تقسیم کیا۔ نیز کسی شخص نے آپ سے کہا آپ نے کس حالت میں صبح کی ہے۔ فرمایا ہم نے اپنی قوم میں اس طرح صبح کی ہے جس طرح بنی اسرائیل نے آل فرعون میں وقت گزارا کہ وہ ہمارے بیٹوں کو ذبح کرتے ہیں ہمارے سردار اور بزرگ کو منبروں پر سب و شتم کرتے ہیں اور ہمارے حق کو ہم سے روکے ہوئے ہیں۔

ابو نعیم نے کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابن عاصم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے خلافت پر قابض سے پہلے حج کے موقع پر اس

نے کوشش کی کہ حجر اسود کو بوسہ دے لیکن اثر وہام کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا اتنے میں علی بن
الحسین تشریف لائے جب لوگوں نے دیکھا تو وہ ایک طرف ہٹ گئے یہاں تک کہ آپ
نے بہ اطمینان حجر اسود کو بوسہ دیا۔ جب ہشام نے یہ منظر دیکھا تو سخت متعجب ہوا اور اپنے
ایک مصاحب سے غضبناک ہو کر پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا لیکن
فرزدق شاعر پاس ہی کھڑا تھا اس نے یہ سن کر کہا:
میں اسے پہچانتا ہوں اور فی البدیہہ یہ اشعار کہے:

هذا الذى تصرف البطحا و طائة و البيت يعرفه و الحل و الحرم
یہ وہ ہے جس کے نشان قدم کو بطحا کی وادی خانہ کعبہ اور حل و حرم جانتے ہیں۔
هذا ابن خیر عباد الله کلهم هذا لتقى النقى الطاهر العلم
یہ اس کا بیٹا ہے جو اللہ کے کل بندوں سے بہتر ہے یہ خود تقی نقی پاک اور علم اسلام
ہے۔

یکاد یمسکہ عرفان راحته و کن الحطیم اذا ما جاء یتسلم
جب یہ مس کرنے کے لیے آئے تو قریب ہے کہ رکن حطیم اس کی تھیلی کو پہچان کر
تھام لے۔

اذا رایست قویش قائل قائلها الی مکارم هذا یتنهی الکریم
جب قریش اس کی طرف دیکھیں تو کہنے والا کہے گا کریم کی انتہا اس کے مکارم
اخلاق پر ہے۔

ان عد اهل التقی کانوا ذوی عدد او قیل من خیر اهل الارض قیل هم
جب تقی لوگوں کو شمار کیا جائے جو کہ گنے چنے ہوتے ہیں یا یہ کہا جائے کہ اہل
زمین میں سے بہتر کون ہے تو جواب آئے گا یہ ہیں۔

هذا ابن فاطمه ان كنت جاهله بجدہ انبیاء الله قد ختموا
یہ فاطمہ زہرا کا بیٹا ہے اگرچہ تو نہیں جانتا اور ان کے جد امجد پر انبیاء کا اختتام ہوا
ہے۔

ولیس قولک هذا من بضائره العرب تعرف ما انکرت والعجم
اور تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں ان کی منزلت کم نہیں کرتا تو جس کا منکر ہے اسے
عرب اور عجم جانتے ہیں۔

یغضی حیا و لغیض من مہابتہ فما یعکم الا وهو یتبسم
وہ شرم و حیا سے آنکھیں جھکائے رکھتا ہے اس کی ہیبت سے لوگوں کی آنکھیں
جھک جاتی ہیں حالانکہ وہ تبسم کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

ینمی الی ذوۃ العزالتی قصرت عن ینلہا عرب الاسلام والامم
وہ عزت کی چوٹی کی طرف بلند ہوتا ہے کہ جس کے حاصل کرنے سے اسلام
اور دیگر امتوں کے عرب عاجز ہیں۔

من جدہ وان فضل الانبیاء لہ وفضل امۃ وانت لہ الامم
اس کے جد کے فضل و کمال کے مقابلہ میں تمام انبیاء کی فضیلت اور اس کی
امت کے مقابلے میں تمام امتوں کی فضیلت پست و بیچ ہے۔

ینشق نور الہدی عن صبح عزتہ کالشمس نیجاب عن اشراقہا الظلم
ہدایت کا نور آپ کی پیشانی کی صبح سے پھوٹتا ہے مثل سورج کے کہ جس کے
آتے ہی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

مشتقہ من رسول اللہ بنعۃ طابت عناصرہ و الخیم و الشیم
آپ کے درخت کی لڑی رسول اللہ سے مشتق ہے آپ کے عناصر عادات و
خصائل پاک و پاکیزہ ہیں۔

اللہ شرفہ قدما و فضلہ جری بذاک لہ فی لوحہ القلم
قدیم زمانہ سے خدا نے اسے شرافت و فضل عطا کیا اور لوح پر قلم ان کے فضل و
شرف سے جاری ہوئی۔

کلتا یدہ غیاث عم نفعہما یستر کفان ولا یغم و اہما العدم
اس کے دونوں ہاتھ بارش ہیں جن کا نفع عام ہے وہ بارش برسا رہے ہیں اور

فقروفاقد انھیں متزلزل نہیں کرتے۔

سهل الخلیقہ لا یخشی بوادره بزینہ اشتنان الخلق و الکظم

آسان خلق ہے اس کی جلد بازیوں کا خوف نہیں رہتا ان کو دو چیزیں زینت دیتی ہیں اچھی عادتیں اور غصہ کاپی جانا۔

حمال ائصال اقوام اذا قدحرا رحب الفضل اریب حین یعتزم

لوگوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے اس کا گھن خانہ وسیع ہے جب کوئی کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو تجربہ کار ہے۔

عم البریة بالاحبان فانقضت عنها العمایة و الاملاق و الظلم

ان کا سکہ تمام مخلوق پر جاری ہے کیونکہ ان کے ذریعہ مخلوق سے فقر و فاقہ اور تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔

من معشہ جہم دین و بغضہم کفر و قربہم ملحا و معتصم

وہ ایک ایسے گروہ میں سے ہے جس کی محبت دین اور جس کا بغض کفر ہے اور ان کا قرب جائے پناہ اور بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

لا یتطیع جواد بعد غایتہم ولا ید اینہم قوم و ان کرموا

کوئی شخص ان کی انتہا کی طاقت نہیں رکھتا اور کوئی کریم گروہ بھی ان کے کرم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اور بھی اشعار ہیں جنھیں بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا ہے۔ (مترجم)

یہ ہے علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ پس ہشام آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا

کہ فرزدق کو مقام عسفان میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے قید کر دیا جائے پس امام

زین العابدینؑ نے ایک ہزار دینار فرزدق کے پاس بھیجے لیکن اس نے وہاپس کر دیے اور

کہلا بھیجا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے میں اس وقت عشق خدا اور رسول میں سرشار تھا پس اس

امر میں اجرت نہیں لوں گا۔ اس پر امامؑ نے فرمایا ہم ایسے اہلبیت ہیں کہ جو چیز ایک دفعہ

دے دیں وہ واپس نہیں لیا کرتے۔ پس فرزدق نے قبول کر لیا اور ہشام کی ہجو لکھی۔

ابونعیم نے زہری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے کوئی ہاشمی حضرت علی بن الحسین سے افضل نہیں دیکھا۔ ابو حازم نے بھی یہی کہا ہے اس نے مزید کہا کہ آپ سے زیادہ فقیہ میں نے نہیں دیکھا۔

زہری نے نبی بی عاتشہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت علی بن الحسین کو مقام ابراہیم میں سجدہ میں دیکھا وہ کہہ رہے تھے تیرا بندہ تیرے در پر ہے تیرا محتاج تیری بارگاہ میں ہے تیرا ساکن تیرے در پر ہے میں نے کسی آفت پر یہ الفاظ نہیں کہے مگر یہ کہ وہ دور ہوگی۔

زہری کہتا ہے کہ آپ ایک دن مسجد سے نکلے تو آپ کے پیچھے ایک شخص ہو لیا۔ اس نے آپ پر سب و شتم کیا آپ کے غلام اور موالی بھی عقب سے پہنچ گئے اور انہوں نے اس شخص کی تادیب کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو پھر اس سے ارشاد فرمایا خدا نے جن ہمارے عیوب پر پردہ ڈالا ہے وہ بہت زیادہ ہیں کیا تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے کہ ہم تیری اعانت کر سکیں تو اس شخص کو شرم آگئی۔ پس آپ نے اپنا کمبل اس پر ڈال دیا اور اسے ہزار درہم بھی عنایت فرمائے۔ پس وہ شخص اس واقعے کے بعد جب بھی آپ کو دیکھتا تو کہتا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ فرزند رسول ہیں۔

ابن ابی الدین نے کہا ہے کہ ہم سے ابو الحسین شیبانی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ عمار بن یاسر کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی بن الحسین کے پاس کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ آپ کے خادم نے جلدی کی اور تنور سے کباب نکالے اور دوڑ کر حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں کباب کی سیخ تھی۔ حضرت کے سامنے آپ کا ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا تھا وہ سیخ اس پر گر پڑی۔ اس نے ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ خادم حیران و مبہوت رہ گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ تو نے یہ کام جان بوجھ کر تو نہیں کیا تو اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس بچے کو دفن کر دیا جائے۔

ابونعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عمر بن دینار سے روایت ہے کہ

حضرت علی زین العابدینؑ محمد بن اسامہ بن زید کی بیماری میں اس کی عیادت کو گئے۔ محمد مضطرب ہو کر رونے لگا۔ حضرت نے اس سے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے تو اس نے عرض کی کہ میں مقروض ہوں۔ آپ نے فرمایا کتنا قرض ہے؟ عرض کیا پندرہ ہزار دینار! آپ نے فرمایا وہ میرے ذمے ہے۔

ابن ابی الدینانے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا اے بیٹا پانچ قسم کے اشخاص کی صحبت اختیار نہ کرنا اور کسی نہج سے ان کی رفاقت اختیار نہ کرنا۔

- ۱۔ فاسق کی صحبت کیونکہ وہ ایک لقمہ یا اس سے کمتر پر تجھے فروخت کر دے گا۔
- ۲۔ بخیل کی صحبت کیونکہ وہ تجھے اپنے مال سے اس وقت تک محروم کر دے گا کہ جس وقت تو اس کا محتاج ہوگا۔
- ۳۔ اور نہ جھوٹے شخص کی کیونکہ وہ بمنزلہ سراب ہے۔ تجھ سے قریب چیز کو بعید اور بعید کو قریب کر دے گا۔
- ۴۔ اور نہ بیوقوف کی۔ کیونکہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا اور ضرر پہنچا بیٹھے گا۔
- ۵۔ اور نہ قطع رحم والے کے ساتھ کیونکہ میں نے کتاب خدا میں اسے کئی جگہ ملعون پایا ہے۔

شمالی نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن محمد نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے حرث علی بن الحسینؑ کو ایک رات نماز میں یہ مناجات کرتے ہوئے سنا۔ ہمارے معبود اور ہمارے آقا و مولا! اگر ہم اتنا روئیں کہ ہماری آنکھوں کی پلکیں گر پڑیں اور اتنا چیخ و پکار کریں کہ ہماری آوازیں ہمارا ساتھ چھوڑ دیں اور اتنا قیام کریں کہ ہماری ٹانگیں جواب دے جائیں اور اتنا رکوع کریں کہ ہمارے جوڑ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور اتنے سجدے کریں کہ ہماری آنکھوں کے ڈھیلے باہر آجائیں۔ جب تک زندہ رہیں ہم تیرا ذکر کرتے رہیں یہاں تک کہ ہماری زبانیں تھک جائیں تب بھی ہم اس کے برابر نہیں ہو سکتے کہ ہم اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ کو مٹا سکیں۔

وفات

آپ کی وفات کے سلسلے میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ آپ نے ۹۴ھ میں وفات پائی۔ دوسرا یہ کہ ۹۲ھ میں۔ تیسرا یہ کہ ۹۵ھ میں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (امامیہ کے نزدیک ۲۵ محرم ۹۵ھ ہے)

اولاد

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ آپ کی کئی اولادیں تھیں۔ ۱۔ حسن درج۔ ۲۔ حسین اکبر درج۔ ۳۔ محمد باقر اور وہ ابو جعفر فقیہ ہیں اور نسل انہی سے چلی ہے اور اگلے صفحات میں ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔ ۴۔ عبداللہ ان سب کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی ہیں۔ ۵۔ عمر۔ ۶۔ زید جو کوفہ میں شہید ہوئے اور ہم عنقریب ان کا تذکرہ کریں گے۔ ۷۔ علی۔ ۸۔ خدیجہ۔ ان کی والدہ کنیر تھی۔ ۹۔ حسین اصغر۔ ۱۰۔ ام علی اس کا نام علیہ تھا ان کی والدہ کنیر ہے۔ ۱۱۔ کلثوم۔ ۱۲۔ سلیمان۔ ۱۳۔ ملیکہ یہ سب بھی کنیر سے تھے۔ ۱۴۔ قاسم۔ ۱۵۔ ام الحسنین۔ ۱۶۔ ام البنین۔ ۱۷۔ فاطمہ یہ مختلف کنیروں سے تھے اور بعض نے عبید اللہ کو بھی شمار کیا ہے۔

شہادت زیدؓ

مورخین نے آپ کے خروج کی وجہ و سبب میں اختلاف کیا ہے۔ پہلے ابن سعد نے واقدی سے ذکر کیا ہے کہ زید بن علی ہشام کے پاس تشریف لے گئے۔ پس اس کے سامنے اپنے قرض کثیر اور حوائج کا ذکر کیا تو اس نے ان میں سے کسی چیز کو پورا نہ کیا۔ اور ہشام نے ان سے سخت کلامی کی۔ راوی کہتا ہے آپ ہشام کے دربار سے نکلے اور کہا کوئی شخص زندگی کو نہیں چاہتا مگر یہ کہ وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ پھر زید کوفہ کی طرف گئے اور وہاں کا عامل ہشام کی طرف سے یوسف بن عمر تھا۔ واقدی کہتا ہے کہ آپ کا قرض پانچ لاکھ درہم تھا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو ہشام نے کہا کاش ہم نے ان کا قرض ادا کر دیا ہوتا اور یہ

بات آسان تھی اس سے جو ہوئی ہے۔

واقعی کہتا ہے ہشام بن عبدالملک کو یہ خبر پہنچی کہ زید کوفہ میں مقیم ہیں تو اس نے یوسف بن عمر کو لکھا کہ زید کو مدینہ کی طرف بھیج دو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اہل کوفہ اسے خروج پر آمادہ نہ کر دیں کیونکہ زید کی زبان میں مٹھاس ہے اور ساتھ ساتھ وہ رسول اللہ سے اپنا قرب بھی بتاتے رہتے ہیں۔ پس یوسف بن عمر نے کسی شخص کو زید کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ مدینہ کی طرف چلے جائیں لیکن زید لیت و لعل کرتے کوئی آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ زید نے کوفہ میں پانچ ماہ قیام کیا۔ یوسف اس وقت مقام حیرہ میں تھا۔ اس نے پیغام بھیجا کہ آپ کو ضرور مدینہ جانا پڑے گا۔ آپ مدینہ کے قصد سے نکلے اور بہت سے لوگ آپ کے پیچھے ہو لیے۔ وہ کہتے تھے کہ آپ کہاں جاتے ہیں حالانکہ آپ کے ساتھ ہم میں سے ایک لاکھ اشخاص موجود ہیں جو آپ کی نصرت میں تلوار چلائیں گے۔ وہ زید سے اسی قسم کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کوفہ پلٹ آئے۔ پس ان کی ایک جماعت نے زید کی بیعت کر لی جن میں سلمہ بن کہیل اور منصور بن خزیمہ تھے۔ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ زید سے داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے کہا کہ اے ابن عم یہ لوگ آپ کو کہیں دھوکہ نہ دیں آپ کے اہلیت آپ کے لیے بدرجہ اتم عبرت ہیں اور ان کا انھیں چھوڑ دینا تمہارے لیے کافی ہے وہ زید سے یہ باتیں کر رہے تھے یہاں تک کہ زید قادیسیہ تک آگئے۔ پس لوگ برابر کہتے رہے کہ آپ واپس چلیے۔ آپ مہدی ہیں اور داؤد کہتے کہ ایسا نہ کرنا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے باپ اور بھائیوں کو قتل کیا تھا اور وہ کام کیے جو ناقابل بیان ہیں۔ پس ان میں سے چند ہزار اشخاص نے کتاب خدا سنت رسول ظالمین سے جہاد کرنے مظلوموں کی مدد کرنے محروم لوگوں کے حقوق دلانے اور اہلیت کی ان کے دشمنوں کے خلاف نصرت کرنے پر زید کی بیعت کی۔ پس آپ اسی حالت میں سترہ مہینے پوشیدہ طور پر رہے اور لوگ شہروں اور بستیوں سے ان کے پاس آتے۔ پھر آپ نے لوگوں کو خروج کی اجازت دے دی تو بیعت کرنے والوں میں سے کچھ لوگ منحرف ہو گئے اور جو ان کے ساتھ تھے انھیں زید نے ہدایت کی کہ یکم صفر

۱۳۲ھ کو خروج کرنا ہے۔ جس وقت آپ نے خروج کیا آپ کے ساتھ دو سو بیس آدمی تھے۔ تو زید نے کہا سبحان اللہ وہ قوم کہاں گئی۔ انھوں نے کہا کہ انھیں مسجد میں محصور کر لیا گیا ہے۔

عمر بن یوسف اہل شام کا لشکر لے کر آیا۔ پس جنگ شروع ہوئی۔ زید اور ان کے بھائیوں کو شکست ہوئی۔ ایک تیز زید کی پیشانی پر لگا۔ زید گر پڑے۔ انھیں اٹھا کر ایک گھر میں لے گئے۔ تیر آپ کی پیشانی سے نکالا گیا جس سے آپ کی وفات ہو گئی ان کے جسم اطہر کو ایک نہر کے قریب لائے۔ نہر کے پانی کو روک کر ایک گڑھا کھودا گیا اس میں انھیں دفن کر کے اوپر سے پانی جاری کر دیا گیا۔ لوگ متفرق ہو گئے۔ آپ کا بیٹا یحییٰ بن زید روپوش ہو گیا۔ جب ان کی تلاش ختم ہوئی تو یحییٰ زید کے ماننے والوں کی ایک جماعت کے ساتھ خراسان کی طرف چلے گئے۔ یوسف بن عمر کے پاس ان لوگوں میں سے ایک شخص جو زید کے دفن کے وقت حاضر تھے لایا گیا اس نے آپ کی قبر کا نشان بتایا تو یوسف نے ان کا سر کاٹ کر ہشام کو شام بھیجا اس نے اسے دمشق کے دروازہ پر نصب کیا اور یوسف بن عمر نے زید کا جسم کوفہ میں سولی پر لٹکایا (اور وہ لٹکا رہا) یہاں تک کہ ہشام بن عبد الملک ملعون مر گیا۔ ولید اس کی جگہ خلیفہ بنا اس کے حکم سے زید کا بدن جلادیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ ہشام نے ہی جلایا تھا۔

جب بنی عباس کو بنی امیہ پر فتح حاصل ہوئی تو عبدالصمد بن علی نے اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن علی نے ہشام بن عبد الملک کی قبر کھودی تو اس کا جسم صحیح سالم پایا۔ پس اس پر اسی کوڑے لگائے اور زید کے بدلے اس کے بدن کو جلادیا۔

وقت شہادت زید کی عمر ۳۲ سال تھی۔ زید اہل مدینہ کے تابعین کے طبقہ ثالثہ میں سے تھے آپ نے علم حدیث اپنے والد اور ایک گروہ سے لیا ہے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں۔

خروج یحییٰ بن زید

ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ جب زید بن علی شہید ہو گئے تو یحییٰ بن زید ہشام کے پاس دمشق چلے گئے اور دمشق میں رہے یہاں تک کہ ہشام مر گیا اور ولید بن یزید بن عبد الملک بادشاہ بنا (تو یحییٰ خراسان کی طرف چلے گئے) اور یوسف بن عمر نے نصر بن سیار کو جو کہ خراسان کا حاکم تھا یحییٰ کے متعلق لکھا اور یہ کہ وہ جریش عمرو بن داؤد بن صالح کے پاس ہیں پس جریش کے پاس سے انھیں گرفتار کر لو پس نصر بن سیار نے کچھ لوگ بھیج کر جریش کے ہاں سے یحییٰ کو گرفتار کر لیا حالانکہ جریش نے آپ کی موجودگی سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر جریش کو نصر نے چھ سو کوڑے لگائے تھے۔ پھر نصر نے ولید کو ایک خط لکھا اور یحییٰ کے واقعہ کی خبر دی۔ تو ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو چھوڑ دو، انھیں امان دے دو۔ یحییٰ کو نصر نے بلایا اور اس بات کی اصلاح دی۔ فتنہ سے ڈرایا اور انھیں چھوڑ دیا۔ پھر یحییٰ پہلے سرخس اور پھر جوزجان کی طرف گئے۔ وہاں ان کے پاس کوئی ستر آدمی جمع ہو گئے اور بعض کہتے ہیں سات سو آدمی، یحییٰ نے خروج کر دیا۔ نصر نے ان کے مقابلے میں عمر بن زرارہ کو دس ہزار کا لشکر دے کر بھیجا۔ جنگ ہوئی تو انھیں یحییٰ بن زید نے شکست دے دی اور عمر بن زرارہ قتل ہو گیا۔ پھر ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ سورہ بن محمد کنذی یحییٰ کے مقابلے میں آیا۔ جنگ ہوئی تو عیسیٰ بن سلیمان غزی کے غلام نے یحییٰ کے چہرے پر تیر مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے۔ پس ان لوگوں نے آپ کا سر کاٹ لیا اور بدن کو لٹکا دیا اور ولید کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی تو ولید نے جواب میں لکھا کہ عراق کے مچھڑے کو جلا دو اور اس کی راکھ دریا میں بہا دو۔ پس لوگوں نے آپ کے بدن کو اتار کر جلا دیا اور خاکستر کو پانی اور ہوا میں اڑا دیا۔

واقعی کہتا ہے کہ یحییٰ کی والدہ ریظہ بنت ابو ہاشم بن محمد بن علی بن ابی طالب تھیں۔ زید بن علی کی اولاد میں سے عیسیٰ، حسین اور حسین کا نام مکفوف تھا۔ زید کا ایک بیٹا محمد بھی تھا ان سب کی ماں کنیز تھی۔ یحییٰ بن زید کی شہادت ۱۲۵ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت محمد باقر علیہ السلام

وہ بزرگوار ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ ہیں ان کی والدہ ام عبد اللہ حسن بن علی علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کو باقر کثرت سجدہ کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ سجدہ نے آپ کی پیشانی کو نہایت کشادہ کر دیا اور وسیع کر دیا تھا اور بعض کے نزدیک کثرت علم کی وجہ سے آپ کو باقر کہا گیا ہے اور جوہری نے کہا ہے بقر بمعنی وسعت علمی ہے۔ اور یہ بھی جوہری نے کہا ہے کہ محمد بن علی بن حسینؑ کو باقر وسعت علمی کی بنا پر کہا گیا اور شاکر وہادی بھی آپ کے القاب ہیں۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت محمدؐ مدینہ کے طبقہ ثالثہ کے تابعین میں سے ہیں آپ عالم عابد ثقہ تھے۔

آپ سے ابو خنیفہ وغیرہ اماموں نے اخذ روایت کیا ہے۔

اور عطا کہتا ہے کہ میں نے کسی کے مقابلے میں علماء کو علم میں حقیر نہیں دیکھا جتنا ابو جعفر کے پاس دیکھا ہے۔ میں نے حکم کو آپ کے سامنے اس طرح دیکھا جیسے کوئی مغلوب ہوتا ہے حکم سے مراد حکم بن عیینہ ہے جو کہ اپنے زمانہ کا عالم جلیل و فاضل جلیل تھا! اور مدائنی نے جابر بن عبد اللہ کے متعلق روایت کی ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد بن علی احادیث لکھنے والوں کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ صغیر السن تھے۔ جابر نے آپ سے عرض کی رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ جابر سے پوچھا گیا کہ یہ کیا سلسلہ ہے تو انہوں نے کہا کہ میں ایک دن رسول اللہؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حسینؑ آپ کی گود میں تھے۔ ان سے آپ پیار و محبت فرما رہے تھے۔ پس فرمایا اے جابر (اس سے) ایک مولود پیدا ہوگا جس کا نام علی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ سید العابدین کھڑے ہوں پس اس (حسینؑ) کا بیٹا کھڑا ہوگا۔ پھر اس علی سے ایک بیٹا پیدا ہو

گا جس کا نام محمد ہے۔ پس اے جابر اگر تیری اس سے ملاقات ہو جائے تو انہیں میری طرف سے سلام کہنا۔

اور ایک روایت ہے کہ حضرت ابو جعفر جابر کے پاس تشریف لے گئے اس کے بعد کہ جابر کی بیٹائی جاتی رہی تھی۔ پس آپ نے جابر پر سلام کیا تو جابر نے کہا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں محمد بن علی بن الحسین ہوں تو جابر نے کہا ذرا میرے قریب تشریف لائیے۔ جب آپ قریب گئے تو جابر نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لیے۔ پھر آپ سے کہا کہ رسول اللہ نے آپ پر سلام کیا ہے اور وہ واقعہ بیان کیا۔ یہ جابر بن عبد اللہ ۸۷ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور اہل عقبہ میں سے وہ آخری فوت ہونے والے ہیں۔

ارشادات

ابو نعیم نے حلیہ میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت محمد بن علی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جلیاں مومن اور غیر مومن پر پڑتی ہیں لیکن ذکر خدا کرنے والے پر نہیں پڑتیں اور ابو نعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) منصور کہتا ہے کہ میں نے حضرت محمد بن علیؑ کو کہتے سنا کہ تو نگری اور عزت مومن کے دل میں چکر لگاتی رہتی ہیں جب وہ اس جگہ ہوتی ہیں کہ جہاں توکل ہوتا ہے تو اس کو اپنا بچاؤ ماویٰ بنا لیتی ہیں۔

اور ابو نعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ جابر جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ مجھ میں کچھ خزانہ جمع کیا گیا ہے اور میرا دل ہر وقت مشغول رہتا ہے۔ میں نے کہا اس کا کیا سبب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اے جابر جس کے دل میں خالص دین خدا داخل ہو جائے تو وہ غیر سے مشغول کر لیتا ہے اے جابر دنیا کچھ نہیں اور نہ کچھ ہو سکتی ہے۔ یہ وہ نہیں ہے مگر کپڑا کہ جسے تو نے پہن لیا یا لقمہ جسے تو نے کھا لیا یا سواری جس پر تو سوار ہوا۔ یا عورت جس سے تو نے مباشرت کی۔ اے جابر تحقیق مومنین کو اس میں باقی رہنے کا اطمینان نہیں ہے۔ اور آخرت کے آجانے

سے وہ امن میں نہیں اور انہیں ذکر خدا سے وہ فتنہ بہرہ نہیں کر سکتا جسے انہوں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور نور خدا سے انہیں وہ زینت اندھا نہیں کر سکتی جسے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پس وہ ابرار لوگوں کے ثواب پر کامیاب ہو گئے ہیں۔ تحقیق اہل دنیا اہل تقویٰ میں سے کم خرچ اور تیرے لیے زیادہ معاون و مددگار ہیں۔ اگر تو بھول جائے تو وہ تجھے یاد دلاتے ہیں۔ اور اگر تجھے یاد ہو تو وہ تیری اعانت کرتے ہیں۔ وہ خدا کے حقوق کو زیادہ بیان کرنے والے اور اللہ کے حکم پر زیادہ قیام کرنے والے ہیں۔ پس دنیا کو اس منزل کی طرح فرض کر کہ جس میں تو اترا اور پھر وہاں سے کوچ کر گیا یا اس مال کی طرح سمجھ کر جسے تو نے حالت خواب میں پایا اور جب تو بیدار ہوا تو اس میں سے کچھ بھی تیرے پاس نہیں تھا۔ اور اللہ کو یاد رکھ ان چیزوں کی رعایت کرنے میں جن کی رعایت و حفاظت اس نے تجھ سے چاہی ہے اور وہ اس کا دین اور حکمت ہیں۔

ابونعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) آپ نے فرمایا کسی شخص کے دل میں کچھ تکبر نہیں ہوتا مگر یہ کہ جتنا تکبر آتا ہے کم ہو یا زیادہ اتنی ہی عقل کم ہو جاتی ہے۔ ابونعیم کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) آپ نے فرمایا کمینے کا ہتیار اس کی بدزبانی ہے۔

ابونعیم کہتا ہے (حذف اسناد سے) آپ نے فرمایا خدا کی قسم ایک عالم کی موت ابلیس کو ستر عابدوں کی موت سے زیادہ عزیز ہے۔

ہمیں کئی اشخاص نے حافظ عبدالوہاب سے خبر دی ہے (حذف اسناد سے) آپ نے فرمایا کوئی آنکھ اپنے آنسو میں (خوف خدا سے) نہیں ڈبڈبائی مگر یہ کہ خداوند عالم اس آنکھ والے کے چہرے پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے اور اگر وہ آنسو خسار پر بہہ جائے تو اس چہرہ کو قیامت کے دن ذلت و خواری نہیں ڈھانپے گی اور ہر چیز کا کچھ نہ کچھ بدلا ہے سوائے آنسو کے کہ خداوند عالم ان کو گناہوں کے دریاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے اور اگر کوئی رونے والا ایک امت میں ہو تو خداوند عالم اس امت پر جہنم کی آتش حرام کر دے گا۔

اور قرشی نے کہا ہے (حذف اسناد سے) حضرت محمد بن علی کا غلام یہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب آپ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور بیت الحرام کو دیکھا تو رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تحقیق لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ پس کاش کہ آپ اپنی آواز کو بلند نہ کرتے (یعنی گریہ موقوف کرتے) پھر آپ رو پڑے اور فرمایا وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ گریہ کروں ہو سکتا ہے خداوند عالم میری طرف نظر رحمت فرمائے اور اس نظر کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں پھر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں نماز پڑھی۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو وہ جگہ آنسوؤں سے تر تھی۔ وہی غلام کہتا ہے کہ آپ جب ہنستے تو فرماتے خدا یا مجھ پر ناراض نہ ہونا!

اور ابو نعیم کہتا ہے (حذف اسناد سے) کہ حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ میرا ایک بھائی تھا جس کی قدر و منزلت میری نظر میں عظیم تھی اور یہ عظمت اس لیے تھی کہ اس کی نظر میں دنیا حقیر تھی۔

اور قرشی کہتا ہے کہ جناب محمد بن علیؑ کا خچر گم ہو گیا عرض کی بارالہا اگر تو اسے واپس پلٹا دے تو میں تیری ایسے محامد سے تعریف کروں گا کہ جنھیں تو پسند فرمائے گا آپ کے فرزند حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ وہ خچر مل گیا تو آپ نے صرف الحمد للہ کہا۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کیا میں نے کوئی کسر چھوڑی ہے؟ تمام حمد خدا تعالیٰ کے لیے قرار دی ہے۔

ابو نعیم نے ابو حمزہ سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ اس سے سوال کیا جائے اور قضاء و قدر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اچھی چیزوں میں سے زیادہ جلدی ثواب دینے والی چیز کسی سے نیکی اور عدل کرنا ہے اور برائیوں میں زیادہ جلدی عتاب لانے والی بغاوت ہے اور انسان کے معیوب ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اسے لوگوں میں وہ عیب نظر آئے جس کے

متعلق ناواقف ہے اور انہیں اس چیز کا حکم دے جس کے کرنے کی خود طاقت نہیں رکھتا اور بغیر کسی مقصد کے اپنے ہم جلس کو تکلیف پہنچائے۔

ابوحزہ کہتا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن ولید نے کہا وہ کہتا ہے کہ ہم سے حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کیا تم میں سے ایک شخص دوسرے کی حبیب اور آستین میں ہاتھ ڈال کر جو چاہے نکال سکتا ہے ہم نے کہا کہ نہیں تو فرمایا پھر جاؤ تم ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہو جیسا کہ خیال کرتے ہو۔

راوی کہتا ہے کہ آپ اپنے بھائیوں کے پاس حاضر ہوئے انہیں بہترین کھانا کھلاتے بہترین لباس پہناتے انہیں درہم عنایت کرتے اور بھائیوں کے ساتھ بیٹھنے سے طول ورنجیدہ نہ ہوتے اور فرماتے تھے برا بھائی وہ ہے جو تیری تو نگری میں تیرے حقوق کی رعایت اور غربت میں قطع تعلق کرے۔

وفات

آپ کی وفات میں تین مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ یہ قول واقدی نے ذکر کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ۱۱۳ھ میں وفات ہوئی یہ فضل بن وکین کا قول ہے اور تیسرا یہ کہ ۱۱۸ھ میں ہوئی اسی طرح سن مبارک میں بھی تین اقوال ہو جاتے ہیں۔ ۵۸-۵۷-۵۶ اور ۷۳ سال۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت جعفر بن محمدؑ نے فرمایا۔ میں نے اپنے والد کو ان کی پھوپھی فاطمہ بنت الحسینؑ والدہ عبداللہ بن حسن (ثقی) سے کہتے سنا کہ میری عمر ۵۸ سال ہے پس اسی سال آپ فوت ہوئے اور آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے اسی قمیص میں کفن دیا جائے جس میں میں عبادت کیا کرتا تھا آپ کو آپ کے والد کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔

! صحیح ترین قول یہ ہے کہ جناب محمد باقر کو ہشام بن عبدالملک نے ولید ابن مغیرہ کے ذریعے شہید کرادیا۔ ذی الحجہ ۱۱۳ھ کو ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت محمد باقرؑ کی اولاد

۱۔ جعفر۔ ۲۔ عبد اللہ تھے۔ ان دونوں کی والدہ ام فردا بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ ابراہیم ان کی ماں ام حکیم بنت اسد بن مغیرہ تھی۔ زینب ان دونوں کی ماں کنیرہ تھی۔ ام سلمہ بھی ایک کنیرہ سے تھیں۔ آپ کی نسل حضرت جعفر سے چلی۔

تاریخ کی مستند کتب

تاریخ السلام از مولانا نجم الحسن کراروی صاحب
 تاریخ اعثم کوفی از اعثم کوفی
 تاریخ احمدیؑ از نواب احمد حسین پریانوال
 تاریخ ابو الفداء از عماد الدین ابو الفداء

جعفر بن محمد علیہ السلام

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور ابو اسمعیل بھی کہا گیا ہے۔ آپ کے القاب صادق صابر قاضل اور طاہر ہیں۔ آپ کے القاب میں سے زیادہ مشہور صادق ہے۔ یہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ آپ کی والدہ ام فروز بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ آپ طلب جاہ کے بجائے عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے۔ ابو نعیم نے علیہ میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ عمرو بن مقدام سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں جب حضرت جعفر بن محمد کی طرف دیکھتا تھا تو مجھے یقین ہو جاتا تھا کہ آپ اولاد انبیاء میں سے ہیں۔

نیز ابو نعیم نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ جعفر بن محمد نے فرمایا اے سفیان جب خداوند عالم تجھ پر کسی نصیحت کا انعام کرے اور اگر تم اس نعمت کی بقا اور دوام کو مد نظر رکھتے ہو تو اللہ کی زیادہ حمد و ثنا کیا کرو اور اس کا شکر یہ ادا کیا کرو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے لئن شکرتم لا زیدنکم اگر میرا شکر یہ ادا کرو تو میں اور زیادہ کروں گا اور جب رزق میں تجھے کمی نظر آئے تو زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے استغفروا ربکم الخ یعنی اپنے رب سے طلب بخشش کرو۔ وجعل لکم جنت فی الآخرة و جعل لکم انهاراً اور آخرت میں تمہارے لیے باغات اور نہریں ہیں۔ اے سفیان جب تجھے بادشاہ یا اس کے کسی کارندے سے حزن و خوف ہو تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم زیادہ پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ کشائش کی چابی اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور علیہ میں اس نے اپنی اسناد سے صبیح بن بطام تک سلسلہ پہنچایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جناب جعفر اتنا کھانا کھلاتے کہ آپ کے اہل و عیال کے لیے کچھ بھی باقی نہ رہتا!

کہتا ہے کہ آپ سے حرمت سود کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا تاکہ لوگ ایک دوسرے سے احسان کرنا نہ چھوڑیں۔

نیز کتاب حلیہ میں کہا ہے کہ حضرت جعفر نے اپنی بعض اولاد کو وصیت فرمائی کہ اے بیٹا میری وصیت کو قبول کر اور میری بات کو یاد رکھ کیونکہ اگر اسے یاد رکھا تو سعادت کی زندگی بسر کرے گا اور شہادت کی موت یا قابل تعریف موت کو پائے گا اے بیٹا جو قناعت کرے اس پر جو اس کے لیے تقسیم کر دیا گیا ہے تو وہ مستغنی رہے گا اور جو غیر کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے وہ فقیر مرے گا اور جو راضی نہ ہو اس پر جو خدا نے اس کے لیے تقسیم کیا ہے تو اس نے خداوند عالم کو اس کی قضا و قدر میں متہم قرار دیا ہے اور جو اپنے نفس کی غلطی کو حقیر سمجھے وہ اپنی غلطی کو عظیم سمجھتا ہے جو دوسرے کے عیب کی پردہ دری کرے تو اس کے گھر کے عیوب کی پردہ دری ہوگی۔ جو بغاوت کی تلوار میان سے نکالے اسی سے قتل کیا جائے گا اور جو اپنے مومن بھائی کے لیے کنواں کھودے خدا بہت جلدی اسے اس میں گرائے گا۔

جو جاہلوں کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ ذلیل ہو جائے گا اور جو علماء سے میل جول رکھتا ہے اس کی عزت و توقیر ہوگی اور جو برائی کی جگہوں میں جاتا ہے وہ متہم ہو جائے گا۔ اے بیٹا حق بات کہو اگر چہ حق کڑوا ہے تمہارے فائدہ کے لیے ہو یا نقصان کے لیے اور چغل خوری سے بچو کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں بغض کی زراعت ہوتی ہے اور جب تو سخاوت کا طلب گار ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑ۔

اور ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر منصور کے چہرہ پر مکھی آ کر بیٹھی اس وقت حضرت جعفر صادقؑ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ بار بار آ کر بیٹھتی یہاں تک کہ منصور ننگ آ گیا۔ تو منصور کہنے لگا اے ابو عبد اللہ! خدا نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ حضرت جعفر نے فرمایا تاکہ جبار لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کرے۔ ابو جعفر بہت خفیف ہوا اور غصہ میں کچھ کہہ نہ سکا۔

آپ کے پاس کوفہ اور بصرہ کے درمیانی علاقہ کا ایک شخص ہمیشہ آیا کرتا تھا۔

پس اس کا آنا منقطع ہو گیا۔ آپ نے اس کے متعلق سوال کیا تو ایک شخص کہنے لگا وہ تو منطقی ہے مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ آپ کی نظر میں گر جائے تو حضرت جعفرؑ نے فرمایا انسان کی اصل اس کی عقل ہے اس کا حسب نسب اس کا دین ہے اور ان کی شرافت تقویٰ ہے اور لوگ اولاد آدم ہونے میں برابر ہیں۔

اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ میں نے حضرت جعفرؑ کو یہ کہتے سنا کہ عافیت سے رہنا بہت دشوار ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مفہوم ہی چھپ گیا ہے۔ پس اگر کسی چیز میں سلامتی ہو سکتی ہے تو اس حالت میں ہے کہ اسے کوئی نہ پہچانے اور اگر یہ بات نہ ملے تو اسے لوگوں سے الگ رہنا چاہیے۔ اگرچہ یہ بات خمول (یعنی کسی کا اسے نہ پہچاننا) کے مثل نہیں اور اگر الگ رہنے میں عافیت نہ ہو تو پھر خاموشی اختیار کرے اور سعید و نیک بخت تو وہ شخص ہے جو اپنے نفس میں خلوت محسوس کرے اور اس سے مشغول ہو۔

اور ہمیں بہت سے لوگوں نے عبدالوہاب سے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن فضل بن ربیع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابو جعفر منصور ۱۴۳ھ میں حج کرنے آیا۔ پس مدینہ کی طرف گیا تو مجھ سے کہنے لگا کہ کسی کو جعفر بن محمد کی طرف بھیجو جو انہیں سختی اور درشتی کے ساتھ میرے پاس لے آئے خدا مجھے قتل کرے اگر میں نے اسے قتل نہ کیا۔ وہ کہتا ہے کہ ربیع نے اس معاملہ میں تغافل سے کام لیا تا کہ وہ بھول جائے لیکن اس نے اپنی بات دوبارہ دہرائی۔ پھر اس نے لیت و لعل میں ڈال دیا۔ تیسری مرتبہ وہ سخت کلامی پر آ گیا۔ پس ربیع نے کسی کو حضرت جعفرؑ کے پاس بھیجا آپ تشریف لائے تو ربیع کہتا ہے کہ میں نے عرض کی اے ابو عبداللہ میں آپ کو ذکر الہی یاد دلاتا ہوں کیونکہ اس نے آپ کو ایک امر عظیم کے لیے بلایا ہے اور میں گمان نہیں رکھتا کہ آپ بیچ کر جا سکیں تو حضرت جعفرؑ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر آپ ابو جعفر کے دربار میں تشریف لے گئے اور سلام کیا لیکن اس (خبیث) نے سلام کا جواب نہ دیا اور کہنے لگا اے دشمن خدا (معاذ اللہ) تجھے اہل عراق نے اپنا امام بنا لیا ہے اور تیرے پاس وہ اپنے مال کی زکوٰۃ لے آتے ہیں اور تم الحاد کرتے ہو۔ میری

سلطنت میں حیلے اور بہانے بنانا چاہتے ہو خدا مجھے قتل کر دے اگر میں نے تمہیں قتل نہ کیا۔ آپ نے فرمایا اسے امیر وقت حضرت سلیمان کو بادشاہی دی گئی تو انہوں نے شکر ادا کیا اور حضرت ایوب کو مصائب میں مبتلا کیا گیا تو انہوں نے صبر کی اور یوسف پر ظلم کیا گیا تو انہوں نے بخش دیا اور تو بھی اسی صنف (جسے بادشاہی ملی ہے) میں سے ہے تو ابو جعفر کچھ دیر کو سر نیچے کیے رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہنے لگا میری طرف آئیے میری طرف آئیے اے ابا عبد اللہ آپ بالکل بری الذمہ سلیم نظر اور دھوکا نہ دینے والے ہیں۔ آپ کو خدا صلہ رحمی کی جزا دے بلکہ افضل ترین جزا دے۔ جو صاحبان رحم میں سے کسی کو دیتا ہے۔ پھر اس نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اونچی جگہ بٹھایا اور آپ کو عطر سے اتنا محط کیا کہ آپ کی داڑھی سے قطرات گرنے لگے۔ پھر آپ کو اپنے فرش پر اپنے ساتھ بٹھایا اور قریب کیا پھر کہا خدا کی حفظ و امان میں تشریف لے جائیے۔ اے ربیع ابا عبد اللہ کو ان کا انعام اور خلعت پہنچا دو۔

ربیع کہتا ہے کہ میں حضرت جعفر سے جا کر ملا اور میں نے کہا کہ میں نے آپ کے آنے سے پہلے عجیب حالت دیکھی اور آپ کے آنے کے بعد تو زیادہ عجیب بات تھی۔ مجھے بتائیے کہ آپ نے اس کے ہاں جانے کے وقت کون سی دعا پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا میں نے وہ دعائیں پڑھی تھیں جن کی تعلیم مجھے میرے والد نے میرے دادا سے اور انہوں نے اپنے باپ سے دی۔ میں نے عرض کی وہ کون سی دعا ہے تو آپ نے فرمایا وہ یہ ہے:

اللھم احرم سنی بعینک التی لاتنام و کفنی
بکفک الذی لایرام او یضام و اغفر لی بقدر تک
علی ولا اھلک وانت رجائی اللھم انک اکبر
واجل ممن اخاف واحذر اللھم بک ادفع فی
نحرہ واستعید بک عن شرہ۔

اور ہمیں عبد الوہاب بن علی خوئی نے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن

وہب کہتا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ پس جب میں نے مسجد میں نماز عصر پڑھی تو کوہ ابو قیس پر چڑھ گیا اچانک وہاں ایک شخص کو بیٹھے پایا جو دعائے مانگ رہا تھا کہہ رہا تھا یا رب اے پالنے والے اے پالنے والے (یہ الفاظ اس نے کئی بار دہرائے) یہاں تک کہ اس کی سانس ختم ہو گئی۔ پھر کہا یا رحیم یہاں تک کہ سانس ختم ہوئی پھر کہا یا رحم الراحمین یہاں تک کہ سانس ختم ہوئی پھر کہا اے میرے معبود میں انگور چاہتا ہوں پس مجھے وہ کھلا۔ خدایا میرا لباس پرانا ہو گیا ہے مجھے نیا لباس پہنا۔ لیث کہتا ہے کہ اس کی دعا بھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک ٹوکری دیکھی حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں انگور نہ تھے اور اچانک دو چادریں رکھی ہوئی دکھائی دیں کہ ایسی چادریں میں نے دنیا میں نہیں دیکھی تھیں۔ پس اس نے کھانا چاہا تو میں نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں تو اس نے کہا کس طرح؟ میں نے جواب دیا جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہتا تھا۔ تو اس نے کہا آگے ہو جا اور کہا پس میں آگے بڑھا اور انگور کھانے لگا۔ میں نے ان سے بہتر انگور کبھی نہیں کھائے تھے۔ ان میں بیج نہیں تھا ہم نے اتنے کھائے کہ سیر ہو گئے۔ لیکن اس ٹوکری میں کسی قسم کا تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوا۔ پس فرمایا ان میں سے ذخیرہ نہ کرنا اور چھپانا نہیں۔ پھر ایک چادر خود اٹھائی اور دوسری مجھے دی تو میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ پس اس نے ایک بہ طور تہ بند باندھی اور دوسری کی ردائے تالی۔ پھر وہ چادریں جو اس نے پہلے پہنی ہوئی تھیں انھیں لے کر کوہ ابو قیس سے اتر اپس مقام سعی میں ایک شخص اسے ملا اور وہ کہنے لگا اے فرزند رسول مجھے لباس پہنائیے خدا آپ کو لباس پہنائے کیونکہ میں بے لباس ہوں۔ وہ چادریں اسے دے دیں تو میں نے اس سائل سے سوال کیا کہ جس بزرگ نے چادریں دی تھیں یہ کون صاحب ہیں۔ اس نے کہا یہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔ لیث کہتا ہے پھر میں نے انھیں تلاش کیا تا کہ ان سے کوئی حدیث سنوں لیکن یہ میرے نصیب میں نہ تھا۔

آپ کے مکارم اخلاق میں سے ایک وہ چیز ہے جس کا ذکر حضرت جبریل نے ربیع

الابرار میں سقرانی غلام رسول اللہ سے کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ منصور کی خلافت کے زمانہ میں بادشاہ کی طرف سے انعام و اکرام دیا جا رہا تھا۔ میری سفارش کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ میں دربار کے دروازہ پر متحیر کھڑا تھا کہ اچانک جعفر بن محمد تشریف لائے۔ میں نے اپنی حاجت کا تذکرہ آپ سے کیا۔ پس آپ دربار میں گئے جب باہر نکلے تو میرا عطیہ آپ کے ہاتھ میں تھا پس وہ مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ نیکی ہر شخص سے اچھی ہے لیکن تجھ سے اس کا ہونا زیادہ اچھا ہے۔ بہ سبب اس منزلت کے جو تجھے ہم سے حاصل ہے اور برائی ہر شخص سے بری ہے لیکن تجھ سے ہونا زیادہ برا ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے جو تجھے ہم سے حاصل ہے اور یہ بات حضرت جعفر صادقؑ نے اسے اس لیے فرمائی تھی کیونکہ وہ شراب پیتا تھا۔

تو یہ آپ کے اخلاق کا کرشمہ تھا کہ آپ اس سے کھلے دل سے ملے اس کی حاجت برآری کی۔ اس کی حالت کو جاننے کے باوجود اور اسے وعظ و نصیحت کتنا یہ کے طور پر کیا اور یہ اخلاق انبیاء میں سے ہے۔

اور ثوری نے گزشتہ سند سے کہا ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد سے عرض کی۔ اے فرزند رسول! آپ نے لوگوں سے کتناہ کشی اختیار کر لی ہے۔ فرمایا اے سفیان زمانہ خراب اور دوست متفق ہو گئے ہیں پس میں نے سمجھا ہے کہ علیحدگی کی زندگی ہی میں سکون ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

ذهب الوفا ذهاب امس الذهب فالناس بین مختال و حوارب
 یغشون بینہم المودۃ والصفاء وقلوبہم محشوة بعقارب
 (وفا گزرے ہوئے کل کی طرح ختم ہو گئی ہے پس لوگ دھوکہ باز اور اپنی حاجت برآری والے رہ گئے ہیں جو آپس میں محبت اور خلوص کا مظاہرہ کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل پچھوؤں سے پڑ ہیں)

واقدی کہتا ہے کہ حضرت جعفرؑ اہل مدینہ کے پانچویں طبقہ کے تابعین میں

سے ہیں۔

وفات

واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے ابو جعفر منصور کی خلافت کے زمانہ میں ۱۴۸ھ میں وفات پائی اور بقیع میں اپنے باپ اور دادا کے پاس دفن ہوئے۔ ان کی قبروں پر رخامہ قسم کا پتھر ہے جس پر لکھا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله عبید الاحم و محی الرحم
(ابتدا کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ حمد ہے اس خدا کے لیے جو امتوں کو ہلاک اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ یہ قبر ہے فاطمہ بنت رسول اللہ کی جو عائین کی عورتوں کی سردار ہیں اور قبر ہے علی بن الحسین محمد بن علی اور جعفر بن محمد علیہم السلام کی۔ آپ کے سن مبارک میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ۶۵ سال ہے اور دوسرا ۵۵ سال ہے اور واقدی کہتا ہے ۱۷ سال ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ (منصور دوانقی نے عامل مدینہ کے ذریعے آپ کو زہر دلویا آپ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو شہید ہوئے)

اولاد

۱۔ موسیٰ کاظم۔ انھیں سے نسل چلی ہے۔ ۲۔ محمد۔ انھیں ان کے حسن و جمال کی بنا پر دیباچ کہا جاتا تھا۔ ۳۔ اسحاق۔ یہ دیباچ کے پدری مادری بھائی ہیں۔ ۴۔ علی۔ انھوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ زمانہ ۲۰۳ھ خلافت مامون کا زمانہ تھا۔ پھر مامون کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور انھیں معاف کر دیا اور خراسان کی طرف بلا لیا۔ پس وہیں رہے یہاں تک کہ ۲۰۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ بعض ۲۰۴ھ میں کہتے ہیں۔

واقدی نے کہا ہے کہ علی کی بیعت اہل حجاز و تہامہ نے کر لی تھی اور ان کا معاملہ سخت ہو گیا تھا۔ پس اسی سال معتصم نے حج کیا اور انھیں گرفتار کر کے مامون کے پاس بھیج دیا۔ اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ یہ علی عبادت گزار تھے۔ ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور کبھی کوئی لباس ایسا نہ ہوتا جو واپسی آپ کے بدن پر

ہوتا۔ (یعنی جو مانگتا تھا اسے دے دیتے تھے)

ہشام کہتا ہے کہ جب علی کا جنازہ نکلا تو اس وقت ماموں سوار تھا جب جنازہ دیکھا تو پیادہ پاہو گیا اور ان کے جنازہ کو کندھا دیا۔

حضرت جعفرؓ کی اولاد میں پانچویں اسمعیل ہیں کہ جن کی طرف اسمعیلیہ منسوب ہیں۔ وہ لنگڑے تھے۔ یہ اسمعیلیوں کے جد اعلیٰ ہیں کہ جن تک پہنچ کر ان کا نسب منہسی ہوتا ہے۔

۶۔ علی۔ ۷۔ عبد اللہ۔ ۸۔ اسحاق اور ۹۔ ام فردہ۔

محمد بن سعد نے طبقات میں آپ کی اولاد کی ترتیب اس سے مختلف نقل کی ہے۔

۱۔ اسمعیل اعرج۔ ۲۔ عبد اللہ۔ ۳۔ ام فردہ ان سب کی والدہ دختر حسین اثرم بن حسن بن علی ابن ابی طالب تھیں۔ ۴۔ حضرت موسیٰ جنہیں ہارون نے بغداد میں اپنے

ظلام سندی کے پاس قید کر رکھا تھا۔ آپ نے اس کی قید میں ہی وفات پائی۔ ۵۔ اسحاق۔

۶۔ علی۔ ۷۔ محمد۔ ۸۔ فاطمہ۔ ان فاطمہ سے محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے شادی کی تھی اور فاطمہ کی والدہ کنیر تھی۔ ۹۔ یحییٰ۔ ۱۰۔ عباس۔ ۱۱۔ فاطمہ صغرا۔

یہ مختلف کنیزوں سے تھیں۔ نسل موسیٰ کاظم علیہ السلام سے چلی ہے۔

حضرت موسیٰ بن جعفرؑ

وہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں آپ کے القاب کاظم مامون طیب اور سید ہیں اور کنیت ابو الحسن ہے آپ کی عبادت اور اس میں مشقت اور رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کی وجہ سے عبد صالح کہا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اندلس کی تھیں اور بعض کہتے ہیں بربر کی رہنے والی تھیں۔ ان کا نام حمیدہ تھا۔

آپ سخی اور حلیم الطبع تھے۔ آپ کو کاظم اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب کسی کی طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ اس کے پاس مال بھیجتے تھے۔ مدینہ میں ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور بعض ۱۳۹ھ کہتے ہیں آپ اہل مدینہ کے ساتویں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔ (صحیح تاریخ ولادت ۷ صفر ۱۲۸ھ ہے)

ہمیں ابو محمد بزاز نے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) شقیق لُحی نے کہا ہے کہ میں ۱۳۹ھ میں حج کے لیے گیا۔ میں جب مقام قادسیہ میں اتر تو اچانک مجھے ایک حسین چہرہ نظر آیا جو بہت گندم گوں تھا اس کے اوپر اونی کپڑے تھے۔ ایک چادر اس نے اوڑھی ہوئی تھی پاؤں میں نعلین تھی۔ وہ لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ میں نے دل میں کہا یہ نوجوان صوفی بننا چاہتا ہے کہ لوگوں کے لیے بار بار ہے۔ خدا کی قسم میں آپ کے پاس جاؤں گا اور اسے سرزنش کروں گا۔ پس میں اس کے قریب گیا۔ جب مجھے آتے دیکھا تو کہا اے شقیق بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو پس میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو خدا کا کوئی نیک بندہ ہے جس نے میرے دل کا راز بتا دیا ہے میں اس کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ مجھے معاف کروے لیکن وہ میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ پس جب ہم مقام واقصہ پر پہنچے تو وہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے اعضاء و جوارح (خوف خدا

سے) مضطرب تھے اور اس کے آنسو بہ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں اس کے پاس جاؤں گا اور اس سے معذرت طلب کروں گا۔ میں نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور سوچا اے شقیق! (انسی لغفار لمن تاب وامن و عمل صالحا ثم اھتدی) تحقیق میں بخشے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے پھر طلب ہدایت کرے۔ میں نے کہا یہ شخص تو ابدال میں سے ہے۔ اس نے میرے دل کی بات دو دفعہ بتائی ہے۔ پس جب ہم مقام زبال پر اترے تو وہ کنویں کے اوپر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک ڈوبلی تھی جس کے ذریعے وہ پانی لینا چاہتا تھا۔ وہ ڈوبلی کنویں میں گر پڑی۔ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا تو میرا پالنے والا ہے جب میں پیسا ہوتا ہوں تو میری قوت ہے جب مجھے کھانے کی خواہش ہوتی ہے۔ اے میرے مالک میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔

شقیق کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی بلند ہو رہا ہے پس اس نے اپنا ڈول اٹھایا اسے پڑ کیا اور وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ وہاں کے ریت کے ایک ٹیلے کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے ریت اٹھا کر اس ڈول میں ڈالنے لگا اور اسے پینے لگا تو میں نے کہا خداوند عالم نے جو کچھ آپ پر رزق اور انعام کیا ہے اس کے پس خوردہ میں سے مجھے بھی عنایت کیجئے۔ پس آپ نے فرمایا اے شقیق خدا کی عطا ہر اور باطن نعمتیں ہم پر ہر وقت جاری رہتی ہیں پس اپنے پالنے والے کے متعلق اچھا گمان کیا کرو۔ پھر وہ ڈول مجھے دیا میں نے اس میں سے پیا تو اس میں ستوا اور شکر تھی کہ خدا کی قسم جس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار میں نے کبھی نہیں پیا تھا۔ پس میں خوب سیراب ہو گیا۔ حتیٰ کہ مجھے کھانے پینے کی خواہش نہ تھی۔ پھر اس شخص کو میں نے نہ دیکھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوا۔ پس ایک رات میں نے آدھی رات کے وقت قبہ سراپ کے پاس حضور و خشوع کے اور گریہ و بکا کے ساتھ اسے نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ رات کے ختم ہونے تک اسی حالت میں رہا۔ جب صبح طلوع ہوئی تو اپنے مصلے پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگا۔ پھر نماز صبح کے لیے کھڑا ہوا اور خانہ کعبہ کے ساتھ چکر لگائے۔ وہ باہر نکلا تو میں بھی اس کے پیچھے چلا۔ تو

اچانک اس کے خادم و غلام موجود تھے۔ اب وہ ایک دوسرے ہی عالم میں تھا۔ لوگوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا اور اس پر سلام کرنے لگے اور تبرک لینے لگے۔ میں نے ان میں سے بعض سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو اس نے کہا یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔ تو میں نے کہا یہ یہی تو مجھے تعجب تھا کہ ایسے معجزات و کرامات ایسے سید کے علاوہ اور کسی سے ظاہر نہیں ہو سکتے۔

مورخین نے کہا ہے کہ آپ کا قیام مدینہ میں تھا اور پیدا بھی وہیں ہوئے تھے۔ آپ کو محمد مہدی (خلیفہ عباسی) بغداد لے گیا اور وہاں قید رکھا پھر مدینہ واپس بھیج دیا۔ بہ سبب اس خواب کے جو اس نے دیکھا تھا۔

وہ خواب خطیب نے تاریخ بغداد میں فضل بن ربیع سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے۔ ربیع کہ جب مہدی خلیفہ نے حضرت موسیٰ بن جعفر کو قید کیا تو عالم خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا آپ نے اس سے فرمایا اے محمد فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض و تقطعوا ارحامکم (الآیہ) یعنی کیا یہ قریب ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے ارحام سے قطع رحمی کرو گے۔ ربیع کہتا ہے کہ رات کے وقت ہی مہدی نے کسی کو میری طرف بھیجا۔ میں گھبرا گیا۔ میں اس کے پاس آیا تو وہ مندرجہ بالا آیت کو پڑھ رہا تھا۔ مہدی کا لہن بہت اچھا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لے آؤ میں آپ کو لے آیا تو مہدی نے آپ سے مخاطبہ کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہا میں نے امیر المؤمنین کو ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے تو کیا آپ مجھ سے قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ آپ مجھ پر اور میری اولاد میں سے کسی ایک پر میرے بعد خروج نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا نہیں کیا اور نہ میری ایسی عادت ہے تو مہدی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر کہنے لگا اے ربیع انھیں تین ہزار دینار دو اور انھیں گھر پہنچادو۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے آپ کو گھر بھیجنے کا سارا انتظام راتوں رات مکمل کر لیا اور علی الصبح ہی انھیں روانہ کر دیا۔

مدائنی کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ مدینہ میں رہے یہاں تک کہ مہدی اور ہادی کی وفات ہوئی اور ہارون رشید حج کے لیے آیا پس موسیٰ بن جعفر کے ساتھ قبر رسالت مآب کے ہارون ملا۔ ہارون نے نبی علیہ السلام کو خطاب کر کے گرد و پیش کے لوگوں پر فخر کرتے ہوئے کہا السلام علیک یا بنی العم اے چچا کے بیٹے آپ پر میرا سلام ہو۔ تو موسیٰ بن جعفر قبر کے قریب تشریف لائے اور کہا السلام علیک یا ابتائے بابا آپ پر میرا سلام ہو۔ اس پر ہارون کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر کہنے لگا خدا کی قسم اے ابوالحسن واقعاً یہ فخر اور حقیقی شرف آپ ہی کے لیے ہے۔ پھر آپ کو اپنے ساتھ بغداد لے گیا اور وہاں آپ کو ۷۷ اہ میں قید کر دیا۔ آپ اس قید میں ۱۸۸ھ تک رہے اور ماہِ ربیع الثانی میں بحالتِ قید و ہیں وفات پائی۔

زنجبیری نے ربیع الاول میں ذکر کیا ہے کہ ہارون حضرت موسیٰؑ سے کہا کرتا تھا کہ فدک لے لیجئے لیکن آپ لینے سے انکار کرتے پس جب ہارون نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اس کے پورے حدود کے بغیر نہیں لوں گا۔ ہارون نے پوچھا اس کی حدود کون سی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کی پہلی حد عدن ہے تو ہارون کا چہرہ بگڑ گیا۔ کہنے لگا دوسری حد! فرمایا دوسری حد سمرقند ہے تو اس کا چہرہ اور متغیر ہوا کہنے لگا تیسری حد۔ فرمایا افریقہ تو ہارون کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور کہا اور چوتھی! تو فرمایا سیف البحر جو خزر اور آرمینیا کے قریب ہے تو ہارون نے کہا پھر ہمارے لیے تو کچھ بھی باقی نہ رہا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ میری جگہ لینا چاہتے ہیں تو جناب موسیٰؑ کا ظم نے فرمایا کہ میں نے تو تجھے بتا دیا تھا کہ اگر میں فدک کی حد بندی بیان کروں تو تو واپس نہیں کرے گا پس اس وقت سے ہارون نے آپ کے قتل کا مہم ارادہ کر لیا اور آپ کو ٹھکانے لگانے کی ٹھان لی۔

خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے موسیٰ بن جعفر نے قید خانہ سے ہارون کو پیغام بھیجا کہ میری تکلیف کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ تیری راحت و آرام کا ایک دن گزر جاتا ہے یہاں تک کہ ہم سب ایسے دن کی طرف پہنچیں گے کہ جس کے لیے ختم ہونا نہیں۔ جس میں باطل پرست گھانے میں ہوں گے۔

مورخین نے آپ کے سن مہارک کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک قول

۵۵ سال ہے۔ دوسرا ۵۴ تیسرا ۵۷ چوتھا ۵۸ اور پانچواں ۶۰ سال ہے۔ آپ قبرستان قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مطہر ظاہر بہ ظاہر ہے وہاں زیارت کی جاتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ (آپ کی ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۱۶۸ھ اور تاریخ وفات ۶ صفر ۲۰۳ھ ہے)

اولاد

مورخین نے کہا ہے کہ آپ کے بیس فرزند اور بیس ہی بیٹیاں ہیں:

۱۔ علی جو امام تھے۔ ۲۔ زید انھوں نے مامون کے خلاف خروج کیا تھا۔ مامون کو زید پر فتح ہوئی تو زید کو ان کے بھائی موسیٰ رضا کے پاس بھیجا پس آپ نے زید کو سرزنش کی۔ ۳۔ ابراہیم۔ ۴۔ عقیل۔ ۵۔ ہارون۔ ۶۔ حسن۔ ۷۔ عبد اللہ۔ ۸۔ عبید اللہ۔ ۹۔ اسمعیل۔ ۱۰۔ عمر۔ ۱۱۔ احمد۔ ۱۲۔ جعفر۔ ۱۳۔ یحییٰ۔ ۱۴۔ اسحاق۔ ۱۵۔ عباس۔ ۱۶۔ حمزہ۔ ۱۷۔ عبد الرحمن۔ ۱۸۔ قاسم۔ ۱۹۔ جعفر اصغر۔ ۲۰۔ بعض کے نزدیک محمد بھی ہے۔ ۲۱۔ خدیجہ۔ ۲۲۔ ام فروہ۔ ۲۳۔ اسماء۔ ۲۴۔ علیہ۔ ۲۵۔ فاطمہ کبریٰ۔ ۲۶۔ فاطمہ صغریٰ۔ ۲۷۔ قاطمہ وسطیٰ۔ ۲۸۔ آپ کی چار بیٹیوں کے نام فاطمہ تھے۔ ۲۹۔ ام کلثوم۔ ۳۰۔ آمنہ۔ ۳۱۔ زینب۔ ۳۲۔ ام عبد اللہ۔ ۳۳۔ زینب صغرا۔ ۳۴۔ ام القاسم۔ ۳۵۔ حکیمہ۔ ۳۶۔ اسماء صغریٰ۔ ۳۷۔ محمودہ۔ ۳۸۔ امامہ۔ ۳۹۔ میمونہ۔ مختلف ماؤں سے۔

(جناب امام موسیٰ کاظمؑ کی صحیح ترین تاریخ ولادت ۷ صفر ۱۲۸ھ ہے۔ ہارون رشید آپ کے وجود کو برداشت نہ کر سکا اور بغداد میں قید کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد سندی ابن شاہک کے ذریعے آپ کو زہر دے دیا یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ہتھکڑی اور بیڑی کٹوائی گئی۔ آپ کی تاریخ شہادت ۲۵ رجب ۱۸۳ھ ہے)

امام علی بن موسیٰ

وہ ابو الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہیں ان کا لقب ولی دوفی ہے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں جن کا لقب اخیزراں ہے۔

واقعی کہتا ہے کہ آپ ثقہ تھے۔ بیس سال سے کچھ عمر زیادہ تھی کہ مسجد رسول میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ وہ اہل مدینہ کے آٹھویں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔

عبداللہ بن احمد نے کتاب النسب القریشین میں ذکر کیا ہے کہ وہ نسخہ سند جسے علی بن موسیٰ رضا روایت کرتے ہیں اپنے باپ موسیٰ سے وہ اپنے باپ جعفر سے وہ اپنے باپ محمد سے وہ اپنے باپ علی سے وہ اپنے باپ حسین سے وہ اپنے باپ علی سے وہ نبی سے روایت کرتے ہیں۔ اگر کسی مجنون پر پڑھ دیا جائے تو وہ صحیح و سالم ہو جائے۔

واقعی نے کہا ہے جب ۲۵۵ھ میں مامون نے کسی کو آپ کے پاس بھیج کر آپ کو مدینہ سے خراسان بلایا تا کہ اپنے بعد کے لیے آپ کو ولی مقرر کرے اور آپ کو لے جانے والا فرناس خادم اور ابن ابی ضحاک تھا۔ پس جب آپ نیشاپور پہنچے تو آپ کے استقبال کے لیے نیشاپور کے علماء باہر آئے۔ مثلاً یحییٰ بن یحییٰ۔ اسحاق بن راہویہ۔ محمد بن رافع۔ احمد بن حرب۔ وغیرہ تا کہ آپ سے حدیث سنیں اور روایت لیں اور تبرک حاصل کریں۔ پس آپ نے نیشاپور میں ایک مدت قیام فرمایا۔ مامون اس وقت مقام مرو میں تھا۔ پھر مامون نے آپ کو بلوایا اور اپنی وفات کے بعد کے لیے ولی عہد مقرر کیا۔ اور رضائے آل محمد آپ کا نام رکھا اور دراہم و دنانیر پر آپ کا نام نقش کیا۔ اطراف مملکت میں آپ کی بیعت کے لیے لکھا اور سیاہ لباس ترک کر کے سبز لباس پہنا اور اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی مامون نے آپ سے کی نیز آپ کے بیٹے محمد بن علی سے اپنی بیٹی ام زینب کی شادی ہوئی۔ ام البنین کے نام سے معروف تھیں۔ (اعلام الوری)

الفضل کی شادی کی خود مامون نے حسن بن اہل کی بیٹی اور ان سے شادی کی۔
اس عہد نامہ کی نقل جسے مامون نے آپ کے لیے اپنے دست
خاص اور انشا سے لکھا

وہ عہد نامہ بہت طویل ہے جسے عام مورخین نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے
(مؤلف) میں نے اسے مختصر کر کے لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ خط ہے جسے عبداللہ بن ہارون "امیر المؤمنین" نے
ابوالحسن علی بن موسیٰ (رضائے آل محمد اپنے بعد اپنے ولی) عوام کے لیے لکھا ہے۔ اما بعد
پس بیشک اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین کے طور پر چن لیا اور اس کے لیے اپنے بندوں میں
سے کچھ رسولوں کے انتخاب کیا جو اس کی رہبری کرتے اور ان کا اول آخر کی بشارت دیتا
تھا اور بعد میں آنے والا گزرے ہوئے کی تصدیق کرتا تھا یہاں تک کہ سلسلہ نبوت
رسولوں کے فترت کے اور علم کے مٹ جانے اور وحی کے منقطع ہو جانے اور حجت خدا کے
نہ ہونے اور قیامت کے قریب کے زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔
پس خداوند عالم نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کیا اور آپ کو امتوں کے خلاف رسولوں کا
شاہد اور گواہ بنایا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل کی جو عزت والی اور بزرگ ہے۔ کہ جس
کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے جو ایک باحکمت اور لائق حمد ذات
کی بھیجی ہوئی حلال و حرام و واردات و احکام میں اتری ہے جس میں جنت کا وعدہ جہنم کی
دھمکی خوف تہدید اور زجر و حذر کیا گیا ہے اور بہت زیادہ ڈرایا ہے تاکہ اس کی حجت بالغہ
اس کی مخلوق میں سے صحیح و سالم اور مریض پر قائم ہو جائے تاکہ جو ہلاک ہو تو دلیل کے
ساتھ اور جو بچ جائے وہ بھی دلیل کی بنا پر اور بیشک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس
آپ نے اللہ کے پیغامات پہنچائے اور اس کے نجات کے راستے کی طرف اس طریقے
سے بلایا جیسے اسے حکم تھا۔ حکمت و موعظہ حسنہ اور مجادلہ احسن کے ساتھ پھر جہاد و سختی کے
ساتھ بلایا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کی اور آپ کے لیے وہ چیز

پسند کی جو اللہ کے پاس ہے تو دین کا قیام و برقراری خلافت کے ساتھ کر دی جب کہ آپ کے ساتھ رسالت کو ختم کر دیا۔ پس اس کے بندوں کے امور کا نظام اتمام اعزاز اور قیام امر الہی اس میں اطاعت کے ساتھ ہے کہ جس کے ذریعہ فرائض خدا، حدود الہی شراخ اسلام اور سنن دین قائم کیے جاتے ہیں۔ اور خلافت کے ذریعے ہی دشمنان دین سے جہاد کیا جاتا ہے اور خدا نے ہی اس کے لیے کچھ خلفاء قرار دیے (طویل عبارت کے بعد ہے) اور جب سے خلافت میرے سپرد ہوئی ہے میں ہمیشہ اس فکر میں رہا کہ اس کا معاملہ کس کے سپرد کر کے جاؤں اور کوشش میں تھا کہ اس کا ولی عہد کسے بناؤں پس میں نے اس کا اہل کسی کو نہ پایا سوائے ابو الحسن علی بن موسیٰ رضا کے جب کہ میں نے ان کا فضل فائق اور علم نافع اور ان کے ظاہر و باطن کی پرہیزگاری اور دنیا اور اہل دنیا سے دوری اور آخرت کی طرف میلان اور ان کا آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا دیکھا اور یہ بات میرے نزدیک پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے اور مجھے یقین کامل ہو چکا ہے کہ جس پر تمام اخبار اور زبانون کا اتحاد ہے پس میں نے ان کے لیے عہد نامہ کا عقد منعقد کر دیا ہے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ کے اختیار کے ساتھ اس معاملہ میں مسلمانوں کی بھلائی دیکھتے ہوئے شعائر دین کو قائم رکھنے کو چاہتے ہوئے اور جس دن لوگ عالمین کو پالنے والے خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے اس دن سے نجات حاصل کرنے کے لیے۔

اور یہ عبد اللہ نے اپنے خدا کے ہاتھ لکھا جب کہ نو دن ماہ رمضان کے باقی رہتے تھے ۲۰۱ھ میں اور میرے گھر والوں، خواص، میری اولاد میرے عزیز و اقارب میرے لشکر اور غلاموں نے بیعت کر لی ہے اللہم صل علی محمد و آلہ و السلام! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے پیچھے تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ الطاہرین۔ میں کہتا ہوں میں علی بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ کہ ”امیر المؤمنین“ نے خدا اس کی درستی میں اعانت کرے اور اسے ہدایت کی توفیق دے ہمارے اس حق کو پہچانا کہ جس سے اس کا غیر جاہل تھا اور اس نے ان ارحام کو ملا دیا جنہیں منقطع کر دیا گیا تھا اور ان نفوس کو مامون قرار دیا کہ جنہیں ڈرایا گیا تھا

بلکہ انھیں تلف ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا ہے۔ اللہ کی رضا کو چاہتے ہوئے نہ کسی دوسرے کی اور عنقریب خدا شکر گزاروں کو جزا دے گا۔ وہ نیکی کرنے والوں کی اجر ت کو ضائع نہیں کرے گا اس نے اپنا عہد اور امر حکومت اپنے بعد میرے لیے قرار دیا۔ الخ

پھر یہ عہد نامہ اطراف مملکت میں کعبہ کے پاس اور قبر رسول و ممبر رسول کے پاس پڑھا گیا اور اس پر مامون کے خواص اور بزرگ علماء کی گواہیاں ثبت کی گئیں۔ پس منجملہ ان گواہیوں کے فضل بن سہل کی گواہی بھی تھی۔ اس نے اپنے قلم سے لکھا تھا۔ میں امیر ملک عبداللہ مامون اور ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر پر گواہی دیتا ہوں اس چیز کے ساتھ کہ جس کی وجہ سے ان دونوں نے مسلمانوں کے لیے اپنے اوپر رحمت قائم کر لی ہے اور جاہلوں کے شبہ کو دور کر دیا ہے۔ عبداللہ بن طاہر نے بھی یہی گواہی لکھی۔ یحییٰ بن آثم قاضی نے حماد بن ابوبکر صوی وزیر مضر بنی بشر بن معمر اور خلق کثر نے بھی گواہیاں ثبت کیں۔

مورخین نے کہا ہے کہ جب مامون نے یہ عہد نامہ لکھا تو بنی عباس بغداد میں اس کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اسے خلافت سے (اپنے زعم میں) اتار دیا اور ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنا لیا۔ مامون اس وقت مرو میں تھا۔ اور بنی عباس کے پیروکاروں سے دل اس سے متنفر ہو گئے اور جب مامون مرو سے دوبارہ بغداد کو حاصل کرنے کے لیے چلا اور مقام سرخس میں پہنچا تو کچھ لوگوں نے حمام میں فضل بن سہل پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ علی بن موسیٰ بیمار ہو گئے۔ جب مامون طوس پہنچا تو حضرت علی بن موسیٰ کی وفات ۲۰۳ھ میں طوس میں واقع ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ حمام تشریف لے گئے جب اس سے باہر نکلے تو ایک طبق پیش کیا گیا جس میں زہر آلود انگور تھے جن میں زہر آلود سوئی داخل کی گئی تھی۔ پس آپ نے وہ کھائے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۹ سال تھی۔ آپ کو ہارون رشید کے قریب دفن کیا گیا۔

پھر مامون بغداد میں آیا اور اس میں ۲۰۴ھ میں داخل ہوا۔ اس نے اور اس

کے ساتھیوں نے سبز لباس پہننا ہوا تھا۔ اسی طرح ان کے علم بھی سبز تھے۔ مامون بغداد کی طرف حسن بن ہبل کو بھیج چکا تھا۔ اس نے ان کو شکست دی۔ ابراہیم بن مہدی روپوش ہو گیا اور مامون قصر صافہ میں اتر آیا۔

جولی کہتا ہے کہ بنی عباس زینب دختر سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس جمع ہوئے اور وہ بزرگی اور سرداری میں منصور کے برابر تھی۔ پس ان لوگوں نے اس سے خواہش کی کہ وہ مامون کے پاس جائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ وہ سبز لباس کو ترک کر کے سیاہ لباس پھر سے استعمال کرے اور اپنے ارادہ کو بدل دے۔ پس زینب مامون کے پاس گئی تو وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا اسے مرجبا کہا اور اس کی عزت و توقیر بجالایا۔ وہ کہنے لگی امیر المؤمنین تحقیق تو اولاد ابوطالب جو کہ تیرے عزیز ہیں کے ساتھ نیکی کرنے کی زیادہ قدرت رکھے گا جب کہ اقتدار تیرے ہاتھ میں ہو بہ نسبت اس کے کہ امر خلافت تیرے غیر یا انھیں کے ہاتھ میں چلا جائے۔ پس لباس سبز کو ترک کر دو اور اپنے خاندان کے لباس کی طرف عود کرو اور کسی شخص و امر خلافت میں طمع کی گنجائش نہ دوں پس مامون کو اس کے کلام سے تعجب ہوا اور اس سے کہنے لگا اے پھوپھی خدا کی قسم آپ کے کلام سے زیادہ کسی کلام نے میرے دل پر اثر نہیں کیا اور نہ زیادہ اس مقصد کے قریب تھی جو میرا ارادہ تھا اور میں ان کے معاملہ کا فیصلہ تمہاری عقل پر چھوڑتا ہوں۔ وہ کہنے لگی وہ کیا ہے تو مامون نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ابو بکر رسول اللہ کے بعد خلیفہ ہوا تو اس نے بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو کہیں کا حاکم نہیں بنایا۔ کہنے لگی ہاں۔ تو اس نے کہا پھر عمر خلیفہ ہوا تو بھی ایسا ہی ہوا پھر عثمان خلیفہ ہوا تو وہ عبدالقیس کی اولاد کی طرف متوجہ ہوا پس انھیں تمام شہروں کا حاکم بنایا اور بنی ہاشم میں سے ایک کو بھی حکومت نہ دی۔ پھر حضرت علی خلیفہ ہوئے تو وہ بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہوئے اور عبداللہ بن عباس کو بصرہ عبید اللہ بن عباس کو یمن معبد کو مکہ اور قثم بن عباس کو بحرین کا حاکم بنایا اور کسی ایسے شخص کو باقی نہ چھوڑا جو عباس کی طرف منسوب نہ ہوتا تھا۔ پس یہ ان کا احسان ہماری گردنوں پر تھا۔ میں نے اس کا بدلہ ان کی اولاد کو دیا۔ جو کچھ میں نے کیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی اے بیٹا کیا کہتا تیرا

لیکن مصلحت تیرے بچا زاد بھائی کے لیے ہے جو اولاد ابو طالبؑ میں سے ہیں اس میں ہے جو میں نے تجھے کہا ہے۔ تو مامون نے کہا وہی ہوگا جو تم چاہتی ہو۔

پس بنی عباس کو اکٹھا کیا اور سیاہ لباس منگوا کر پہنا، سبز لباس کو ترک کیا اور باقی لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یعنی بغداد میں صرف آٹھ دن سبز لباس پہنا گیا تھا۔ صولی نے ذکر کیا ہے کہ مامون حضرت علیؑ سے محبت کرتا تھا۔ اس نے اطراف مملکت میں لکھ کر بھیجا تھا کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کے بعد افضل مخلوق ہیں اور یہ کہ معاویہ کا ذکر خیر سے نہ کیا جائے اور جو معاویہ کو اچھائی کے ساتھ یاد کرے اس کا خون و مال مباح ہے۔ صولی کہتا ہے کہ مدح حضرت علیؑ میں مامون کے یہ اشعار ہیں:

الامام علی حب الوصی ابی الحسن وذالک عندی من عجائب ذی الزمن
خلیفة خیر الناس و الاول الذی اعان رسول اللہ فی السر و العلن

(میں ابوالحسن وصی رسول کی محبت میں ملامت کیا جاتا ہوں اور یہ بات میرے نزدیک عجائبات میں سے ہے۔ وہ علیؑ سب لوگوں میں سے بہترین شخص کے خلیفہ و جانشین تھے اور وہی پہلے فرد ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی پوشیدہ اور بہ ظاہر مدد کی ہے) اور مامون کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں:

لا تقبل تسویة من تائب الا یحب ابن ابی طالب
اخو رسول اللہ حلف الہدی والاخ فوق الخل و الصاحب
ان مال ذوالنصب اے جانب ملت من الشیخ اے جانب
اکون فی ال نبی الہدی خیر نبی من نبی غالب
جہم فرض نوذی بہ کمثل حج لازم واجب

ترجمہ: کسی شخص کی تو یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت کے بغیر قبول نہیں ہو سکتی۔

وہ رسول اللہؐ کے بھائی اور صاحب ہدایت تھے اور بھائی دوست اور صحابی سے

بلند ہوتا ہے اگر ناصبی کسی طرف مائل ہو تو میں شیعہ کے ساتھ دوسری طرف جھکوں گا۔

میں بنی ہادی کی آل کے ساتھ رہوں گا وہ بنی جو اولاد غالب میں سے تھا۔

آل نبی کی محبت فرض و واجب ہے جیسے ہم حج واجب کی طرح ادا کرتے ہیں۔
حضرت علی بن موسیٰ رضا کی مدح میں ابو نواس کہتا ہے:

قیل لی انت اوحّد الناس فی کلام من القال بدیہ
لک فی جوہر الکلام فنون نیشو الدر فی بدی مجنیہ
فعل ماترکت مدح ابن موسیٰ والخصال التی تجهن فیہ
قلت لا اھتدی طرح امام کان جبریل خادم لابیہ

ترجمہ: مجھ سے کہا گیا کہ تو ہر نبی البدیہ کلام میں گفتگو کرنے کے لحاظ سے وحید
زمانہ ہے۔ تیرے لیے جو ہر کلام میں کئی فن ہیں جن سے چننے والے کے ہاتھ میں موتی
بکھر جاتے ہیں۔ تو نے موسیٰ کے فرزندوں کی مدح اور ان میں جو خصال جمع ہیں ان کا
تذکرہ کیوں چھوڑ دیا۔ تو میں نے کہا اس امام کی مدح کی مجھ میں طاقت نہیں کہ جبریل
جس کے باپ کے خادم تھے۔

اولاد

۱۔ محمد امام ابو جعفر ثانی۔ ۲۔ جعفر۔ ۳۔ ابو محمد حسن۔ ۴۔ ابراہیم اور ۵۔ ایک بیٹی۔

ذبح عظیم

اس کتاب میں محقق لائٹانی حضرت فوق بلگوا امی نے سرکار سید
الشمہ ہداء کی پیدائش سے شہادت عظمیٰ تک نہایت اچھوتے انداز میں
امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمری پیش کی ہے۔

امام محمد جواد

محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور بعض کہتے ہیں ابو جعفر تھی۔ ان کی ولادت ۱۹۵ھ میں اور وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی ان کی عمر ۲۵ سال تھی۔ وہ اپنے علم، تقویٰ اور زہد و سخاوت میں اپنے باپ کی طرح تھے۔ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ مامون کے پاس تشریف لائے اس نے آپ کی عزت و کرم کی اور وہ کچھ دیا جو آپ کے والد گرامی کو دیتا تھا۔ اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح بھی آپ کے ساتھ کیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔

مورخین نے اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ شادی آپ کے والد کی وفات سے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں! شیعہ امامیہ ایک طویل روایت بیان کرتے ہیں کہ مامون نے جب آپ کی شادی کی تو محمد جواد کی عمر سات سال اور کچھ مہینے تھی اور یہ کہ خطبہ نکاح آپ ہی نے پڑھا۔ بنی عباس مامون کے خلاف بھڑکے انھوں نے قاضی یحییٰ بن اشم کو رشوت دی۔ تاکہ وہ کچھ مسائل بنا کر پیش کرے۔ جن میں محمد جواد کی غلطی معلوم ہو اور ان کا امتحان کیا جائے اور یہ کہ محمد جواد نے سب مسائل کا جواب شافی دیا۔ یہ حدیث طویل ہے جسے مفید نے کتاب ارشاد میں ذکر کیا ہے۔ آپ کا لقب مرتضیٰ اور قانع تھا۔ آپ کی وفات ۵ ذی الحجہ کو بغداد میں ہوئی اور اپنے جد بزرگوار موسیٰ بن جعفر کے پہلو میں قبرستان قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر معلوم ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے آپ کی والدہ سیکرہ تھیں۔ کئی اولادیں تھیں جن میں مشہور امام علی (نقی) ہیں۔

آپ کی تاریخ ولادت ۱۹۵ھ اور تاریخ شہادت ۲۲۰ھ ہے آپ کو محرم

عباسی نے زہر دیا۔

حضرت ہادی (علی نقیؑ)

جناب علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور ان کی کنیت ابوالحسن عسکری ہے آپ عسکری کے لقب سے اس لیے مشہور ہیں کیونکہ جعفر متوکل نے آپ کو مدینہ سے بغداد اور وہاں سے سامرہ کی طرف بھیجا۔ آپ وہاں بیس سال کئی مہینے رہے۔ آپ کے القاب متوکل اور نقی ہیں آپ کی والدہ کا نام سمانہ غریبہ ہے۔

مورخین کا کہنا ہے کہ متوکل نے آپ کو مدینہ سے بغداد اس لیے بلایا تھا کہ متوکل حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے بہت بغض رکھتا تھا۔ اسے خبر ملی کہ مدینہ میں امام علی نقیؑ کا مقام بہت اونچا ہے اور یہ کہ لوگ آپ کی طرف بکثرت مائل ہیں جس سے اسے ایک خوف لاحق ہوا۔ اس نے یحییٰ بن ہرثمہ کو بلایا اس سے کہا کہ مدینہ جاؤ اور ان کے حالات کا معائنہ کرو اور انھیں ہمارے پاس لے آؤ۔

یحییٰ کہتا ہے پس میں مدینہ گیا اور جب مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ کی چیخ و پکار اتنی زیادہ بلند ہوئی کہ وہی چیخ و پکار اہل مدینہ نے کبھی نہیں سنی تھی۔ (یہ سب کچھ علی نقیؑ پر تشدد کی وجہ سے تھا) گویا لوگوں پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ کیونکہ آپ اہل مدینہ پر بہت کچھ احسانات کرتے اور مسجد میں رہتے تھے۔ ان کا میلان دنیا کی طرف بالکل نہ تھا۔ یحییٰ کہتا ہے کہ میں اہل مدینہ کو سکون و اطمینان کی تلقین کرتا اور قسمیں کھاتا کہ مجھے ان حضرت کے متعلق کوئی برا حکم نہیں دیا گیا اور حضرت پر کسی قسم کا کوئی خوف نہیں پھر میں نے آپ کے گھر کی تلاشی لی تو اس میں چند صحیفوں دعاؤں اور کتب علیؑ کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ پس آپ کی عظمت میری نظروں میں بیٹھ گئی اور میں خود ان کی خدمت کرتا اور ان سے اچھا برتاؤ کرتا۔ پس جب میں انھیں لے کر بغداد پہنچا تو پہلے پہل اسحاق بن ابراہیم طاہری

کے پاس گیا۔ وہ بغداد کا حاکم تھا۔ تو اس نے مجھ سے کہا اے یحییٰ تحقیق یہ وہ شخص ہے جسے رسول اللہ نے جنم دیا ہے (یعنی فرزند رسول ہے) اور متوکل کو تو جانتا ہے۔ اگر تو نے اسے ان کے خلاف اکسایا تو وہ انھیں قتل کر دے گا۔ اور قیامت کے دن رسول اللہ تیرے دشمن ہوں گے تو میں نے کہا خدا کی قسم میں نے ان سے امر جمیل کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

پھر میں آپ کو لے کر سامرہ میں گیا اور سب سے پہلے وصیف ترکی سے ملا اور اسے خبر دی کہ آپ آگے ہیں۔ اس پر اس نے کہا خدا کی قسم اگر ان کا بال بھی برکا ہوا تو اس کا مواخذہ (بروز قیامت) تجھ سے ہی کیا جائے گا۔

یحییٰ کہتا ہے مجھے تعجب ہوا کہ کس طرح وصیف کی بات اسحاق کے قول کے موافق تھی۔

پس جب میں متوکل کے پاس گیا تو اس نے آپ کے متعلق سوال کیا۔ میں نے آپ کی حسن سیرت، سلامتی، طریق اور ورع و پرہیزگاری کی خبر دی اور یہ کہ میں نے آپ کے گھر کی تلاش کی تو مجھے سوائے مصاحف اور کتب علمی کے کچھ نہ ملا اور اہل مدینہ آپ پر خوف اور ڈر محسوس کرتے تھے۔ پس متوکل نے آپ کی تکریم کی اور زیادہ احسان کیا اور سامرہ میں اپنے قریب ہی رہنے کو مکان دیا۔

یحییٰ ابن ہرثمہ کہتا ہے اس واقعہ کے کچھ دن بعد متوکل بیمار ہو گیا اور نذر مانی کہ اگر شفا یاب ہوا تو دراہم کثیرہ صدقے کرے گا۔ جب صحت یاب ہو گیا تو فقہاء سے اس بارے میں سوال کیا (کہ کتنے دراہم صدقے دوں) لیکن ان سے عقدہ کشائی نہ ہو سکی۔ اس نے پھر کسی کو حضرت علی نقی کی خدمت میں بھیجا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ۸۳ دینار صدقہ کرے۔ تو متوکل نے کہا یہ فتویٰ آپ نے کہاں سے دیا۔ فرمایا خداوند عالم کے اس قول سے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ (بیشک خدا نے تمہیں مواطن کثیرہ اور حنین کے دن نصرت عنایت کی) اور مواطن کثیرہ یہی بنتے ہیں۔ پس متوکل اور تمام فقہاء نے اس جواب پر تعجب کیا۔

متوکل نے آپ کی خدمت میں مال کثیر بھیجا اور کہا کہ اس جواب کی بنا پر آپ

جتنا چاہیں صدقہ کیجئے۔

اور ابوالحسن مسعودی نے کتاب مروج الذهب میں ذکر کیا ہے کہ متوکل کے پاس کسی نے چغلی کی کہ علی بن محمد کے گھر میں اہل قم کے شیعوں کے خطوط اور ہتھیار ہیں اور وہ حکومت کے خلاف خروج کرنے والے ہیں۔ پس متوکل نے ترک فوجوں کی ایک جماعت آپ کے گھر بھیجی پس ان لوگوں نے رات کے وقت اچانک آپ کے گھر پر بلہ کیا لیکن انھیں وہاں کچھ نہ ملا اور آپ کو ایک بند کمرے میں پایا۔ آپ نے اون کی ایک قیص پبئی ہوئی تھی اور بنیر فرش کے ریت اور کنکریوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن مجید کی آیات تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کو اسی حالت میں متوکل کے پاس لایا گیا۔ ان ترکوں نے متوکل سے کہا ہمیں ان کے گھر کوئی چیز نہیں ملی اور انھیں ہم نے قبلہ رو بیٹھے قرآن پڑھتے پایا ہے۔ متوکل اس وقت مجلس شراب میں تھا پس حضرت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ کاسہ شراب متوکل کے ہاتھ میں تھا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اسپر ایک بیت طاری ہوگئی فوراً آپ کی تعظیم کی اپنے پہلو میں بٹھایا اور وہ پیالہ آپ کو پیش کیا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میرے گوشت اور خون میں کبھی شراب داخل نہیں ہوئی۔ پس مجھے اس سے معاف کرو۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کچھ اشعار پڑھیے آپ نے فرمایا میں شعر بہت کم کہتا ہوں تو متوکل نے کہا کچھ نہ کچھ ضرور سنائیے تو حضرت علی نقیؑ نے یہ اشعار پڑھے:

باتوا علی تلک الاجبال تحرسہم	غلب الرجال فما اغتہم القلک
واستنزلوا بعد عزم من معاقلہم	واسکنوا حضرا یا بنس مانزلوا
ناواہم صارخ من بعد دفنہم	این الاماور اوالتیجان والحلل
این وجوہ التی کانت منعمہ	من دونہا تضرب الاستاد والکلل
فاصفح القبر عنہم فیہ سائلہ	تلک الوجوہ علیہا اللود یقتل
قد لمال ما اکلوا دہراً وما شربوا	فاصبحو بعد طول الاکل قد اکلوا

ترجمہ: رات گزاریں ان لوگوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کہ ان کی حفاظت کر

رہے تھے موٹی گردن والے اشخاص پس پہاڑوں کی چوٹیاں انھیں بے پرواہ نہ کر سکیں۔ عزت و توقیر کے بعد ذلت کے ساتھ ان قلعوں سے نیچے اتارے گئے اور مٹی کے گڑھوں میں سکونت دی گئی کس قدر بری جگہوں میں اتارے گئے ہیں۔ انھیں دفن ہو جانے کے بعد ایک شخص نے چیخ کر کہا، کہاں ہیں لنگن تاج اور لباس! کہاں ہیں وہ چہرے جو ناز اور نعمتوں سے پلے تھے کہ جن کے سامنے حریری پردے لٹکے ہوئے ہوتے تھے۔ پس سوال کرنے والے کو واضح طور سے قبر سے جواب ملا ان چیزوں پر حشرات الارض ڈیرا ڈالے ہوئے ہیں جو ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ کتنے طویل زمانہ تک یہ لوگ کھاتے اور پیتے رہے پس اب ان کو کھایا جاتا ہے۔

پس متوکل رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی حاضرین بھی رونے لگے۔ متوکل نے آپ کو چار ہزار دینار دے کر عزت و تکریم کے ساتھ آپ کو رخصت کیا۔

یحییٰ بن ہبیرہ کہتا ہے کہ فقہانے متوکل کے سامنے مذاکرہ کیا کہ کس نے حضرت آدمؑ کا سر موٹا تھا لیکن ان پر اس کا انکشاف نہ ہو سکا کہ کس نے موٹا تھا تو متوکل نے کہا کہ کسی کو علی بن محمد بن رضا کی طرف بھیجو اور انھیں اس مجلس میں بلایا جائے آپ تشریف لائے تو آپ سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے اپنے جد بزرگوار سے انھوں نے اپنے جد سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ جنت کے بواقیت میں سے ایک یا قوت لے جائے۔ پس جبرئیل وہ یا قوت لے کر آئے اور وہ آدمؑ کے سر پر پھیرا۔ جس سے ان کے بال جھڑ گئے۔ پس جہاں تک اس یا قوت کا نور پہنچا وہ جگہ حرم ہو گئی اور یہ روایت موضوعاً رسول اللہ سے بھی نقل ہے۔

(آپ کی حقیقت تاریخ ۵ رجب ۲۱۲ھ ہے اور تاریخ وفات ۳ رجب ۲۵۴ھ آپ کو حضرت عباسی نے زہر سے شہید کیا)

وفات

حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہما نے جمادی الآخر ۲۵۳ھ میں سامرہ میں وفات پائی۔ آپ مدینہ میں ماہ رجب ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ وقت وفات آپ کا سن مبارک چالیس سال تھا۔ آپ کی وفات معتر باللہ کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ سامرہ میں دفن ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔

اولاد

آپ کی اولاد میں سے امام حسن عسکری ہیں۔

اقبال در مدح محمد و آل محمد

یہ کتاب سید احسن عمرانی کی فکری کاوشوں کا نتیجہ ہے جس میں فاضل مصنف نے علامہ اقبال کے اشعار کو قرآن، احادیث نبوی اور تاریخ کی روشنی میں نہایت دلکش پیرائے میں پیش کیا ہے۔

حضرت حسن عسکریؑ

وہ جناب حسن بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن

ابی طالبؑ ہیں۔

آپ کی والدہ کنیز ہیں جن کا نام سوسن ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو عسکری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ۲۳۱ھ میں سامرہ میں پیدا ہوئے اور سامرہ میں ہی ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا سن مبارک ۲۹ سال تھا۔ یہ معتمد علی اللہ کا زمانہ حکمرانی تھا۔ آپ عالم ثقہ تھے۔ آپ اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے۔ آپ کے احادیث میں سے شراب کے متعلق آپ کی حدیث عجیب و غریب ہے۔

میرے (مؤلف) کے جد مادری ابو الفرج نے اپنی کتاب مسیٰ تحریم خمر میں ذکر کیا ہے اور میں نے ان کے خط سے ہی نقل کیا ہے اور انھیں کہتے بھی سنا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے عبد اللہ بن عطا ہروی کو کہتے سنا کہ وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین علوی کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے حسن بن علی عسکری کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن محمد کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے علی بن محمد کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر عالی قدر موسیٰؑ کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت جعفر بن محمد کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد محمد بن علی کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار علی بن حسین کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں

کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار علی ابن ابی طالب کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں میں اللہ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے محمد رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے میکائیل کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسرافیل کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتا ہے میں نے لوح محفوظ پر خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ کہتا ہے میں نے خداوند عالم کو ارشاد فرماتے سنا کہ شراب پینے والا بت پرست ہے۔ جہاں میرے جد مادری نے یہ حدیث نقل کی ہے کتاب تحریم الخمر میں تو کہا ہے کہ ابو نعیم فضل بن وکیع کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے کہ جسے عمرت طیبہ طاہرہ نے روایت کیا ہے اور ایک جماعت نے بھی روایت کیا ہے جن میں ابن عباس ابو ہریرہ انس اور عبداللہ بن ابی روفی سلمی وغیرہ ہیں۔

وفات

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؑ کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی ہے۔

اولاد

آپ کی اولاد میں سے حضرت امام محمد ہیں۔

(آپ کی ولادت ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ کو ہوئی اور محمد عباسی کے حکم سے سامرا میں بوقت صبح بروز جمعہ ۸ ربیع

الاول ۲۶۰ھ زہر دیا گیا)

حضرت حجت مہدی علیہ السلام

وہ جناب محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن
الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو القاسم ہے۔ وہ جناب
خلف حجت صاحب الزمان قائم منتظر اور تالی ہیں اور وہ جناب آخری امام ہیں۔

ہمیں عبد العزیز بن محمود بن یزاز نے ابن عمر سے حدیث بیان کی ہے۔ وہ کہتا
ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا آخری زمان میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج کرے گا
جس کا نام میرا نام اور جس کی کنیت میری کنیت ہے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر
دے گا جیسے کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہوگی۔ پس یہ جناب وہی مہدی ہیں یہ حدیث مشہور
ہے۔

ابو داؤد اور زہری نے حضرت علیؑ سے اسی مفہوم کی حدیث نقل کی ہے۔ اس
میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر زمانہ میں سے صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے تو بھی خدا
میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا اور
اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ آپ کو دو ناموں والا کہا جاتا
ہے۔ محمد اور ابو القاسم۔ کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ کنیز تھیں جن کا نام حقیقہ ہے۔

سدی نے کہا ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ جمع ہوں گے پس
نماز کا وقت آئے گا تو حضرت مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کہیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ تو
حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ آپ نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرت عیسیٰؑ امام
مہدیؑ کے پیچھے ماموم ہو کر نماز پڑھیں گے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں اگر حضرت مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے نماز پڑھتے
تو جائز نہ ہوتا اور اس کی دو وجہیں ہیں:

- ۱۔ یہ کہ حضرت مہدیؑ نماز میں ماموم ہونے کی وجہ سے امامت سے نکل جاتے اور تابع ہو جاتے (حالانکہ آپ امام اور متبوع ہیں) اور
- ۲۔ یہ کہ چونکہ سرکار رسالت مآبؐ فرما چکے تھے کہ لانیبی بعدی اور تمام شریعتیں فتح ہو گئی تھیں۔ پس اگر عیسیٰؑ مہدیؑ کو نماز پڑھاتے تو لانیبی بعدی والا ارشاد غبار شبیہ سے گدلا ہو جاتا۔

تمام امامیہ (اثنا عشریہ) کا اعتقاد یہ ہے کہ خلف حجت موجود ہیں وہ زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں اور آپؐ کی حیات پر کئی دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ کئی لوگ ہیں جو طویل عمر میں مثلاً حضرت الیاسؑ کیونکہ معلوم نہیں کہ ان کی کتنی عمر ہے اور وہ دونوں ہر سال اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ ان کے کچھ بال لیتا ہے اور وہ ان کے اور توراہ میں ہے کہ ذوالقرنین تین ہزار سال زندہ رہے اور مسلمان کہتے ہیں کہ ڈیڑھ دو ہزار سال!

محمد ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عوج بن عقیق تین ہزار چھ سو سال زندہ رہا۔ وہ حضرت آدمؑ کی گود میں پیدا ہوا اور عناق اس کی ماں تھی اور اسے حضرت موسیٰ بن عمران نے قتل کیا تھا۔ اس کا باپ سیمان تھا اور ضحاک کہ جس کا نام بیوا سب ہے ہزار سال زندہ رہا اور اسی طرح طہورث بھی!

اور انبیاء میں سے بہت سے افراد ہیں جو ایک ہزار یا اس سے زیادہ سال زندہ رہے مثلاً آدمؑ نوحؑ شیدؑ اور اسی قسم کے انبیاء اور قہتان نو سو سال زندہ رہا۔ مہلا نیل آٹھ سو سال زندہ رہا۔ نفیل بن عبد اللہ سات سو سال اور سٹح کا بن کہ جس کا نام ربیعہ بن عمرو تھا چھ سو سال عامر بن حزاب پانچ سو سال زندہ رہا یہ عرب کا بادشاہ تھا۔ اسی طرح تیم اللہ بن ثعلبہ اور اسی طرح سام بن نوح یعنی یہ لوگ پانچ سو سال زندہ رہے اور بعض تین سو سال کہتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ طویل عمر زندہ رہے۔

(آپ کی والدہ کا اسم گرامی زحس خاتون ہے۔ آپ کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ کو ہوئی۔ ۲۶۰ھ سے نبیت صغریٰ میں آگئے اور ۱۵ شعبان ۳۲۹ھ سے نبیت کبریٰ شروع ہوئی)

مدح آئمہ علیہم السلام

تمام آئمہ کی مدح کو ابو الفضل یحییٰ بن سلامہ نھکنفی نے اپنے مشہور قصیدہ میں لکھا کیا ہے۔ جو مجھے بغداد کے بہت سے اساتذہ نے سنایا ہے۔ نھکنفی بغداد میں آیا تھا اور زکریا تمیزی خطیب سے اس کی ملاقات ہوئی اور اسے اپنا کلام سنایا جس میں یہ قصیدہ بھی تھا۔ نھکنفی میا فارقین کے علاقہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوا۔ اس قصبہ کا نام طبری تھا۔ اس کی نشوونما حصن کیغا میں ہوئی پھر یہ میا فارقین کی طرف منتقل ہو گیا۔ یہ ایک عالم اور نثر و نظم میں فصیح و بلیغ تھا۔ اس کی وفات ۵۵۳ھ میں ہوئی۔

قصیدہ خاصا طویل ہے یہاں صرف وہی اشعار نقل کیے جاتے ہیں جن میں آئمہ اہلبیت کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

وسائل عن حب اهل البيت هل
اقرا اعلانا به ام امجد
اور کتنے ہی لوگ محبت اہلبیت کے متعلق سوال کرتے ہیں کیا علی الاعلان بتاؤں یا انکار
کروں۔

ھیہات ممزوج بلہی ودمی جہم و هو الہدی والرشد
لیکن انکار کرنا عبث ہے کیونکہ ان کی محبت میرے گوشت و خون میں جاری و
ساری ہے وہ راشد تھے۔

حیدرۃ وحنان بعدہ ثم علی وابنہ محمد
حیدر ہیں ان کے بعد حسین ہیں۔ پھر علی اور ان کے بیٹے محمد ہیں۔

جعفر الصادق و ابن جعفر موسیٰ و یثلوہ علی السید
جعفر صادق اور جعفر کے بیٹے موسیٰ اور ان کے بعد سردار علی ہیں۔

اعنی الرضی ثم ابنہ محمد ثم علی وابنہ المسدد

میری مراد رضا ہیں پھر ان کے بیٹے محمد پھر علی اور ان کے صالح بیٹے۔

الحسنؑ التالی ویتلو تلوہ محمد بن الحسنؑ المفتقد
حسنؑ پچھلے ہیں اور ان کے بعد محمد بن حسنؑ غائب ہیں۔

فانہم ائمتی و ساداتی وان لجانی معشر و فندد
پس یہ میرے امام اور سید ہیں اگرچہ لوگ مجھ پر لعنت کریں اور کم عقل کہیں۔

ائمہ اکرم بہ ائمة اسمائہم مسطورة تطرد
وہ امام ہیں اور کتنے اچھے امام ہیں ان کے نام لکھے ہوئے عام الاستعمال ہیں۔

ہم حجیح اللہ علی عبادہ و ہم الیہ نہج و مقصد
وہ اللہ کی تجتیل ہیں اس کے بندوں پر اور وہ اس تک پہنچنے کا راستہ اور مقصد ہیں۔

کل النهار و صوم لربہم فی الیدیاجسی رکع و سجد
وہ سارا دن روزہ دار ہیں اپنے رب کے لیے اور تاریکی شب میں رکوع و سجود کرتے ہیں۔

قوم اتی فی ہل اتی مدیحہم ہل شک ذالک الاملحد
یہ وہ لوگ ہیں جن کی مدح سورہ ہل اتی میں آئی ہے اور اس میں کافر کے علاوہ کسی کو شک نہیں۔

قوم لہم فی کل ارض مشہد لابل لہم فی کل قلب مشہد
یہ وہ لوگ ہیں جن کی ہر زمین میں قبر ہے، بلکہ ہر دل میں قبر ہے۔

قوم منی و مشعر ان لہم و المردتان لہم و المسجد
یہ وہ لوگ ہیں کہ منی و عرفات و مشعر انبی کے لیے ہیں صفا و مروہ و مسجد بھی انہی کے واسطے ہیں۔

قوم لہم مکہ و الابطح و الحنیف و جمع و البقیع الغرقد
یہ لوگ ہیں جن کے لیے مکہ، بطن، حنیف جمع جنت البقیع سب کچھ ہیں۔

قوم لہم فضل و مجد باذخ یعرفہ المشرک و الموحد

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بلند زندگی ہے جسے مشرک و موحد جانتا ہے۔

ما صدق الناس والا تصدقوا مانکوا دافطر و او عیدر
نہ لوگ سچ بولتے نہ صدقہ دیتے نہ حج کے افعال بجالاتے نہ فطرہ و عید کرتے۔

ولا غزرا و اوجبوا محادلا صلوا و لا صامو و لا تعبدوا
نہ جنگ کرتے نہ حج کو واجب سمجھتے نہ نماز و روزہ و عبادات بجالاتے۔

لولا رسول اللہ و هو جلہم یا حیذا الوالد و الولد
اگر رسول اللہ نہ ہوتے جو کہ ان آئمہ کے جد بزرگوار ہیں کیا بہترین باپ اور
اولاد ہے۔

ومصرع اللطف فلا اذکره وفي الحشلعنه لصیب یقده
اور کر بلا کے مقتولوں کو تو میں یاد ہی نہیں کر سکتا کہ دل میں ایک آگ جل رہی
ہے۔

یبری الفرات بن رسول اللہ کامیا یلقی الروی و ابن الاعی یرد
دریائے فرات کو فرزند رسول دیکھ رہا تھا وہ پیا سامارا گیا اور حرا مزادہ پیتا رہا۔
حسبک یا هذا وحسب من بغی علیہم یوم المعاد الصمل
اے فلا نے تیرے اور جوان پر بغاوت کرے اس کے لیے قیامت کے دن
خدا نے بے نیاز کافی ہے۔

یا اہلبیت المصطفیٰ یا عدتی ومن علیٰ حبہم اعتمد
اے اہل بیت مصطفیٰ میرے زار راہ اور وہ کہ جن کی محبت پر مجھے ٹھروسہ ہے۔

انتم اے اللہ عند اوسیلتی فکیف اشقی و بکم اعتضد
کل اللہ کے پاس تم بھی میرا وسیلہ ہو پس میں کس طرح بد بخت ہو سکتا ہوں
جبکہ آپ سے مدد طلب کرتا ہوں۔

ولیکم فی الخلد حی خالد والضد فی نار یظنی معخلد
تمہارا دوست ہمیشہ غلد میں زندہ رہے گا اور دشمن ہمیشہ آگ کے شعلوں میں جلتا

رہے گا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

باربعة اسماء كل محمد واربعة اسماء كل علي

چار ناموں کا واسطہ جو محمد ہیں اور دوسرے چار نام جو علی ہیں ان کا واسطہ

بالحسنين السيدين و جعفر و موسى اجرني اننى لهم ولى

اور حسینؑ کا صدقہ جو سردار ہیں اور جعفرؑ موسیٰؑ کی وجہ سے مجھے پناہ دے میں

ان کا موالی ہوں۔

میں کہتا ہوں امام کے لیے شرط ہے کہ وہ معصوم ہوتا کہ وہ غلطی میں مبتلا نہ ہو اور

کسی اصلاح کرنے والے کا محتاج نہ ہو۔ ورنہ تسلسل غیر متناہی لازم آئے گا اور تسلسل

محال ہے اور چونکہ یہ اللہ کی حجت ہیں اس کے بندوں پر اور حجت کی شرط یہ ہے کہ وہ ہر

عیب سے پاک ہو۔

فوق بلگرامی کی اہم تصانیف

اسوة الرسول (اول) سراج المبين في تاريخ امير المؤمنين

اسوة الرسول (دوئم) ذبح عظيم

اسوة الرسول سوئم) ماثر الباقريه

اسوة الرسول (چارم) آثار جعفرية

الزهراء*

در مقصود

صفات و اخلاق آئمہ طاہرینؑ

اب ذکر کیا جاتا ہے ان واقعات کا جو ان کی ذریت ان کے اچھے اخلاق اور بہترین صفات میں ہم تک پہنچے ہیں:

حکایت

ہمیں عبدالملک مظفر بن غالب حری نے اپنی سند سے بیان کی ہے کہ عبداللہ بن مبارک ایک سال حج کر رہا تھا اور ایک سال جہاد کرتا تھا اور یہ کام اس نے پچاس سال تک کیا وہ کہتا ہے کہ جب وہ سال آیا جس میں حج تھا تو میں اپنی آستین پانچ سو دینار ڈالے اور اونٹوں کی منڈی کی طرف کوفہ روانہ ہوا تا کہ اونٹ خرید کروں۔ پس میں نے ایک عورت کو ایک مزیلہ پر دیکھا کہ وہ ایک مردار لٹخ کے پر کھینچ رہی ہے۔ میں اس کی طرف بڑھا اور کہا یہ کیا کر رہی ہو تو اس خاتون نے کہا اے اللہ کے بندے ایسی بات نہ پوچھو جو تمہارا مقصود نہیں۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے کلام سے میرے دل پر کچھ اثر ہوا اور میں اصرار کرنے لگا تو اس نے کہا اے خدا کے بندے تو نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اپنا بھید تیرے سامنے ظاہر کروں اور میں اولادِ علیؑ سے ہوں میری چار یتیم بیٹیاں ہیں کہ تھوڑا عرصہ ہوا ان کا باپ مر گیا ہے اور آج جو تھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا لہذا ہمارے لیے اب مردار حلال ہے پس اسی لیے میں نے یہ لٹخ اٹھائی ہے کہ اسے صاف کر کے اپنی بیٹیوں کے پاس لے جاؤں تا کہ یہ ہمارا پیٹ بھر سکے۔ میں نے اپنے دل میں کہا وائے ہو تجھ پر اے مبارک کے بیٹے تو اس بات سے غافل کیوں ہے؟ میں نے اس خاتون سے کہا اپنی گود پھیلا۔ اس نے دامن پھیلا یا تو میں نے وہ دینار اس کی چادر میں ڈال دئے۔ اور وہ سر نیچا کیے ہوئے میری طرف دیکھتی رہی۔ میں سیدھا اپنے گھر چلا آیا خدا نے اس سال میرے دل سے حج کی خواہش محو کر دی پھر میں اپنے وطن چلا گیا۔ اور وہیں رہا یہاں

تک کہ لوگ حج سے فارغ ہو کر لوٹے۔ میں بھی اپنے بڑوں بیوں اور دوستوں کے استقبال کے لیے نکلا۔ پس جسے بھی میں کہتا تھا کہ خداوند عالم تیری دعا قبول اور تیری کوششوں کو مشکور فرمائے تو وہ میرے متعلق بھی یہی الفاظ کہتا اور کہتا کیا فلاں مقام پر تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔ اکثر حاجیوں نے مجھ سے اسی قسم کے الفاظ کہے۔ میں اسی شش و پنج میں رات کو سو گیا۔ میں نے عالم رویا میں رسول اللہ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں اسے عبد اللہ تعجب نہ کر چونکہ تو نے میری اولاد میں سے ایک مصیبت زدہ خاتون کی فریادری کی پس میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی ہے کہ وہ تیری صورت میں ایک فرشتہ پیدا کرے جو تیری طرف سے ہر سال قیامت تک یہ عمل کرتا رہے۔ اب تم چاہو حج کرو یا نہ کرو۔

یہ حکایت ایک دوسرے طریقے سے بھی منقول ہے اور وہ یوں ہے کہ اس ابن مبارک کا چھوٹا سالز کا بعض سادات کے گھر گیا۔ پس اس نے انہیں دیکھا کہ وہ گوشت کھا رہے ہیں لیکن اس بچے کو کھانا نہ دیا۔ وہ روتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا۔ ابن مبارک نے اس سے روتے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا میں فلاں شخص کے گھر گیا وہ بیچ کا گوشت کھا رہے تھے لیکن مجھے نہیں دیا۔ وہ سادات اس کے پڑوسی تھے۔ پس عبد اللہ نے کسی کو بھیجا جس نے جا کر انہیں ملامت کی تو اس بڑھیا نے پیغام بھیجا کہ تو نے ہمیں اپنے حالات کو ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تحقیق کہ برکان کا مالک فوت ہو گیا ہے اور کچھ پیسے بچے چھوڑ گیا ہے۔ ہمیں پانچ دن ہو گئے ہیں کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا۔ اور آج میں ایک حرمہ کی طرف گئی تو وہاں ایک مردار بیچ دیکھی۔ میں اسے اٹھالائی اور صاف کیا۔ اور تیرا بیٹا اس وقت ہمارے پاس آیا جب ہم اسے کھا رہے تھے۔ میرے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ میں اسے یہ مردار کھلاتی۔ جب کہ اسے حلال مل سکتا ہے اور اس میں حلال کی قدرت ہے۔ پس ابن مبارک رو پڑا اور انہیں پانچ سو دینار بھیجے اور اس وجہ سے وہ اس سال حج کو نہ جا سکا اور خواب دیکھا۔

حکایت

مجھ سے ابو محمد عبد الوہاب مرقی نے بیان کیا کہ میرے ایک پڑوسی نے بیان کیا

کہ میرا ایک دوست تھا اولادِ حسینؑ میں سے جو نہایت مفلوک الحال تھا میں اس سے سلوک کرتا رہتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک سال حج کے لیے گیا اور جب واپس آیا تو اس کی حالت کچھ بہتر ہو چکی تھی۔ میں نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا میں نے اس سال حج کیا ہے میں فقیر تھا اور پیدل چل رہا تھا پس میں تین دن اس حالت میں رہا۔ مجھے کھانا بھی نہ ملا۔ میں چل رہا تھا کہ میرے پاؤں سے کوئی چیز ٹکرائی۔ وہ ایک تھیلی تھی جسے میں نے اٹھالیا۔ اسے کھولا تو اس میں ہزار دینار تھے پس میں نے دل میں کہا کہ اس میں تصرف کر اور اس سے کھانا خرید کر۔ نفس بہت مصر رہا لیکن میں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم جب تک اس کی ملکیت ظاہر نہ ہو۔ پس میں نے اچانک ایک منادی کو ندا کرتے سنا میں نے اس کے مالک سے کہا تم کیا دو گے اس شخص کو جسے وہ ملی ہے۔ کہنے لگا کیا دوں۔ میں نے کہا سو دینار۔ کہنے لگا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ ایک دینار کہنے لگا کہ نہیں ایک دینار بھی نہیں دے سکتا۔ میں نے وہ تھیلی اس کی طرف پھینک دی۔ پس اس نے میری طرف دیکھا اور پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا بغداد کا۔ کہنے لگا کیا کام کرتے ہو۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں میں ایک سید ہوں میرے لیے کوئی کارگیری نہیں۔ اس نے کہا کس کی اولاد میں سے ہو میں نے کہا اولادِ حسینؑ میں سے۔ کہنے لگا تجھے کون پہچانتا ہے میں نے کہا حاجی لوگ۔ پس ایک گروہ آیا جس نے مجھے پہچانا۔ پس اس نے وہ تھیلی میری طرف پھینک دی اور کہنے لگا لے جاؤ۔ تو میں نے اس سے کہا تم تو ایک دینار دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ یا اب سارے دے رہے ہو کہنے لگا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ میرے پاس امانت تھی جو خراسان کی طرف سے آئی ہے اور اس کے مالک نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ صرف اس سید کو دوں جو اولادِ حسینؑ ہو۔ اور تم ایسے ہی ہو۔ پس میں نے وہ تھیلی لے لی اور میرے حالات درست ہو گئے۔

حکایت

میں نے عبد اللہ بن احمد مقدسی سے ۶۴ھ میں پڑھا وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب ملتقط میں پڑھا اور ملتقط میرے جد مادری ابو الفرج کی کتاب ہے وہ کہتا ہے کہ

بلخ میں ایک شخص اولاد علیؑ میں سے رہتا تھا اس کی ایک بیوی اور چند لڑکیاں تھیں وہ شخص فوت ہو گیا۔ اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں شامت اعدا کے خوف سے بلخ سے نکل کر سمرقند کی طرف اپنی بیٹیوں کو لے کر روانہ ہوئی جب ہم اتفاقاً سخت سردی کے وقت وہاں پہنچے میں نے اپنی لڑکیوں کو ایک مسجد میں بیٹھایا اور خود شہر کو چلی تاکہ ان کے کھانے کے لیے کوئی انتظام کروں۔ میں نے ایک جگہ لوگوں کو ایک شیخ کے گرد جمع دیکھا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رئیس شہر ہے۔ پس میں یہ سن کر اس کے نزدیک گئی اور اس سے اپنے حالات بیان کیے تو وہ کہنے لگا گواہ لے آؤ کہ تم اولاد علیؑ ہو پھر وہ میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ میں مایوس ہو کر مسجد کی طرف آ رہی تھی کہ راستے میں ایک شیخ کو ایک چبوترے پر بیٹھے ہوئے دیکھا اس کے گرد بھی کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضامن البلاد (شہر کا داروغہ) ہے اور یہ مجوسی ہے۔ میں نے کہا شاید ہماری مصیبت اس سے دور ہو سکے۔ میں اس کے پاس گئی اور اپنی حالت بتائی اور جو شیخ البلاد کے ساتھ واقعہ گزارا تھا وہ بھی بیان کیا اور یہ کہ میری بیٹیاں مسجد میں بیٹھی ہیں اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ گزارہ کر سکیں۔ پس اس نے اپنے خادم کو آواز دی وہ آیا تو اس سے کہنے لگا کہ اپنی مالکہ سے جا کر کہو کہ وہ اپنا برقعہ اوڑھ کر آئے۔ پس وہ خادم اندر گیا۔ اس کے ساتھ ایک عورت باہر نکلی جس کے ساتھ کینزیں تھیں۔ وہ شخص اپنی بیوی سے کہنے لگا اس عورت کے ساتھ جاؤ اور اس کی بیٹیوں کو گھر میں لے آؤ۔ وہ عورت میرے ساتھ اور میری بیٹیوں کو اپنے گھر لے گئی۔ انھوں نے اپنے مکان میں ہمارے لیے علیحدہ ایک جگہ کا بندوبست کیا۔ ہمیں حمام کرا کر بہترین لباس پہنائے اور بہترین کھانے کھلائے۔ پس ہم نے بڑی اچھی حالت میں رات گزاری۔ جب آدھی رات ہوئی تو شیخ البلاد (رئیس شہر) مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہے اور لوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ فگن ہے اچانک اسے ایک زمرہ سبز کاٹل و قصر نظر آیا تو اس نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟ تو اس سے کہا گیا کہ یہ مسلمان موحّد شخص کے لیے ہے پس وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں گیا آپ پر سلام کیا تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا کہ

اے رسول خدا آپ مجھ سے منہ پھیر رہے ہیں حالانکہ میں مرد مسلمان ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تو بھول گیا ہے وہ بات جو تو نے اس سیدانی کے لیے کہی تھی اور یہ قصر اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اس وقت وہ سیدانی ہے۔ پس وہ شخص خواب سے بیدار ہوا اور وہ منہ پر طمانچہ مارتا اور روتا تھا۔ پس اس نے اپنے غلام سارے شہر میں پھیلا دیے اور خود بھی شہر میں اس سیدانی کی تلاش میں پھرنے لگا۔ پس اسے خبر ملی کہ وہ تو مجوسی کے گھر میں ہے۔ وہ اس مجوسی کے یہاں آیا اور کہنے لگا کہ وہ علویہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ہے تو اس نے کہا کہ میں اسے لے جانا چاہتا ہوں۔ اس مجوسی نے کہا یہ نہیں ہو سکتا شیخ البلاد نے کہا ہزار دینار لے لو اور وہ سیدہ میرے سپرد کر دو۔ اس نے کہا خدا کی قسم نہیں میں لاکھ دینار پر بھی سپرد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو کہنے لگا کہ جو خواب تو نے دیکھا وہی میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل و قصر تو نے دیکھا ہے وہ میرے لیے بنایا گیا ہے تو اپنا اسلام جٹاتا ہے حالانکہ خدا کی قسم میں اور میرے گھر والے اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ ہم سب اس علویہ کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوئے اور اس کی برکتیں ہم پر برابر نازل ہو رہی ہیں۔ میں نے رسول اللہ کو دیکھا ہے اور انھوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ وہ قصر تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے ہے یہ سب اس احسان کے جو تو نے علویہ کے ساتھ کیا ہے۔ تم اہل جنت میں سے ہو اور خدا نے تمہیں ازل ہی میں مومن پیدا کیا ہے (یعنی علم خدا میں تھا کہ تم مومن ہو جاؤ گے)

حکایت

اسی تاریخ میں میں نے عبداللہ بن مقدسی نے پڑھا اور اس نے کہا کہ میں نے کتاب جوہری میں ابن ابی الدینا سے منقول پایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ فلاں مجوسی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو وہ دعا قبول ہوگی ہے۔ لیکن وہ شخص اس پیغام کو پہنچانے سے جھجکا۔ کہ کہیں وہ مجوسی یہ خیال نہ کرے کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں۔ اس شخص کے پاس مال دنیا بہت کافی تھا۔ پس اس نے رسول اللہ کو دوبارہ بارہ دیکھا۔ تو وہ صبح کے وقت اس مجوسی کے پاس آیا اور اس

سے علیحدگی میں کہا کہ میں رسول اللہ کا قاصد ہوں تیری طرف اور وہ تجھے کہہ رہے ہیں کہ وہ دعا قبول ہوگئی ہے تو اس مجوسی نے کہا مجھے پہچانتے ہو اس نے کہا کہ ہاں۔ میں دین اسلام اور نبوت محمدؐ کا منکر تھا۔ اس نے کہا میں یہ جانتا ہوں۔ لیکن انھوں نے مجھے تین مرتبہ پیغام دیا تو اس مجوسی نے کہا اے خدا ان لا الہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہ (پس گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں) اس نے اپنے اہل خانہ اور ساتھیوں کو بلایا اور ان سے کہنے لگا۔ میں گمراہی میں تھا اور اب حق کی طرف لوٹا ہوں پس تم بھی اسلام قبول کرو اور جو اسلام لے آئے تو جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس کا ہے اور جو انکار کرے وہ میرا مال میرے حوالہ کر دے۔ وہ کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اور اس کے گھر والوں نے اسلام قبول کیا اور اس کی ایک بیٹی کی شادی اس کے پوتے سے ہوگئی تھی پھر وہ مجھ سے کہنے لگا کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون سی دعا تھی۔ میں نے کہا کہ نہیں اور میں تجھ سے ابھی اس دعا کے متعلق سوال کرنے والا تھا تو اس نے کہا جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو کھانا تیار کیا اور لوگوں کو دعوت دی پس ان لوگوں نے میری دعوت قبول کی اور ہمارے پڑوس میں کچھ غریب سادات رہتے تھے۔ پس میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وسط خانہ میں میرے لیے ایک چٹائی بچھا دو۔ وہ کہتا ہے میں نے ان کی ایک بچی کو اپنی ماں سے کہتے سنا کہ اماں ہمیں اس مجوسی نے اپنے طعام کی خوشبو سے تکلیف پہنچائی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ان کے لیے بہت سا کھانا لباس اور درہم بھیجے۔ جب انھوں نے یہ چیزیں دیکھیں تو وہ بچی اوروں سے کہنے لگی خدا کی قسم ہم یہ کھانا نہیں کھائیں گے جب تک کہ ہم اس کے لیے دعا نہ کر لیں۔ پس ان خواتین نے اپنے ہاتھ بلند کیے کہ خدا تجھے (مجوسی کو) ہمارے جد بزرگوار کے ساتھ مشور کرے۔ ان میں سے بعض نے آمین کہی۔ پس یہ وہ دعا تھی جو قبول ہوگئی ہے۔

حکایت

ہمیں ہمارے جد مادری ابو الفرج نے اپنی اسناد سے خبر دی ہے اور سند کا سلسلہ ابن خصب تک پہنچایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں سیدہ مادر متوکل کا منشی تھا۔ میں دفتر میں بیٹھا

تھا کہ اس کا ایک چھوٹا نوکرا آیا۔ وہ مادر متوکل کی طرف سے آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی جس میں ہزار دینار تھا اور وہ کہنے لگا کہ سیدہ تجھ سے کہتی ہے کہ اسے مستحقین میں تقسیم کر کیونکہ یہ میرا پاکیزہ ترین مال ہے اور جن لوگوں میں تقسیم کرے ان کے نام بھی لکھ کر بھیج دے تاکہ جب اس قسم کا مال میرے پاس ہو تو میں انہی لوگوں پر صرف کروں۔

ابن حصیب کہتا ہے کہ میں نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان سے مستحقین کے متعلق سوال کیا۔ پس انہوں نے کچھ اشخاص کے نام بتائے اور میں نے ان میں تین سو دینار تقسیم کیے بقیہ میرے پاس آدھی رات تک باقی رہے۔ اچانک کسی نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے کہنے لگا فلاں سید علوی ہوں وہ میرا پڑوسی تھا۔ پس میں نے کہا یہ ایک مدت سے میرا پڑوسی ہے اور کبھی میرے پاس کوئی مطلب لے کر نہیں آیا۔ میں نے اسے اجازت دی۔ وہ اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے مرحبا کہا اور اس سے کہا کہ آپ کو اس وقت کیا ضرورت لاشع ہوئی ہے تو اس نے کہا کہ ابھی اولاد رسول میں سے ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اور میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ میں اسے دے سکوں۔ (ابن حصیب کہتا ہے) پس میں نے اس سید علوی کو ایک دینار دیا۔ وہ اس نے لے کر میرا شکر یہ ادا کیا اور چلا گیا۔ جب وہ دروازہ پر پہنچا تو میری بیوی روتی ہوئی باہر آئی اور مجھ سے کہنے لگی تجھے شرم نہیں آتی کہ یہ شخص میرے پاس آیا اور تو نے اسے صرف ایک دینار دیا ہے حالانکہ اس کے استحقاق کو تو جانتا ہے۔ اسے سب رقم دے دے۔ وہ کہتا ہے اس کے کلام نے میرے دل پر اثر کیا اور میں اس کے پیچھے گیا اور وہ تھیلی اسے دے دی پس اس نے لے لی اور چلا گیا۔ پس جب میں گھر کی طرف پلٹا تو میں بہت پشیمان ہوا۔ اور میں نے کہا ابھی یہ خیر متوکل تک پہنچ جائے گی چونکہ وہ اولادِ علی سے بغض رکھتا ہے اس لیے مجھے قتل کر دے گا۔ میری بیوی مجھ سے کہنے لگی۔ ڈرو مت اور خدا پر اور ان کے جد بزرگوار پر بھروسہ رکھو۔ پس میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک دق الباب ہوا۔ مشعلیں اور شمعیں ان کے ہاتھ میں تھیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ سیدہ تجھے بلارہی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں گجراہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دور چلتا تھا کہ پے در پے غلام چلے آ رہے تھے انہوں

نے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں داخل کیا یہاں تک کہ مجھے ام متوکل کے پردہ کے پاس کھڑا کر دیا۔ مجھ سے خادم نے کہا کہ سیدہ اس پردہ کے پیچھے ہیں۔ یہ کہتا ہے میں نے اور متوکل کے رونے کی آواز سنی وہ گریہ و زاری کرتی اور کہتی کہ خداوند عالم تجھے اور تیری بیوی کو جزائے خیر دے پس اس کا کیا مطلب ہے۔ احمد کہتا ہے کہ میں نے گزشتہ واقعہ اسے سنایا وہ روتی جاتی تھی۔ پس اس نے کچھ دینار اور لباس مجھے دیے اور کہا کہ یہ سید علوی کے لیے ہیں اور یہ تیری بیوی کے لیے اور یہ تیرے لیے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم کے قریب تھا۔ پس وہ مال لے کر سیدھا میں سید علوی کے گھر پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اس نے فوراً اندر سے پکار کر کہا۔ لے آؤ اے احمد جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ وہ روتا ہوا باہر آیا۔ میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ جواب میں اس نے کہا کہ تم سے رخصت ہو کر جب میں گھر میں داخل ہوا تو میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے اسے تمام قصہ سنایا تو اس نے کہا اٹھو ہم نماز پڑھیں اور سیدہ احمد اور اس کی بیوی کے لیے دعا کریں۔ پس ہم نے نماز پڑھی اور دعا کی۔ پھر میں سویا تو رسول اللہ کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ میں نے ان کا شکر یہ ادا کر دیا ہے اس احسان کے بدلے جو انہوں نے تیرے ساتھ کیا اور اب وہ جو کچھ لے کر آئیں گے وہ بھی قبول کر لیں۔

حکایت

یہ حکایت مسعودی نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن ابراہیم بن مصعب سے نقل کی ہے۔ وہ بغداد کی پولیس کا افسر تھا۔ اس نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا وہ فرما رہے ہیں کہ قاتل کو چھوڑ دے وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے عملے سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہمارے پاس ایک شخص ہے جو قتل میں متہم ہے پس انہوں نے اسے حاضر کیا تو اس شخص نے کہا کہ مجھے سچی بات بتا کہ اس نے کہا بتاتا ہوں۔ ہم ایک جماعت تھے جو ہرات اکٹھے ہو کر شراب پیتے تھے۔ کل رات ہمارے پاس وہ بڑھیا آئی جو ہمارے ہاں آیا جایا کرتی تھی اور ہمارے لیے عورتیں مہیا کیا کرتی تھی۔ ہم گھر میں داخل ہوئے۔ اس بڑھیا کے ساتھ

ایک لڑکی تھی جو حد درجہ حسین تھی جب وہ لڑکی وسط خانہ میں آئی اور ہمیں اس حالت میں دیکھا جس میں ہم تھے تو اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئی۔ پس میں اسے ایک کمرہ میں لے گیا جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگی اے نوجوان میرے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو واقعتاً مجھے اس بڑھیا نے دھوکا دیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ اس کے پاس ایسا موزا ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں اس نے مجھے شوق دلایا کہ میں اسے ضرور دیکھوں پس میں اس کے قول پر بھروسہ کرتے ہوئے چلی آئی تاکہ وہ موزہ دیکھوں۔ پس وہ اچانک مجھے تمھارے پاس لے آئی۔ حالانکہ میں سید زادی ہوں۔ میرے جد بزرگوار رسول خدا اور میری مادر گرامی جناب فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں۔ پس میرے بارے میں ان کا لحاظ کرو۔ یہ کہتا ہے پس میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا انھیں اس کے حالات بتائے اور ان سے کہا کہ اس سے تعرض نہ کرو۔ پس گویا کہ میں نے انھیں اس پر برا بھینٹہ کر دیا تھا۔ پس وہ اس کی طرف جانے کے لیے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جب تو اس سے اپنا مقصد پورا کر چکا تو اب ہمیں اس سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس کی مدد کے لیے کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ پس ہم گتھم گتھا ہو گئے یہاں تک کہ مجھے کافی زخم آ گئے اور میں ان میں سے اس کی طرف جھپٹا جو اس کے بارے میں سب سے زیادہ حریص تھا۔ اس پر جھپٹا اور اسے قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس لڑکی کو سب سے بہ عافیت چھٹکارا دلادیا اور صحیح و سالم اسے اس مکان سے نکال دیا۔ پس میں نے اسے کہتے ہوئے سنا کہ وہ میرے بارے میں کہہ رہی تھی خدا تیری پردہ پوشی کرے جس طرح تو نے میری پردہ پوشی کی اور خدا تیرے مدد کرے جس طرح تو نے میری مدد کی۔ بڑوسیوں نے چیخ و پکار سنی تو وہ گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت چھری میرے ہاتھ میں تھی اور وہ شخص اپنے خون میں لت پت پڑا تھا۔ پس مجھے اسی حالت میں تمھارے پاس لایا گیا۔ تو اس شخص کہنے لگا میں تیرے اس گناہ کو معاف کرتا ہوں جو تجھ سے ہوا اور اللہ اور رسول کے صدقہ میں تجھے بخشا ہوں۔ تو وہ شخص کہنے لگا مجھے اس کے حق کی قسم ہے کہ جس کے صدقہ میں تو مجھے بخش رہا ہے میں اس کی نافرمانی دوبارہ نہیں کروں گا۔ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی محمد و

آلہ وسلم! حکایت

میرے (مؤلف) جد مادری نے عبید اللہ سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ تجھ سے میرے باپ نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عامر و اعجاز کو کہتے ہوئے سنا: میں ایک دن مسجد رسول اللہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک سیاہ رنگ غلام آیا وہ ایک رقعہ لے کر آیا۔ میں نے رقعہ لے کر کھولا اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خداوند عالم تجھے غور و فکر کے ساتھ قصہ گوئی کرنے سے نفع دے اور عبرت کے ساتھ مانوس رہنے کا تجھ پر احسان کرے اور خلوت میں رہنے کی محبت کے لیے تجھے انتخاب کر لے اے ابو عامر میں تیرے بھائیوں میں سے ایک ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مدینہ میں آئے ہو پس میں اس سے خوش ہوا اور مجھے تمہاری زیارت کی خواہش پیدا ہوئی۔ مجھے شوق ہے کہ تمہارے ساتھ بیٹھوں اور تمہاری باتیں سنوں۔ وہ شوق اتنا زیادہ ہے کہ اگر میرے اوپر ہوتا تو سایہ ڈال دیتا اور اگر میرے نیچے ہوتا تو مجھے اٹھا لیتا۔ پس میں اس کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں فصاحت و بلاغت بخشی ہے کہ وصال کے پروں کے ساتھ اپنی زیارت سے مجھے ملحق کر دو اور ایک روایت میں ہے کہ میں تمہاری زیارت چاہتا ہوں لیکن خداوند عالم نے کئی آزار کی وجہ سے معذور کر دیا ہے۔ والسلام!

ابو عامر کہتا ہے کہ میں اس قاصد کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ وہ مجھے مسجد قبا کے پاس لے آیا اور مجھے ایک وسیع لیکن غیر آباد گھر میں لے گیا۔ کہنے لگا یہاں رک جاؤ تا کہ میں اجازت لے لوں۔ پس میں رک گیا تو وہ غلام اندر گیا اور فوراً باہر آیا اور کہنے لگا اب اندر تشریف لائیے۔ پس میں اندر گیا۔ ایک تنہا کمرہ اس خرابہ میں تھا کہ جس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا۔ ایک بوڑھا شخص قبلہ رو بیٹھا تھا جسے تو واللہ ماہانہ محبت الہی کی بنا پر دکھی خیال کرتا اور خوف خدا سے محزون خیال کرتا۔ اس کا حزن اس کے چہرہ سے نمایاں تھا اور رو رو کر اس کی آنکھیں ختم ہو چکی تھیں۔ اس کی پلکیں زخمی ہو چکی تھیں۔ میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا۔ پھر حرکت کی تو معلوم ہوا کہ وہ نابینا اور بہت

زیادہ بیمار ہے۔ پس مجھ سے کہنے لگا اے ابو عامر خدا تمہارے دل کو گناہوں کے میل سے صاف کر دے اور تمہاری عقل میں چشمہ حکمت جاری کر دے۔ میرا دل ہمیشہ سے تمہارا مشتاق تھا اور تمہارے وعظ کو سننے کا شائق تھا۔ خدا نے تجھے اس کے لیے نور کر کے بھیجا ہے جس کی بیماری سے تمام طبیب عاجز ہیں اور واعظین جس کی شفا سے مجبور ہیں اور مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا مرہم زخموں کے لیے نفع مند ہیں پس کمی نہ کرو خداوند عالم تم پر رحم کرے۔ تریاق کے ڈالنے میں اگرچہ اس کا ذائقہ کڑوا ہے کیونکہ میں ایسے اشخاص میں سے ہوں جو دوا کے درد پر صبر کر سکتے ہیں کیونکہ مجھے شفا کی امید ہے۔ ابو عامر کہتا ہے کہ میں نے ایسا منظر دیکھا ہے کہ جس نے مجھے حیران کر دیا اور ایسا کلام سنا جس نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پس کافی طویل فکر کی۔ پھر کچھ کلام میسر آ سکا۔ میسر ہونے پر اس کے حصول کی صعوبات کچھ کم ہو گئیں۔ پس میں نے کہا اے بزرگ اپنے دل کی آنکھ کو آسمان کی سمت کرو اور اپنی معرفت کے کانوں کو کھول تو دنیا ہی میں حقیقت ایمان کے ساتھ تجھے جنت نظر آئے گی اور تو ان چیزوں کا مشاہدہ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو عطا کی ہیں۔ پس ان دونوں گھروں میں کتنا فرق ہے کیا دونوں فریق موت میں برابر نہیں۔ ابو عامر کہتا ہے پس وہ کراہنے لگا اور چیخ و پکار کرنے لگا۔ بلند آواز سے رونے لگا۔ جھک گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم تمہاری دوا میری بیماری کے لیے مفید ثابت ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے پاس میری شفا ہے مزید کہو خدا تم پر رحم کرے۔ پس میں نے اس سے کہا اے بھائی بیشک خداوند عالم تیرے بھید کو جاننے والا ہے اور تیری مخفی بات پر مطلع ہے۔ وہ تیری خلوت کے وقت تمہیں دیکھتا ہے جب کہ تو اس کی مخلوق سے چھپتا ہے اور اس کے سامنے گناہ کرتا ہے پس اس نے ایک اور چیخ ماری جو پہلی سے بھی سخت تھی پھر کہنے لگا کون میرے فقر و فاقہ کا ضامن ہے اور کون میرے گناہوں اور غلطیوں کو محاف کرے گا۔ تو ہی ہے اے میرے مولا اور تیری طرف میرا ملجا و ماویٰ ہے۔ پھر وہ گر کر مر گیا۔

ابو عامر کہتا ہے کہ میں پریشان ہو گیا اور کہنے لگا میں نے اپنے نفس پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ پس ایک لڑکی گھر سے نکلی۔ اس نے اون کی ٹیٹھ اور بالوں کی بنی ہوئی اور ڈھٹی پہن رکھی تھی۔ کثرت سجدہ سے اس کی ناک اور پیشانی بری طرح متاثر تھی۔ اور طویل قیام

کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور اس کے پاؤں متورم ہو گئے تھے۔ پس وہ کہنے لگی
 خدا کی قسم کیا اچھا کام کیا تو نے عارف لوگوں کے دلوں کی ہدایت کرنے والے اور محزون
 اشخاص کے دکھوں کو دور کرنے والے عالمین کا پالنے والا تیرے اس مقام کو نہ بھولے۔
 اے ابو عامر یہ شخص میرا باپ تھا یہ بیس سال سے بیماری میں مبتلا تھا۔ اس نے اتنی نماز
 پڑھی کہ بیوند خاک ہو گیا اور اتنے روزے رکھے کہ کمر ٹیزھی ہو گئی۔ خوف خدا میں اتار دیا
 کہ آنکھیں کھو بیٹھا۔ یہی تجھ سے ملنے کی اللہ سے دعا کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں ابو
 عامر کی مجلس میں ایک مرتبہ حاضر ہوا اس نے میری مردہ فکر کو زندہ اور میری نیند کو کم کر دیا تھا
 اور اگر دوبارہ اس سے سن لوں تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ پس اے واعظ خدا تجھے جزائے خیر
 دے اور جو حکمت تجھے خدا نے دے رکھی ہے اسے سو مند کرے۔ پس تحقیق تو نے اسے
 راحت و آرام میں پہنچا دیا ہے اس مصیبت سے جس میں وہ مبتلا تھا۔ پھر وہ اس ناتواں
 بوڑھے پر گر پڑی اس کی آنکھوں کے بوسے لیتی اور کہتی تھی اے بابا اے وہ انسان جسے
 اپنے گناہوں پر گریہ کرنے کے لیے ناپینا کر دیا تھا وہ میرا باپ ہے۔ اے بابا اے وہ جسے
 اپنے پالنے والے کے عذاب کے خوف نے بے جان کر دیا۔ وہ میرا باپ تھا اے میرے
 بابا ہمیشہ خوف خدا میں گریاں رہنے والے اور ہمیشہ استغفار اور توبہ کرنے والے اے اے
 یاد دلانے والوں کے اور خطیبوں کے مقتول اے وعظ کرنے والوں اور صاحبان حکمت و
 دانش کے پچھاڑے ہوئے۔ ابو عامر کہتا ہے کہ میں نے اس لڑکی سے اے اپنے حالات
 پر رونے والی اور مرنے والے پر گریہ و بکا کرنے والی تیرا باپ اپنے راستے پر چلا گیا ہے
 اور وہ جزائے گھر میں پہنچ چکا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کیا ہے دیکھ لیا ہے اور وہ عمل اس
 کتاب میں حساب شدہ ہے جو تیرے رب کے پاس ہے پس حساب کرنے والے کے
 لیے قرب الہی ہے اور برے کام کرنے والا حزن و ملال کے گھر میں وارد ہوگا۔ پس اس
 لڑکی نے بھی باپ کی طرح چیخ ماری اور مسجد مصطفیٰ کی طرف دوڑ کر گئی اور نماز سے صبر
 حاصل کیا۔ الخ

تمت بالخیر

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
version

لیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

www.ziaaraat.com

SABEEL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL USE